حکایات کا انسائیکلو پیڈیا

حکایات کے انسائیکلو پیڈیا میں حکایات انبیاؑ واقعات نبویؐ، حکایات صحابہ کرامؓ
حکایات اولیاءؒ اور حکایات شیخ سعدیؒ و رومیؒ کو یکجا کیا گیا ہے ہر حکایات پر اثر، سبق آموز

نذیر انبالوی (ایم اے)

حکایات کا انسائیکلوپیڈیا

حکایات کے انسائیکلوپیڈیا میں حکایات انبیاءؑ واقعات نبویؐ، حکایات صحابہ کرامؓ،
حکایات اولیاءؒ اور حکایات شیخ سعدیؒ و رومیؒ کو یکجا کیا گیا ہے ہر حکایات پراثر، سبق آموز

نذیر انبالوی (ایم۔اے)

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۶

HIKAYAAT KA ENCYCLOPEDIA

Edited by

Nazeer Ambalvi (M:A)

Year of Edition 2009
ISBN 978-81-8223-556-4
Price Rs. 200/-

نام کتاب	:	حکایات کا انسائیکلوپیڈیا
مصنف	:	نذیر انبالوی (ایم.اے)
سنِ اشاعت	:	۲۰۰۹ء
قیمت	:	۲۰۰ روپے
مطبع	:	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی۔٦

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6(INDIA)
Ph : 23216162, 23214465, Fax : 0091-11-23211540
E-mail: info@ephbooks.com,ephdelhi@yahoo.com
website: www.ephbooks.com

فہرست

حرف آغاز		4
پہلا باب	حکایات انبیاء علیہم السلام	7
دوسرا باب	واقعات نبوی ﷺ	59
تیسرا باب	حکایات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	133
چوتھا باب	حکایات اولیا کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین	261
پانچواں باب	حکایات شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ و رومی رحمۃ اللہ علیہ	549

حرف آغاز

جن دنوں میں اپنی مقبول عام کتاب "اقوال زریں کا انسائیکلوپیڈیا" مرتب کر رہا تھا' تب اس خواہش نے سر اٹھایا تھا کہ وہ عظیم شخصیات جن کے سنہری اقوال زندگی کے اندھیرے راستوں پر انسانوں کے لئے روشنی کے مینار ہیں' ان کی زندگیوں کے روشن' سچے واقعات کو یکجا کیا جائے۔

اس خواہش کی تکمیل کی کی خاطر مختلف کتب کا مطالعہ کیا تو حیرت ہوئی کہ ایک شخصیت سے وابستہ واقعہ مختلف کتب میں یکسر مختلف انداز میں لکھا گیا ہے' یوں ابتداء میں سہل دکھائی دینے والا کام خاصا دشوار ہو گیا چونکہ دل میں کام کرنے کی لگن تھی اس لئے یہ دشوار کام بھی آسان ہو گیا۔

اس کتاب میں مستند کتب سے مصدقہ حکایات کو ہی شامل کیا گیا ہے۔ میری خواہش کی تکمیل "حکایات کا انسائیکلوپیڈیا" کے روپ میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ خود اندازہ لگایئے میں کس حد تک اپنے کام سے انصاف کر پایا ہوں۔

طالب دعا

نذیر انبالوی

پہلا باب

حکایات انبیاء علیہم السلام

تخلیق آدم علیہ السلام

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امینؑ کو حکم دیا کہ وہ زمین سے مختلف جگہوں سے مٹی لائے۔ جب مٹی لائی گئی تو اس میں پانی ڈالا گیا' پھر یہ مٹی چالیس روز تک اسی طرح پڑی رہی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ ابلیس کے سوا سب نے اس حکم کو تسلیم کیا۔ اس حکم عدولی پر ابلیس کو روز جزا تک مردود قرار دے دیا گیا۔ حضرت آدمؑ ایک عرصہ تک تنہا زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک دن حضرت آدمؑ سوئے ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو ان کے پاس ایک عورت موجود تھی۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو جواب ملا ہم نے تیرے جسم کی ہڈی سے اسے تخلیق کیا ہے اور یہ تیری زوجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ہدایت کی۔

"اے آدمؑ! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں جس طرح چاہو کھاؤ پیو' امن چین کی زندگی بسر کرو مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے تو کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا اگر تم اس کے قریب گئے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔"

اس ہدایت کے باوجود دونوں نے ممنوع درخت کا پھل کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو زمین کے مختلف حصوں میں اتار دیا۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔

"ہم نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا اگر تو نے ہمارا قصور نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہمارے لئے بربادی کے سوا کچھ نہیں۔"

آپؑ کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت حوا علیہ السلام کی آپؑ سے مقام عرفات میں ملاقات ہوئی۔ اسی مقام پر حج کا مقدس فریضہ ہر سال نو ذوالحج کو ادا ہوتا ہے۔ اس پہاڑ کا نام جبل رحمت ہے۔ اس تاریخ کو اس مقام کی حاضری پر حاجی

صاحبان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ فیضان حضرت آدمؑ، حضرت حواؑ سے شروع ہوا تھا اور تاقیامت جاری رہے گا۔

حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے کھانا مانگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امینؑ کے ذریعے سات دانے گیہوں بھیجے۔ حضرت جبرئیل امینؑ نے جب یہ سات دانے حضرت آدمؑ کے ہاتھ پر رکھے تو انہوں نے پوچھا۔

یہ کیا ہے؟

حضرت جبرائیل امینؑ نے جواب دیا یہ وہی ہے جس کی وجہ سے تم کو جنت سے نکالا گیا تھا۔

اس وقت ایک دانے کا وزن ایک ہزار آٹھ سو درہم کے برابر تھا۔ جب حضرت آدمؑ نے پوچھا کہ ان کا کیا کروں تو حضرت جبرائیل امینؑ نے کہا ان کو زمین پر پھیلا دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین سے فصل پیدا کی۔ جب فصل پکی تو اس کو کاٹ لیا گیا۔ یوں کاشت کاری کا آغاز ہوا۔

حضرت حواؑ کے بطن سے صبح کے وقت ایک لڑکا' ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس طرح شام کے وقت ایک لڑکی' ایک لڑکا پیدا ہوا' صبح کی لڑکی شام کے لڑکے سے بیاہی جاتی تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ آپ کا ذکر قرآن مجید کی ان سورتوں میں ہوتا ہے۔ البقر' آل عمران' المائدہ' الاعراف' الاسری' الکہف' مریم' طہٰ' یٰس۔



طوفان نوح

حضرت نوح علیہ السلام کو پچاس برس کی عمر میں نبوت دی گئی تھی۔ آپ نے ساڑھے نو سو سال لوگوں میں تبلیغ کی۔ اس زمانے میں لوگ شرک اور قبر پرستی میں مبتلا تھے۔ ان کی تبلیغ کا لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان

پر وحی نازل کی کہ جو لوگ ایمان لے آئے وہ لے آئے اب ان میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے پس ان کی حرکات پر غم نہ کر۔ اس وحی کے بعد آپؑ نے یہ دعا فرمائی۔

"اے پروردگار تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ اگر تو ان کو یونہی چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان پیدا ہو گی۔"

آپؑ کی دعا قبول ہوئی اور آپؑ نے اللہ کے حکم پر ایک کشتی بنانا شروع کی تو کفارؐ نے آپؑ کا مذاق اڑایا اور یہ کہنے لگے کہ اب تبلیغ کا کام چھوڑ کر کشتی سازی شروع کر دی ہے۔ ان باتوں کے باوجود آپؑ اپنے کام میں مصروف رہے۔ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ' چوڑائی پچاس ہاتھ' بلندی تیس ہاتھ تھی۔ کشتی میں تین طبقے سوار تھے۔ ایک طبقے میں چالیس مومنین اور ان کی بیویاں دوسرے طبقے میں پرندے' تیسرے میں چوپائے اور وحوش جوڑا جوڑا تھے۔

طوفان نوحؑ کا آغاز ایک تنور سے پانی نکلنے سے ہوا۔ اس کے بعد آسمان سے پانی برسنا شروع ہو گیا یہی طوفان کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ طوفان چالیس روز تک جاری رہا۔ اس طوفان سے زمین پر اس قدر پانی ہو گیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے بھی پندرہ گز اونچا ہو گیا۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے ان کا کہا نہ مانا اور کشتی میں سوار ہونے کی بجائے پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہ اسی پہاڑ پر غرق ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ماہ رجب بروز جمعۃ المبارک کو حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے اور دس محرم الحرام کو اترے۔ کشتی ایک ماہ پہاڑ پر رکی رہی۔ زمین سے ڈیڑھ سو دن میں پانی اترا۔

کشتی میں جب لید کی بہتات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو وحی کی کہ ہاتھی کی دم دباؤ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو ایک جوڑا خنزیر پیدا ہوا اس جوڑے نے ساری لید کھا لی۔ جب کشتی میں چوہوں کی کثرت ہو گئی تو حضرت نوحؑ نے اللہ کے حکم پر شیر کے ماتھے پر دونوں ہاتھ مارے تو شیر کے نتھنوں سے بلی کا جوڑا پیدا ہوا۔ اس نے چوہوں کو کھانا شروع کیا اور ایک جوڑا باقی رہ گیا۔

ایک روایت کے مطابق طوفان نوحؑ پوری زمین پر آیا تھا جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ طوفان ایک لاکھ چالیس ہزار کلومیٹر مربع رقبہ پر آیا تھا۔

حضرت نوحؑ کا انتقال ۹۵۰ برس یا ایک ہزار سال کی عمر میں ہوا تھا۔



ایک معجزہ

حضرت صالحؑ قوم ثمود میں پیدا ہوئے۔ آپ سن شعور کو پہنچے تو آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ قوم ثمود بت پرست تھی۔ ان کی اصلاح کے لئے انہی کے قبیلہ سے حضرت صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں۔ آپؑ اپنی قوم کو پیغام حق سنایا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ کی تبلیغ پر تھوڑے سے لوگ ایمان لائے۔ قوم کے بڑے سردار اور دولتمند باطل پرستی ہی میں مبتلا رہے۔ سرمایہ دار لوگ آپؑ کا مذاق اڑاتے کہ اگر ہم غلط مذہب پر ہوتے تو ان کے پاس اس قدر دولت کی ریل پیل نہ ہوتی جب کہ تمہیں ماننے والے غریب اور بدحال لوگ ہیں تم خود فیصلہ کرو غلط کون ہے۔ حضرت صالحؑ ان تکبر کرنے والوں سے کہتے کہ اپنی خوش حالی پر شیخی مت کرو اگر تم اسی طرح گھمنڈ میں مبتلا رہے تو تم پر عذاب آئے گا اور تم سب فنا ہو جاؤ گے۔

حضرت صالحؑ کی قوم نے جب ان سے کوئی معجزہ طلب کیا تو آپؑ اپنی قوم کو لے کر ایک پہاڑی پر چلے گئے۔ پہاڑی پھٹ گئی اور اس میں سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی اور اس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا۔

قرآن مجید میں اس واقعے کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو۔ ایک دن اس اونٹنی کا ہو گا اور ایک دن ساری قوم اور ان کے چوپاؤں کا اور خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچائے اگر

اس کو اذیت پہنچائی تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔ (سورۃ ھود)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کچھ عرصہ تو پانی کی باری کی پابندی کی۔ مگر پھر ان کو یہ بات بری محسوس ہونے لگی۔ انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور اونٹنی کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ تو کر لیا تھا مگر اب کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ یہ کام کر سکے' آخر ایک نہایت خوبصورت عورت صدوق نے خو کو ایک شخص مصرع بن میرج اور ایک عورت نے اپنی حسین ترین لڑکی کو قیدار بن سالف کے سامنے پیش کر کے کہا کہ اگر تم دونوں اونٹنی کو قتل کر دو تو یہ دونوں تمہاری بیویاں بن کر رہیں گئیں۔ دونوں شخص اس کام پر آمادہ ہو گئے۔ دونوں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جب اونٹنی آئی تو اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اونٹنی کا بچہ شور مچاتا پہاڑی پر چڑھ گیا اور وہیں غائب ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ آخر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ اب تمہیں کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور قوم ثمود تباہ ہوئیں۔



آگ گلزار بن گئی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت مقام ہرمزجرد میں ہوئی۔ آپ کے والد تارخ یا آزر بت ساز اور بت فروش تھے۔ وہ جب آپ کو بت بیچنے کے لئے بازار بھیجا کرتے تو آپؑ یہ کہتے تھے۔

"اے لوگو! یہ بت خرید لو جو نہ نفع نہ نقصان دینے والے ہیں اور خود اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔"

بعض اوقات آپ بتوں کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹتے تھے اور ان کی خوب تحقیر کرتے تھے۔ جب آپؑ کو نبوت ملی آپؑ سن شعور میں داخل ہو چکے تھے۔ جب آپؑ نے تبلیغ شروع کی تو سب لوگ آپؑ کے خلاف ہو گئے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا نمرود بادشاہ سے مناظرہ ہوا تو اس نے پوچھا۔
تمہارا رب کون ہے؟
آپ نے فرمایا کہ میرا رب زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے۔ یہ سن کر نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کرتا ہوں۔ اس نے اسی وقت قید خانے سے ایک ایسے قیدی کو بلایا جس کو سزائے موت کا حکم ہوا تھا۔ نمرود نے اس کی سزا معاف کر دی اور کہا لو میں نے ایک شخص کو زندگی بخش دی جب کہ اسی وقت ایک بے گناہ شخص کو موت کی سزا دے دی۔ وہ شخص جب جلاد کے ہاتھوں قتل ہوا تو نمرود نے کہا میں نے اس کو موت دے دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سب دیکھ کر کہا۔
میرا رب تو ہر صبح سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکالو۔
یہ سن کر نمرود لاجواب ہو گیا۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل سے نمرود لاجواب تو ہو گیا تھا مگر دل سے دین حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ جلانے کا منصوبہ بنایا۔ آگ جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کرنے میں ساری قوم نے حصہ لیا۔ ایک بہت بڑا گڑھا کھودا گیا اور اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اس آگ کا ذرا بھی خوف پیدا نہ ہوا۔ انہیں یقین تھا کہ جس پروردگار نے انہیں پیدا کیا ہے وہی ان کی حفاظت کرے گا۔

ارشاد ربانی ہے۔

”ہم نے حکم دیا۔ اے آگ تو ابراہیمؑ کے حق میں سرد اور سلامتی بن جا اور انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ کا ارادہ کیا پس ہم نے ان کو ان کے ارادہ میں ناکام بنا دیا۔“

جب نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالا تو وہ گلزار بن گئی۔ آپؑ پر آگ نے کوئی اثر نہ کیا۔



میرا مالک مجھ سے غافل نہیں رہا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب تک اپنے دستر خوان پر کسی مہمان کو نہ بٹھا لیتے تھے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اکثر صبح اور شام کے وقت وہ شہر کے دروازے پر جا کر بیٹھ رہتے کہ کوئی مسافر مل جائے تو اسے اپنا مہمان بنائیں۔ اتفاق سے ایک دن کوئی مہمان نہ ملا اور شام کا وقت شروع ہونے لگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بہت دلگیر و ملول بیٹھے ہوئے تھے اور اب واپسی کی تیاری کر رہے تھے کہ ایک بوڑھے کو دیکھا جو لاٹھی ٹیکتا چلا آ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امید بندھی کہ شاید یہ مسافر ہو اور میرا مہمان بننا منظور کر لے۔ لپک کر اس کے پاس گئے اور سہارا دے کر اسے اپنے قریب لائے۔ حسب عادت سب سے پہلے اس کا نام دریافت کیا اور پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ بوڑھے نے جو اپنا نام بتایا تو ابراہیم علیہ السلام کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ کیونکہ نام سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بوڑھا آتش پرست ہے۔ بھلا خدا کے خلیل کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ ایک ایسے شخص کو اپنا مہمان بنائے اور اپنے دستر خوان پر جگہ دے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آگ کا پجاری تھا۔ توحید تو جناب ابراہیمؑ کی رگ رگ میں پیوست تھی۔ اپنے رب کی خاطر تو ابراہیمؑ آگ کے الاؤ میں بے خطر کود چکے تھے۔ محض ایک خواب دیکھ کر ابراہیمؑ نے تو اپنے اکلوتے بیٹے جناب اسماعیلؑ کے حلقوم پر چھری چلا دی تھی۔ وہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ ایک مشرک کے میزبان بنیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بوڑھے کی طرف سے رخ موڑ لیا۔ اندھیرا چھا رہا تھا۔ بے چارہ ستر سالہ آتش پرست کہاں جاتا؟ کس کے ہاں قیام کرتا۔ بڑا ہی فکر مند بیٹھا تھا۔ آخر ہمت کر کے حرف مطلب زبان پر لایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنا مہمان بنا لیں۔ ابراہیم علیہ السلام معمولی آدمی نہیں تھے' دین حنیف کے بانی' شرک و بت پرستی کے سخت دشمن' صاف جواب دے دیا۔ میں نبی ہوں ایک مشرک کو اپنی پاک روٹی نہیں کھلا سکتا۔ البتہ اگر تو اسلام

قبول کرلے، آتش پرستی سے توبہ کرلے تو ایک دن کیا ساری زندگی تیری خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ بوڑھا خاموش ہو گیا اور دوسری طرف چل پڑا۔ اب رات آ چکی تھی اس لئے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے، ابھی دو چار قدم ہی چلے ہوں گے کہ وحی نازل ہوئی:

ابراہیمؑ! تم اس بوڑھے مجوسی کو ایک وقت بھی نہ کھلا سکے اور کھانے کے عوض اس سے دین کو بدلنے کا مطالبہ کر دیا۔ مجھے دیکھو کہ میں ستر برس سے اس کے شرک و کفر، بغاوت و طغیان کے باوجود اس کی پرورش کر رہا ہوں۔ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہوں وہ مجھے چھوڑ کر آگ کے آگے سجدہ کرتا اور اس کے حضور دست دعا دراز کرتا ہے۔ ایک طرف اپنا ظرف دیکھو اور ایک طرف میرا ظرف۔

وحی آتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پلٹ پڑے اور اس بوڑھے کو جا لیا اور کہا جناب چلئے میں آپ کی میزبانی کے لئے تیار ہوں۔ آپ میرے مکان پر قیام فرمایئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ وہ بوڑھا مجوسی حیران ہو گیا کہ انہوں نے اتنی جلدی اپنا فیصلہ کیوں واپس لے لیا۔ ابھی تو کہہ رہے تھے کہ اسلام قبول کر لو تو اپنا مہمان بناؤں گا اور ابھی مجھے لینے چلے آئے۔ پوچھا سچ سچ بتایئے آپ نے انکار کے بعد اپنی رائے کیوں بدل دی؟ ابراہیم علیہ السلام نے وحی آنے کا سارا قصہ کہہ سنایا۔

مجوسی کی آنکھیں بہنے لگیں، ندامت سے سر جھکا دیا اور کہا اللہ کے نبی! میں خدا کا باغی، میں آگ کا پجاری، میں اس کے در کو چھوڑ کر دربدر کی ٹھوکریں کھانے والا، میں رسم و رواج کا اسیر، میں جھوٹے توہمات کا قیدی، حقیقی مالک کو ستر برس سے بھلا کر بھٹک رہا ہوں۔ میں نے اسے کبھی بھی یاد نہیں کیا، اسے کبھی بھی نہیں پکارا، مگر میرا مالک مجھ سے غافل نہیں رہا۔ اس نے مجھے میری نافرمانیوں کے باعث کبھی بھی اپنے خوان نعمت سے نہیں اٹھایا، میری پرورش کی، مجھے سہارا دیا، حتیٰ کہ آپ کو تنبیہہ فرمائی۔

ہاتھ بڑھائیے' مجھے قبول کر لیجئے۔ اس ستر برس کے گنہگار بھگوڑے کو اس کے مالک کے آستانے پر حاضر کیجئے۔ جلدی کیجئے' مجھے اسلام کا کلمہ پڑھائیے' میرا مالک غفور الرحیم ہے وہ مجھے ضرور قبول کر لے گا۔



حکمت الٰہی کو اللہ خود ہی جانتا ہے

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے روحیں قبض کرنے والے فرشتے عزرائیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ اے عزرائیل' آج تک جن لوگوں کی روح تو نے قبض کی ان میں سے کسی پر تجھے کبھی رحم بھی آیا؟ عزرائیل نے عرض کیا کہ اے پروردگار' تو خوب جانتا ہے کہ روح قبض کرتے وقت ہمیشہ میرا دل دکھتا ہے' لیکن تیرے حکم سے سرتابی کی مجال کہاں؟

خدا نے پوچھا "یہ بتا کہ تجھے کس پر سب سے زیادہ ترس آیا اور کس کی موت پر تیرا قلب تڑپا۔

عزرائیل نے عرض کیا "یاالٰہی ایک موت ایسی ہے جو بھلائے نہیں بھولتی اور وہ غم ایسا ہے جو تنہائی میں بھی میرے ساتھ رہتا ہے۔ ایک کشتی مرد و زن سے بھری ہوئی سمندر میں سفر کر رہی تھی۔ تو نے حکم دیا کہ اس کشتی کو فنا کر دے۔ میں نے کشتی کو پاش پاش کر دیا۔ پھر تو نے فرمایا کہ سب مرد و زن کی روحیں قبض کر' لیکن ایک عورت اور اس کے زائیدہ بچے کو چھوڑ دے۔ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ سب کی جانیں قبض کر لیں۔ ایک بہتے ہوئے تختے پر ماں اور اس کا بچہ رہ گئے۔ سمندر کی لہریں اس تختے کو اپنے ساتھ لئے آگے بڑھتی رہیں اور تیز ہوا نے اسے آناً" فاناً" سینکڑوں میل دور سمندر کے کنارے پر پہنچا دیا۔ میں اس ماں اور بچے کے بچ جانے سے بہت خوش ہوا' لیکن اسی آن حکم صادر ہوا کہ اے عزرائیل' جلد ماں کی روح قبض کر اور بچے کو اکیلا چھوڑ دے۔ اے باری تعالیٰ' تو خوب جانتا ہے کہ یہ حکم پا کر میرا بھی کلیجا کانپ گیا تھا اور جب میں نے اس طفل شیر

خوار کو اس کی ماں سے الگ کیا تو مجھے کس قدر تکلیف پہنچی تھی۔ اب اس واقعے پر ایک مدت بیت چکی' لیکن وہ بچہ برابر یاد آتا ہے۔

حضرت حق مجدہ نے عزرائیل کی عرض سن کر فرمایا "کیا تو جانتا ہے کہ وہ بچہ اب کہاں اور کس حال میں ہے؟"

تجھی کو علم ہے۔ اے میرے پروردگار۔ عزرائیل نے عرض کیا۔

ارشاد ہوا "اے عزرائیل' سن۔ جب تو نے ماں کی روح قبض کی اور بچے کو تنہا چھوڑ دیا تو ہم نے سمندر کی ایک موج کو حکم دیا کہ اس بچے کو احتیاط سے ایک ویران جزیرے میں ڈال دے۔ اس جزیرے میں ایک سرسبز اور گھنا جنگل تھا۔ یہاں صاف شفاف میٹھے پانی کے چشمے بہتے تھے اور بے شمار پھل دار درخت تھے۔ اس جزیرے پر ہم نے اپنے فضل و کرم سے محض اس بچے کی خاطر لاکھوں خوش نوا اور حسین پرندے بھیجے جو ہر وقت چہچہاتے اور نئے سے نیا راگ الاپتے تھے۔ ہم نے چنبیلی کے پھولوں اور پتوں کو حکم دیا کہ اس بچے کا بستر تیار کرو تاکہ وہ اس پر آرام کی نیند سوئے۔ ہم نے اسے ہر خوف اور خطرے سے محفوظ کر دیا۔ آفتاب کو حکم دیا کہ اپنی تیز دھوپ اس پر نہ ڈال۔ ہوا کو فرمایا کہ اس پر آہستہ آہستہ چل۔ بادلوں کو حکم دیا کہ اس پر مینہ نہ برسانا۔ بجلی کو ہدایت کی کہ خبردار! اسے اپنی تیزی دکھا کر مت ڈرا۔ انہی دنوں جنگل میں بھیڑیئے کی مادہ نے بچے دیئے تھے۔ ہم نے اسے حکم دیا کہ اپنے بچوں کے ساتھ اس آدمی کے بچے کو بھی دودھ پلا' اس کی دیکھ بھال کر اور اسے کوئی گزند نہ پہنچنے دے۔ اے عزرائیل! اس نے بھی ہمارے حکم کی تعمیل کی۔ یہاں تک کہ وہ تنہا اور بظاہر بے یارومددگار بچہ پرورش پا کر خوب صحت مند اور بہادر ہو گیا۔ ہم نے اس کے پاؤں میں کبھی کانٹا بھی نہ چبھنے دیا' دنیا جہان کی نعمتیں اسے عطا کیں اور وہ ان کا شکر بھی ادا کرتا تھا۔ اور اب اے ملک الموت' تو جانتا ہے' وہ بچہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔"

تجھی کو علم ہے' اے میرے پروردگار۔ عزرائیل نے سجدہ کرتے ہوئے عرض کیا۔

وہ بچہ نمرود بن گیا اور اسی نے میرے خلیل ابراہیمؑ کو آگ کے الاؤ میں

جھونکا۔ اب وہ خدائی دعویٰ کر کے لوگوں کو میری راہ سے ہٹاتا ہے اور ان پر تشدد کرتا ہے۔



بے مثال قربانی

ایک شب حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ اے ابراہیم اٹھ اور قربانی کر۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے فجر کو اٹھ کر دو سو اونٹ خدا کی راہ میں قربان کر دیئے اسی طرح تین دن تک یہ خواب دیکھا تینوں دن دو دو سو اونٹ قربانی کئے۔ پھر چوتھی شب کو خواب میں دیکھا کہ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو خداوند قدوس کی راہ میں قربان کر۔ سبحان اللہ سچ ہے کہ خواب پیغمبروں کا بمنزلہ وحی کے ہوتا ہے ایک روز فجر کو نیند سے بیدار ہو کر حضرت سائرہ خاتون سے کہا کہ آج مجھ کو خواب میں حکم ہوا ہے کہ اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کر دو لہٰذا میں اس حکم خداوندی کو بجا لانے کو تیار ہوں۔ حضرت سائرہ خاتون نے کہا بہت اچھا اپنے فرزند لخت جگر کو خدا کی راہ میں قربان کرو۔ اس گفتگو کے بعد فوراً ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے شتر پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ کے پاس جا پہنچے اور اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر نو برس کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ اسمٰعیلؑ کے سر میں کنگھی کر کے اور اس کے بال مشک و عنبر سے خوشبودار کر کے اور آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور پاکیزہ کپڑے پہنا کر میرے ساتھ دعوت میں بھیج دو میں اسے اپنے ساتھ دعوت الی اللہ میں لے جاؤں گا۔ اس حکم کو سن کر حضرت ہاجرہ نے ان کو خوب اچھی طرح نہلا دھلا کر اور پاکیزہ کپڑے پہنا کر کہا کہ تم آج اپنے باپ کے ساتھ ضیافت میں جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک چھری تز دھار والی اپنی آستین میں چھپائی اور حضرت ہاجرہ کے سامنے سے نکل آئے اور زرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ اپنے باپ کے پیچھے چلنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر شیطان لعین رت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کے پاس آیا لیکن اس نے ان سے ابھی کہنا مناسب نہ سمجھا

اور فوراً ہی وہ شیطان حضرت ہاجرہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ آج اسمٰعیل تمہارا بیٹا کہاں ہے حضرت ہاجرہ نے اس سے کہا کہ آج وہ اپنے باپ کے ہمراہ ایک ضیافت میں گیا ہے شیطان نے کہا کہ افسوس اس بیچارے کو تو اس کا باپ ذبح کرنے کو لے گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے کہا معاذ اللہ تم نے کبھی سنا ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو کبھی بے گنا مارا ہے۔ ابلیس نے کہا کہ خدا نے اسے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے کہا کہ واقعی خدا کا فرمان ہے تو میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں۔ بس ابلیس حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس آیا اور اس لعین نے یہ گمان کیا کہ ابھی تو یہ لڑکا ہی ہے میں اس کو نہایت آسانی سے خدا کے حکم سے بھٹکا لوں گا۔ ابلیس نے حضرت اسمٰعیلؑ سے کہا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب میں کہا کہ میں آج اپنے باپ کے ساتھ ضیافت میں جاتا ہوں۔ شیطان بولا' نہیں تمہارا باپ تو تم کو آج ذبح کرنے کو لئے جاتا ہے حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ نے شیطان لعین سے کہا کہ کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو بے گناہ مارتا ہے کیا کبھی تم نے ایسا سنا ہے۔ ابلیس نے حضرت اسمٰعیلؑ سے کہا کہ اس کو تو یہ حکم خدا نے دیا ہے کہ وہ آج اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ یہ سن کر حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ نے جواب دیا کیا یہ حکم خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پھر تو ہزار جانیں بھی میری خدا کی راہ میں فدا ہیں اور میں بخوشی اس کی راہ میں قربان ہونا چاہتا ہوں۔ جب وہ دونوں بزرگ دور تک نکل گئے تب اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے میرے ابا جان مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی کی گئی تھی وہ اپنے لخت جگر' فرزند ارجمند کے سامنے انہی الفاظ کے ساتھ بیان کر دی۔ ترجمہ: پھر جب وہ اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو باپ نے اپنے لخت جگر سے فرمایا۔ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبح اللہ کے راستے میں کر رہا ہوں۔ پس اے میرے بیٹے مجھے بتا دو تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟ یہ سن کر حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کی' اے میرے ابا جان یہ تو میرے واسطے بہت بڑی سعادت ہے اور آپ تو خداوند قدوس کے دوست ہیں اور رات کو بہت کم سوتے ہیں۔ جب آپ بحکم خدا سوئے تو رحمت رب سے آپ کو یہ

خواب کی سعادت نصیب ہوئی' میں بخوشی راضی ہوں جس میں میرا خدا راضی ہے' اور کہنے لگے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے ابا جان سے کہا کہ اے میرے باپ آپ کر ڈالئے جو کچھ آپ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے اور مجھے آپ انشاء اللہ صابرین میں پائیں گے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے میرے باپ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس میں جلدی کیجئے انشاء اللہ مجھ کو صابروں میں سے پائیں گے اور میں خدا تعالیٰ کا مطیع ہوں نافرمان نہیں ہوں۔ اس لئے آپ جلدی کیجئے ہو سکتا ہے کہ تاخیر کے سبب شیطان لعین وسوسہ ڈالے۔ کیونکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کو صحیح راستے سے بھٹکا دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسی وقت فرمایا کہ اس لعین پر پتھر مارو۔ تب باپ اور بیٹے نے اس لعین پر پتھر پھینکے اور اب یہ حاجیوں پر سنت ہے کہ حج کے دنوں میں اس طرف پتھر پھینکتے ہیں۔ بعد میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اس جگہ پر جا پہنچے اب جس کو اس وقت منیٰ کہتے ہیں اور جہاں جا کر تمام حاجی اپنے اپنے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اب تمہاری کیا صلاح و مشورہ ہے۔ وہ بولے کہ ہزار جان بھی میری خدا کی راہ میں تصدق ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے قربان ہوتے ہوئے اپنے خواب میں دیکھا۔ پس آپ جس طرح بھی ممکن ہو جلد کیجئے۔ پھر جب دونوں حکم خداوندی پر راضی ہو گئے اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لخت جگر کو زمین پر ماتھے کے بل پچھاڑا تاکہ بیٹے کا منہ سامنے نظر نہ آوے اور محبت جوش نہ کرے اور حکم خداوندی میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے اور یہ بات درحقیقت بیٹے نے اپنے باپ کو سکھائی تاکہ میری قربانی کی فرمائش کی تکمیل ہو سکے اور میں خداوند قدوس کے یہاں مقبول ہو جاؤں۔ کہتے ہیں کہ اس امر کے بجا لانے میں حضرت ابراہیمؑ نے کوئی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی مگر دل پر جو کچھ گزری ہو گی وہ تو خدا ہی کو معلوم ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بوقت ذبح اپنے ابا جان سے مؤدبانہ التماس کی کہ اے ابا جان میری اس وقت صرف تین گزارشیں ہیں انہیں میری وصیتیں سمجھ لیجئے۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ لیجئے کہ جان نازک ہے۔ چھری کے زخم کے مارے جنبش میں نہ آ جاؤں خدانخواستہ قطرہ خون کا بھی آپ کے کپڑوں میں

لگ جاوے تو میں قیامت کے دن گرفتار ہو جاؤں اور عذاب خدا برداشت نہ کر سکوں۔ اور دوسری وصیت یہ ہے کہ منہ میرا زمین کی طرف کر لیجئے تاکہ منہ میرا آپ کو نظر نہ آوے اور میں بھی آپ کی طرف نظر نہ کر سکوں تاکہ آپس میں محبت جوش نہ کرے اور یہ ہمارے اور آپ کے درمیان قصور کا سبب بن جائے۔ اور تیسری وصیت یہ ہے کہ جب آپ گھر کی طرف تشریف لے جائیں تو وہاں جاکر میری محترمہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام کہنا اور میرا کپڑا خون بھرا ان کو دینا تاکہ یہ نشانی ان کو تسلی کا کام دے اور یہ صرف اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ ان کا کوئی دوسرا فرزند نہیں ہے۔ یہ باتیں اپنے بیٹے سے حضرت ابراہیمؑ نے سنیں اور اس کے بعد اپنے کرتے کی آستین سے چھری اور رسی نکال کر حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھ پاؤں خوب اچھی طرح مضبوط باندھے اور ان کا منہ بھی زمین کی طرف کر دیا۔ پھر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا' اے میرے ابا جان میرے ہاتھ پاؤں کھول دیجئے کیونکہ جو بندہ بھاگنے والا ہوتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ' کر خدا کی درگاہ میں لاتے ہیں۔ لیکن یہ بات حضرت ابراہیمؑ نے نہ مانی اور گلے پر چھری زور سے چلائی مگر بحکم خدا کچھ بھی نہ کٹا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ میرے ابا جان کیا چھری کی پشت سے ذبح کرتے ہو جو کاٹتی نہیں ہے تب حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کے کہنے سے ویسا ہی کیا لیکن پھر بھی کچھ نہ کٹ سکا۔ چھری دستے کے اندر اور دستہ حلق پر رہ گیا۔ غرضیکہ وہ ذبح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے غصہ میں آکر چھری کو زمین پر ڈال دیا اس وقت چھری نے حضرت ابراہیمؑ سے کلام کیا کہ اے حضرت ابراہیمؑ خدا تمہیں کہتا ہے کہ کاٹو' اور یہ جان لو کہ حکم الٰہی سب سے بہتر اور اس کے حکم کے آگے کسی کا حکم نہیں چل سکتا۔ حضرت ابراہیمؑ اسی گفتگو میں تھے کہ اتنے میں پیچھے سے ایک آواز تکبیر کی آئی اور حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا کہ بلند آواز سے کہتے ہوئے آئے۔

"اور پکارا ہم نے اس کو یوں کہ اے ابراہیمؑ بے شک سچ کیا تم نے اپنے خواب کو تحقیق اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو یعنی ایسے مشکل حکم میں ڈال کر آزماتے ہیں اور پھر ان کو ثابت قدم رکھتے ہیں پھر اس کے بدلے

میں بلند درجات عطا کرتے ہیں بیشک یہی ہے صریح آزمانا۔ اور ہم نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ایک بڑی قربانی کے بدلے چھڑا لیا۔ یعنی بڑے درجے کا بہشت سے ایک دنبہ آیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آنکھیں پٹی سے باندھ کر چھری ایسے زور سے چلائی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلا نہ کٹا حضرت جبرائیلؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو اس جگہ سے ہٹا دیا اور ایک دنبہ جو بہشت سے لائے تھے ان کی جگہ پر رکھ دیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آنکھوں سے پٹی کھول کر دیکھا تو ان کے بیٹے کے بدلے میں ایک دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اور رہتی یہ سنت آنے والی نسلوں کے واسطے قائم کر دی گئی اور دنیا تک یہ سنت جاری رہے گی۔



امتحان

ایک دن جب کے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے اور مے نوشی کر رہے تھے تو ایک قاصد نے حضرت ایوبؑ کے پاس آکر کہا بیل ہل میں جتے تھے اور گدھے ان کے پاس چر رہے تھے کہ سبا کے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تہ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ خدا کی آگ آسمان سے نازل ہوئی اور بھیڑوں اور نوکروں کو جلا کر بھسم کر دیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ کسدی تین غول ہو کر اونٹوں پر آگرے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تہ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ تیرے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے اور مے نوشی کر رہے تھے۔ اور دیکھ! بیابان سے ایک بڑی آندھی چلی اور اس گھر کے چاروں کونوں پر ایسے زور سے ٹکرائی کہ وہ ان جوانوں پر گر پڑا اور وہ مر گئے اور فقط میں ہی اکیلا بچ کر نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ تب حضرت ایوبؑ نے اٹھ کر اپنا پیراہن

چاک کیا اور سر منڈایا اور زمین پر گر کر سجدہ کیا اور کہا ننگا میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا۔ خداوند نے دیا اور خداوند نے لے لیا۔ خداوند کا نام مبارک ہو۔



چند نکتوں کی وضاحت

حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے کا ذکر ہے۔ ایک شخص اعلانیہ کہا کرتا تھا کہ اللہ نے میرے بے شمار عیوب دیکھے ہیں۔ لیکن اپنے رحم و کرم کے باعث وہ مجھ پر گرفت نہیں کرتا۔ اس شخص کا یہ قول بظاہر تواضع پر مبنی تھا' لیکن اصل میں تکبر سے بھرپور۔ خدا نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعے اس کا انتباہ کیا کہ۔

اے بے وقوف! تو صراط مستقیم سے بھٹک کر کہیں کا کہیں جا نکلا ہے اور خوشی سے کہتا ہے کہ میں تیرے گناہوں کی پکڑ نہیں کرتا۔ حالانکہ تو اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ میں ہر آن تیری اس قدر گرفت کرتا رہتا ہوں کہ گویا تو سر سے پیر تک آگ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ تیری مثال اس سیاہ دیگ کی سی ہے جس پر اسی کا رنگ چڑھتا رہتا ہے اور اس رنگ نے تیری روح کی پیشانی بے نور کر دی ہے۔ تیرے قلب پر زنگ کی اتنی تہیں چڑھ گئی ہیں کہ تجھے خدا کے بھید دکھائی نہیں دیتے۔ دیکھ اگر کوئی لوہار زنگی (حبشی) ہو تو دھواں ویسا ہی ہوتا ہے جیسا لوہار کا چہرہ اور اگر کوئی رومی اس پیشے میں داخل ہو تو دھوئیں سے اس کا چہرہ چتکبرا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص گناہ کے گھناؤنے اثر سے واقف ہو جاتا ہے اور گڑگڑا گڑگڑا کر توبہ کرنے لگتا ہے۔ لیکن جو بدنصیب گناہ میں آلودہ ہو اور اس پر اصرار کرے تو اس کی عقل پر خاک پڑ جاتی ہے اسے کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ گناہ کے کاموں ہی میں لذت ملنے لگتی ہے۔ پس وہ شخص گمراہ اور بے دین ہوا۔ پھر اس میں حیا اور ندامت کا احساس ہی باقی نہیں رہتا۔

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ باتیں' حق تعالیٰ کی جانب سے حکم پا کر

اس شخص سے کہیں تو وہ جرح پر اتر آیا اور کہنے لگا "اگر خدا میری گرفت کرتا تو پھر اب تک میرا نام و نشان کیوں باقی ہے؟ اس نے مجھے فنا کیوں نہ کر دیا؟

حضرت شعیبؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یاالٰہی! یہ شخص مجھے جھٹلا رہا ہے اور تیری گرفت کا کھلا ثبوت چاہتا ہے۔ خدا نے جواب دیا۔

اے شعیب! میں ستار العیوب ہوں۔ لوگوں کے عیب ظاہر نہیں کرتا اس شخص کے سب گناہ بیان نہ کروں گا۔ البتہ اس کی گرفت کی ایک واضح علامت بتاتا ہوں۔ وہ علامت یہ ہے کہ یہ بدنصیب روزے بھی رکھتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ بھی نکالتا ہے اور دعائیں بھی کرتا ہے۔ لیکن اس کی روح کو ان عبادتوں اور نیکیوں سے ذرہ برابر بھی لذت نہیں ملتی۔ ظاہر میں اس کی عبادت اور نیکیاں خشوع و خضوع سے لبریز ہیں لیکن باطن پاک نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے درخت میں اخروٹ تو ان گنت لگے ہوں مگر ان میں مغز نہ ہو۔ عبادت اور نیکیوں کا پھل پانے کے لئے ذوق درکار ہے اور پھل میں مغز' تاکہ اس سے درخت پیدا ہو جس طرح بغیر گودے کا بیج درخت نہیں بن سکتا۔ اسی طرح بے جان صورت محض خیال ہوتی ہے۔

حضرت شعیبؑ نے یہ نکتے اس شخص پر واضح کئے تو وہ ہکا بکا رہ گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔



نبوت

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ عجیب آگ ہے درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے اور نہ ہی گل ہوتی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے آگے بڑھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے آگ اور دور ہوتی جاتی تھی یہ دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں۔ جونہی وہ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی۔ اور قریب ہوئے تو سنا کہ یہ آواز آ رہی ہے۔

اے موسیٰؑ! میں ہوں اللہ، پالنے والا جہانوں کا۔ پس جب موسیٰؑ اس آگ کے قریب آئے تو پکارے گئے۔ اے موسیٰؑ! میں ہوں تیرا پروردگار پس اپنی جوتی اتار دے تو مقدس وادی طویٰ میں کھڑا ہے اور دیکھ! میں نے تجھ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سن۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب خدا کی اس آواز کو سنا اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ آج ان کے نصیب میں وہ دولت آگئی ہے جو انسانی شرافت و عظمت میں ممتاز اور خداوند کریم کی قربت کا آخری نشان ہے تو پھولے نہ سمائے اور والہانہ فریفتگی میں مثل مورت حیران کھڑے رہ گئے۔ آخر پھر اسی جانب سے ابتداء ہوئی اور پوچھا گیا۔ موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ یہ میری لاٹھی ہے اس پر (بکریاں چراتے وقت) سہارا لیا کرتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور میرے لئے اس سے متعلق اور ضروریات بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰؑ! اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔ حکم کی تعمیل کی۔ موسیٰؑ نے لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا، پس ناگاہ وہ اژدہا بن کر دوڑنے لگا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ حیرت زدہ واقعہ دیکھا تو گھبرا گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے تھے کہ آواز آئی (احکم الحاکمین نے فرمایا) موسیٰؑ! اس کو پکڑ اور خوف نہ کھاؤ۔ ہم اس کو اس کی اصلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو وہ لاٹھی بن گیا۔ دوبارہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پکارا گیا اور حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر داخل کر جب باہر نکالا تو وہ بے داغ چمکتا ہوا نکلا۔ باری تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا۔ اے موسیٰ! یہ ہماری جانب سے تمہاری نبوت و رسالت کے دو بڑے نشان ہیں۔ یہ تمہارے پیغام صداقت اور براہین حق کی زبردست تائید کریں گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی کہ یہ منصب عالی جب تو نے عطا فرمایا ہے تو میرے سینہ کو فراخ اور نور سے معمور کر دے اور اس اہم خدمت کو میرے لئے آسان بنا دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگوں کو میری بات سمجھنے میں آسانی ہو اور چونکہ میری گفتگو میں روانی نہیں ہے اور میری بہ نسبت میرا بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ فصیح بیان ہے اس لئے اس کو بھی اپنی نعمت (نبوت) سے نواز

کر میرا شریک کار بنا دے۔ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہاری درخواست منظور کرتے ہیں اور تمہارے بھائی ہارونؑ کو بھی تمہارا شریک کار بناتے ہیں۔ دیکھو تم دونوں فرعون اور اس کی قوم کو جب ہماری صحیح راہ کی جانب بلاؤ تو اس پیغام حق میں نرمی اور شیریں کلامی سے پیش آنا کیا عجب ہے کہ وہ نصیحت قبول کر لیں اور خوف خدا کرتے ہوئے ظلم سے باز آ جائیں۔



جانوروں کی بولیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک نوجوان آیا اور درخواست کی کہ اے اللہ کے نبی، میں نے سنا ہے کہ آپ تمام وحوش وطیور کی بولیاں جانتے ہیں اور جب یہ جانور آپس میں باتیں کرتے ہیں تو آپ ان کی باتوں کا مطلب خوب سمجھتے ہیں۔ آپ یہ فن مجھے بھی سکھا دیجئے تاکہ میں جانوروں کی بولیاں سن کر خدا کی معرفت حاصل کر سکوں کیونکہ بنی آدم کی زبانیں تو کھانے پینے اور فریب و دغا کے دھندے ہی میں لگی رہتی ہیں۔ ممکن ہے حیوانات اپنے پیٹ بھرنے کے لئے کچھ اور تدبیروں پر عمل کرتے ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے نور بصارت سے اس نوجوان کے ذہن میں چھپی ہوئی اصل بات دیکھ لی اور اس سے کہا "اس خیال خام سے باز رہ اس میں بے شمار خطرے پنہاں ہیں۔ جانوروں کی بولیاں سیکھ کر خدا کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے لئے خدا ہی سے رجوع کر۔

موسیٰؑ کلیم اللہ نے اس نوجوان کو بہت سمجھایا بجھایا، لیکن جس قدر آپ اسے روکتے اور سمجھاتے، اسی قدر وہ ضد کرتا جاتا۔ انسان کی فطرت ہے کہ اسے جس بات سے منع کیا جائے۔ وہ وہی بات کرتا ہے۔ اس نے بے حد خوشامد سے کہا۔

اے پیغمبر خدا، مجھے اس بات سے محروم کرنا آپ کے لطف و کرم اور مہر و محبت سے بعید ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے بڑی صفات سے نوازا اور نور بصیرت بخشا

ہے کسی شے کی حقیقت آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اگر آپ نے مجھے جانوروں کی بولیوں کے فن سے آگاہ نہ کیا تو میرا دل ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے گا اور میری مایوسی کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔

تب حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا' یاالٰہی! تو بے نیاز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جوان کی عقل و خرد کو شیطان مردود نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے۔ تو ہی بتا میں کیا کروں؟ اگر اسے جانوروں کی بولیاں سکھا دوں تو یہ بات اس کے حق میں نیک نہ ہو گی اور اگر نہ سکھاؤں تو اس کا دل صدمے سے چور ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ نے حکم دیا "اے موسیٰ! تم اس نوجوان کی خواہش پوری کرو' کیونکہ ہماری سنت ہے کہ ہم کسی کی دعا رد نہیں کرتے۔

یہ حکم پانے کے باوجود حضرت موسیٰؑ نے سوچا ایک بار پھر اس نوجوان کو اس خیال سے باز رکھنے کی کوشش کروں۔ چنانچہ آپ نے اسے نہایت شیریں اور نرم لہجے میں سمجھایا کہ خدا نے اجازت تو عطا فرما دی ہے اور اب تیری مراد خود بخود پوری ہو جائے گی۔ لیکن تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہ خیال ذہن سے نکال دے اور خدا سے ڈر کیونکہ یہ پٹی شیطان نے تجھے پڑھائی ہے مجھے یقین ہے کہ تو سینکڑوں آفتوں میں پھنس جائے گا اور آخر میں سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

اس بات نے اس نوجوان پر صرف اتنا اثر کیا کہ وہ کہنے لگا۔ بہت بہتر' میں تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کے خیال سے درگزر کرتا ہوں۔ لیکن کم از کم دو جانوروں کی بولیاں تو ضرور ہی سکھا دیجئے۔ ایک اس کتے کی بولی جو میرے مکان کے دروازے پر پہرا دیتا ہے اور دوسرا اس مرغ کی بولی جو میرے گھر میں پلا ہوا ہے۔ بس میرے لئے ان دو جانوروں کی بولی سمجھ لینا ہی بہت ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "اچھا' جا آج سے ان دونوں حیوانوں کی بولی کا فن میں نے خدا کے حکم سے تجھے عطا کیا۔"

وہ نوجوان خوش خوش گھر واپس گیا اور اگلے روز اپنے پالتو جانوروں کی

باتیں سننے کے لئے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد گھر میں کام کرنے والی خادمہ ہاتھ میں ایک کپڑا لئے دروازے پر آئی۔ اس میں رات کا بچا کھچا روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ وہ خادمہ نے باہر پھینک دیا۔ اسی وقت مرغ پھڑپھڑاتا ہوا آیا اور وہ ٹکڑا اٹھا کر اپنی چونچ میں دبا لیا۔ پہرا دینے والے کتے نے یہ دیکھ کر مرغ سے کہا "یار' تو بڑا لالچی ہے۔ دانہ دنکا بھی چگ کر اپنا پیٹ بھر سکتا ہے۔ باسی روٹی کا یہ ٹکڑا ہمارے حصے کا تھا۔ وہ بھی تو نے اچک لیا۔"

مرغ نے کتے کا شکوہ سنا تو جواب میں کہا "بھائی' اس باسی روٹی کا رنج نہ کر ذرا صبر سے کام لے۔ خدا نے تیرے لئے بہترین نعمت مقرر کی ہے۔ کل ہمارے مالک کا چہیتا گھوڑا مرنے والا ہے۔ اس کا گوشت خوب پیٹ بھر کر کھائیو۔ یوں خدا تجھے بے کوشش اور بے مشقت رزق عطا کرے گا۔"

اس نوجوان نے مرغ کی یہ بات سنتے ہی تھان پر سے گھوڑا کھولا۔ بازار میں لے جا کر اس کے دام کھرے کئے اور خوشی خوشی گھر واپس آیا۔ اگلے روز صبح پھر خادمہ نے دستر خوان جھاڑا تو روٹی کا ٹکڑا زمین پر گرا۔ مرغ پھر اچک کر لے گیا اور کتا منہ دیکھتا رہ گیا۔ آخر اس نے مرغ سے کہا "ابے تو بڑا چالاک اور فریبی ہے۔ تو نے کل کہا تھا کہ آقا کا گھوڑا مر جائے گا اور مجھے خوب پیٹ بھر کر گوشت کھانے کو ملے گا۔ اب بتا' گھوڑا کہاں مرا؟ آقا نے تو اسے لے جا کر بازار میں بیچ ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے تو ازلی جھوٹا ہے۔ سچائی تیرے مقدر میں نہیں۔"

مرغ جھوٹا نہیں' بڑا باخبر تھا۔ اس نے جواب دیا "یار' تو خواہ مخواہ تاؤ کھاتا ہے گھوڑا تو مرنے ہی والا تھا۔ یہاں نہ مرا۔ دوسری جگہ جا کر مر گیا۔ ہمارا آقا گھوڑا بیچ کر ہی نقصان سے تو بچ گیا۔ اور بظاہر اپنا نقصان دوسرے کی گردن پر ڈال دیا۔ لیکن فکر نہ کر کل انشاء اللہ اس کا اونٹ مر جائے گا۔ پھر تیری پانچوں گھی میں ہوں گی۔

نوجوان لپکا اور اونٹ کو بھی بازار لے جا کر دام وصول کر لئے۔ جانور کے مرنے کے صدمے اور رقم کے نقصان سے چھٹکارا پایا۔ دل میں خوش تھا کہ ان جانوروں کی بولیاں سیکھ کر فائدے ہی میں رہا۔ حضرت موسیٰؑ نے خواہ مخواہ ڈرا دیا

تھا کہ ہزاروں آفتوں میں پھنس جائے گا۔ ابھی تک تو کوئی آفت آئی نہیں۔

تیسرے دن کتے نے غرا کر مرغ سے کہا "ابے او زمانے بھر کے کذاب، کب تک کاٹھ کی ہانڈی آگ پر چڑھائے جائے گا۔ تو تو بڑا ہی فریبی نکلا۔ آخر تجھے جھوٹ بولنے میں مزا کیا آتا ہے۔"

مرغ نے کتے کی یہ جھاڑ سن کر کہا "یار جانی، میں جھوٹ نہیں بولتا۔ مالک نے اونٹ کو بھی لے جا کر بیچ ڈالا اور پیسے جیب میں رکھے۔ اب وہ اونٹ جس بدنصیب نے خریدا تھا، اس کے گھر جا کر مر گیا ہے۔ بہرحال تو غم نہ کر۔ کل ہمارے آقا کا غلام مرے گا۔ موت نے اسے تاکا ہے۔ غلام کے مرنے کے بعد۔ آقا فقیروں کو روٹیاں اور گوشت بانٹنے کا اہتمام کرے گا۔ پھر تیرے مزے ہی مزے ہیں۔ لے اب خوش ہو جا۔"

مرغ کی بات سنتے ہی نوجوان نے غلام کو بھی ایک شخص کے ہاتھ اچھی قیمت پر بیچ دیا اور اس نقصان سے بچ کر جی میں بہت خوش ہوا۔ اس نے دل میں کہا۔ خدا کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تین حادثوں، سے بال بال بچا لیا۔ اگر کتے اور مرغ کی بولیاں مجھے نہ آتیں تو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑتا۔

چوتھے دن کتے نے لال پیلی آنکھیں نکال کر مرغ سے کہا "ابے او جھوٹوں کے بادشاہ، تو نے یہ بھی سوچا کہ تیری یہ دروغ گوئی کب تک چلے گی؟ تو تو کہتا تھا کہ غلام مرے گا اور اس کے مرنے پر ہمارا آقا فقیروں میں گوشت اور روٹیاں بانٹے گا۔ غلام کہاں مرا۔"

مرغ نے جواب دیا "بخدا میں نے سچ کہا تھا۔ آقا اگر اس غلام کو نہ بیچتا تو وہ اس مکان میں مرتا، بہرحال، جس نے اسے خریدا، وہ اب اپنے نصیبے کو رو رہا ہو گا۔ کیونکہ غلام اس کے گھر جاتے ہی اگلے روز صبح مر گیا اور بے چارے خریدار کی رقم برباد ہوئی لیکن اب تو خوش ہو جا کہ خود ہمارے آقا کی باری آ گئی ہے۔ کل یہ یقیناً مر جائے گا۔ اب دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو موت کے فرشتے سے کیوں کر بچائے گا۔ کاش! وہ بے وقوف اتنا سمجھتا کہ ایک نقصان، سینکڑوں نقصانوں کا صدقہ ہوتا ہے۔ یاد رکھ کہ جسم و مال کا زیاں، جان کا صدقہ ہے، دنیاوی معاملات میں انسان

بعض اوقات زر و مال خرچ کر کے اپنی جان بچا لیتا ہے' لیکن افسوس کہ قدرت الٰہی کے رازوں سے جاہل ہے کہ یہاں اپنا مال بچانے کی کوشش کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہی مال اگر اپنی ذات پر سے صدقہ کرے تو نقصان' فائدہ بن جائے۔ خیر اب تو قصہ ہی تمام ہوا چاہتا ہے آج ہمارا آقا سوئے عدم روانہ ہوجائے گا۔ پھر اس کے والی وارث گائے ذبح کریں گے اور دیگیں چڑھیں گی۔ فقیروں اور محتاجوں کا ہجوم ہو گا۔ روٹیوں کے ٹکڑے اور ہڈیاں بوٹیاں اس کثرت سے تجھے کھانے کو ملیں گی کہ جی بھر جائے گا۔ ہا' گھوڑا' اونٹ اور غلام کی موت ہمارے بے وقوف اور مغرور آقا کی جان کا بدلہ تھا۔ مال کے نقصان اور اس کے رنج و الم سے تو محفوظ رہا۔ لیکن اپنی جان گنوائی۔"

آقا نے مرغ کی زبانی اپنے مرنے کی خبر سنی تو پیروں تلے زمین نکل گئی۔ ہاتھ پیروں میں دم نہ رہا' گرتا پڑتا' بدحواس' بدحال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری داستان سنا کر فریاد کی کہ اے خدا کے سچے نبی' مجھے ملک الموت کے پنجے سے بچائیے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔

ارے احمق' اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ فوراً" بازار میں جا اور اپنے آپ کو بھی بیچ ڈال۔ تو تو اس کام میں بڑا ہوشیار ہے۔ اس مرتبہ بھی اپنا نقصان کسی اور کے سر منڈھ دے اور خود کو بیچ کر جو مال ملے وہ اپنے خزانے میں بھر لے۔ سچ ہے آنے والی مصیبت کو عقل مند پہلے دیکھ لیتا ہے اور بے وقوف آخر میں۔

اس نوجوان نے پھر منت سماجت شروع کی اور اس قدر رویا کہ حضرت موسیٰؑ کو اس پر رحم آیا۔ ارشاد ہوا "اے نوجوان' اب تو تیر کمان سے نکل چکا اور چھوٹا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتا۔ قضا نے تیرا گھر تاک لیا ہے اور اسے ٹالنا میرے بس میں نہیں' ہاں بارگاہ الٰہی میں تیرے لئے یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ جب تیری روح بدن کا ساتھ چھوڑے تو ایمان کی دولت تجھے نصیب ہو۔ وہی زندہ ہے جو ایمان سلامت لے جائے۔"

ابھی حضرت موسیٰؑ کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ نوجوان کا دل گھبرایا' ہاتھ پاؤں سنسنانے لگے۔ یکایک خون کی ایک قے ہوئی۔ وہ قے ہیضے کی نہ تھی'

موت کی تھی۔ اسی وقت چار آدمی اسے کندھوں پر لاد کر گھر لے گئے۔ مکان پر پہنچتے پہنچتے اس پر تشنج طاری ہو گیا' زبان بند ہوئی' آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں' کانوں کی لویں مڑ گئیں۔ آخرکار اس نے ایک ہچکی لی اور اپنی جان' جان آفریں کو سونپ دی۔ حضرت موسیٰؑ نے خبر سنی تو درگاہ الہٰی میں دعا کی کہ اے باری تعالیٰ' اسے ایمان کی دولت نصیب فرما۔ اپنی شان الوہیت کے صدقے میں اسے بخش دے۔ ہرچند اس نے گستاخی اور ضد کی۔ لیکن وہ نادان تھا۔ اس پر رحم فرما۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیغمبرؑ کی دعا قبول فرمائی اور اس نوجوان کو بخش دیا۔



تین کشتیاں

ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ کا حکم پہنچا کہ اے پیغمبر' آج تین کشتیاں ڈوبنے والی ہیں۔ سمندر کی طرف جاؤ اور ہماری قدرت کا تماشہ دیکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام' اللہ کے حکم کی تعمیل میں سمندر کی طرف روانہ ہوئے۔ ساحل پرسکون تھا اور سمندر خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ بہت دور سے ایک کشتی آتی ہوئی دکھائی دی جو آہستہ آہستہ ساحل کی طرف آ رہی تھی۔ ابھی وہ کنارے سے کچھ فاصلے پر ہی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں آواز دی کہ اے کشتی والو! اللہ کا حکم آنے والا ہے ہوشیار رہنا۔ کشتی والوں نے جب آپ کی بات سنی تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ ہم تو اس کے حکم کے پابند ہیں اسے جو منظور ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ کشتی کنارے کی طرف چلی آ رہی تھی کہ اچانک ایک موج اٹھی اور کشتی سے ٹکرائی۔ کشتی ڈولنے لگی اور کشتی والے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنے لگے کہ اتنے میں ایک اور زبردست موج آئی اور کشتی کو سمندر کی تہہ میں لے گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموشی سے دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں دور سے ایک اور کشتی آتی ہوئی دکھائی دی۔ ابھی وہ کنارے سے دور ہی تھی کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بھی خبردار کیا کہ اے کشتی والو! اللہ کا حکم آنے والا ہے ذرا محتاط ہو کر آنا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو پہلی کشتی والوں نے دیا تھا اور کشتی کو آگے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ کشتی بھی اللہ کے حکم سے ڈوب گئی۔ تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیسری کشتی آتی ہوئی دکھائی دی۔ آپ نے کشتی والوں کو بتایا کہ تم پر اللہ کا حکم آنے والا ہے۔ ذرا محتاط ہو کر آنا۔ انہوں نے جواب دیا' کہ اے اللہ کے نبی! جس طرح آپ سچے ہیں اسی طرح اللہ کا حکم بھی اٹل ہے۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔ لیکن اللہ کی رحمت بھی تو کوئی چیز ہے۔ اس کی رحمت سے ناامید کیوں ہوں۔ حکم بھی اسی کا ہے اور رحمت بھی اس کی۔ اس کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے وہ چاہے تو اپنے حکم کو اپنی رحمت کے پردے میں چھپا لے۔ اے اللہ کے نبی! ہم اس کی رحمت پر بھروسہ کر کے آ رہے ہیں اور وہ اپنی رحمت کے صدقے میں ہمیں ضرور امن و سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچا دے گا۔ ہمیں اس کی رحمت پر پورا بھروسہ ہے۔

کشتی والوں کا یہ جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ کشتی آہستہ آہستہ آگے آتی رہی یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ کنارے آ لگی۔ موسیٰ علیہ السلام سوچنے لگے کہ اللہ نے تو تین کشتیاں ڈوبنے کا فرمایا تھا۔ دو تو ڈوب گئیں لیکن یہ تیسری سلامتی سے کنارے آ لگی ہے۔ بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مولا تو بڑی حکمت والا ہے۔ بارالٰہی! اپنی حکمت تو ہی جانے۔ یہ کشتی کیوں کر بچ گئی؟ ارشاد ہوا' اے موسیٰؑ! تو نے سنا نہیں تھا کہ کشتی والوں نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے میرے حکم کو بھی تسلیم کیا تھا لیکن میری رحمت کو بھی آواز دی تھی اور اس پر پورا پورا بھروسہ کیا تھا۔ یہ کشتی میری رحمت کے طفیل بچ گئی۔ جو بھی میری رحمت کے دروازے پر آ کر صدا دیتا ہے میں اسے ناامید نہیں کرتا۔



پوشیدہ خزانہ

حضرت داؤدؑ کے زمانے میں ایک شخص تھا۔ فطری طور پر نہایت کاہل اور ناکارہ، ہمیشہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا رہتا۔ روزانہ صبح آنکھ کھلتے ہی خدا سے دعا کرتا کہ یااللہ! مجھے محنت اور مشقت کے بغیر روزی دے۔ جب تو نے مجھے کاہل اور بیمار ہی پیدا کیا تو پھر غیب سے روزی عطا کر اور محنت و مشقت کے عذاب میں مت ڈال تاکہ میں تیرے ہی در کا بھکاری بنا رہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ زخمی پشت والے گدھوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ لاد دیا جائے۔

ایک مدت تک روزانہ یہی دعا کرنا اس کا مشغلہ رہا۔ لوگ اس کی اس دعا پر ہنستے اور مذاق اڑاتے کہ ذرا اس لمبی ڈاڑھی والے کو دیکھو معلوم ہوتا ہے کہ بھنگ پی ہے یا گھاس کھا گیا ہے۔ خدا نے ہر شخص کی روزی محنت و مشقت کے راستے اتار دی ہے اس کے برعکس کبھی نہیں ہوتا۔ لیکن یہ لالچی ہاتھ پیر ہلائے بغیر خدا سے اپنا رزق طلب کرتا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی اس سے کہتا، لے بھئی، خوش ہو جا، خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ بہت جلد تجھے ایک بڑا خزانہ ملنے والا ہے۔ ذرا یاروں کا حصہ بھی نکال رکھنا۔ کوئی کہتا سارا مال اکیلے ہی ہڑپ نہ کر جانا۔ لیکن وہ شخص کسی کے کہنے سننے کی کچھ پروا نہ کرتا اور برابر آہ و زاری میں لگا رہتا۔

یہ حقیقت ہے کہ خدا سب کی دعائیں سنتا اور مرادیں پوری کرتا ہے۔ اس نے خود اپنی کتاب پاک میں کہا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہیں جواب دوں گا اور تمہاری دعا قبول کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ خواہ بندے کی دعا کیسی ہو۔ قصہ مختصر اس شخص نے جب دعاؤں اور رونے دھونے کی حد کر دی تو رحمت ربانی کو جوش آیا اور سننے والے نے مانگنے والے کی بات سن لی۔

وہی شخص منہ اندھیرے اسی دعا میں آہ و زاری کے ساتھ مشغول تھا کہ ایک آوارہ گائے نے ٹکر مار کر اس کے مکان کا دروازہ توڑ ڈالا اور گھر میں گھس آئی۔ اس نے فوراً گھیر گھار کر گائے کو پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور بے

تاں حلق پر چھری پھیر کر ذبح کر دیا۔ پھر قصاب کو بلایا کہ اس کی کھال اتار کر گوشت کے پارچے اور بوٹیاں بنا دے۔ اتنے میں گائے کے مالک کو بھی خبر مل گئی۔ وہ پہلے ہی اپنی گائے کی تلاش میں گلی کوچوں کی خاک چھان رہا تھا۔ وہ بھاگا بھاگا آیا۔ دیکھا کہ گائے ذبح بھی ہو چکی اور اب قصاب اس کی تکا بوٹی کرنے میں مصروف ہے اس نے دہائی دی اور چلانا شروع کیا۔

ارے ظالم! یہ کیا غضب کیا یہ گائے تو میری تھی۔ بدک کر نکل گئی تھی تجھے بھلا کیا حق تھا اسے پکڑ کر ذبح کرنے کا؟

دعا مانگنے والے نے جواب دیا۔ سنو برادر' زیادہ چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں۔ میں برسوں سے اس دعا میں مصروف ہوں کہ یاالٰہی! تو مجھے محنت و مشقت کے بغیر روزی عطا فرما۔ آج خدا خدا کر کے خدا نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا اور یہ گائے میرے گھر بھیج دی۔ جب میں نے اسے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اللہ تعالٰی نے محنت و مشقت کے بغیر میرا رزق بھیجا ہے۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور ذبح کر دیا۔

یہ جواب سن کر گائے کے مالک کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ اس نے پہلے تو اس شخص کی خوب ٹھکائی کی۔ پھر گریبان پکڑا اور دھکے دیتا ہوا حضرت داؤدؑ کی عدالت میں لے چلا کہ وہیں چل کر تجھے اس ظلم کی سزا دلواؤں گا۔ کیا خوب بہانہ ہے کہ میں تو خدا سے بے محنت کی روزی مانگتا تھا۔ ابے احمق! اگر محض دعا مانگ کر دوسروں کا مال ہضم کرنے کی اجازت ہو جاتی تو پھر کوئی کچھ نہ کرتا۔ صرف دعا کے بل بوتے پر لوگ ساری دولت کے مالک اور حق دار بن جاتے۔ پھر تو سب سے زیادہ مزے میں اندھے بھیک منگے رہتے کیونکہ ان کا کام دن رات اس کے سوا اور کیا ہے کہ یاالٰہی ہم اندھوں کو بے محنت و مشقت کے روزی عطا کر۔

لوگوں نے گائے کے مالک کی بات سنی تو اسی کو حق پر قرار دیا اور دعا مانگنے والے کو ظالم کہنے لگے۔ ایک مرد دانا نے اس سے کہا "ارے او عقل کے دشمن' محض دعا کے بھروسے پر کوئی شخص کیسے مال دار ہو سکتا ہے؟ ایسا فعل شریعت نے کبھی جائز قرار نہیں دیا۔ کسی شے کی ملکیت حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ شے خریدی جائے۔ دوسرا یہ کہ بھیک مانگ کر حاصل کرے۔ تیسرا یہ کہ کوئی اپنی خوشی سے دے۔ چوتھا یہ کہ کوئی مرتے وقت تیرے حق میں وصیت کر جائے۔ اب یا تو اس بے چارے کی گائے واپس کر یا سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جا۔"

مرد دانا کی یہ بات سنی تو دعا مانگنے والے نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔
"اے خدائے رحمٰن و رحیم! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے اپنی آرزو کی تکمیل کے لئے سینکڑوں روز و شب آہ و زاری کرنے اور دعا مانگنے میں صرف کئے ہیں۔ وہ دعا تو نے میرے دل میں ڈالی تھی اور امیدوں کے ہزاروں چراغ روشن کئے تھے۔ حضرت یوسفؑ کی طرح میں نے کتنے ہی خواب دیکھے تھے۔ اب یہ مردود گائے کا مالک، مجھے اندھے بھیک منگے کی گالی دیتا ہے۔ یااللہ! اسے شیطان نے بہکایا ہے۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں اندھا بھیک منگا نہیں۔ میں نے کبھی کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ میں تو ہمیشہ تیرے ہی آگے دست سوال دراز کرتا رہا ہوں۔ اندھے بھیک منگے اور مجھ میں بڑا فرق ہے وہ محض اپنی جہالت کے باعث مخلوق سے سوال کرتا ہے اور میں تجھ سے طلب کرتا ہوں کہ ہر دشواری تیرے لئے آسان ہے یہ لوگ میرے دلی راز کو نہیں جانتے اور میری دعا کو بے ہودہ گردانتے ہیں۔ یہ بھی سچے ہیں کہ عالم الغیب اور دلوں کے راز جاننے والا تیرے سوا اور ہے ہی کون۔"

وہ شخص منہ اوپر اٹھا کر اپنی دانست میں خدا سے یہ کلمے کہہ رہا تھا کہ گائے کے مالک نے جھلا کر ایک دو ہتڑ اس کی پشت پر رسید کیا اور کہا۔
ابے ادھر آسمان کی طرف تھوبڑا اٹھا کر کیا بکواس کر رہا ہے؟ ادھر میری طرف دیکھ اور حقیقت کا سامنا کر۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کو اس طرح فریب میں مبتلا کر کے صفا نکل جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہونے کا۔ جب تیرا دل ہی مر چکا تو کس منہ سے آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور زبان کھولتا ہے۔
دعا مانگنے والے نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی اور رو کر بولا، اے خدائے ذوالجلال اپنے اس بندے کو رسوا نہ کر۔ میں بے شک برا ہوں۔ گناہ گار ہوں اور

خطا کار ہوں۔ لیکن تو تو عیبوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ میری برائی کو فاش نہ کر۔ تو واقف ہے کہ میں سردی کی لمبی اور تاریک راتوں میں کس عجز و انکسار سے تجھے پکارتا رہا ہوں۔ اگر اس آہ و زاری اور عبادت کی قدر تیری مخلوق کو نہیں تو مجھے کیا پرواہ۔ مگر تو تو جانتا ہے۔ یااللہ! یہ لوگ مجھ سے گائے واپس مانگتے ہیں۔ بھلا میں کہاں سے لا کر دوں؟ وہ تو ذبح ہو چکی۔ اس میں میرا قصور کیا ہے؟ گائے بھیجنے والا تو اے رب جلیل تو خود ہے۔

قصہ کوتاہ' حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ سب سے پہلے گائے کے مالک نے اپنا دعویٰ پیش کیا اور کہا "اے پیغمبر خدا' میری گائے بدک کر شہر کے گلی کوچوں میں آوارہ پھر رہی تھی۔ اتفاق سے اس شخص کے گھر میں جا گھسی۔ یہ خدا جانے کب سے تاک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے میری گائے کو پکڑ کر ذبح کر لیا۔ اب میں آپ کے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ اس سے دریافت فرمائیں کہ اس نے یہ حرکت ہی کیوں کی؟

داؤد علیہ السلام نے دعا مانگنے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا "ہاں اے شخص اب تیری باری ہے۔ سچ سچ بتا تو نے اس کی گائے پکڑ کر ذبح کیوں کی؟

اس نے عرض کیا "اے داؤدؑ! اس شہر کے سبھی لوگ' کیا مرد' کیا عورت' مجھے جانتے پہچانتے ہیں۔ آج تک میں نے کسی کا مال مارا نہ چوری کی نہ کسی کو ناجائز پریشان کیا۔ میرا طریق گزشتہ سات سال سے یہ ہے کہ شب و روز حق تعالیٰ کی بارگاہ میں رو رو کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے محنت و مشقت کے بغیر حلال کی روزی عطا فرما۔ شہر کے تمام مرد و زن یہ دعا سنتے اور میرا مذاق اڑاتے تھے۔ آپ چاہیں تو کسی بھی جوان' بوڑھے یا بچے سے میری اس بات کی تصدیق فرما سکتے ہیں کہ یہ بوسیدہ لباس والا فقیر جھوٹ کہتا ہے یا سچ۔ آخر مسلسل دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری سنی اور یہ گائے خودبخود میرے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گھس آئی۔ میری آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی نور آ گیا۔ اس لئے نہیں کہ رزق حلال بے محنت کے ملا' بلکہ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ میں نے گائے کو پکڑ کر اس نیت کے ساتھ ذبح کیا کہ شکرانے کے طور پر اس کا گوشت غریبوں اور فقیروں میں تقسیم

کروں۔ ابھی اس مقصد کے لئے قصاب سے گوشت کے پارچے بنوا ہی رہا تھا کہ یہ شخص نہ جانے کہاں سے شور مچاتا ہوا آگیا اور کہنے لگا کہ گائے میری ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھایا۔ مگر یہ کچھ سنتا ہی نہیں اور تو اور سب لوگ اسی کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔

حضرت داوٴدؑ نے اس کی یہ تقریر سن کر فرمایا "ان لمبی باتوں کو ترک کر اور کوئی ایسی معقول دلیل دے جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی کی گائے پکڑ کر بغیر اجازت' بغیر ملکیت ذبح کر لینا کس حد تک جائز ہے۔ کیا تجھے وہ گائے مالک نے بخش دی تھی یا تو نے مول خریدی تھی۔ بہرحال تیرے بیان سے اتنا ثابت ہو گیا کہ وہ گائے تجھے مالک نے دی نہ تو نے خریدی۔ لہٰذا اب اس کی قیمت اس کے مالک کو ادا کر دے۔ اگر تیرے پاس قیمت نہیں ہے تو پھر کسی سے قرض لے۔ بس یہی ایک صورت ہے۔"

دعا مانگنے والے نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "اے داوٴدؑ! آپ بھی وہی کہنے لگے جو دوسرے کہتے ہیں؟" اس کے بعد ایک آہ دردناک اس کے دل سے نکلی اور اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا "اے میرے دل کی تپش جاننے والے تو داوٴدؑ کو روشنی دکھا اور اسے صحیح راستے پر ڈال۔" یہ کہہ کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اس کا رونا ایسا نہ تھا جو سنگ کو موم نہ کر دیتا۔ حضرت داوٴدؑ کا دل بھی دہل گیا اور انہوں نے گائے کے مالک سے کہا۔

اے گائے والے' مجھے آج کے دن کی مہلت دے تاکہ میں خلوت میں جا کر اپنے رب سے ہدایت طلب کروں۔ وہی سب بھیدوں اور رازوں سے بھی واقف ہے۔"

خدا کے پیغمبر نے تنہائی میں جا کر عبادت شروع کی' اپنے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور خدام کو حکم دیا کہ کسی شخص کو اس خلوت میں مخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اسرار کھول دیئے اور ایک ایک بات اپنے برگزیدہ پیغمبر کے قلب میں ڈال دی۔ حضرت داوٴدؑ نے شکر کا سجدہ ادا کیا اور مکان کا دروازہ کھلوا دیا۔ اگلے روز دونوں کو طلب کیا۔ گائے والے نے آتے ہی اودھم مچانا

شروع کیا اور مدعی کو بے نقط سنانے لگا کہ ارے غضب خدا کا پیغمبر برحق کے عہد میں مجھ پر ایسا صریح ظلم توڑا جا رہا ہے۔ میری گائے کو دن دہاڑے پکڑ کر ذبح کر لیا اور ڈکار تک نہ لی۔ پھر اوپر سے رو تا دھوتا اور خدا ہی کا فریب دیتا ہے۔ اے داوٗد "کیا یہ جائز ہے کہ میری گائے خدا مجھ سے پوچھے بغیر اسے دے دے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام نے کہا "بس بس۔ چپ ہو جا۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس شخص کا پیچھا چھوڑ اور اسے معاف کر دے۔ جب حق تعالیٰ نے تیرے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی تو تو بھی اس کی ستاری کا حق ادا کر اور اپنی گائے کی طرف سے صبر کر۔"

حضرت داوٗدؑ کا یہ ارشاد سنتے ہی گائے والے نے غل غپاڑا مچا دیا کہ ہائے لوگو! یہ کیسا انصاف ہے' جو مجھ غریب کے ساتھ کیا جا رہا ہے؟ یہ انصاف نہیں ظلم ہے۔ ستم ہے۔ میری گائے جاتی رہی اور مجھی سے صبر کرنے کو کہا جا رہا ہے۔ اور جس نے یہ ظلم ڈھایا ہے۔ اسے کچھ نہیں کہا جاتا۔ کیا یہ نیا قانون تم نے اور تمہارے رب نے میرے لئے بنایا ہے؟ ارے ایسا ستم تو اس شہر میں اندھے کتوں پر بھی نہ توڑا گیا ہو گا۔ اے داوٗدؑ' یاد رکھ کہ تیری اس زیادتی سے پہاڑ کھیل کھیل اور آسمان شق ہو جائے گا۔

غرض دیر تک وہ اسی طرح لاف گزاف بکتا اور ظلم ظلم' اندھیر پکارتا رہا یہاں تک کہ حضرت داوٗدؑ نے ڈپٹ کر فرمایا۔ زیادہ باتیں نہ کر۔ ابھی میں نے اس مقدمے کا فیصلہ ہی نہیں کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنا سارا مال اور جائیداد اس دعا مانگنے والے کے حوالے کر دے' ورنہ سخت رسوائی ہو گی اور کچھ عجب نہیں کہ جو ظلم و ستم تو نے کئے ہیں' وہ بھی ظاہر ہو جائیں۔

گائے والے نے یہ کلمات سن کر اپنے سر پر خاک اڑائی۔ کپڑے پھاڑ کر تار تار کر ڈالے اور منہ میں کف بھر کر بولا "اے داوٗدؑ" اچھا فیصلہ سنایا۔ مجھ پر ظلم و زیادتی کی حد کر دی۔ معلوم ہوتا ہے تو اپنے حواس میں نہیں رہا۔"

یہ سن کر حضرت داوٗدؑ نے گائے والے کو اپنے قریب بلایا اور کہا "اے بدبخت اس ہنگامے سے باز آ۔ دیکھ' کہیں یہ تیری ہلاکت کا باعث نہ بن جائے۔

تیری تقدیر کھوٹی ہے اور جو تو نے بویا ہے' وہ اب کاٹ' جا' میں حکم دیتا ہوں کہ تیرے بچے اور تیری بیویاں اس دعا مانگنے والے شخص کے لونڈی' غلام بنا دیے گئے۔

یہ حکم سنتے ہی گائے والا دیوار سے اپنا سر پھوڑنے لگا۔ تماشائی بھی اس کے حال پر ترس کھانے لگے۔ کیوں کہ پیغمبر خدا کے احکام کی اصل وجہ سے ناواقف تھے۔ ایک دو آدمیوں نے جرات کی اور حضرت داؤدؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

"اے نبی اللہ! آپ کی ذات بابرکات سے ایسا صریح ظلم سرزد نہ ہونا چاہئے۔ ہم سب حیرت میں ہیں کہ ایک بے قصور گائے والے پر آپ نے اتنا عتاب فرمایا اور جس شخص نے اس کی گائے ناحق پکڑ کر ذبح کر لی۔ اسے آپ نے بری کر دیا۔"

حضرت داؤدؑ نے فرمایا "شاید وہ وقت آن پہنچا جب اس گائے والے کے پوشیدہ بھید ظاہر کر دیے جائیں۔ آؤ۔ تم سب ہمارے ساتھ جنگل کی طرف چلو۔ وہاں ایک دریا کے کنارے سب راز کھلا جاتا ہے۔ پوری بستی میں منادی کر دو کہ سب مرد و زن اپنے اپنے گھروں سے نکلیں تاکہ اس راز سے آگاہ ہو جائیں۔" یہ سن کر سب حیران ہوئے۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا۔

"سنو اے لوگو! اس جنگل میں ایک بڑا تن آور اور گھنا درخت ہے۔ اس کی شاخیں آپس میں گتھی ہوئی ہیں اور سورج کی شعاعوں کو زمین تک پہنچنے نہیں دیتیں۔ مجھے اس درخت کی جڑ میں سے انسانی خون کی بو آتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو اس گھنے تن آور درخت کے سائے میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا تھا؟ نہیں۔ تم نہیں جانتے۔ البتہ وہ جانتا ہے جس نے اس زمین و آسمان اور قاتل و مقتول کو پیدا فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس گائے والے نے اپنے آقا کو قتل کیا۔ یہ شخص اصل میں مقتول کا زر خرید غلام تھا۔ اس نے فریب سے اپنے آقا کو قتل کر کے اس کے مال اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ یہ دعا مانگنے والا جوان اسی مقتول کا بیٹا ہے۔ اس زمانے میں یہ نابالغ اور ناسمجھ تھا۔ اس لئے اصل حال سے بے خبر ہے۔ خدا نے اب تک

اس گائے والے کے ظلم کو اپنی صفت ستاری کے صدقے میں بالکل پوشیدہ رکھا۔ لیکن اس بے غیرت' بے رحم' سنگ دل شخص نے اپنے مقتول آقا کے کم سن بچوں پر ظلم ڈھانا شروع کیا سب کچھ ان سے چھین لیا اور یہاں تک نمک حرامی پر اترا کہ اس کے آقا کے بچے دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ اب محض ایک ادنیٰ گائے کے لئے اپنے آقا کے فرزند کو زبان طعن کے کچوکوں سے مارے ڈالتا ہے۔ اس مردود نے اپنے گناہ کا پردہ خود ہی فاش کیا ورنہ شاید خدا اس کی پردہ دری نہ کرتا۔ اس قسم کے ظالم اور فاسق لوگ اپنا پردہ خود ہی چاک کیا کرتے ہیں۔ یاد رکھو' ظلم ہمیشہ روح کی گہرائیوں میں دبا رہتا ہے۔ لیکن ظالم اسے خود لوگوں پر کھول دیتا ہے۔"

غرض حضرت داؤدؑ کے ہمراہ شہر کے سب مرد و زن اس جنگل کی طرف چلے۔ گائے والا بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب اس گھنے تن آور درخت کے قریب پہنچے تو حضرت داؤدؑ نے حکم دیا کہ مدعی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں۔ فوراً" حکم کی تعمیل ہوئی۔ پیغمبرؑ نے اس سے فرمایا۔

اے سگ دنیا' سن۔ پہلے تو نے اس دعا مانگنے والے کے دادا کو قتل کیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں تو اس کے باپ کا غلام بنایا گیا۔ پھر تو نے موقع پاکر اس کے باپ کو بھی اس درخت تلے قتل کیا اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ جمایا۔ تیری بیوی اسی مقتول کی لونڈی تھی۔ اس نے بھی اپنے مالک سے نمک حرامی کی ہے۔ لہٰذا اب جو اولاد لڑکے' لڑکیاں اس لونڈی کے بطن سے ہوئے' وہ سب اس دعا مانگنے والے کی ملکیت میں داخل ہیں اور تو بھی اس کا غلام ہے۔ جو کچھ تو نے کمایا ہے وہ سب مال اس کی ملکیت ہے۔ تو نے شرع کے مطابق اس مقدمے کا فیصلہ مانگا تھا۔ اور شرع نے جو فیصلہ کیا' وہ میں نے تجھے سنا دیا۔ اب اس کی تعمیل تیرا فرض ہے تجھے یاد نہیں کہ اپنے آقا کو تو نے کس بے رحمی سے اس مقام پر قتل کیا تھا اس مرد خدا نے تیری کیسی کیسی منت سماجت کی تھی' لیکن تو نے اپنی سفاکی اور شقی القلبی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ خدا کی پناہ! تو نے اسے اسی طرح چھری سے ذبح کیا جس طرح اس دعا مانگنے والے نے تیری گائے کو ذبح کیا۔ پھر تو نے وہ خون آلود چھری بھی راز فاش ہونے کے خوف سے گڑھا کھود کر دفن کر دی تھی اور وہ اب تک

وہیں موجود ہے اے لوگو! یہاں سے زمین کھودو۔ اس کے آقا کا سر بھی چھری کے ساتھ ہی دفن ملے گا۔ وہ چھری اس قاتل کتے کی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس پر اس کا نام ہی کندہ ہے۔

حضرت داؤدؑ کے ارشاد کے مطابق زمین کھودی گئی تو ایک گڑھے کے اندر سے ایک شخص کی کھوپڑی اور تیز دھار کی لمبی سی چھری برآمد ہوئی۔ اب تو گائے والا خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے حضرت داؤدؑ کے قدموں پر گر کر اپنے جرم کا اقرار کیا۔ تماشائیوں پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ کیونکہ کوئی ایسا نہ تھا جس نے خدا کے پیغمبر پر بدظنی یا بدگمانی نہ کی ہو۔ لوگوں نے اپنے سروں سے کپڑا اور ٹوپیاں ہٹا دیں۔ ننگے سر ان کے سامنے آئے اور عرض کیا۔

"اے داؤدؑ! ہم سب فطری نابینا ثابت ہوئے۔ کیونکہ آپ نے اپنی زبان مبارک سے جو فرمایا تھا' اس کا ہم نے اعتبار نہ کیا۔ اس لئے آپ ہماری گستاخی معاف فرمادیں۔ بے شک آپ کا معجزہ ثابت ہو گیا۔"

حضرت داؤدؑ نے سب کو معاف کیا۔ پھر گائے والے کے بارے میں حکم دیا کہ چونکہ اس شخص کا ظلم کھل چکا ہے اور یہ قاتل ہے۔ اس لئے شریعت کا فیصلہ اس کے بارے میں یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے۔ چنانچہ اسی چھری سے اس کی گردن اڑا دی گئی۔ اس کے بعد آپ نے کہا۔

خدا حلیم ہے اور وہ گناہگاروں کی رعایت کرتا ہے لیکن جب ظلم حد سے سوا ہو جاتا ہے تو خدا ظالم کو رسوا کر دیتا ہے۔

اے برادر عزیز' تو نے دیکھا کہ ایک ظالم کے مارے جانے سے ایک جہان زندہ ہوا اور ہر شخص کا حق تعالٰی پر ایمان از سر نو تازہ ہو گیا۔ تو بھی اپنے نفس کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک جہان کو زندہ کر۔ گائے والا کون ہے؟ تیرا نفس' جس نے اپنے آپ کو ظلم' دھوکے اور فریب سے بڑا آدمی بنا لیا ہے۔ گائے کو ذبح کرنے والا کون ہے وہ ہے تیری عقل۔ تن کی گائے کو جو ذبح کرے۔ اس کی مخالفت مول نہ لے۔ عقل قید ہے اور چاہتی ہے کہ اللہ سے ہمیشہ بے محنت و مشقت کے روزی ملتی رہے۔ لیکن شاید تجھے علم نہیں کہ بے محنت کا رزق خدا کی طرف سے کیسے ملتا

ہے۔ اس کو جو خواہش نفس، یعنی گائے کو ذبح کر دے۔ اصل وارث عقل سلیم ہے، جو بے کس، بے آسرا اور غریب رہ گئی ہے اور خود غرض، بے رحم نفس جس کی حیثیت غلام کی سی تھی۔ آقا اور مالک بن بیٹھا ہے۔ جان لے کہ بے محنت کی روزی روح کی خوراک اور پاک رزق ہے جو صرف گائے (نفس) کی قربانی پر موقوف ہے۔ لہٰذا اے جستجو کرنے والے۔ لازم ہے کہ تو گائے کے ذبح کو ایک پوشیدہ خزانہ سمجھ۔



آب حیات واپس کر دیا

ایک دن حضرت جبرئیلؑ ایک پیالہ آب حیات کا حضرت سلیمانؑ کے نزدیک لائے اور کہا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ یہ جام نوش کریں تو قیامت تک نہ مریں۔ سلیمانؑ نے جن و انس و حیوانات سے اس بات کا مشورہ کیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا مبارک ہے۔ پیجئے اور حیات ابدی حاصل کیجئے۔ تب سلیمانؑ نے اندیشہ کیا کہ کوئی اس مشاورت سے خالی تو نہیں رہا ایک خار پشت باقی رہ گیا تھا۔ سو خیال میں گذرا اسے بھی بلانے کے واسطے گھوڑے کو بھیجا وہ اس کے ساتھ نہ آیا۔ تب حضرت نے کتے کو بھیجا خار پشت اس کے ساتھ چلا آیا۔ سلیمانؑ نے کہا تیرے ساتھ کچھ مشورہ کرنا ہے لیکن یہ تو بتا کہ گھوڑے سے زیادہ کونسا جانور شریف ہے جو تو اس کے بلانے سے نہ آیا۔ اور کتا جو کہ سب جانوروں سے خسیس اور نجس و ناپاک ہے اس کے ساتھ چلا آیا۔ اس کا کیا سبب ہے، بولا گھوڑا اگرچہ شریف ہے لیکن بے وفا ہے یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح سوار کو گرا دے دوسرے یہ کہ دشمن کو بھی اپنے اوپر سوار کر لیتا ہے اور کتا ہر چند کہ خسیس و نجس ہے لیکن وفادار ہے۔ ایک لقمہ کسی کا کھاوے تو ساری عمر اس کا احسان نہ بھولے۔ تب سلیمانؑ نے کہا کہ ایک جام آب حیات کا میرے پاس بھیجا گیا ہے اور اس کے پینے یا نہ پینے کا مجھے مختار کیا ہے۔ سب نے مجھے اس کے پینے کی رائے دی ہے۔ بھلا تیری

اس میں کیا صلاح ہے پیئں یا رد کروں۔ پوچھا یہ آب حیات فقط آپ ہی کے لئے آیا ہے یا سب عیال و اطفال و عزیز بھی اسے پیویں گے۔ فرمایا مجھے اکیلے کو اس کے پینے کا حکم ہے۔ خار پشت بولا تو اس کا پینا مناسب نہیں کیونکہ ہر ایک عزیز تمہارے روبرو جب مرے گا تو ان کے غم و ماتم سے یہ جان شریں آپ کو بھی تلخ ہو گی۔ عزیز دوست جب کوئی نہ رہا تو زندگانی حیف ہے۔ یہ بات سلیمانؑ کو پسند آئی اور وہ آب حیات واپس کر دیا۔



حکمت الٰہی

حضرت سلیمانؑ ایک شہر میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بڈھا ضعیف لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے۔ اس کے حال زار پر رحم آیا اور نام دریافت فرمایا۔ کہا سلیمان۔ حضرت سلیمانؑ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک میں سلیمانؑ ہوں۔ کہ تمام ملک زیر نگیں ہے اور ایک یہ سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے۔ فوراً" اپنے تاج سے ایک لعل اس کے حوالے کیا اور کہا کہ لے تجھے اور تیری اولاد کو بھی کفایت کرے گا۔ مناسب ہے کہ آئندہ اس محنت کو چھوڑ دے۔ اور آرام سے زندگی بسر کر۔ بڈھے نے لکڑیوں کا گٹھا سر سے پھینک دیا اور لعل کو لے کر شاد و خرم گھر چلا۔ بار بار لعل کو دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے۔ یکایک ایک چیل نے اس کو گوشت سمجھ کر جھپٹا مارا اور صاف لے اڑی۔ بڈھا بیچارہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اب فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا کھلاؤں گا۔ چلو پھر اپنے گٹھے کو لاؤ اور بیچ باچ کر پیٹ پالو۔ وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا بھی کوئی اٹھا لے گیا تھا۔ ناچار شرم کے مارے رات جنگل میں کاٹی۔ صبح دم پھر لکڑیاں چننے لگا۔ کہ اتنے میں حضرت سلیمانؑ کی سواری آئی۔ سوچا کہ یہ حریص بڈھا اب بھی اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہے۔ دریافت کیا تو اس نے قصہ سنایا۔ حضرت سلیمانؑ کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا۔ آج بڈھے نے نہایت

احتیاط سے مٹھی میں بند کر کے گھر کی راہ لی۔ راستہ میں ایک ندی تھی۔ جب منجدھار میں پہنچا تو پاؤں اکھڑ گئے۔ دو چار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے ڈوبتے بچا اور لعل ہاتھ سے نکل گیا۔ پھر حسرت و افسوس کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا۔ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کا گزر ہوا تو پھر دیکھا کہ وہی بدقسمت بڈھا لکڑیوں کا پشتارہ باندھے چلا جاتا ہے۔ پھر طلب فرمایا اور حال پوچھا۔ اس نے کیفیت واقعہ عرض کی اور کہا کہ آج تیسرا دن ہے نہ جانے زن و فرزند پر کیا گزری ہو گی۔ حضرت سلیمانؑ کو بہت ہی رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں تھا اس کو دے دیا۔ اب کی دفعہ خوب کس کے پگڑی میں باندھا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا۔ اس نے تاڑ لیا کہ اس بڈھے کی پگڑی میں لعل چمکتا ہے گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور پگڑی اچک کر یہ جا وہ جا۔ جھٹ نظروں سے غائب ہو گیا۔ بڈھا روتا پیٹتا حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے پیغمبر خدا آپ نے خوب میری راہ کھوٹی کی۔ خدا نے جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اسی پر راضی تھا آپ نے چاہا کہ مجھے فقر سے نجات ہو' سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی۔ آپ کے چاہے سے میں امیر تو نہ بنا البتہ اس کے عوض میں مجھے اور میرے بال بچوں کو تین دن فاقہ کشی کرنی پڑی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ سلیمان کیا کرے جب خدا ہی نہ کرے۔ غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کنبے کو پالتا' قضارا حضرت سلیمانؑ کی انگشتری گم ہو گئی ماہی گیر کے گھر جا کر رہے۔ جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گزر اس لکڑہارے کی بستی میں ہوا تو آدمی بھیج کر اس کو طلب فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت سلیمانؑ کو تعجب ہوا سواری بھیج کر بلایا اور حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ جب آپ کے دیئے ہوئے لعل گم ہو گئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو میں نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ و زاری شروع کی کہ خدایا تیرے نبی نے بہت کوشش کی مگر تو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں تو ہی اپنے خزانہ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عنایت کر۔ اتفاقاً" ایک دن حسب معمول لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا۔ وہاں چیل کا گھونسلا تھا اور دیکھا تو وہی تینوں لعل رکھے

ہیں۔ ان کو پاکر اب میں امیر کبیر بن گیا۔ جب تک سلیمان علیہ السلام پر بھروسہ تھا تو محروم رہا۔ جب خداوند کریم کی طرف خلوص دل سے متوجہ ہوا تو مالا مال ہو گیا۔



انسان کا خمیر

ایک دن حضرت سلیمانؑ کے پاس ملک الموت آدمی کی صورت میں ملاقات کے لئے آئے۔ اس وقت حضرت سلیمانؑ کا وزیر بیٹھا ہوا تھا۔ ملک الموت نے وزیر کی طرف کئی مرتبہ غور سے دیکھا۔ جب ملک الموت چلے گئے تو وزیر نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا کہ یا حضرت یہ کون شخص تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا عزرائیل، وزیر نے کہا مجھ کو کئی بار عزرائیل نے گھورا۔ اس سے مجھ کو بڑا خوف پیدا ہوا۔ آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ مجھ کو بوماس کے جزیرے میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا اور بات کی بات میں وزیر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر کئی ہزار کوس جزیرہ بوماس میں جا داخل ہوا۔ جونہی ٹاپو میں قدم رکھا حضرت عزرائیل آموجود ہوئے اور وزیر کی روح قبض کی۔ کئی روز بعد پھر عزرائیل حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں گئے اور حضرت سلیمانؑ نے اپنے وزیر کا قصہ بیان کیا۔ عزرائیل نے عرض کیا اس روز جو میں اس شخص کی طرف بار بار دیکھتا تھا۔ اس کی یہی وجہ تھی میں حیران تھا کہ ان کی تو مدت حیات پوری ہو چکی ہے اور دو گھڑی بعد جزیرہ بوماس میں مجھ کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہے یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ انسان کا خمیر جہاں کا ہے وہیں اس کو مرنا ہو گا۔



اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے

سیدنا یونس علیہ السلام فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا۔ آپؑ اس کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ راہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو گھیرا اور کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے۔ سیدنا یونسؑ نے سنا تو ان کو تنبہ ہوا کہ خداوند کریم کو میرا نینوئی سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلے آنا پسند نہیں آیا اور میری آزمائش کے آثار ہیں یہ سوچ کر انہوں نے اہل کشتی سے فرمایا۔ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے مجھ کو کشتی سے دریا میں پھینک دو۔ مگر ملاح اور اہل کشتی ان کی پاک بازی سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور آپس میں یہ طے کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ سیدنا یونسؑ کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے سیدنا یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا یا وہ خود دریا میں کود گئے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ مچھلی کو حکم تھا کہ صرف نگل لینے کی اجازت ہے یونسؑ تیری غذا نہیں اس لئے اس کے جسم کو مطلق تکلیف نہ پہنچے۔ سیدنا یونسؑ نے جب مچھلی کے پیٹ میں خود کو زندہ پایا تو درگاہ الٰہی میں اپنی ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے اور رب العالمین سے اجازت لئے بغیر امت سے ناراض ہو کر نینوئی سے نکل آئے اور عفو تقصیر کے لئے اس طرح دعا گو ہوئے لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین الہ العالمین تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں۔ خداوند کریم نے حضرت یونسؑ کی درد بھری آواز سنی اور توبہ قبول فرمائی مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو جو تیرے پاس ہماری امانت ہے' اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے ساحل پر حضرت یونسؑ کو اگل دیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ پرندہ کا پیدا شدہ بچہ کہ جس کا جسم بے حد نرم ہوتا ہے اور جسم پر بال تک نہیں ہوتے۔ غرض حضرت یونسؑ بہت ہی نحیف و ناتواں حالت میں خشکی پر ڈال دیئے گئے۔ اس کے بعد احکم العالمین نے ان کے لئے ایک بیلدار درخت اگا دیا۔ جس کے سایہ میں وہ ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔ چند دن کے بعد ایسا ہوا کہ حکم ربانی سے اس بیل کی جڑ کو کیڑا لگ گیا اور اس نے جڑ کو کاٹ ڈالا۔ جب بیل سوکھنے لگی تو حضرت یونسؑ کو بہت غم ہوا۔ تب رب العالمین نے وحی کے ذریعہ ان کو مخاطب کیا اور فرمایا' یونسؑ! تم کو اس بیل کے سوکھنے کا بہت رنج ہوا جو ایک حقیری چیز ہے مگر تم نے یہ نہ سوچا کہ نینویٰ کی ایک لاکھ سے زیادہ آبادی جس میں انسان بس رہے ہیں اور ان کے علاوہ جاندار بھی آباد ہیں اس کو برباد اور ہلاک کر دینے میں ہم کو کوئی ناگواری نہیں ہو گی اور کیا ہم ان کے لئے اس سے زیادہ شفیق و مہربان نہیں ہیں جتنا کہ تجھ کو اس بیل کے ساتھ انس ہے جو تم وحی کا انتظار کئے بغیر قوم کو بدعا کر کے ان کے درمیان سے نکل آئے ایک نبی کی شان کے یہ نامناسب ہے کہ وہ قوم کے حق میں عذاب کی بددعا کرے اور نفرت کے ساتھ ان سے جدا ہونے میں ایسی جلد بازی اختیار کرے کہ وحی کا بھی انتظار باقی نہ رہے۔

اس طرح سے ہوا کہ حضرت یونسؑ بددعا کر کے اہل نینویٰ سے جدا ہوئے اور ادھر انہوں نے بددعا کے کچھ آثار محسوس کئے۔ نیز حضرت یونسؑ کے بستی چھوڑ دینے پر ان کو پختہ یقین ہو گیا کہ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے اور اب ہلاکت و بربادی یقینی ہے تب ہی تو حضرت یونسؑ ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ یہ سوچ کر فوراً" بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حضرت یونسؑ کی تلاش کرنے لگے کہ ان کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کریں اور ساتھ ہی تمام کے تمام احکم العالمین کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار خشوع سے کرنے لگے اور ہر قسم کے گناہوں سے کنارہ کش ہو کر آبادی سے باہر میدان میں نکل آئے حتیٰ کہ چوپاؤں کو بھی ساتھ لے آئے اور بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور اس طرح

دنیا سے کٹ کر بارگاہ ایزدی میں گریہ و زاری کرتے اور متفقہ بلند آواز سے یہ اقرار کرتے رہے ربنا امنا بماجاءیونس اے ہمارے پروردگار! حضرت یونسؑ تیرا جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم تمام کے تمام اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر دل و جان سے ایمان لاتے ہیں۔ آخر کار رب العالمین نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب الیم سے محفوظ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے قوم یونسؑ پر خاص مہربانی فرمائی اور یہ پہلا واقعہ ہے کہ عذاب الٰہی کا اعلان ہو گیا ہو اور پھر عذاب ٹل جائے۔ خداوند کریم ہر شے پر قادر مطلق ہے۔



سونے کی اینٹ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک راستے کے کنارے پر ایک سونے کی اینٹ گری پڑی تھی۔ اتفاق سے حضرت عیسیٰؑ کا گزر اس طرف سے ہوا آپ کے ساتھ چند آدمی تھے ان میں تین آدمیوں کی نظر اس سونے کی اینٹ پر پڑی یک دم لالچ اور طمع کی وجہ سے ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ اینٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا' ادھر نہ جاؤ یہ طمع تمہیں ہلاک کر دے گا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ' میری پیروی کرو' میرے بتائے ہوئے راستے پر چلو' میں تمہیں حقیقت حیات سے آشنا کروں گا۔ فانی کی طرف دوڑنے والو! میرا کہا مانو میں تمہیں ذات باقی کی معرفت عطا کروں گا۔ مگر سونے کی اینٹ کی چمک نے تینوں آدمیوں کی آنکھوں میں لالچ کا پردہ ڈال دیا تھا۔ انہوں نے ایک نہ سنی اور حضرت مسیحؑ کا ساتھ چھوڑ کر اس اینٹ کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ تینوں نے جا کر اینٹ کو اٹھایا۔ اینٹ کافی وزنی اور قیمتی تھی۔ ان کے دل کھل اٹھے' سوال پیدا ہوا اس کو آپس میں تقسیم کیسے کیا جائے۔ ایک نے کہا کہ اینٹ کے تین ٹکڑے برابر برابر کر لئے جائیں اور ہر آدمی ایک ایک ٹکڑا لے لے۔ مگر تینوں کو سخت بھوک لگ رہی تھی سونا کھانے کی چیز تو تھی نہیں کہ وہ لوگ

اسے کھا کر اپنی بھوک مٹا لیتے۔ قرار پایا کہ دو آدمی تو مل کر سونے کی اینٹ کے ٹکڑے کریں اور ایک آدمی بازار جا کر کھانا خرید کر لائے چنانچہ دو شخص اینٹ کو توڑنے میں لگ گئے اور تیسرا کھانا لینے بازار چلا گیا۔ جب یہ دونوں اکیلے ہوئے تو مشورہ ہوا کہ کیوں نہ ہم اس اینٹ کے دو ہی ٹکڑے کریں اور آپس میں بانٹ لیں۔ تیسرا جب کھانا لے کر آئے تو اسے قتل کر دیں۔ اس طرح ہمارے حصے میں زیادہ سونا آئے گا۔ بات طے ہو گئی اور ان دو آدمیوں نے اینٹ کو صرف دو حصوں میں تقسیم کیا اور تیسرے ساتھی کا انتظار کرنے لگے۔ تیسرا بازار گیا کھانا خریدا لیکن ساتھ ہی تھوڑا سا زہر قاتل بھی خریدا۔ اس نے سوچا کہ اگر میں کھانے میں زہر ملا کر ساتھیوں کو کھلا دوں تو وہ سب مرجائیں گے اور میں پوری اینٹ کا تنہا مالک بن جاؤں گا۔ زہر ملا ہوا کھانا لے کر جب وہ اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچا تو طے شدہ منصوبے کے مطابق اس کے دونوں ساتھی اس پر جھپٹ پڑے اور تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اب دونوں بے فکر بھی تھے اور خوش بھی' کہ ان کے حصے میں زیادہ سونا آگیا لیکن بھوک تھی کہ چمکتی ہی جا رہی تھی۔ سونا لے کر چلنے سے پہلے دونوں نے سوچا کہ کھانا تو کھا لیں۔ ڈٹ کر کھانا کھایا۔ دو چار لمحوں میں زہر نے اپنا اثر دکھایا۔ اور وہ دونوں بھی موت کی آغوش میں چلے گئے۔ سونے کی اینٹ پڑی تھی اور اس کے قریب ہی تین بے جان لاشے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آرہے تھے۔ سونے کی اینٹ اور تین طالبین دنیا کے لاشے دیکھ کر فرمایا۔ ساتھیو! دیکھ لو' یہی دنیا ہے اور یہ ہے اس کے چاہنے والوں کا انجام۔



خواب اور حقیقت

ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ ایک مقام پر تشریف فرما تھے آپ کے چند ساتھی بھی ساتھ تھے کہ یک دم ایک شخص حیرانی پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں حاضر ہوا اور

کچھ عرض کرنا چاہا۔ آپ نے حلم و وقار کے ساتھ اسے بیٹھنے کو کہا۔ جب ذرا اس کی طبیعت کی شورش رفع ہوئی تو آپ نے اسے معروضات پیش کرنے کی اجازت دی۔ اس نے کہا' حضورؑ! میں نے آج صبح وقت کے قریب ایک نہایت بھیانک خواب دیکھا ہے نہ جانے میرے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ خدا کے لئے میری دستگیری فرمائیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں۔ اچانک ایک شیر کے دھاڑنے کی آواز سن کر بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک کنویں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوفناک شیر میرا پیچھا کرتا ہوا آرہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک درخت کی جڑیں اس کنویں میں لٹک رہی ہیں میں شیر سے بچنے کے لئے اس درخت کی جڑ کو پکڑ کر کنویں میں اترنے لگا اتنے میں شیر کنویں کے منہ پر آگیا۔ وہ نہایت غصے میں اوپر سے مجھے گھورنے لگا۔ شاید وہ اس انتظار میں تھا کہ میں اوپر آؤں تو وہ مجھے اپنا لقمہ بنائے۔ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ کنویں میں کتنا پانی ہے میں نے جو نیچے نگاہ ڈالی تو لرز اٹھا۔ کیونکہ وہ کنواں خشک تھا۔ اس میں پانی کی بجائے ایک نہایت خوف ناک اژدھا تھا جو منہ پھاڑے اس انتظار میں تھا کہ میں نیچے اتروں اور وہ مجھے ہڑپ کرلے۔ کنویں کے منہ پر بھوکا شیر اور تہ میں خوف ناک اژدھا۔ دونوں مجھے نگل لینے کے لئے تیار۔ یا خدا! میں کیا کروں' درخت کی جڑ کی ایک شاخ ہی میرا واحد سہارا تھی۔ میں نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ اور تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرنے لگا۔ اتفاقاً" تھوڑی دیر بعد جو میں نے نگاہ اٹھائی تو ایسا منظر دیکھا کہ میں کانپ اٹھا اور موت میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔ کیا دیکھا کہ ایک سفید اور ایک سیاہ پرندہ ہے اور دونوں کنویں میں لٹکی ہوئی اس جڑ کو کتر رہے ہیں۔ اب میری موت یقینی تھی۔ کیونکہ جس تیزی سے وہ پرندے اس شاخ کو کتر رہے تھے بہت جلد وہ شاخ ٹوٹ جاتی اور میں دھڑام سے اژدھے کے منہ میں چلا جاتا۔ امید کی نبضیں ڈوبنے لگیں اور میں سخت اضطراب میں تھا کہ میری آنکھ کھل گئی جسم پر لرزہ طاری تھا اور سارا بدن پسینے میں شرابور۔ حضور! میں بھاگا بھاگا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ خدا کے لئے مجھے ناامید نہ فرمایئے۔ اس خواب کی تعبیر بتلایئے کون سی مصیبت آنے والی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی آنکھیں اس

خواب کو سن کر چمک اٹھیں۔ فرمایا میرے بچے! یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ مگر افسوس کہ تم لوگ خواب کو حقیقت اور حقیقت کو خواب سمجھنے کے عادی ہو۔ سن! کہ وہ شیر فرشتہ اجل ہے جو ہر وقت تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔ درخت کی جس جڑ کو پکڑ کر تو لٹکا ہوا تھا یہ تیرا تار حیات ہے اور وہ دو سفید و سیاہ پرندے دن اور رات ہیں جو تیری زندگی کی مہلت کو کم سے کم کرتے جا رہے ہیں۔ کنویں کی تہ میں جو اژدھا منہ کھولے ہوئے تجھے نگل لینے کے انتظار میں ہے یہ اژدھا نہیں تیری قبر ہے جس میں تجھے ایک نہ ایک دن گر جانا ہے۔ حقیقت کو خواب سمجھنے والے اب بھی ہوش کے ناخن لے۔



ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مریمؑ اپنے خلوت کدہ میں مشغول عبادت رہتیں اور ضروری حاجات کے علاوہ کبھی اس سے باہر نہ نکلتیں۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ (ہیکل) کے مشرقی جانب لوگوں کی نگاہوں سے دور کسی ضرورت سے ایک گوشہ میں تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک اللہ تعالیٰ کا فرشتہ (جبرئیلؑ) انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت مریمؑ نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور فرمانے لگیں۔ اگر تجھ کو کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو میں خدائے رحمٰن کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں۔ فرشتے نے کہا مریمؑ! خوف نہ کھائیں میں انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور میں تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔ سیدہ مریمؑ نے یہ سنا تو ازراہ تعجب فرمانے لگیں۔ میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مجھ کو آج تک کسی بھی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ ہی میں زانیہ ہوں۔ فرشتے نے جواب دیا' میں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ میں اس لئے کروں گا کہ تجھ کو اور تیرے لڑکے کو کائنات کے لئے اپنی قدرت کاملہ کے اعجاز کا نشان بنا دوں گا اور لڑکا

میری جانب سے رحمت ثابت ہو گا اور میرا فیصلہ اٹل ہے۔ مریم! اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جو اس کا کلمہ ہو گا اس کا لقب مسیح اور اس کا نام عیسیٰ (یسوع) ہو گا اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں باوجاہت اور صاحب عظمت رہے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہو گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نشان کے طور پر بحالت شیر خوارگی لوگوں سے باتیں کرے گا اور سن کہولت (بڑھاپے کا ابتدائی دور) بھی پائے گا۔ تاکہ کائنات کی رشد و ہدایت کی خدمت کی تکمیل کرے اور یہ سب کچھ اس لئے ضرور ہو کر رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت ہے کہ جب وہ کسی شے کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو اس کا محض یہ ارادہ اور حکم کہ ہو جا اس شے کو نیست سے ہست کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ یوں ہی ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب عطا کرے گا۔ اس کو حکمت سکھائے گا اور اس کو بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے رسول اور اولوالعزم پیغمبر بنائے گا۔ حضرت مریمؑ نے کچھ عرصہ کے بعد خود کو حاملہ محسوس کیا تو یہ تقاضائے بشری ان پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت نے اس وقت شدید صورت اختیار کر لی جب انہوں نے دیکھا کہ مدت حمل ختم ہو کر ولادت کا وقت قریب سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر یہ واقعہ قوم کے اندر رہ کر پیش آیا تو چونکہ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے نہیں معلوم وہ کس کس طرح بدنام اور بہتان طرازیوں کے ذریعہ کس درجہ پریشان کریں اس لئے مناسب یہ ہے کہ لوگوں سے دور کسی جگہ چلے جانا چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً" نو میل کوہ سراۃ (ساعیر) کے ایک ٹیلہ پر چلی گئیں جو اب بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پہنچ کر چند روز بعد درد زہ شروع ہوئی تو تکلیف و اضطراب کی حالت میں کھجور کے درخت کے نیچے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں اور پیش آنے والے نازک حالات کا اندازہ کر کے انتہائی قلق اور پریشانی کی حالت میں کہنے لگیں۔ کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میری ہستی کو لوگ یک قلم فراموش کر چکے ہوتے۔ تب نخلستان کے نشیب سے اللہ تعالیٰ کے فرشتہ نے پھر پکارا مریمؑ! غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کا

تنا پکڑ کر اپنی جانب ہلا تو پکے اور تازہ خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے پس تو کھا پی اور اپنے بچہ کے نظارہ سے آنکھیں ٹھنڈی کر اور رنج و غم کو بھول جا۔ حضرت مریمؑ پر تنہائی، تکلیف اور نزاکت حال سے جو خوف طاری اور اضطراب پیدا ہو گیا تھا فرشتہ کی تسلی آمیز پکار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ بچہ کے نظارے سے کافور ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ دیکھ کر شاد کام ہونے لگیں۔ تاہم یہ خیال ہر وقت کانٹے کی طرح کھٹکتا رہتا تھا کہ اگرچہ خاندان اور قوم میری عصمت و پاکدامنی سے ناآشنا نہیں ہیں پھر بھی ان کی حیرت کو کس طرح مٹایا جا سکے گا کہ بن باپ کے کس طرح ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟ مگر جس رب ذوالجلال نے ان کو یہ بزرگی، عظمت اور برتری بخشی وہ کب ان کو اس کرب و بلا اور بے چینی میں مبتلا رہنے دیتا اس لئے اس نے فرشتہ کے ذریعے حضرت مریمؑ کے پاس پھر یہ پیغام بھیجا کہ جب تو اپنی قوم میں پہنچے اور وہ تجھ سے اس معاملہ کے متعلق سوالات کرے تو خود جواب نہ دینا بلکہ اشارہ سے ان کو بتانا کہ میں روزہ دار ہوں اور اس لئے آج کسی سے بات نہیں کر سکتی تم کو جو کچھ دریافت کرنا ہے اس بچہ سے دریافت کر لو۔ تب تیرا پروردگار اپنی قدرت کاملہ کا نشان ظاہر کر کے ان کی حیرت کو دور اور ان کے دلوں کو مطمئن کر دے گا۔ حضرت مریمؑ وحی الٰہی کے ان پیغامات پر مطمئن ہو کر بچہ کو گود میں لے کر بیت المقدس کو روانہ ہوئیں۔ جب شہر میں پہنچیں اور لوگوں نے اس حالت میں دیکھا تو چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور کہنے لگے۔ مریمؑ! یہ کیا ہے؟ تو نے تو بہت ہی عجیب و غریب بات کر دکھائی اور بھاری تہمت کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدچلن تھی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی؟ حضرت مریمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو۔ میں تو آج روزہ سے ہوں۔ لوگوں نے یہ سن کر انتہائی تعجب کے ساتھ کہا۔ ہم کس طرح ایسے شیر خوار بچہ سے باتیں کر سکتے ہیں جو ابھی ماں کی گود میں بیٹھنے والا بچہ ہے۔ مگر بچہ فوراً" بول اٹھا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے (اپنے فیصلہ تقدیر میں) مجھ کو کتاب (انجیل) دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھ کو مبارک بنایا خواہ میں کسی

حال اور کسی جگہ بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو اور اس نے مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ اور خود سر اور نافرمان نہیں بنایا اور اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ قوم نے ایک شیر خوار بچہ کی زبان سے جب یہ حکیمانہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئی اور اس کو یقین ہو گیا کہ حضرت مریمؑ کا دامن بلاشبہ ہر قسم کی برائی سے پاک ہے اور بچہ کی پیدائش کا معاملہ یقیناً منجانب اللہ ایک "نشان" ہے۔



اسی حال میں خوش ہوں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اسی اثناء میں بارش ہونے لگی۔ ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ میں گھس گئی۔ آپ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لئے تو ٹھکانا اور میں خانہ بدوش۔ خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکان درکار ہے تو یہ موجود ہے ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہیں لیکن تمہارے واسطے یہ مرتبہ قلندری اس مکان سے بہت اعلیٰ ہے۔ آپ نے عرض کیا الٰہی میں اسی حال میں خوش ہوں۔



میرا رزق باقی نہ تھا

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنگل میں جا رہے تھے کہ ایک بے وقوف شخص ان کے ساتھ ہو لیا۔ جنگل میں ایک جگہ گہرے گڑھے میں ہڈیوں کا ڈھیر پڑا

تھا۔ وہ بے وقوف ہڈیوں کا ڈھیر دیکھ کر رک گیا اور حضرت عیسیٰؑ سے کہنے لگا۔
"اے روح اللہ! وہ کیا اسم اعظم ہے جسے پڑھ کر آپ مردوں کو زندہ فرماتے ہیں؟ مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے تاکہ ان بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دوں۔

اس احمق کی یہ بات سن کر حضرت عیسیٰ نے کہا "خاموش ہو جا تیری زبان اس اسم اعظم کے لائق نہیں۔"

وہ بضد ہوا اور کہنے لگا "بہت اچھا' اگر میری زبان اسم اعظم کے لائق نہیں تو پھر آپ ہی ان ہڈیوں پر پڑھ کر دم کریں۔

اس نے یہاں تک اپنی بات پر اصرار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سخت متعجب ہوئے اور دل میں کہا "الٰہی یہ کیا بھید ہے۔ اس احمق کی اتنی ضد آخر کس لئے ہے۔ اپنے مردے کو بھلا کر دوسرے مردے کو زندہ کرنے کی فکر میں ہے۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل کی کہ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ حماقت کو حماقت ہی کی تلاش ہوتی ہے اور بد نصیبی' بد نصیبی ہی کا گھر ڈھونڈتی ہے۔ کانٹوں کا اگنا ان کے بوئے جانے کا عوض ہے۔

اتنے میں اس بے وقوف نے پھر ان ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ کر دم کرنے کا تقاضا کیا اور جب انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو ناراض ہو کر بولا' اے روح اللہ! اب آپ بھی اپنا معجزہ دکھانے میں بخل سے کام لینے لگے۔ شاید آپ کی زبان مبارک میں پہلی سی تاثیر نہ رہی ہو گی۔

یہ سن کر حضرت عیسیٰؑ نے ان ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ کر دم کیا۔ آن کی آن میں ہڈیوں کے اندر حرکت ہوئی۔ کیا دیکھا کہ ایک ہیبت ناک شکل کا قوی الجثہ شیر ہے۔ اس نے گرج کر جست کی اور اس بے وقوف شخص کو لمحہ بھر میں چیر پھاڑ کر برابر کر دیا۔ یہاں تک کہ کھوپڑی بھی پاش پاش کر ڈالی۔ اس کا خول ایسا خالی ہوا جیسے اس میں کبھی بھیجا تھا ہی نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ یہ تماشا دیکھ کر حیران ہوئے اور شیر سے پوچھا' اے جنگل کے درندے تو نے اس شخص کو اتنی تیزی سے کیوں پھاڑ ڈالا۔

شیر نے جواب دیا "اس وجہ سے کہ اس احمق نے آپ کو خفا کر دیا تھا اور آپ کی توہین پر اتر آیا تھا۔"

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا "تو نے اس کا گوشت کیوں نہ کھایا' اور خون کیوں نہ پیا؟"

شیر نے کہا "اے پیغمبر خدا' میری قسمت میں اب رزق نہیں ہے۔ اگر اس جہان میں میرا رزق باقی ہوتا تو مجھے مردوں میں داخل ہی کیوں کیا جاتا۔"



دوسرا باب

واقعات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت عالم

رسول اللہ ﷺ ایسے رحم دل اور بامروت تھے کہ کبھی کسی پر غصہ نہ فرماتے، خصوصاً" اپنے ذاتی کام کے متعلق اگر کسی خادم یا رفیق سے آپؐ کے حکم کی تعمیل میں کوئی غلطی ہو جاتی تھی تو آپ بڑی فیاضی سے درگزر کرتے تھے اور اگر ملامت بھی کرتے تھے تو ایسے طریقے سے کہ جس کو ملامت کی جاتی اس کا دل بھی نہ دکھتا اور اثر بھی پورا ہوتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور انور ﷺ کسی خادم پر ناراض ہوتے تھے تو یہ فرماتے "اگر مجھے روز قیامت میں بدلہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمہیں اس مسواک سے خوب ہی مارتا۔"

خود حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی رسول خدا ﷺ کے خادم تھے، اور بچپن سے حضور ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک روز سرور عالم ﷺ نے انہیں کسی کام کا فرمایا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کام سے انکار کر دیا، اور حضور اکرم ﷺ خاموش ہو رہے۔ لیکن پھر میں خود ہی اپنے دل میں نادم ہوا اور اس کام کے انجام دینے کے واسطے روانہ ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر گلی میں چند لڑکوں کو کھیلتے دیکھا اور بچپن کے اقتضاء سے ان کا کھیل دیکھنے لگا۔ میں اس طرف متوجہ تھا کہ اچانک پشت کی جانب سے کسی نے میری گردن پکڑ لی میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور نبی اکرم ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے آنکھیں چار ہوتے ہی مسکرا کر فرمایا۔ "انس رضی اللہ عنہ کیا تو اب کام کرنے جا رہا ہے" حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس کہنے کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں عرق ندامت میں غرق ہو گیا۔ اور پھر عمر بھر کبھی آپ ﷺ کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔

مکہ والوں کی طرف سے مایوس ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ شہر سے نکلے اور مختلف قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منزل بمنزل پا پیادہ کوہ طائف پر جو مکہ سے شمال کی جانب ۷۰ میل پر واقع ہے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر دعوت اسلام

اور توحید کی منادی شروع فرما دی۔

طائف کے حکمراں سردار اور اس کے بھائیوں نے اپنے غلاموں، بستی کے شہدوں اور بازاری لڑکوں کو ترغیب دی کہ وہ آنحضرت ﷺ کو دق کریں، تکلیف دیں اور ہنسی مذاق اڑائیں۔ اس دفعہ ان بدمعاشوں نے آپ ﷺ پر اس قدر کیچڑ اور پتھر پھینکے کہ حضور ﷺ نے ایک احاطہ کے اندر جا کر پناہ لی۔ ایک دفعہ جسم اطہر پر اتنے پتھر مارے کہ جسم سے خون جاری ہوا اور پائے مبارک کا جوتا خون سے جم کر پاؤں سے چمٹ گیا۔ اللہ اللہ کیا صبر و تحمل تھا۔

ایک دفعہ ایسی ضرب آئی کہ آپ ﷺ بیہوش ہو گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جو اس سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے حضور ﷺ کو اپنی پشت پر اٹھا کر بستی سے باہر لے گئے۔ پانی کا چشمہ رواں تھا۔ پانی کے چھینٹے منہ پر ڈالے تو ہوش آیا۔ اور وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ مگر جوش کرم اور وفور رحمت کا یہ عالم تھا کہ بددعا کی بجائے زبان مبارک سے یہ فرمایا کہ "اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ انکی اولاد ضرور کلمہ پڑھنے والی ہو گی۔"

جب جنگ احد میں سرور عالم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرہ انور زخمی ہوا تو اصحاب پر یہ بات نہایت شاق گزری۔ انہوں نے عرض کیا "یا نبی اکرم ﷺ آپ کفار کے حق میں بددعا کیجئے" فخر دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں بددعا کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ رحمت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ حق کی طرف بلانا میرا کام ہے نہ کہ بددعا کرنا۔" پھر دست مبارک اٹھا کر یوں دعا فرمائی، اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما وہ مجھ کو پہچانتی نہیں۔



حیاء غالب آگئی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں کے سامنے فحش گو، بڑی بے حیاء اور بے باک تھی۔ اس کا گزر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ہوا۔ آپ

ﷺ ایک اونچے چبوترے پر ثرید کھا رہے تھے۔ اس عورت نے کہا اس کی طرف دیکھو اسے بیٹھا ہوا ہے جیسا کہ غلام بیٹھتا ہے اور اس طرح کھا رہا ہے جس طرح غلام کھاتا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا کہ کون بندہ مجھ سے زیادہ بندگی کرنے والا ہے؟ یہ سن کر وہ بولی کہ خود کھا رہا ہے ہمیں نہیں کھلاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو بھی کھا لے۔ اس عورت نے کہا اپنے ہاتھ سے مجھے دو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو دیا۔ اس عورت نے کہا مجھے تو اس میں سے دو جو آپ کے منہ میں ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اسے دیا۔ اور اس عورت نے کھا لیا۔ اس کے بعد سے اس پر حیاء غالب ہو گئی۔ پھر مرتے دم تک اس نے کسی کو فحش نہیں بکا۔



صبر

ایک دفعہ حضور ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے' ایک عورت قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ رک گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا' صبر کرو' وہ آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی (گستاخی کے ساتھ) بولی' ہٹو تم کیا جان سکتے ہو مجھ پر کیا کیفیت ہے؟ آپ ﷺ چلے آئے۔ لوگوں نے عورت سے کہا تو نے نہیں پہچانا' وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ دوڑی ہوئی آئی اور کہا میں حضور ﷺ کو پہچانتی نہ تھی' ارشاد فرمایا' صبر وہی ہے جو عین مصیبت کے وقت کیا جائے۔



پانی بہادو

ایک دفعہ ایک بدو خدمت اقدس ﷺ میں آیا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے' اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی' آداب مسجد سے واقف نہ تھا وہیں کھڑے

ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے کہ اس کو سزا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جانے دو اور پانی کا ایک ڈول لا کر بہا دو' خدا نے تم لوگوں کو دشواری کے لئے نہیں' بلکہ آسانی کے لئے بھیجا ہے۔"



شفقت

ایک صحابی اپنے بچپن میں انصار کے باغوں میں چلے جاتے اور کھجور کے پیڑوں پر ڈھیلے مار کر کھجوریں گرایا کرتے۔ لوگ ان کو پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور شکایت کی۔ حضور ﷺ نے انہیں محبت سے بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا' بیٹا ڈھیلے مار کر کھجوریں گرانا اچھی بات نہیں اس سے نقصان ہوتا ہے۔ پھر انہیں باہر بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ان کی شکایت آئی کہ یہ بچہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ اس بار بھی حضور ﷺ نے انہیں جھڑکا نہیں اور محبت سے پوچھا۔ بیٹا پیڑوں پر ڈھیلے کیوں مارتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ "کھجوریں کھانے کے لئے۔" پس حضور ﷺ نے فرمایا کھجوریں جو خود بخود گرتی ہیں انہیں اٹھا کر کھا لیا کرو ڈھیلے نہ مارا کرو۔ یہ فرما کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ حضور ﷺ کی شفقت کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کی۔



اخلاق

منافقوں کی جماعت سے جس قدر دکھ اور تکلیفیں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو پہنچیں وہ کسی اور سے نہیں پہنچیں۔ اس جماعت کا سردار ایک شخص

عبداللہ ابن ابی نامی تھا۔ یہ شخص اسلام کا بڑا دشمن تھا۔ اور اس سے حضور ﷺ اور مسلمانوں کو بڑی سخت اذیتیں پہنچی تھیں۔ اکثر موقعوں پر اس نے مسلمانوں کو طرح طرح کی منصوبہ بازیوں سے بھکانے کی کوشش کی۔

آپ ﷺ کی پاک بیوی پر تہمت تراشنے والوں کا سردار بھی یہی تھا۔ ایسا دشمن اسلام جب مرا تو اس کے بیٹے نے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ ﷺ اس کے جنازے کی نماز پڑھ دیجئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے منہ کی طرف تک رہے تھے کہ اس کی شرارتوں اور بدمعاشیوں کی وجہ سے آپ ﷺ ابھی صاف جواب دے دیں گے۔ کہ ہم ایسے دشمن کی سفارش خدا کی سرکار میں کیوں کر کر سکتے ہیں۔ ایسا کہنا آپ ﷺ کے لئے بالکل شایاں تھا مگر آپ ﷺ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے فرمایا کہ "میں چلتا ہوں اور اس کی نماز جنازہ پڑھتا ہوں۔" یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا اور حضور ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا۔ اور قرآن پاک کی یہ آیت یاد دلائی' جس کا ترجمہ ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) خواہ تم ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو ان کے لئے یکساں ہے' اگر تم ستر ۷۰ دفعہ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو گے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا۔

حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "خدا نے ستر ۷۰ بار کے لئے فرمایا ہے کہ منافقوں کے حق میں تمہاری دعا نہیں سنوں گا تو میں ستر ۷۰ بار سے زیادہ دعا کروں گا۔ شاید قبول ہو جائے۔" یہ فرما کر عبداللہ کے جنازے کی نماز پڑھائی بلکہ اس کے کفن کے لئے اپنے پہننے کا ایک کرتہ بھی عنایت فرمایا۔ نماز پڑھا چکے تھے کہ دوسری آیت نازل ہوئی' جس کا ترجمہ ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو تم ہرگز اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر جا کر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور یہ سرکشی ہی کی حالت میں مرگئے۔

آپ ﷺ نے جو کرتہ عبداللہ کے کفن کے لئے دیا تھا۔ اس کا ماجرا بھی

سنئے۔ وہ درحقیقت عبداللہ کے ایک احسان کا معاوضہ تھا کہ حضور ﷺ کے چچا عباسؓ جب مسلمان ہوئے تو فی الوقت ان کے کپڑے بدلوانے پڑے۔ وہ آدمی تھے لحیم شحیم عبداللہ کے کرتے کے سوا اور کسی مسلمان کا کرتہ ان کے بدن پر نہ آیا۔ اللہ اللہ شفقت و رافت کے ساتھ کیسی غیور طبیعت واقع ہوئی تھی کہ ایک کرتے کے احسان کو بھی اتار رہے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن پر مخالفین اسلام بھی انصاف کی نظر ڈالیں تو انہیں آپ ﷺ کے انسان کامل ماننے اور اپنی عقیدت کو آپ ﷺ سے بڑھانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔ (یہ واقعہ اکثر کتب احادیث و تفاسیر میں بوضاحت درج ہے۔)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک خالہ زاد بھائی مسطح نامی تھا وہ بڑا مفلس تھا۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آ رہا تھا اور جنگ بدر میں بھی شریک ہوا تھا۔ چونکہ وہ بہت غریب اور نادار تھا۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روپیہ پیسہ سے اس کی مدد کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے حرم محترم کی نسبت واقعہ بہتان کے چرچے میں وہ بھی شامت اعمال سے شریک ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو وہ اس کی امداد سے دستکش ہو گئے اور آپ کا دستکش ہو جانا بالکل راستی اور انصاف پر مبنی تھا۔ جب حضرت رسول کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مسطح کی سفارش کی ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ تم میں سے جو لوگ بزرگ اور صاحب مقدور ہیں قرابت والوں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مدد خرچ) نہ دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ (چاہیئے کہ ان کے قصور) بخش دیں اور در گزر کریں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنی امداد بدستور جاری کر دی۔ یہ واقعہ بھی اسلامی اخلاق و صداقت کا ایک کافی ثبوت ہے اور حضور ﷺ نے تو اپنے تیئں اسلام پر وقف کر رکھا تھا۔ اسلام کے مقابلہ میں آپ ﷺ کو نہ اپنی جان کی پروا تھی نہ مال کی۔ نہ دنیا کی آبرو کی' آپ ﷺ کی دوستی و محبت بھی خدا ہی کے لئے تھی اور آپ ﷺ کی شفقت کا یہ حال تھا کہ اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی

باندی آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کام کے لئے جہاں چاہتی تھی لے جاتی تھی اور آپ ﷺ بوجہ تواضع عذر نہیں کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

ایک دن ایک عورت راستہ میں آپ ﷺ کو مل گئی اور عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "میں حاضر ہوں جہاں چاہے مجھ سے اپنا ماجرا بیان کر۔" اس عورت نے آپ ﷺ کو وہیں ایک گلی میں بٹھا لیا اور آپ ﷺ اس کی خاطر گلی میں بیٹھے رہے (کیمیائے سعادت) اور مسلم کی روایت ہے کہ یہ عورت آپ ﷺ کو گلیوں میں لے کر پھرتی رہی۔ اور بخاری شریف میں ہے کہ اس کا دماغ پھرا ہوا تھا۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا زبردست اور وسیع خلق عظیم مرحمت فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کے حد سے زیادہ جانی دشمن بھی موقع پڑنے پر آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بے اختیار قائل ہو جاتے تھے۔ نوجوان مردوں اور عورتوں پر جو شفقت آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس کی کوئی حد نہ تھی مگر خاص کر بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ جس شفقت و محبت سے حضور ﷺ پیش آیا کرتے تھے اس کی نظیر تاریخ عالم میں مفقود ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب فقر و عار کے ڈر سے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ حضور ﷺ کی برکت سے اس رسم بد کا ایسا قلع قمع ہو گیا کہ جو کسی دنیوی قانون سے ہرگز ممکن نہ تھا۔

عام بچوں کے ساتھ اور بالخصوص یتیم بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کو کمال محبت تھی' جب کوئی نئی چیز حضور ﷺ بچوں میں تقسیم فرما دیتے۔ اکثر دیکھا جاتا کہ آپ ﷺ بچوں کو کاندھوں پر اٹھائے پھرتے۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کا متکفل خواہ وہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے دو انگلیاں ملا کر یہ اشارہ فرمایا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پیچھے صف بستہ استادہ تھے صاحبزادہ حسنؓ آئے اور آپؐ جب سجدہ میں گئے تو آپ ﷺ کی گردن مبارک پر بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے جب تک خود اٹھ کر نہ چلے گئے۔

حضور ﷺ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے صاحبزادے سے کہا تم کیسے بیباک ہو گئے کہ ہمارے نبیؐ کی گردن پر بیٹھ جاتے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ نہ کہو یہ جو کچھ کریں ہمیں منظور ہے۔

ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی اور نہایت مؤدبانہ لہجے میں فرمایا۔ "اے مادر مہربان آپ کا آنا مبارک ہے۔ آپ جس کام کے لئے آئی ہیں وہ بے دریغ بیان فرمائیں۔ میں اس کو پورا کروں گا۔" چنانچہ اس نے اپنا مدعا ظاہر کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی خواہش پر بہت سا سامان مال غنیمت میں سے اس کو عطا کیا۔ اس بڑھیا نے اس سامان کو بعوض لاکھ درہم کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ لکھا ہے کہ یہ بڑھیا عورت آپ ﷺ کی دایہ تھی۔ جس نے آپ ﷺ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اپنے ضعیف اور محروم البصر باپ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت مبارک میں بیعت کے واسطے لائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم نے ضعیف کو کیوں تکلیف دی میں خود چلا آتا۔"

آپ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم (یعنی مسلمانوں) میں سے نہیں۔"

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے منہ پر پیار سے بوسہ دیا۔ ایک شخص نے عرض کیا میرے دس بیٹے ہیں میں کسی کو اس طرح پیار نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا "جو کسی پر رحم نہ کرے گا اس پر خدا بھی رحم نہ کرے گا۔"

عبداللہ بن ابی مشہور منافق تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کا بدترین دشمن تھا لیکن اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے آپؓ کا نام بھی عبداللہ تھا آپؓ حضور نبی کریم ﷺ کے جانثار صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق نے حضور سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور

بہت برے الفاظ استعمال کئے جنہیں سن کر حضرت عبداللہ ؓ بے چین ہو گئے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو ذلیل کیا ہے۔ قسم ہے اللہ پاک کی وہ خود ذلیل ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ تمام قبیلہ خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ کا مطیع کوئی نہیں ہے تاہم آپ ﷺ حکم فرمائیں تو میں اسے قتل کر دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے عفو و درگزر کی اخلاقی صفت سے کام لے کر ارشاد فرمایا۔ نہیں میں ہرگز ایسا نہیں چاہتا۔

یہ غزوہ حنین میں فتح کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ہوازن کے لوگوں سے پوچھا' تمہارا سردار مالک بن عوف کہاں ہے؟ اس نے تم لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے پر اکسایا تھا۔ لوگوں نے کہا وہ طائف بھاگ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مالک بن عوف سے جاکر کہہ دو کہ اگر وہ میرے پاس آجائیں تو نہ صرف ان کے اہل عیال اور مال مویشی واپس کر دئے جائیں گے۔ بلکہ میں اپنی طرف سے سو اونٹ بھی دوں گا۔

مالک بن عوف طائف میں سخت پریشانی اور بے کسی کے عالم میں زندگی کے دن گزار رہے تھے انہیں جب یہ اطلاع ملی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا ہے تو فوراً بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے وعدہ کے مطابق عمل فرمایا۔ انہیں نہ صرف ان کی قوم کی سرداری واپس کی بلکہ چند دوسرے قبائل کا بھی سردار بنا دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر حضرت مالک بن عوف ؓ مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے حضور ﷺ کی شان میں چند اشعار کہے جن کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے محمد ﷺ کے اخلاق جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا اور نہ سنا ہے۔

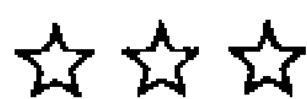
حضرت عثمان غنی ؓ کے رضاعی بھائی کا نام عبداللہ بن ابی السرح تھا یہ مدینہ منورہ میں حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے ارشاد مبارک سے وحی کی کتابت کا فریضہ انجام دیتا تھا مگر قرآن مجید کی کتابت کرتے ہوئے خیانت سے کام لے کر کلمات میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کہنے لگا کہ محمد ﷺ جانتے نہیں اگرچہ وہ کہتے ہیں۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں ان کے لئے لکھتا ہوں بلکہ جس طرح ان پر وحی اترتی ہے مجھ پر بھی اترتی ہے۔ عبداللہ بن ابی السرح کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کی حرکت کا علم ہو گیا ہے تو وہ مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔ پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفارشی بنایا کہ وہ حضور سرور کائنات ﷺ سے اسے معافی دلوائیں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسے لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس کی والدہ کے اپنے اوپر حقوق کا ذکر کر کے عرض کیا کہ اس کے خون سے درگزر فرمائیں اور انہیں معافی عطا فرمائیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے اس کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند مرتبہ عرضداشت پیش کی اور آپ ﷺ سے کوئی جواب نہ سنا تو حضور ﷺ کے قریب جا کر سر اقدس اپنی بغل میں لے کر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے عبداللہ کو امان دے دی۔ جب کئی مرتبہ عاجزی سے پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا' ہاں! جناب عبداللہ بن ابی السرح مسلمان تھے۔ مگر جب بھی کبھی حضور ﷺ سے سامنا ہوتا تو شرمندگی کی وجہ سے بھاگ جاتے۔ ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عبداللہ میرا رضاعی بھائی ہے جب آپ ﷺ کو دیکھتا ہے تو بھاگ جاتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' میں نے تو اسے امان دے دی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا' ہاں مگر جب اسے اپنا وہ بڑا جرم یاد آتا ہے تو آپ ﷺ کی نگاہ پاک کی تاب نہیں لا سکتا۔

یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ مسجد الحرام میں دربار نبوی ﷺ لگا ہوا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں وہ لوگ بھی موجود تھے جو ساری زندگی آپ ﷺ کو تکلیفیں دیتے رہے۔ جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے خاندان کو تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور کر کے آب و دانہ تک بند کر دیا تھا اور اناج کا ایک دانہ تک نہیں پہنچنے دیتے تھے۔ دربار نبوی ﷺ میں وہ لوگ بھی کھڑے تھے جو آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سزائیں دیا کرتے تھے انہی لوگوں میں وہ مغرور اور خود سر ہستیاں بھی موجود تھیں جنہوں نے قسم کھا رکھی

تھی کہ وہ دین اسلام کی ہر قیمت پر مخالفت کریں گے اور ایسے لوگ بھی تھے جو حضور نبی کریم ﷺ کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ یہ تمام مجرم سر جھکائے کھڑے تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ ابھی ان کو ان کے کئے کی سزا دے دی جائے گی۔ بارگاہ رسالت ﷺ سے صرف ایک اشارہ ہو گا اور ان کی گردنیں کٹ جائیں گی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سب کی طرف نگاہ مبارک دوڑائی اور پیغمبرانہ جلال کے ساتھ دریافت فرمایا' تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ یہ سن کر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اہل مکہ کو یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ ابھی ان کے قتل عام کا حکم جاری کر دیں گے وہ سب مجرم نگاہیں نیچی کئے خاموش کھڑے تھے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہوا' آج میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو یوسف علیہ اسلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا' آج تم پر کوئی الزام اور مواخذہ نہیں ہے تمہیں معافی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے اور وہی سب رحم فرمانے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

جب غزوہ احد میں حضور نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے سر اقدس اور چہرہ انور بھی زخمی ہو گیا یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رنج اور اضطراب کی حالت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مشرکین کے لئے بددعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں لعنت اور بددعا کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس کے باوجود جب قریش مکہ کی روش میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی اور ان کی ایذا رسانیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان ظالموں کے حق میں بددعا فرمائیے۔ مگر حضور ﷺ نے قریش کے حق میں یہ دعا فرمائی' اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کہ یہ لوگ بے خبر ہیں۔



جانوروں پر رحمت

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ جنت میرے اس قدر قریب ہو گئی تھی اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں سے ایک خوشہ توڑ کر تمہارے پاس لے آتا اور دوزخ بھی میرے قریب ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے کہا، اے میرے پروردگار کیا میں ان لوگوں میں رکھا جاؤں گا کہ اچانک ایک عورت نظر پڑی۔ جس کو ایک بلی پنجے مار رہی تھی۔ تو میں نے اس کا حال پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ اس عورت نے بلی کو باندھے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھوک اور پیاس سے مر گئی اور اس عورت نے نہ ہی اس کو کھلایا اور نہ پلایا۔ اور نہ ہی اسے چھوڑا تاکہ وہ خود کہیں سے کھا پی لیتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ایک بدکار عورت صرف اس بات پر بخش دی گئی کہ اس کا گزر جب ایک جگہ ہوا جہاں ایک کتا مٹی چاٹ رہا تھا اور قریب تھا کہ اس کو پیاس ہلاک کر دے تو اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اس کو اپنے ڈوپٹہ سے باندھ کر کنوئیں میں لٹکا کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا۔ اس کار خیر کی وجہ سے وہ نجات پا گئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو مرغی کو رسی سے ایک جگہ باندھ کر نشانہ لگا رہے تھے۔ آپؓ کو دیکھ کر سب منتشر ہو گئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ یہ فعل کون کر رہا تھا۔ تم یاد رکھو کہ ایسا کرنے والے پر اور جانوروں کے مثلہ کرنے والے پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ ایک اونٹ راستہ میں آپ کی نظر پڑا جس کے پیٹ اور پیٹھ میں بھوکا رہنے کی وجہ سے کوئی فرق نہ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان بے زبانوں کے متعلق خداوند عالم سے ڈرو۔ ایسے ہی ایک بار گدھے کو دیکھا جس کا چہرہ داغا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا چہرہ داغنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے اپنی چادر میں

پرندے کے کچھ بچے چھپا رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جھاڑی سے آواز آرہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو یہ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں نے ان کو اٹھا لیا۔ ان کی ماں نے جب دیکھا تو سر پر منڈلانے لگی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ واپس جاؤ اور ان کو وہیں رکھ آؤ۔

ایک بار حضور ﷺ جنگل میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک شکاری نے ایک ہرنی پکڑ رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے جانا چاہتی ہے۔ اور التجا کرتی ہے کہ اس کو اجازت ہو تو یہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے۔ شکاری نے عرض کیا کہ حضور ﷺ یہ جنگل کے جانور ہاتھ سے نکل کر واپس کب آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں ضمانت میں تمہارے پاس بیٹھتا ہوں۔ اسے جانے دو یہ واپس آجائے گی۔ چنانچہ شکاری نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ بھاگی ہوئی گئی اور جاتے ہی اپنے دو بچوں کو لے کر واپس آگئی کہ اللہ کریم کے رسول پاک ﷺ میری ضمانت میں ہیں۔ آپ ﷺ کو انتظار کی تکلیف نہ ہو۔ اس واقعہ سے شکاری مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اور ہرنی کو بچوں سمیت رہا کر دیا۔



امانت و دیانت

روایات میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی کریم ﷺ کو علی الاعلان لوگوں تک کلمہ حق پہنچانے کا حکم ہوا تو ایک دن حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کی ایک پہاڑی صفا پر چڑھے اور قریش کے قبیلوں کا نام لے کر آواز دی۔ جب تمام قبائل اکٹھے ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ (پہاڑ) کے اس طرف سے) ایک زبردست لشکر تم پر چڑھائی کے لئے آرہا ہے اور عنقریب تم پر حملہ آور ہو جائے گا تو کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے؟ یہ سن کر سب لوگ بیک زبان ہو کر بولے کہ بے شک ہم آپ ﷺ کی

اس بات کو بالکل حق اور سچ سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آج تک کبھی بھی آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا' کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ اگر تم نے اپنے باطل عقائد کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب تم پر آنے والا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا' دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لئے اس تحفہ سے بہتر لے کر نہیں آیا جو میں تمہارے لئے لایا ہوں میں تمہارے لئے دین و دنیا کی فلاح و بہبود لے کر آیا ہوں اور پروردگار عالم نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں۔ اللہ کی قسم! اگر میں تمام دنیا کے انسانوں سے جھوٹ بولتا پھر بھی تمہارے سامنے جھوٹ نہ بولتا اور اگر ساری دنیا کو دھوکہ دیتا پھر بھی تمہیں دھوکہ نہ دیتا اس ذات باری تعالیٰ کی قسم کہ جو وحدہ لاشریک ہے کہ میں تمہاری طرف خصوصاً" اور تمام عالم کی طرف عموماً" اللہ تعالیٰ کا رسول اور پیغمبر ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت بھی سچ کا دامن نہ چھوڑا جب عربوں کی ایک جماعت سرکردہ افراد کی قیادت میں جمع ہو کر آپ ﷺ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب کے پاس آئے اور کہا' اے ابوطالب! آپ ہمارے سردار ہیں ہم ہمیشہ آپ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ آپ کے بھتیجے محمد ﷺ نے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر نیا دین بنا لیا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اس کو نصیحت کریں کہ وہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا نہ کہے اگر وہ آپ کی نصیحت سے بھی باز نہ آیا تو پھر ہم اس کے تدارک کی کوشش کریں گے۔ حضرت ابوطالب نے ان کی باتیں سنیں تو ان کو طریقہ سے جواب دے کر واپس کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو قریش کے ارادے سے آگاہ کیا مگر حضور ﷺ کسی خوف و خطر کے بغیر حق و سچ کا پیغام پھیلاتے رہے۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد قریش کی ایک جماعت پھر حضرت ابوطالب کے پاس آئی اور کہا ہم نے ایک مرتبہ پہلے بھی آپ کے گوش گزار کیا تھا مگر آپ نے کوئی توجہ نہیں دی ہم نہیں چاہتے کہ ہماری طرف سے آپ کے دل میں کوئی ناراضگی پیدا ہو لیکن ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے ہم اب مزید

برداشت نہیں کر سکتے اب یا تو مکہ میں وہ رہے گا یا پھر ہم۔ حضرت ابو طالب نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا مگر وہ اپنی بات پر ڈٹے رہے اور غصہ سے حضرت ابو طالب کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر حضرت ابو طالب پریشان ہو گئے کہ کہیں یہ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کو بلا کر کہا' اے محمد ﷺ! اب تمام قوم تیری دشمنی پر کمربستہ ہو گئی ہے اور وہ مجھے بھی اب ملامت کرنے لگے ہیں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ ہماری آپس میں ہی جنگ و قتال ہو جائے اس لئے آپ ﷺ اپنے کام میں ان سے نرمی سے پیش آئیں اور انہیں ناراض نہ ہونے دیں تاکہ لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہیں۔ اب تو آپ جانیں اور آپ کا دین۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کی یہ بات سنی تو ذرا نہیں گھبرائے اور حق و صداقت کی آواز بلند کرتے ہوئے سچائی سے کام لے کر ارشاد فرمایا' چچا جان! مجھے قسم ہے اس پروردگار عالم کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ اس کام سے باز آجا تو پھر بھی میں یہ کام کرتا رہوں گا یا دین اسلام غالب آجائے گا یا میں اپنی جان اس راہ میں قربان کر دوں گا۔

جس رات حضور نبی کریم ﷺ گھر سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کی غرض سے نکلے تھے تو دشمنوں نے اس رات حضور نبی کریم ﷺ کے نعوذ باللہ قتل کی پوری تیاری کر لی تھی وہ تمام بدبخت طے شدہ فیصلے کے مطابق اکٹھے ہو کر آگئے اور مکان کا گھیراؤ کر لیا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے سو جانے کا انتظار کرنے لگے تاکہ انہیں نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے حضور ﷺ کو ان بدبختوں کے خطرناک ارادہ کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا' اے علی رضی اللہ عنہ! مجھے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت مل گئی ہے میں ان امانتوں کو جو میرے پاس ہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں تم انہیں مالکوں تک پہنچا کر مدینہ منورہ آجانا۔ مشرکین مجھے آج رات قتل کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جاؤ اور میری چادر اوڑھ کر میری جگہ پر لیٹ جاؤ مطمئن رہو کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ چنانچہ اس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک اوڑھ کر آپ ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اس مشکل حالات میں بھی لوگوں کی امانتوں کی فکر میں تھے اور امانتوں کی بحفاظت ادائیگی کا انتظام فرما کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔



دھوکہ مت دو

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ غلے کے ایک ڈھیر پر سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے غلے کے مالک سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہے۔" اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ اس پر کچھ بارش ہو گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اس (بھیگے ہوئے غلے) کو تو نے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھتے۔ جو شخص دھوکہ دے وہ میرے طریقے پر نہیں۔"



سرخ اونٹ

طارق بن عبداللہ نے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہمارے قبیلے کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا۔ مدینہ سے کھجوریں خریدنے گئے اور شہر سے باہر ستانے کے لئے ٹھہر گئے۔ اتنے میں شہر سے ایک شخص آیا جس کا لباس دو پرانی چادروں پر مشتمل تھا۔ اس نے سلام کے بعد ہم سے پوچھا کہ آپ لوگ کدھر سے آئے ہیں اور کدھر جائیں گے۔ ہم نے جواب دیا کہ ربذہ سے مدینہ کی کھجوریں خریدنے آئے ہیں۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔ اس نے کہا یہ اونٹ بیچتے ہو۔ ہم نے کہا' ہاں۔ کھجوروں کی اتنی مقدار کے عوض ہم دے

ویں گے۔ اس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑی اور شہر کے اندر چلا گیا۔ بعد میں ہمیں خیال آیا کہ ہم نے اپنا اونٹ ایک ایسے آدمی کو دے دیا ہے جسے ہم جانتے تک نہیں۔ اب ہم اونٹ کی واپسی یا قیمت کی وصولی کا کیا انتظام کریں۔ ابھی ہم اسی فکر میں تھے کہ شہر سے ایک آدمی کھجوروں کی کثیر مقدار لے کر آیا اور کہا۔

مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ اپنے اونٹ کی قیمت کے برابر کھجوریں ناپ کر پوری کر لو۔ باقی تمہاری ضیافت کے لئے ہیں۔ کھاؤ پیو۔

ہم کھا پی کر شہر میں داخل ہوئے تو وہی پہلے صاحب مسجد کے منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے اور یہی رسول اللہ ﷺ تھے۔



مساوات

رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حسنہ میں ایک صفت یہ بھی تھی کہ اصحاب کی رعایت خاطر ہمیشہ مد نظر رکھتے۔ ہر کام میں ان کے ساتھ شریک رہتے۔ اپنی خدمت کا بار دوسرے پر ڈالنا آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ ﷺ کے اصحاب کو آرزو رہتی تھی کہ حضور ﷺ کسی خدمت کا حکم دیں اور ہم سر آنکھوں سے بجا لائیں۔ لیکن آپ ﷺ خود دوسروں کا کام کر دیتے اور دوسروں سے کوئی خدمت نہ لیتے۔

ایک بار سفر میں منزل پر ٹھہرے۔ کھانا پکانے کا انتظام ہونے لگا۔ اصحاب کرام میں سے ہر شخص نے ایک ایک کام اپنے ذمہ لے لیا۔ کسی نے جانوروں کو ذبح کرنے کا' کسی نے گوشت بنانے کا اور کسی نے پکانے کا۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "میں لکڑیاں چن کر لاؤں گا۔" اصحاب نے عرض کیا ہماری موجودگی میں حضور ﷺ کو کسی کام کے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا" رفیق وہ ہے جو رفیقوں کا شریک ہو' یہ نہیں ہو سکتا کہ تم سب کام کرو اور میں بیٹھا دیکھوں۔ مجھے بھی حق رفاقت ادا کرنے دو۔" چنانچہ آپ ﷺ لکڑیاں چن کر لائے اور اس طرح اپنے رفقاء کے دل میں اپنی سچی الفت کا نقش بٹھا دیا۔

غزوہ خندق میں جب کفار کا زبردست لشکر مدینہ طیبہ پر چڑھ آیا تھا اور مسلمان (اس وقت) ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے حضرت رسول کریم ﷺ نے شہر کے گرد خندق کھودنے کا انتظام کیا۔ تمام مسلمانوں کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ خود بہ نفس نفیس اس کام میں شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کے پاس آزوقہ کی کمی تھی اصحاب اکرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور ﷺ کو کئی کئی وقت بغیر غذا کے رہنا پڑتا۔ مگر کام سے ہاتھ نہیں روکتے تھے۔



فروتنی وانکسار

حضرت رسول کریم ﷺ اس قدر متواضع تھے کہ کبھی کسی موقعہ پر بھی بڑائی کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ ہم روز مرہ دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو ذرا سی عزت حاصل ہو جاتی ہے وہ ہر جگہ صدر نشینی یا امتیاز کے ساتھ بیٹھنے کا خواں ہوتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ مجمع اصحاب میں ہمیشہ اس طرح نشست رکھتے کہ باہر سے آنے والا ناواقف شخص سرسری نظر سے آپ ﷺ کو پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ دوسرے ہم نشینوں سے زانو بڑھا کر یا کسی صدر مقام پر نہیں بیٹھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص کو آپ ﷺ کے پاس لائے۔ تو وہ شخص آپ ﷺ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا' "کہ تو ڈرتا کیوں ہے۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ قریش کی ایک عورت کا ایک بیٹا ہوں۔ جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ بتا تیری کیا حاجت ہے۔" اس نے مطلب عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اس کی حاجت روائی کی اور کھڑے ہو کر فرمایا۔ "اے لوگو! میرے پاس اس مضمون کی وحی آئی ہے کہ تم لوگ تواضع کرو اور کوئی شخص کسی پر فوقیت نہ ڈھونڈے اور نہ فخر کرے۔ کیونکہ تم سب خدا کے بندے ہو۔ باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔"

آپ ﷺ سے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ یونہی لغزش سی ہوئی کہ آپ ﷺ کسی دوسرے شخص سے باتیں کرنے کی وجہ سے ایک نابینا کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ کامل انسان کی ایک معذور کی طرف سے یہ بے اعتنائی' اس فرو گذاشت کو اللہ تعالیٰ کب روا رکھ سکتا تھا۔ فوراً" تنبیہہ ہوئی اور آپ ﷺ نے ازراہ کمال دیانت و امانت بلا تامل اس تنبیہہ کے واقعہ کو سب پر ظاہر فرما دیا۔ بشری تقاضا اپنی کمزوری کے اظہار سے مانع نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ نے سجدہ تعظیمی سے ایک شخص کو روک دیا۔ اس کی عام طور پر ممانعت کر دی۔ کیونکہ سجدہ تعظیمی انکسار پسندی کا دشمن ہے۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنی سروقد تعظیم سے منع فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے سامنے سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تم میرے لئے مت کھڑے ہوا کرو۔

ایک دفعہ بیمار ہونے پر نمازیوں کو کھڑے ہونے سے منع کر دیا۔ نماز بیٹھ کر ادا کرتے رہے اس خیال سے کہ مبادا کسی کو کہنے کا موقع ملے کہ یہ لوگ محمد ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہیں۔

آپ زمین پر بڑی سادگی سے بیٹھ کر کھانا کھاتے اور فرمایا کرتے میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔

مدینہ منورہ کی گلیوں میں جاتے ہوئے بیوہ اور ضعیفہ عورتیں ' مصیبت زدہ لوگ' لونڈی غلام اور چھوٹے لڑکے آپ کا دامن پکڑ لیتے ۔ آپ وہیں کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ خود نہ ہٹتے ان سے باتیں کرتے رہتے۔ بیچاری دکھیا عورتیں آپ سے اپنا دکھ سکھ بیان کرتیں آپ انکو تسلی اور دلاسا دیتے 'بازار سے ان کا سودا لا دیتے' غلاموں پر نہایت رحم فرماتے' انکے مالکوں کو انکے ساتھ حسن سلوک رکھنے کی ہدایت فرماتے۔



ایفائے عہد

حضور نبی اکرم ﷺ کو ایک بار شہر مکہ میں کسی شخص نے راستہ میں روک کر کہا کہ آپ ﷺ یہاں ٹھہریں مجھے آپ ﷺ سے کام ہے۔ آپ ﷺ نے وعدہ فرما لیا۔ وہ شخص چلا گیا اور اسے یہ یاد نہیں رہا کہ وہ آپ ﷺ کو اپنا منتظر بنا کر چھوڑ آیا ہے۔ آپ ﷺ اسی مقام پر موجود رہے جہاں وہ ٹھہرا گیا تھا۔ یہاں تک کہ دن گزر کر رات آگئی۔ دوسرے دن اتفاق سے وہ آدمی پھر اسی راستہ سے گزرا اور آپ ﷺ کو وہاں دیکھ کر اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوا اور آپ ﷺ سے معذرت کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں بھول چوک انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔" یہ کہہ کر وہاں سے تشریف لے آئے۔

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ قریش نے مجھ کو قاصد بنا کر (صلح حدیبیہ کے دوران) حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس مدینہ شریف بھیجا۔ میری نظر جب آپ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف پڑی تو میرا دل نور اسلام سے منور ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ ﷺ) اب میں آپ ﷺ کے پاس سے نہ جاؤں گا۔" آپ ﷺ نے فرمایا (ابو رافع) ہم بدعہدی نہیں کر سکتے کہ قاصد کو روک لیں۔ اب تم جاؤ۔ اگر تمہارے دل میں اسلام قائم رہے تو پھر وہاں سے چلے آنا۔" ابو رافع کہتے ہیں کہ میں قریش کے پاس گیا اور وہاں سے واپس آکر میں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا۔

صلح حدیبیہ میں جو اقرار نامہ لکھا گیا تھا۔ اس میں بعض شرائط صلح ایسی تھیں جو بہت سے اصحاب کو ناگوار تھیں۔ بالخصوص یہ شرط کہ جو شخص مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں آجائے اس کو تو کفار کے طلب کرنے پر ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آئے تو قریش اس کو واپس نہیں کریں گے۔ یہ شرط اصحاب کو بہت ناگوار ہوئی۔

مگر حضرت رسول خدا ﷺ نے کمال دور اندیشی سے اس کو منظور فرما لیا اور اصحاب سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کارساز ان لوگوں کو جو مسلمان ہو گئے ہیں مگر ابھی

تک قریش کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں نجات دے گا۔ اب رہی یہ بات کہ جو کوئی ادھر سے بھاگ کر قریش سے مل جائے تو اس کے واپس نہ ملنے میں ہمارا کیا حرج ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کو جو ہمارا ساتھ چھوڑ کر مرتد ہو جائے اس کو ہم لے کر کیا کریں گے۔ غرض کہ صلح ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے قرار داد کے موافق حج وغیرہ کا ارادہ فسخ کر دیا اور وہیں قربانی کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ چلے آئے۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہو گئے تو حضرت ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے سچے عاشق و جان نثار تھے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ بھاگ آئے۔ یہ اسلام لے آنے کی وجہ سے مشرکین مکہ کے پاس قید تھے۔ کفار نے حسب قرار داد دو آدمی ان کے لینے کو بھیجے۔ آپ ﷺ نے ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا۔ ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ نے بہت منت و زاری کی مگر آپ ﷺ نے فرمایا "کہ ہم وعدہ خلافی نہیں کر سکتے۔" اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی صورت کشائش کی کر دے گا۔ غرض کہ وہ دونوں قاصد ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ کو لے کر چلے۔ راستہ میں جب بمقام ذی الحلیفہ میں کھانا کھانے بیٹھے تو ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ نے بہانہ سے ایک قاصد کی تلوار نکال کر ان میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ جب دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ بھاگا اور بھاگ کر پھر حضرت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ آپ ﷺ نے بصیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تو لڑائی کی آگ بھڑکاتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ تم خود اس کو وہاں چھوڑ کر آؤ۔

ابو بصیرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سمجھ لیا کہ آپ ﷺ کسی صورت سے اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کریں گے اور اس کو ضرور واپس بھجوا دیں گے۔ تو وہ بھاگ کر سمندر کے کنارے جا کر رہنے لگا۔

اللہ اکبر کس قدر آپ ﷺ کو اپنے وعدہ کا پاس تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "جو عہد کا پکا نہیں اس میں ایمان نہیں۔"



اولاد سے محبت

اولاد ہر ایک انسان کو عزیز ہوتی ہے اولاد سے محبت کرنا انسان کی فطرت ہے۔ اس لئے حضرت نبی کریم ﷺ بھی بحیثیت انسان اس فطری جذبہ سے خالی نہیں تھے۔ آپ ﷺ کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ محبت تھی اور بہت زیادہ محبت تھی۔ مگر اس عملی محبت میں بھی آپ ﷺ کی حیثیت عام انسانوں سے الگ تھی۔

آپ ﷺ کی اکثر اولاد بچپن ہی میں دنیا سے رحلت کر گئی تھی۔ ان کی رحلت کے وقت بھی آپ ﷺ سے ان کی محبت کا اظہار ہوا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کے صاجزادے ابراہیمؓ نے وفات پائی تو آپ ﷺ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ مگر ایسے وقت میں بھی آپؐ نے منصب نبوت کو مد نظر رکھا۔ حضرت ابراہیمؓ کے دفن کے وقت اتفاق سے سورج کو گرہن لگ گیا اور نبی زادہ کی عظمت کی بناء پر عوام کو قدرتاً" یہ خیال ہوا کہ شاید سیارے بھی ان کی رحلت کے غم سے متاثر ہیں تو آپ ﷺ کی دور اندیش نگاہ نے فوراً" تاڑ لیا اور آپ ﷺ کے بے لوث باطن نے زبان سے یہ کہلا دیا کہ "سورج اور چاند کو گرہن لگنا کسی کی موت اور حیات سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔"

گو حضرت نبی کریم ﷺ کو اپنی اولاد خصوصاً" حضرت خاتون جنتؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے دلی محبت تھی۔ مگر آپ کی یہ محبت عام انسانوں کی محبت کی طرح نہیں تھی۔ بلکہ یہ محبت بھی اپنے اندر شان نبوت رکھتی تھی اور اس بات کی کافی شہادت تھی کہ آپ ﷺ کا کوئی کام اس ارشاد خداوندی سے باہر نہیں ہوتا۔ "کہہ (اے رسول پاک ﷺ) کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔"

باوجود یہ کہ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ بے حد محبت رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنی صاجزادی کے گھر تشریف لائے اور حضرت سیدہؓ کی گردن میں ایک سونے کا گلوبند دیکھا جسے ان کے شوہر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے خریدا تھا۔ جب آپ ﷺ کی نگاہ مبارک اس گلوبند پر پڑی تو آپ

ﷺ نے فرمایا "اے فاطمہ! کیا لوگ نہ کہیں گے کہ فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی مغرور امیروں سا زیور پہنتی ہے۔" صاجزادی بھی چونکہ اسی آفتاب رسالت ﷺ کے نور سے منور تھی' یہ سنتے ہی اٹھیں اور گلوبند کو توڑ کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا۔ جب اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ بہت محظوظ ہوئے۔

دنیا میں کون آدمی جو اپنی اولاد کے لئے آرام و آسائش کے سامان مہیا نہیں کرتا۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کو ہر طرح کی نعمت میسر ہو۔ اور وہ آسائش و آرام سے اوقات بسر کرے۔ مگر یہاں یہ حالت تھی کہ باوجود یہ کہ پیغمبر خدا ﷺ اپنی صاجزادی (فاطمہؓ) کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ اس پر بھی وہ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے سے آپ کے دستہائے مبارک پر نشان پڑ گیا تھا اور گھر میں جھاڑو دینے اور کھانے پکانے سے آپ کے کپڑے اکثر غبار آلود اور سیاہ رہتے تھے۔ غرض کہ ہر قسم کی تکلیف اٹھاتی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے والد ماجد کے پاس جاؤ اور ان سے ایک خادمہ کی درخواست کرو تاکہ تمہاری تکلیف کسی قدر کم ہو جائے۔ میرے اس کہنے پر وہ حضرت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر آپ ﷺ کو لوگوں سے باتیں کرتے دیکھ کر شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں اور واپس چلی آئیں۔ دوسرے دن آپ ﷺ خود تشریف لائے اور پوچھا کہ اے بیٹی کل تم کس غرض سے آئی تھیں۔ یہ سن کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک خادمہ مانگنے کے لئے گئی تھیں تاکہ ان کو اس محنت و تکلیف سے جو پانی بھرنے' چکی پیسنے اور جھاڑو دینے میں ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز کیوں نہ بتاؤں جو تم دونوں کے حق میں خادمہ سے بہتر ہو اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ اس پر حضرت سیدہؓ نے فرمایا کہ میں خدا اور اس کے رسول ﷺ سے راضی ہوئی۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی عادت تھی کہ

جب آپ ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے مگر سب سے آخر میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو الوداع کہتے اور انہیں کے گھر سے تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کسی سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہؓ کے پاس کچھ مال بھیجا۔ حضرت سیدہؓ نے چاندی کے دو کنگن بنوائے اور ایک پردہ (خرید کر) اپنے دروازے پر لٹکایا۔ جب حضرت رسول خدا ﷺ مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لا کر اپنی عادت کے موافق سیدھے اپنی صاحبزادی کے گھر آئے تو فاطمہؓ خوش خوش (آپ ﷺ کے استقبال کے لئے) آپ ﷺ کی طرف دوڑیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جونہی آپ کے ہاتھوں میں وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی تو واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی وہ رونے لگیں اور سب کچھ سمجھ گئیں۔ کیونکہ ان چیزوں سے پہلے تو رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت نہ تھی۔ اس لئے فوراً پردے کو دروازے سے اتار لیا اور دونوں کنگن ہاتھ سے اتار لئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر ایک ہاتھ میں کنگن۔ اور دوسرے ہاتھ میں پردہ دیا اور فرمایا کہ "اسے اپنے نانا جناب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور سلام کے بعد میری طرف سے عرض کرو کہ آپ ﷺ کے پیچھے ان چیزوں کے سوا ہم نے کچھ نہیں بنایا ہے۔ اب یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں جو چاہے کیجئے۔"

جب صاحبزادے ان چیزوں کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی والدہ ماجدہ کا پیغام پہنچایا تو آپ ﷺ نے دونوں کے منہ پر بوسہ دیا اور شفقت سے اپنے زانوئے مبارک پر بٹھا کر اور خوش ہو کر حکم دیا کہ یہ دونوں چاندی کے کنگن توڑ دیئے جائیں۔ پھر اہل صفہ کو جو مہاجرین میں سے تھے اور مسجد نبویؐ کے حجرے میں مسکنت و غربت کی وجہ سے پڑے رہتے تھے بلایا اور ان میں وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم فرما دیئے۔ پھر انہیں اصحاب صفہ میں سے ایک آدمی کو جس کے پاس کپڑا نہیں تھا۔ آگے بلایا اور اس دروازے کے پردے میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اسے دے دیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا ٹکڑا اس پردے میں سے عنایت کیا۔

اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا' خدا رحمت بھیجے میری بیٹی فاطمہؓ پر اور ان کو حلہائے جنت عطا کرے۔ اس بخشش کے بدلے میں جو انہوں نے کی اور اس پردے کے بدلے میں جس سے مسلمانوں کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے ان کنگنوں کے بدلے میں جو انہوں نے غرباء میں تقسیم کئے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ مجھ کو ساتھ لے کر اپنی صاجزادی حضرت سیدہؓ کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے اور دروازہ پر جا کر دستک دی اور ارشاد فرمایا۔ السلام علیکم۔ میں اندر آؤں؟ حضرت سیدہؓ نے جواب دیا "تشریف لائیے" آپ ﷺ نے فرمایا میں اور میرا ساتھی دونوں آئیں۔ سیدہؓ نے اندر سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے عرض کیا۔ "قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے آپ ﷺ کو سچا نبی بنا کے بھیجا ہے۔ میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔" آپ ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ "اس کو اس طرح لپیٹ لو" حضرت سیدہؓ نے عرض کیا کہ بدن تو میں نے چھپا لیا۔ سر کیسے چھپاؤں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر اُن کے پاس پھینک دی اور فرمایا "اس سے اپنا سر باندھ لو" حضرت سیدہؓ نے ایسا ہی کیا اور بعد ازاں اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ نے اندر جا کر فرمایا۔ بیٹی آج تم کیسی ہو؟ سیدہؓ نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد ہے۔ کہ میرے پاس کھانے کو نہیں۔ بھوک نے نڈھال کر دیا ہے۔ آپ ﷺ رو پڑے اور آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ اے لخت جگر تو مت گھبرا بخدا میں نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا۔ اور تیری بہ نسبت خدا تعالیٰ کے حضور میں زیادہ مقرب ہوں۔ اگر میں خدا سے مانگتا تو مجھ کو کھلا دیتا مگر میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور اسی کو پسند کیا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ان کے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "تجھ کو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔"



شرم و حیا

انسانی اوصاف میں شرم و حیا بھی ایک اعلیٰ شرافت کا جوہر ہے۔ تزکیہ قلب و روح کے لئے یہ ایک بہترین نسخہ ہے۔ اس لئے حضرت نبی اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے "کہ شرم و حیا ایمان کی علامت ہے۔"

اس خاص وصف شرم و حیا میں بھی مثل دیگر اوصاف حسنہ کی حضرت نبی کریم ﷺ اس اعلیٰ مقام پر تھے کہ اگر آپ ﷺ کو شرم و حیا کا پیکر کہا جائے تو بجا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پردہ نشین اور کنواری لڑکیوں سے زیادہ حضور انور ﷺ میں حیا تھی۔ جب کوئی بات خلاف مزاج مبارک سنتے (یعنی شرم سوز) تو فوراً" چہرہ مبارک سے معلوم ہو جاتا تھا۔ (بخاری)

سلیمان بن حارث کہتے ہیں کہ ایک دن دو آدمی باہم گالی گلوچ کر رہے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ کی رگیں پھول گئیں۔ یعنی آپ ایسی بے شرمی کی باتوں سے سخت ناراض ہوتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضور ﷺ خود تکلیف اٹھا لیتے لیکن دوسروں سے (شرم و حیا کی وجہ سے) نہیں فرماتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت حضور ﷺ کو ناپسند آتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس فعل سے منع فرما دیتے۔

حضرت صدیقہؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے (خلوت و جلوت میں) آنحضرت ﷺ کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا۔

آپ میں شرم و حیا اس قدر تھی کہ ایک دفعہ جب آپ نابالغ تھے اور خانہ کعبہ کی مرمت کے لئے اینٹیں ڈھو رہے تھے آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا کندھا اینٹوں کی رگڑ سے چھل گیا ہے۔ دفعتہ" آپ کے چچا نے آپ کے تہہ بند کو کھول کر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا اور کہا کہ بیٹا کیوں یہ کپڑا اینٹوں کے نیچے نہیں رکھ لیتے۔ مگر تہہ بند کا کھلنا تھا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مارے شرم کے آپ نے اپنے منہ کو آسمان کی طرف کر لیا اور اس وقت

تک بے ہوش رہے جب تک کہ پھر تہہ بند اسی طرح نہ باندھ دیا گیا۔ (بخاری شریف)

آپؐ کی دایہ حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ اگر کبھی آپؐ کا ستر کھل جاتا تھا آپؐ رونے لگتے تھے اگر ڈھانکنے میں کچھ توقف ہو جاتا تو غیب سے پوشیدہ کیا جاتا تھا۔ حقیقت میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے قلب سلیم عطا فرمایا تھا۔ جس میں عفت و عصمت' حیاو امانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

آپؐ کی شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ آپؐ نے ہاتھ پیر اور چہرہ کے سوا جسم کا کوئی حصہ خصوصاً" ستر کبھی برہنہ نہیں ہونے دیا۔ اگرچہ مرد کے لئے جسم میں ناف سے زانوں تک حصہ بدن کو چھپانا فرض ہے اور اس کے علاوہ دیگر حصص جسم کا برہنہ کرنا روا ہے۔ لیکن حضرت رسول کریم ﷺ پشت اور شکم تک کو نہ کھولتے تھے اور خواب و بیداری' مجمع و تنہائی اور ہر موقع پر جسم کو لباس سے پوشیدہ رکھنے میں کامل احتیاط فرماتے تھے۔ آپؐ ہر وقت نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ کسی کا عیب دیکھنے یا معلوم کرنے میں کوشش نہ فرماتے اور اگر اتفاقاً" کسی بری بات پر نظر جا پڑتی تو فوراً" اس طرف سے نگاہ پھیر لیتے تھے اور پردہ پوشی اور اغماض پر عامل رہتے۔

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ قسم ہے خدا تعالیٰ کی آنحضرت ﷺ کے ہاتھ نے کسی غیر عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ آپؐ عورتوں سے صرف زبانی بیعت لیتے تھے اور بیعت لے کر زبانی ارشاد فرماتے کہ میں نے تم سے بیعت لے لی۔ (بخاری شریف)

ایک مرتبہ کسی کو خلاف قاعدہ وضو کرتے دیکھا۔ اسے بتانا آپ کا فرض تھا۔ مگر بتقاضائے حیا زبان سے کچھ نہ فرمایا بلکہ اس آدمی کے روبرو وضو کر کے اسے دکھایا اور فرمایا کہ یوں کرنا لازم ہے۔

پچیس سال کی عمر تک حضور ﷺ نے شادی نہیں کی تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا کہ عفت و عصمت' شرم و حیا سے بسر ہوا اور دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر با شرم و حیا تھے۔ اب اس بات کو مان لینے میں کسی عقلمند کو کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ آپؐ تمام لوگوں

سے بڑھ کر ایک ایسے شرم و حیا والے اور عفت اور عصمت کے مالک تھے کہ جس کی نظیر تلاش کرنا محال ہے۔

آپؐ کی عفت عصمت کا سب سے بڑا اور عمدہ ثبوت پردہ کی مشروعیت ہے آغاز اسلام میں عورتیں بے پردہ اور بے نقاب رہتی تھیں اور آپؐ بحیثیت معلم اخلاق ہونے کے اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ عورت کی بے پردگی اور مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ اور آزاد میل جول نہایت خطرناک بات ہے۔ اس سے بدکاری کی وہ تحریک پیدا ہوتی ہے جو اخلاق و عصمت کو خراب کر دیتی ہے۔ لہٰذا عورت کو پردہ کا حکم دیا اور منع کیا کہ اپنا زیور اور سنگھار خاص شوہر یا ان رشتہ داروں کے سوا جن سے نکاح حرام ہے اور کسی پر ظاہر نہ کرو۔ یہ محض اس لئے کہ بدچلنی اور آوارگی کی پہلی تحریک نظارہ بازی سے ہوا کرتی ہے گو آنکھوں سے دیکھنا زنا اور گناہ نہیں مگر پھر بھی یہ گناہ کا پیش خیمہ ضرور ہے اس لئے مسلمان مردوں اور عورتوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے علاوہ یہ بھی تاکید فرمائی کہ وہ اپنے پاکیزہ اطوار کو نہ بدلیں اور بد نظری سے محترز رہیں تاکہ وہ گناہ سے بچے رہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ معراج شریف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ (معراج کی شب) میں حضرت جرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمانوں سے گزرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اپنے مقام پر ملا انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ یا محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ اور آپؐ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا' دن رات میں پچاس نمازیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا' ابھی واپس جایئے اور اس میں کمی کرایئے کیونکہ آپ ﷺ کی امت کمزور ہے اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں اسی وقت واپس آیا اور اپنے مقام پر رجوع کیا اور عرض کیا' یا اللہ! میری امت کمزور ہے اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی ان کی طاقت کے مطابق ان پر بوجھ رکھیے۔ چنانچہ دس نمازیں کم ہو گئیں۔

حضور نبی کریم ﷺ دوبارہ حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس آئے اور انہیں بتایا' حضرت موسیٰؑ نے فرمایا' یا محمد ﷺ! آپؐ کی امت کمزور ہے واپس جایئے اور

تخفیف چاہئے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ واپس گئے اور کمی کی درخواست کی دس نمازیں مزید کم ہو گئیں۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ جاتے رہے اور نمازوں میں کمی ہوتی رہی یہاں تک کہ پانچ نمازیں مقرر ہوئیں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ پھر اصرار فرماتے رہے کہ یا محمد ﷺ! واپس جائیے اور تخفیف طلب فرمائیے کیونکہ میں آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں۔ ان پانچ اوقات میں بھی سستی کریں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اتنی مرتبہ گیا ہوں اور اس قدر تخفیف کا سوال کیا ہے کہ مجھے اب شرم آتی ہے۔ میں اس تعداد پر راضی ہوں۔ اگرچہ حضرت موسیٰؑ نے بہت اصرار کیا مگر حضور نبی کریم ﷺ شرم و حیا کی وجہ سے نہ گئے یہاں تک کہ آواز آئی' میں نے بندوں پر اپنا فرض نافذ کر دیا اور ان سے بوجھ اٹھا لیا یہ پانچ نمازیں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر فرض کیں اور ہر نماز کو دس گنا قبول کیا کیونکہ ازل میں ہمارے قلم نے جو کچھ لکھا وہ تبدیل نہیں ہو گا۔



ازواج مطہرات کے ساتھ محبت

اپنی بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کا جیسا بے نظیر برتاؤ تھا وہ ایک ایسے انسان کے لئے جس کا دل تعصب اور دشمنی سے پاک ہو۔ اس کامل و اکمل ہادی کی صداقت اور سچائی کے تسلیم کر لینے کے لئے بالکل کافی ہے۔ اس بارے میں حضرت صدیقہؓ سے بڑھ کر اور کون واقف ہو سکتا ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ﷺ ہم پر بڑے شفیق تھے کبھی انہوں نے کوئی کام کرنے کے لئے ہمیں نہیں فرمایا۔ کبھی نہیں فرمایا میری خاطر کرو بلکہ خود ہماری خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ گھر میں کیا کام کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ "حضرت ﷺ گھر والوں

کی خدمت میں مشغول رہا کرتے تھے۔" (بخاری)

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی خاطر شہد کا استعمال چھوڑ دیا۔ کیونکہ انہوں نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا (بخاری شریف) ایسا کرنا آپ ﷺ کا اس وجہ سے تھا کہ نبی ﷺ ازواج مطہرات کے ساتھ اس طرح سلوک فرما کر یہ سکھانا چاہتے تھے کہ تمہاری بیویوں کو جن چیزوں سے نفرت ہو اور وہ ان کی طبع کے خلاف ہوں تو ان کو ترک کر دو تاکہ تم دونوں میں کسی طرح کی شکر رنجی پیدا نہ ہونے پائے۔ مگر آپ ﷺ کے ایسا کرنے سے کسی حلال سے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کرنا مقصود نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ عز و جل نے یہاں تک زہد کو بڑھانے سے منع کیا۔ کلام باری تعالیٰ ہے: اے نبی ﷺ جس چیز کو خدا نے تیرے لئے حلال کیا ہے تو نے اس کو اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے کیوں اپنے اور حرام کر لیا ہے۔

آپ ﷺ جب کبھی سفر میں باہر جایا کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے کہ اپنے ساتھ کسے لے جائیں۔ یہ آپ ﷺ کے عدل و مساوات کا حال تھا۔ اور حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب بیماری کے بڑھ جانے سے بہت لاچار ہو گئے تو آپ ﷺ نے میرے گھر میں رہنے کے واسطے اپنی بیویوں سے اجازت مانگی انہوں نے اجازت دے دی اور آپ ﷺ میرے گھر میں آخیر وقت تک تشریف فرما رہے۔ (بخاری شریف)

آپ ﷺ نے کبھی اپنے ہاتھ سے اپنے خادم اور عورت کو نہیں مارا اور نہ کبھی لعنت کی۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے (اپنی بیوی، بچوں یا غلام) کسی کو مارے تو چاہئے کے منہ پر مارنے سے پرہیز کرے۔ (بخاری شریف)

آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے "عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی، ہڈی کو اگر سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن ہی میں کام دے گی۔" (بخاری شریف)

آپ ﷺ نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "جیسا تم آپ کھاؤ پہنو ویسا ہی اپنی بیویوں کو بھی کھلاؤ پہناؤ اور (خبردار) بہت مار دھاڑ مت کرو اور ان کو ذلیل اور حقیر مت سمجھو" اور ایک روایت میں ہے پورا مومن وہ ہے جو اچھے خلق والا ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ اچھی طرح گزر کرنے والا ہو۔

عورت کی عزت اور اختیارات کو حضور ﷺ نے بے حد وسیع کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد پر حکمران ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی نگاہ مبارک میں عورت نفاست و نزاکت اور ضعف خلقت کی وجہ سے ایسے سلوک و احسان کی مستحق ہے کہ وہ ہمیشہ آرام و آسائش میں رہے۔ عورتوں کے حقوق کی رعایت کے مدعی ایسا نمونہ نہیں دکھا سکتے جیسا کہ آپ ﷺ نے دکھایا۔

ایک دفعہ ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جا رہا تھا۔ حدی خوانی کرنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "دیکھ کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا" (مسلم شریف) آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے دنیا کی چیزوں میں سے تین چیزیں بہت مرغوب ہیں۔ خوشبو' عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز" (مشکوۃ شریف) یہ فرمانا آپ ﷺ کا عورت کی عزت و عظمت کا دل میں بٹھانا تھا۔"

آپ ﷺ کو اپنے اخلاق کریمہ اور سیرت فاضلہ پر اطمینان اور بھروسہ تھا آپ ﷺ کے متعدد نکاح کرنے کی ایک بھاری وجہ یہی تھی کہ آپ ﷺ کی اندرونی معاشرت اور خانہ داری سے دنیا واقف ہو جائے۔ اور ازدواجی زندگی کے مختلف پہلو دنیا کے سامنے آجائیں۔

باوجود یہ کہ بہت سی بیویاں آپ ﷺ کے نکاح میں موجود تھیں مگر آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے۔ سرد آہ بھرتے اور فرماتے "آہ! وہ خدیجہؓ۔ حضرت صدیقہؓ دریافت فرماتیں کہ کیا خدیجہؓ بوڑھی نہیں تھیں۔" آپ ﷺ جواب میں فرماتے کہ "مجھے خدیجہؓ اس لئے یاد آتی ہیں کہ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائی تھیں۔" حضرت خدیجہؓ سے جب حضور ﷺ نے شادی کی تھی تو ان کی

عمر چالیس برس کی تھی۔ اور آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ اس شادی سے آپ ﷺ کا مقصود ایک تو عقد بیوگان کی ضرورت پر نمونہ دکھلانا اور عقد ثانی نہ کرنے کی مذموم رسم کو دور کرنا تھا اور بعض دیگر باتوں میں سے ایک بات یہ بھی مقصود تھی کہ ہم متاہل زندگی میں بھی نفسانی خواہشات کی قید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

بعض نادان انسانوں نے اس مسئلہ میں غلطی کھا کر یہ سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی بیویوں سے محبت نفسانی خواہش اور رغبت کے لئے تھی۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ دنیا اسی لئے کمائی جاتی ہے کہ اس سے انسان اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آسائش میں رکھے اور عیش و عشرت میں بسر کرے۔ اچھا کھائے 'اچھا پہنے' آرام سے سوئے' مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی لگاتار تین دن بھی روٹی نہیں کھائی۔ آپ ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا۔ بوریے پر آپ ﷺ سوتے تھے جس سے بدن پر نشان پڑ جاتے تھے۔ اگر آپ ﷺ اپنے ادعاء نبوت میں ذرا ڈھیل دے دیتے تو عرب اپنی رضامندی سے آپ ﷺ کو بادشاہ بنا لینے کو تیار تھے اور اس زمانے کی عرب رسم کے مطابق سینکڑوں عورتیں حسین سے حسین عیش و عشرت کے لئے مہیا ہو جاتیں۔ مگر آپ ﷺ نے تمام عمر بجائے عافیت و آرام کے مصیبتیں اٹھائیں تکلیفیں برداشت کیں اور سوائے حضرت صدیقہؓ کے باقی سب عورتیں بوڑھی اور جو کئی کئی نکاحوں میں آ چکی تھیں۔ ان کو اپنے نکاح میں لانا پسند کیا۔ کاش کوئی اس راز کو سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ اس کو ہدایت کی صراط و مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا ہو۔

ان دنوں میں جب کہ آپ ﷺ کے تمام رفقاء مالا مال ہو رہے ہیں۔ تمام انصار اور مہاجرین کے گھروں میں مال غنیمت کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ کسی چیز کی حاجت کسی کو باقی نہیں۔ اس فراخی اور کشادگی کے عالم میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ "آپؓ کے گھر میں کس قدر آسائش اور راحت کے سامان موجود ہیں۔" تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب میں فرمایا کہ "خیبر سے فصل پر کچھ جو آ جاتے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ اپنے مختلف گھروں میں تقسیم فرما دیا کرتے ہیں۔ ان جوؤں کو ہم خود کوٹ کر اور پیس کر آٹا بنا لیتے ہیں اور منہ کی پھونک سے

اردگرد جو پر سے بھوسی کو دور کر لیا جاتا ہے۔ کبھی کھجوریں، سرکہ یا شہد میسر آ گیا تو وہ سالن کا کام دے جاتا ہے۔ بس نان جویں پر گزارہ ہو جاتا ہے۔"

یہ ہے نقشہ اس خدا کے پیارے محبوبؐ کے گھروں کا جس سے کسی عقلمند کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا کیا مشکل ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی بیویوں سے محبت کسی خواہش نفسانی کی بناء پر مبنی نہیں تھی۔ اس مسئلہ کو اور بھی واضح کرنے کے لئے حضور ﷺ کی زندگی کے اس مشہور واقعہ کا بیان کر دینا اور بھی زیادہ مفید اور نافع ہو گا کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کی بیویوں نے اپنے مقدس شوہر کی اس داد و دہش کا حال سن کر جو آپ ﷺ اپنے اصحاب ؓ اور عام فقراء و مساکین کے ساتھ روا رکھتے تھے عرض کیا کہ حضور ﷺ کچھ ہمیں بھی ملنا چاہئے۔ بیوی سے بڑھ کر کون حق دار ہے۔ مگر آپ ﷺ ان کے جواب میں فرماتے ہیں: (اے بیبیو) اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں۔

حضرت ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "اس حکم کو سن کر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں تو اللہ و رسول ﷺ اور آخرت کو پسند کرتی ہوں اور بیبیوں نے بھی ایسا ہی کہا۔"

☆ ☆ ☆



حضور ﷺ کی سادہ زندگی

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "ایک دن ایک انصار کی بیوی میرے پاس آئی اس نے ہمارے گھر میں ایک دوہری چادر حضور ﷺ کے بستر کی دیکھی تو اس کو افسوس ہوا یہاں سے اٹھ کر سیدھی اپنے گھر پہنچی اور وہاں سے ایک عمدہ بستر حضور ﷺ کے لئے بھیجا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔ میں نے اس بستر کو لے کر خوشی سے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ جب آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ "عائشہؓ آج یہ نئی چیز تمہارے ہاں کیا رکھی ہے۔" میں نے

عرض کیا۔ حضور ﷺ فلاں انصاریہ نے آپ ﷺ کے لئے بستر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسی وقت اس بستر کو واپس کر دو۔ یہ ہم بندوں کا کام نہیں ہے۔ قسم خدا کی اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے۔

حضرت حفصہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں حضور ﷺ کیسے بچھونے پر استراحت فرمایا کرتے تھے۔ جناب ام المومنین نے جواب دیا کہ "ایک ٹاٹ تھا جسے ہم دوہرا کر کے بچھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے اس کی چار تہیں کر کے حضور ﷺ کے نیچے بچھا دیا تاکہ نرم رہے۔ صبح اٹھ کر آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ "رات کو تم نے میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا۔" میں نے کہا جی وہی ٹاٹ ہے جو روز بچھا کرتا ہے۔ البتہ کل شب کو میں نے چار تہیں کر دی تھیں تاکہ ملائم ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ "اسے ویسا ہی کر دو جیسا تھا۔" کیونکہ اس کی نرمی نے رات کو میری نماز میں ڈھیل ڈال دی۔

سرور عالم ﷺ کی جو عبا تھی وہی آپ ﷺ جہاں تشریف لے جاتے تھے دوہری کر کے اپنے نیچے بچھا لیتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر چٹائی پر ہی سو رہتے تھے اور اس کے سوا حضور ﷺ کے نیچے کچھ نہ ہوتا تھا۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ اس بوریے کے نشان آپ ﷺ کی پسلیوں پر دیکھ دیکھ کر مجھے رونا آ جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "جس وقت حضور ﷺ نے انتقال فرمایا میرے پاس تھوڑا سا جو کا آٹا اور نصف وسق جو تھے اس کے سوا کوئی شے کھانے کی یا روپیہ پیسہ ہمارے پاس نہ تھا۔"

آپؓ فرماتی ہیں کہ "کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مہینہ مہینہ بھر ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی پکانے کی چیز نہیں ہوتی تھی۔ صرف کھجوروں اور پانی سے گزر اوقات ہوتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک چادر پیوند لگی ہوئی اور ایک تہ بند موٹا نکالا اور فرمایا کہ انہی دو کپڑوں میں (جو ہمارے گھر میں تھے) نبی کریم ﷺ کی روح قبض کی

گئی۔" (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس نازک وقت میں جب کہ آپ ﷺ نزع کی حالت میں تھے ایک پڑوسن سے مانگ کر چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا۔ (بخاری شریف)

آپ ﷺ کا گزر بسر ایک معمولی غریب سے غریب انسان جیسا تھا۔ آپ ﷺ مجلس میں جہاں کہیں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے تھے۔ اپنا کپڑا خود دھو لیتے تھے۔ اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ اونٹ کو خود ہی باندھ دیتے تھے اور مویشی کو بھی چارہ ڈال دیتے تھے۔



میں بادشاہ نہیں ہوں

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ کے ہمراہ بازار گیا آپ ﷺ کپڑا بیچنے والوں کے پاس بیٹھے اور ان سے ایک پاجامہ چالیس درہم کا خریدا' تاجروں کے پاس تولنے والا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا تول' اور جھکتا تول' تولنے والے نے کہا کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ میں نے اس کو کسی سے نہیں سنا۔ تو حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے اس سے کہا تیرے لئے دین کے بارے میں جہالت اور سختی کی یہی بات کافی ہے کہ تو اپنے نبی ﷺ کو نہیں پہچانتا ہے۔ یہ سن کر اس نے ترازو ڈال دی اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی طرف جھپٹا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ کو چومے' آپ ﷺ نے اس سے اپنا ہاتھ علیحدہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ ایسا کام تو عجم کے لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں' میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو تمہیں میں سے ایک انسان ہوں۔

عدل و انصاف

☆ آپ ﷺ کی زندگی کے واقعات میں یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال کے قریب تھی تو اس وقت کعبہ شریف کی قریش نے از سر نو تعمیر شروع کی۔ اس مذہبی کام میں سب قبیلوں نے شرکت کی اور کام ختم ہو گیا۔ جب حجر اسود لگانے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ نے چاہا کہ ہم حجر اسود اٹھائیں اور اس کی جگہ لگائیں۔ اس کو رکھنے واسطے مباحثہ ہونے لگا۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ مجھے یہ فخر حاصل ہو۔ حتیٰ کہ جھگڑا طوالت پکڑ گیا۔ اور ہر ایک آدمی کشت و خون پر اتر آیا۔ آخر یہ قرار پایا کہ کل جو شخص مسجد حرام میں سب سے پہلے آئے گا اس کے بارے میں جو کچھ فیصلہ دے اس کی رائے پر عمل کیا جائے۔ دوسرے دن فجر کو سب سے پہلے آپ ﷺ ہی تشریف لائے اور یہ مقدمہ آپ ﷺ کے سامنے آگیا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر بچھا کر حجر اسود اس پر رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلے کے سردار آئیں اور چادر کے گوشے پکڑ کر اٹھائیں۔ جب حجر اسود اپنے موقع پر آیا آپ ﷺ نے دست مبارک سے اس کو نصب کر دیا۔ اس طرح یہ جھگڑا طے ہو گیا۔ قریش آپ ﷺ کے اس انصاف سے نہایت مسرور ہوئے اور جنگ و جدل کے خیالات ان کے دلوں سے دور ہو گئے۔ ہر ایک سردار راضی ہو گیا۔ اور خوش خوش گھر آیا۔ اگر آپ ﷺ ایسا نہ کرتے تو حرم کی زمین ہزاروں آدمیوں کے خون سے سرخ ہو جاتی۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک عورت جس کا نام فاطمہ تھا اس نے چوری کی۔ معاملہ سرکار رسالت ﷺ میں پہنچا۔ گو لوگوں کو یہ خیال تھا کہ آپ ﷺ خدائے تعالیٰ کے احکام میں کسی کی رعایت نہیں کرتے ضرور فاطمہ کو سزا دیں گے۔ مگر تاہم انہوں نے اسامہ ؓ سے جو سرکار ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ سفارش کرائی۔ ان کی سفارش کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا "اسامہ! کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا۔"

☆ سوا بن عمر کہتے ہیں کہ وہ ایک دن سرکار رسالت ﷺ کے سامنے درس کا رنگین کپڑا پہن کر گئے۔ سرکار ﷺ نے حط حط فرمایا اور چھڑی سے ان کے شکم میں چونکا بھی دیا۔ میں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ﷺ میں تو قصاص لوں گا۔" سرکار نے جھٹ اپنا شکم مبارک میرے سامنے کر دیا۔

☆ ایک دن ایک یہودی جس سے حضور ﷺ نے کچھ قرض لیا تھا تقاضے کو آیا اور سختی سے مطالبہ کرنے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔ سرکار ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے۔ مجھے حسن ادائیگی کے لئے کہتے اور اسے حسن تقاضا سکھلاتے۔ پھر حضور ﷺ نے زید کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا' "ابھی تو تین دن باقی ہیں۔" پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اس کا قرض ادا کر دو۔ (۲۰ صاع) زیادہ بھی دینا کیونکہ تم نے اسے بلاوجہ دھمکایا اور ڈرایا بھی ہے۔

☆ ایک دن آپ ﷺ اپنی بیوی کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ کہ آپ ﷺ کی کسی دوسری بیوی نے ایک رکابی میں کھانا بھیجا۔ جس بیوی کے گھر میں آپ ﷺ تشریف فرما تھے اس نے غلام کے ہاتھ جب اس کو واپس بھیجنا چاہا تو وہ رکابی گر گئی۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اس کے ٹکڑے جمع کئے اور خادم کے ہاتھ اس بیوی سے (جس کے مکان میں آپ ﷺ تھے) دوسری نئی رکابی منگا کر اس بیوی کے ہاں (جس کی رکابی ٹوٹی تھی) بھجوا دی اور ٹوٹی ہوئی رکابی اس بیوی کے گھر میں رکھ دی جس نے توڑی تھی۔

☆ مدینہ طیبہ میں ایک دن ایک مسلمان اور ایک یہودی میں جھگڑا ہوا چونکہ آپ ﷺ کی دیانت و امانت اور عدل و انصاف کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے اور یہودی برسر حق تھا۔ اس لئے اس نے مسلمان سے کہا کہ چلو تمہارے ہی پیغمبر ﷺ صاحب جو فیصلہ کر دیں وہ مجھ کو منظور ہے۔ آخر کار یہودی اس کو کشاں کشاں دربار رسالت ﷺ میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے مسلمان کا کوئی پاس نہ کیا اور فوراً یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

☆ عدل و انصاف کے بارے میں آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ عزیز سے عزیز اور

قریب سے قریب تعلق والا آدمی بھی اگر کوئی ہوتا تو ممکن نہیں کہ آپ ﷺ اس کی کسی طرح رو رعایت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ آپ ﷺ کے داماد بھی تھے اور منظور نظر بھی ایسے تھے کہ آپ ﷺ ہر ایک معاملہ میں ان کی خاطر عزیز رکھتے تھے۔ مگر عدل و انصاف کے بارے میں ان کے ساتھ بھی یہ حال تھا کہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا۔ کیونکہ وہ اس وقت کعبہ کے کنجی بردار تھے۔ داخلہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش ہوئی کہ بیت اللہ کی کنجی ان کو مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے دربار نبوی ﷺ میں درخواست کی کہ کعبہ کی کنجی ہمارے حوالے کی جائے اور ہم کو کعبہ کا کنجی بردار بنایا جائے۔ درخواست دینے والے ایک تو آپ ﷺ کے چچا تھے اور دوسرے داماد جن سے بڑھ کر کوئی دوسرا قریبی رشتہ دار نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کا حق ہے اسی کے پاس رہے گا۔" اور کنجی اس کے حوالے کی۔ (باب النقول) اور کنجی دیتے وقت آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "ہمیشہ کنجی برداری تمہارے پاس رہے گی۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کے کلید مانگنے کی یہ وجہ تھی کہ ابتدائے ایام نبوتؐ میں ایک دفعہ حضور ﷺ نے انہی عثمان بن ابی طلحہ سے فرمایا تھا کہ "بیت اللہ کھول دو اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔" تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ اچھا تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اس روز قریش کے سب مرد ذلیل و تباہ ہو جائیں گے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ "وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے۔" ان دونوں صاحبوں کے دل میں اس بات کا خیال تھا مگر حضور ﷺ نے ان کی درخواست کے جواب میں فرمایا۔ "آج کا دن سلوک کرنے اور عطیات پورے کر دینے کا ہے۔" پھر عثمان کو بلایا اور فرمایا کہ "جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔"

☆ آپ ﷺ کے زمانہ باسعادت میں ایک انصاری کی زرہ آٹے میں رکھی ہوئی چوری ہو گئی اور آٹے کا کھوج پہلے ایک مسلمان طمعہ اور پھر ایک یہودی کے

گھر تک لگا۔ اور زرہ یہودی کے گھر سے بر آمد ہوئی۔ یہودی نے کہا کہ طعمہ رکھ گیا ہے طعمہ سے جب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں بری ہوں چور وہی ہے۔ طعمہ کی قوم نے رات کو مشاورت کی کہ ہم سب مل کر دربار رسالت ﷺ میں چلیں اور اس کی صفائی کی شہادت دے آئیں۔ تاکہ طعمہ بری ہو جائے اور جب ہم سب مل کر آپ ﷺ کے پاس چلیں گے تو آپ ﷺ ہماری ضرور حمایت کریں گے اور یہودی کو چور ٹھہرائیں گے۔ صبح کو وہ تمام مل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی طعمہ کے چور ہونے کی اطلاع دے دی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے صاف فرما دیا کہ میں انصاف میں کسی کی رو رعایت نہیں کر سکتا۔ فی الحقیقت چور طعمہ ہی ہے۔

جود و سخا

☆ انسانی اوصاف میں سخاوت ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان خالق و مخلوق دونوں کے نزدیک مقبول و محبوب ہو جاتا ہے اور دونوں اسے عزیز رکھتے ہیں۔ سخی خدا کا دوست ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ منصب نبوت کے فرائض انجام دینے میں اس درجہ منہمک تھے کہ آپ ﷺ کو کبھی مال جمع کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ اور کچھ آپ ﷺ نے اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال کی آسائش کے لئے زائد از ضرورت مال رکھنا پسند نہیں کیا۔ جو کچھ ملتا تھا راہ خدا میں صرف فرما دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اکثر ایسی حالت میں سوتے تھے کہ صبح کے لئے کچھ پاس نہ ہوتا تھا۔

☆ آپ ﷺ جود و سخا کا مجسم نمونہ تھے ایسا نمونہ جس کی نظیر ملنی محال ہے۔ آپ ﷺ کو غیر مستحق سائلوں کا سوال کرنا برا معلوم ہوتا تھا۔ مگر کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے تھے۔ اگر کبھی سائل کو دینے کے لئے کچھ پاس نہ ہوتا تو عذر فرما دیتے۔ اس طرح پر گویا کوئی شخص اپنے قصور کی معافی چاہ رہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی سائل کے جواب میں لا (یعنی نہیں)

نہیں فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "احد پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہو تو مجھے یہی اچھا معلوم ہو گا کہ میں رات گزارنے سے قبل سب خرچ کر دوں۔ اور اگر کچھ بچاؤں تو اتنا ہی کہ جو ادائے دین کے لئے ضروری ہو۔ اسی لئے تمام صحابہ اقرار کرتے تھے کہ آپ ﷺ سخاوت میں سب سے بڑھ کر بلند پایہ تھے۔ چنانچہ حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے۔ (بخاری۔ کتاب الجهاد)

☆ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب دنوں سے زیادہ آپ ﷺ رمضان شریف میں سخی ہو جاتے تھے۔" (بخاری شریف۔ قصہ زید)

☆ ایک موقعہ پر حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ "بخیل اور سخی کو یوں سمجھو کہ دو شخص لوہے کے کرتے پہنے ہوئے ہوں اور ان کے دونوں ہاتھ سینہ اور گردن سے لپٹے ہوئے ہوں۔ سخی صدقہ کرتا ہے تو اس کا کرتا ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ اور بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کرتا تنگ ہو جاتا ہے اور زنجیر کے حلقے اور بھی جکڑ جاتے ہیں۔"

☆ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے سمجھایا کہ دولت ایک قسم کا بار ہے سخی کو سخاوت میں اس لئے لطف آتا ہے کہ اس کا بار ہلکا ہو جاتا ہے۔ لیکن بخیل کو خرچ کرنے میں بے انتہا تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ خرچ کرنے کے نام سے ڈرتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ بعض انصار نے حضور ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے دیا۔ پھر مانگا پھر دیا یہاں تک کہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا سب کچھ خرچ ہو گیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میرے پاس جہاں تک ہو گا میں تم سے دریغ نہیں کروں گا۔" (بخاری شریف)

☆ آپ ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اس قدر بکریاں عنایت فرمائیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان سمائی ہوئی تھیں۔ (مسلم شریف)

☆ غفران بن امیہ کافر نے جب آپ کی سخاوت دیکھی تو وہ مسلمان ہو گیا اور دل سے اقرار کیا کہ نبی کے سوا اور کسی سے ایسی سخاوت ممکن نہیں۔

☆ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور انور ﷺ کے پاس نوے ہزار درہم آئے جو ایک بوریئے پر ڈھیر کر دیئے گئے۔ آپ نے ان سب درہموں کو تقسیم کر دیا اور کسی سائل کو رد نہیں کیا۔ اسی شام کو آپ کے گھر فاقہ تھا۔

☆ جنگ حنین کے سفر سے جب آپ واپس آئے تو اعراب نے آکر چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا اور سوال کر کے حضور ﷺ کو یہاں تک تنگ کیا کہ آپ دبتے دبتے ایک درخت سے چمٹ گئے۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کی چادر مبارک بھی اچک کر لے گئے۔ آپ نے فرمایا "لوگو! میری چادر تو دے دو' اگر میرے پاس ان ببولوں کے کانٹوں کی تعداد کے برابر اونٹ ہوتے تب بھی میں سب کے سب تمہیں دے دیتا۔" حالانکہ اس سے پہلے آپ پانچ لاکھ درہم تقسیم فرما چکے تھے۔ (بخاری)

☆ ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا۔ حضور نے فرمایا "میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے تم میرے نام پر قرض لے لو میں ادا کر دوں گا۔" حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا۔ "خداوند کریم نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ اپنی قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔" حضور انور خاموش ہو گئے۔ ایک انصاری نے چپکے سے کہا۔ "یا رسول اللہ! خوب دیجئے۔ رب العزت مالک ہے۔ تنگدستی کا کیا ڈر ہے۔ حضور ﷺ مسکرائے اور چہرہ مبارک بشاش ہو گیا اور فرمایا۔ "ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔"

☆ ایک بار ایک سائل کو نصف وسق غلہ قرض دلا دیا۔ قرض خواہ جب تقاضے کے لئے آیا تو حضور انور ﷺ نے نصف وسق قرض کا اور نصف بطور جود و سخا عنایت فرمایا۔ (شفا)

☆ حضور انور ﷺ کا ارشاد عالی تھا کہ اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے اور کوئی مال چھوڑ دے تو وہ حق ورثاء

کا ہے۔ (بخاری شریف)

☆ سخاوت کا بہترین اصول مستحقین کی امداد ہے۔ آپؐ سے بڑھ کر کون سچا سخی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آپؐ فیاضی کی ضرورت اور اس کے مصرف کو جانتے تھے اور مسلمانوں کو اس امر کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ (خاندانِ بنی ہاشم جو آپؐ کے قریبی رشتہ دار تھے) برابر آپؐ ہی کی مدد سے بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس (ﷺ) کے پاس بحرین سے مال کثیر آیا۔ آپؐ نے فرمایا مسجد میں ڈال دو۔ آپؐ نے اس مال کی طرف ذرا بھی توجہ نہ فرمائی اور جب نماز سے فارغ ہوئے۔ مال کے پاس تشریف لا کر محتاجوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ اس موقع پر آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا۔ اچھا تم خود جس قدر اٹھا سکو سونا چاندی اٹھا کے لے جاؤ۔ ابن عباسؓ نے اپنی ایک چادر بچھا کر ایک گٹھڑ سیم و زر کا تیار کیا لیکن چونکہ وہ بہت بھاری ہو گیا تھا اس لئے اس کے اٹھانے کے لئے جب کسی اور سے مدد طلب کی تو آپؐ نے خندہ پیشانی سے فرمایا۔ "ابن عباس! یہ شرط نہیں ہے تمہیں خود ہی بلا امداد غیرے اٹھانا ہو گا۔" دو چار دفعہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ اس تمام مال کو لے گئے اور اس قدر تھا کہ کسی کو امیر الامراء بنانے کے لئے کافی تھا۔ جب وہ روانہ ہوئے تو آپؐ ان کی جانب دیکھتے جاتے تھے اور ان کی حرص پر تعجب کرتے تھے۔ غرض کہ اس مال کو آپؐ برابر تقسیم فرماتے رہے جب اس میں سے ایک حبہ بھی باقی نہ رہا تو آپؐ اٹھ کر خالی ہاتھ گھر تشریف لے گئے۔ (بخاری شریف)

☆ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ ایک دن ایک اعرابی آپؐ کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے حضور انور ﷺ کی چادر مبارک کو جو موٹے کنارہ کی تھی زور سے جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں ایسا دھنس گیا کہ اس سے نشان پڑ گیا اور ساتھ ہی زبان سے اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ اے محمد! خدا کا مال جو تمہارے پاس ہے۔ یہ نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا ہے اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ۔" حضور ﷺ نے جو حقیقی معنوں میں سخی اور کریم تھے، تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔ "مال بے شک خدا کا ہے اور میں اس کا غلام

ہوں۔ یہ کہہ کر صحابہ کو حکم دیا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر خرما اسے دے دیئے جائیں۔"

☆ حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بچے نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ میری ماں نے پیراہن مبارک مانگا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھوڑی دیر کے بعد لے جانا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہو گیا اور عرض کیا کہ میری ماں نے پیراہن شریف کے لئے مجھے دوبارہ بھیجا ہے آپؐ فوراً" گھر میں تشریف لائے اور بدن اطہر سے پیراہن مبارک اتار کر بچہ کے حوالے کر دیا۔ حالانکہ اس کے سوا کوئی دوسرا آپؐ کے پاس نہ تھا اور آپؐ برہنہ گھر میں بیٹھ رہے۔ جب نماز کا وقت ہوا۔ حضرت بلال ؓ نے اذان کہی لوگوں نے کچھ دیر حضور ﷺ کا انتظار کیا جب آپؐ تشریف نہ لائے تو سب بے قرار ہو کر گھر میں حاضر ہوئے۔ وہاں دیکھا کہ آپؐ برہنہ تشریف فرما ہیں۔

☆ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں نوے ہزار درہم پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک چٹائی پر رکھوا لیا اور تقسیم فرمانے لگے جو بھی سائل آتا اس کو مایوس نہ فرماتے اسے عطا فرماتے اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ جب حضور ﷺ نے تمام درہم تقسیم فرما دیے تو اس کے بعد ایک سائل اور آگیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے نام پر اپنی ضرورت کی اشیاء خرید لو جب کسی طرف سے مال آئے گا تو تمہارے قرض کی ادائیگی میں کر دوں گا۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! جس کام کی اگر استطاعت نہ ہو تو وہ کام اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار نہیں دیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی یہ بات حضور ﷺ کو پسند نہ آئی۔ ایک انصاری جو کہ اس وقت وہاں موجود تھے کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! آپ خرچ کرتے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی بھی مال کی کمی کا اندیشہ لاحق نہیں ہونے دے گا۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام خوش ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے یہی حکم ملا ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ سخاوت کی فضیلت و پسندیدگی و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل

میں تین اشخاص تھے ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا' ان تینوں کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لینا چاہا اور ان کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجا۔ یہ فرشتہ سب سے پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے؟ کوڑھی نے جواب دیا کہ خوبصورت رنگ اور خوبصورت جلد اور اس مرض کا دور ہو جانا جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ سن کر فرشتے نے اس کوڑھی کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کا کوڑھ ختم ہو گیا اور اس کے جسم کی رنگت نکھر گئی اور جلد خوبصورت ہو گئی اس کے بعد فرشتہ نے پوچھا کہ تجھے کس قسم کا مال پسند ہے اس نے گائے کہا یا اونٹ۔ (حدیث کے راوی کو شک ہے کہ اس نے گائے کہا یا اونٹ) بہرحال گنجے اور کوڑھی میں سے ایک نے اونٹ بتائے اور دوسرے نے گائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی خواہش کے مطابق اس کو حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں اور فرشتہ نے اس کو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان میں برکت عطا فرمائے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آیا اس سے پوچھا کہ تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ وہ کہنے لگا کہ خوبصورت بال اور اس عیب کا دور ہو جانا کہ جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یعنی گنجا پن۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن ختم ہو گیا اور اسے خوبصورت بال عطا کر دیے گئے اس کے بعد فرشتے نے اس سے پوچھا کہ تجھے کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا کہ گائیں۔ چنانچہ اس کو حاملہ گائیں دے دی گئیں اور فرشتے نے اس کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھے لوٹا دے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے لوگوں کو دیکھ سکوں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے لوٹا دی پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ تجھے کس قسم کا مال پسند ہے؟ وہ کہنے لگا

کہ بکریاں چنانچہ اس کو زیادہ بچے دینے والی بکریاں دے دی گئیں۔

اس طرح ان تینوں کے مال میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور کوڑھی اور گنجے کے اونٹوں اور گایوں سے جنگل بھر گئے اور اندھے کی بکریوں کے ریوڑ وادیوں میں دکھائی دینے لگے' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد فرشتہ ایک کوڑھی کی شکل میں اس کوڑھی کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرے پاس سفر کے لئے کوئی زادراہ نہیں ہے اب میرے لئے منزل مقصود تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور تیری مدد سے ہو سکتا ہے اس لئے میں تجھے اس ذات باری تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس نے تجھے اچھا رنگ خوبصورت جلد اور مال عطا کیا ہے مجھے ایک اونٹ دے کہ میں اس کے ذریعہ منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ کوڑھی نے فرشتے کو جواب دیا کہ میرے اوپر بہت سے حقوق ہیں (میرے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ تیری مدد کر سکوں) فرشتے نے اسے کہا کہ ہاں میں تجھے پہچانتا ہوں تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور تو مفلس تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا۔ کوڑھی نے جواب میں کہا کہ یہ مال تو مجھے نسل در نسل اپنے خاندان سے (ورثہ میں) ملا ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پھر ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد فرشتہ گنجے کی شکل میں اس گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو کہ کوڑھی سے کہا تھا اس گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے جواب دیا تھا۔ چنانچہ فرشتے نے گنجے سے بھی کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پھر ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں اور مسافر ہوں میرا سفر کا سامان مجھ سے جاتا رہا اب منزل مقصود تک پہنچنا' اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور تیری مدد سے ہو سکتا ہے میں تجھے اس ذات باری تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس نے تجھے دوبارہ بینائی عطا فرمائی۔ مجھے ایک بکری دے دے کہ میں اس کے ذریعہ اپنا سفر پورا کر لوں۔ اندھے نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ بے شک میں اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ بینائی عطا فرمائی پس تجھ کو

جس قدر چاہئے لے جا اور تیرا جس قدر دل چاہے چھوڑ جا مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں آج تجھے تکلیف نہیں دوں گا اس چیز کو واپس کرنے کی جو تو لے گا۔ یہ سن کر فرشتے نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ تم لوگوں کا امتحان لیا گیا تھا اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہوا اور تیرے ساتھیوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ چند افراد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کپڑوں کا سوال کیا حضور سرور کائنات ﷺ بیت اطہر کے اندر تشریف لے گئے اس وقت اتفاق سے کچھ بھی نہ تھا ایک بڑی سی چادر تھی جسے حضرت بی بی فاطمہؓ نے اوڑھ رکھا تھا آپ ﷺ نے اپنی پیاری صاحبزادی کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا' کیا تم اس چادر کے بدلے میں جہنم کی آگ سے محفوظ رہنا چاہتی ہو؟ حضرت بی بی فاطمہؓ نے جواب دیا۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ چنانچہ حضور ﷺ نے وہ چادر لے لی یہ چادر مبارک چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے آپؐ نے باہر آ کر یہ مبارک چادر ان افراد کو دے دی۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سائل حضور نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر آیا۔ میں نے خادمہ کو کہا کہ اس سائل کو کھانا دو۔ خادمہ نے مجھے روٹیاں دکھائیں تاکہ اسے دے سکے میں گننے لگی تو حضور ﷺ نے فرمایا' عائشہؓ گن کر روٹیاں نہ دیا کرو تاکہ تمہیں بھی گن کر ثواب نہ دیا جائے۔ یاد رکھو! سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا اور اس وقت تک غروب نہیں ہوتا جب تک دائیں اور بائیں کندھوں پر دو فرشتے آواز نہیں دے لیتے۔ اے اللہ! مجھے شرک سے پاک رکھ اور دوسرا کہتا ہے کہ مجھے خیر و برکت عطا فرما۔ آفتاب غروب ہوتے وقت ایک فرشتہ کہتا ہے اے اللہ! جس نے تیری راہ میں دیا ہے تو بھی اس کو اپنی رحمت سے عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ جو شخص جمع ہی کر کے رکھتا ہے اس کا ضائع کر دے۔

☆ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر

ہوئے۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے چاہا کہ اسے کچھ تحفہ دیا جائے۔ چنانچہ اٹھے اور بیت اطہر کے اندر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ چیز ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ایک تھیلا ہے جس میں تھوڑا سا آٹا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وہ تھیلا اٹھایا اور صحابی کو دے دیا۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں خوبصورت لباس عطا فرمائے گا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کوئی حاجت پوری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہزار نیکیوں سے نوازے گا اور اس کے نامہ اعمال سے ایک ہزار گناہ دھل جائیں گے اور اس کے ہزار درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور جو بیمار کو کچھ کھانے کے لئے دے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتی میووں سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے جو اس کے بندوں کی امداد کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ کسی سائل کو اپنے دروازے پر آنے سے نہ روکو جو شخص اپنے احسانات جتاتا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

☆ ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتائیں جس سے میں جنت میں جاؤں اور جہنم سے بچ جاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ سچ بولا کرو اور سخاوت کیا کرو۔

قوم کا اعزاز و احترام

دوسروں کا ادب و احترام کرنا اور باوجود اپنے علو مرتبت کے اوروں کے ساتھ تواضع و انکسار سے پیش آنا انسانی خصائل میں ایک ایسی شریفانہ اور نیک خصلت ہے جس سے اخوت و اتحاد اور مساوات و یگانگت کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں۔ اس لئے حضرت نبی کریم ﷺ کو دوسروں کے ادب و احترام کا بہت خیال رہتا تھا اور اس امر خاص میں جو اسوۂ حسنہ حضور انور ﷺ نے اپنی امت کے لئے پیش فرمایا ہے اگر مسلمان اس پر عمل کرنے لگیں تو بہت جلد اپنی کھوئی ہوئی عزت کو

دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ حضرت نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ کبھی مجلس میں پائے مبارک دراز کر کے تشریف نہیں رکھتے تھے اور اپنے اصحاب کو کنیت کے نام سے پکارتے تھے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی دستور ہے) اگر آپؐ کو کوئی شخص بلاتا تو آپؐ اس کے جواب میں لبیک (حاضر ہوں) فرمایا کرتے۔ کوئی شخص آپؐ کی خدمت اقدس میں آتا تو اس کی تعظیم کرتے۔ اس کا ادب بجا لاتے۔ ایک دفعہ آپؐ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ کے اصحاب اس کثرت سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا۔ بیٹھنے کو جگہ نہ رہی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ جو ایک صحابی تھے تشریف لائے اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر لپیٹ کر ان کے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے چادر مبارک کو اٹھا کر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دے کر رونے لگے اور تہہ کر کے آپؐ کو واپس کر دی اور عرض کیا کہ میں اس لائق نہیں کہ آپؐ کی چادر مبارک پر بیٹھوں۔ پھر آپؐ نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا۔ جب تمہارے پاس کوئی آدمی آئے تو تم اس کی تعظیم و تکریم کیا کرو۔

☆ بعض اوقات آپ کی خدمت اقدس میں کوئی حاضر ہوتا اور آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس میں اتنی گنجائش نہ ہوتی کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھالیں تو تکیہ نکال کر اسے دے دیتے اگر وہ لینے سے انکار کرتا تو آپؐ اصرار کر کے اسے دے ہی دیتے تھے۔ یہ یاد رہے کہ یہ تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

☆ ایک دفعہ ایک بڑھیا آپؐ کے پاس آئی۔ آپؐ نے اس کی بہت تعظیم کی۔ جب آپؐ سے اس کا حال پوچھا گیا تو فرمایا۔ یہ خدیجہؓ کی سہیلی ہے اور ان کے پاس اکثر آیا کرتی تھی۔

☆ آپؐ اپنے بزرگوں کی بڑی عزت کرتے اور ان کی بات مان لیتے تھے آپؐ کی دایہ جس نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا ایک دفعہ آپؐ کی خدمت اقدس میں آئیں تو آپؐ نے اپنی چادر مبارک ان کے لئے بچھا دی۔

☆ ایک دفعہ آپؐ کنویں پر اپنے ایک صحابی کے ساتھ غسل کرنے گئے انہوں نے ایک چادر کی آڑ آپؐ پر کرلی۔ جب آپؐ نہا چکے تو وہ صحابی نہانے لگے۔ تو آپؐ بھی کپڑا روک کر کھڑے ہو گئے تاکہ ان کا پردہ ہو جائے انہوں نے کہا۔ آپؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپؐ ایسا نہ کریں۔ آپؐ نے نہ مانا اور جب تک وہ غسل سے فارغ نہ ہو گئے آپؐ پردہ کئے کھڑے رہے۔

☆ جہاں آپؐ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے اور عاجزوں پر رحم کرتے تھے وہاں جو لوگ نیک اخلاق ہوتے ان کی بڑی عزت اور احترام کرتے تھے چنانچہ حاتم طائی ایک مشہور سخی ہوا ہے اس کا نام سب لوگوں میں مشہور ہے جب اس کے قبیلہ کے لوگ قید ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ "آپؐ مناسب سمجھیں تو ہمیں رہا کر دیں اور عرب قبیلوں کو ہم پر ہنسنے کا موقعہ نہ دیں۔ میں اپنی جماعت کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا۔ قیدیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا انہیں کھانا کھلاتا تھا۔ ننگوں کو کپڑا پہناتا تھا۔ مسافروں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جو حاجتمند شخص اس کے پاس آتا تھا۔ مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کیا کرتا تھا۔ اس کا نام حاتم طائی تھا۔



عبادت و ریاضت

حضور انور ﷺ کی بعثت اور عقائد کا اظہار عبادت سے ہوتا ہے۔ عبادت کرنے سے بندہ کا تعلق اپنے خالق و مالک سے ظاہر ہوتا ہے جو آدمی عبادت کرتا ہے وہ اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کو اپنے مالک رب العالمین سے سچا تعلق ہے اور نیز عبادت ایک بیج کے مانند ہے جس کا اثر روح اور جسم دونوں پر پڑتا ہے۔ عبادت جس قدر زیادہ کی جاتی ہے اسی قدر وہ بیج پھلتا پھولتا ہے۔ اور ثمردار ہوتا ہے۔ انسان جب تک عملی طور پر عبادت اور بجا آوری احکام الٰہی سے یہ ثابت

نہ کر دے کہ وہ حقیقت میں خدا پر سچا اور پکا ایمان رکھتا ہے۔ اس وقت تک وہ فیوض و برکات حاصل نہیں ہو سکتے جو مقربوں کو ملا کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے کبھی اسے پسند نہیں کیا کہ کوئی شخص دنیا کے تمام ضروری کاموں سے کنارہ کش ہو کر صرف تسبیح لے کر بیٹھ جائے۔ حضور انور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اپنے برگزیدہ طرز عمل سے دکھا دیا کہ فرائض انسانی کیا ہیں۔ چنانچہ ان کو میدان جنگ میں دیکھنے والا کبھی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ لوگ مسجدوں میں خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھتے ہوں گے اور اس وقت ایسے مستغرق ہوں گے کہ کاٹو تو ایک قطرہ خون نہ نکلے اور نماز میں ان کو دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایسے تیغ زن اور بہادر ہو سکتے ہیں جو اپنی تلوار سے ساری دنیا کو لرزہ براندام کر دیں۔ غرض آپؐ اور آپؐ کے ساتھی ہر کام میں بے حد مستعد اور ہوشیار تھے۔ جو کرتے تھے دل سے اور خدائے پاک کے لئے کرتے تھے۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات آپؐ کے ساتھ نماز تہجد پڑھی تو آپؐ برابر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں بالکل تھک گیا۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ بعض وقت تہجد کو اس قدر طول دیتے تھے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر جاتے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپؐ تو پاک ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک بندہ ہوں۔ کیا خدائے پاک کی شکرگزاری چھوڑ دوں۔ (بخاری شریف)

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ کے پیر بہت سوج جاتے تو آپؐ بیٹھ جاتے تھے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو کر اور کچھ پڑھ کر رکوع کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ پاک کے خوف سے آپؐ کے سینے سے نماز میں ایسے رونے کی آواز آتی تھی کہ جیسے ہانڈی جوش کرتی ہے۔ (نسائی شریف)

نماز کا اصلی مقصد خشوع و خضوع ہے۔ آپؐ جب کسی سے اس کا ظہور ہوتا ہوا نہ دیکھتے تھے تو اس کو تنبیہہ فرماتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت

کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ چکا تو آپؐ نے فرمایا' نماز کو پھر دہراؤ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ اس نے تین بار نماز دہرائی اور آپؐ نے تینوں بار ٹوکا۔ آخر میں اس نے عرض کیا کہ اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپؐ نے تکبیر' قرات' رکوع' سجود' قیام و قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان' سکون' وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔ (بخاری شریف)

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے۔ جس سے کاروباری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے۔ ایک شخص نے اسی بناء پر امام کی شکایت کی۔ آپؐ کو معمول سے زیادہ غصہ آگیا اور فرمایا' تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کر رہے ہو۔ امام کو نماز تخفیف کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان میں مریض ضعیف کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف)

آپؐ عبادات میں اس عمل کو پسند فرماتے تھے جو ہمیشہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ 'ایک دن آپؐ جب میرے پاس تشریف لائے تو میرے گھر میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں عورت ہے اور اس کی نماز کا حال بیان کرنی لگی کہ ساری رات سوتی نہیں عبادت میں گزار دیتی ہے۔ آپؐ نے سن کر فرمایا' بس بس! وہ کام کر جو (ہمیشہ) کر سکے کیونکہ قسم خدا کی اللہ (ثواب دینے سے) تھکے گا نہیں تم ہی تھک جاؤ گے (حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ) آپؐ کو وہ عمل بہت پسند ہے۔ جس کا کرنے والا اس کو ہمیشہ کرے۔



استقلال و استقامت

حضور انور ﷺ کی زندگی کے واقعات میں ایک روشن اور درخشندہ واقعہ یہ ہے جس سے آپؐ کے استقلال اور استقامت پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ مخالفت اور عداوت سے کامیابی نہیں ہوتی اور عام مظالم

سے کام نہیں چلتا تو عمائدین قریش نے ارادہ کیا کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیں۔ (نعوذ باللہ) لیکن اس قتل کرنے سے پہلے انہوں نے پھر ایک دفعہ لالچ دے کر آزمانا چاہا اور آپ کو تبلیغ حق سے روکنے کی آخری تدبیر کی۔ چونکہ روپیہ' عورت' حکومت یہی تینوں چیزیں ہمیشہ دنیا داروں کا نصب العین ہوا کرتی ہیں۔ اسی لئے عمائدین قریش اپنے معبودوں کی حمایت میں انہی تینوں چیزوں کا لالچ دینے کے لئے سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اُن میں سے مکہ کا مشہور سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ آپ سے اس طرح مخاطب ہوا۔

"اے میرے بھتیجے محمدؐ! ہم اب تیرے سامنے ایک تجویز پیش کرتے ہیں تو اس پر غور کر اور اگر تجھے پسند خاطر ہو تو اسے قبول کر اور وہ یہ ہے کہ اگر اپنی اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا مقصود ہے تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تو مالا مال ہو جائے بلکہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنی دولت نہ ہو گی۔ اگر تجھے عزت کی ضرورت ہے تو ہم سب تجھے اپنا رئیس مان لیتے ہیں اگر تجھے حکومت کی خواہش ہے تو ہم تجھے بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں تو ہم سب کا امیر اور بادشاہ ہو گا اور کوئی امر تیرے مشورہ کے خلاف نہ کریں گے اور اگر عورت چاہئے تو ہم اعلیٰ درجہ کی جمیلہ حسینہ عورت تجھے لا دیں گے یا جو کوئی پسند خاطر ہو چکی ہو وہ بھی حاضر ہو سکتی ہے۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو کہ ہمارے خداؤں اور معبودوں کی توہین اور ہتک نہ کیا کرو۔ یا کم از کم ان کے متعلق کچھ نہ کہا کرو۔ اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے تو بتلا دو کہ ہم تمہارا علاج کریں۔"

حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال' عزت و دولت' حکومت اور عورت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن پاک کے اس کلام سے معلوم ہو گی۔

یہ فرمان خدائے رحمٰن و رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں عربی زبان میں سمجھ دار لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں ان کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں

ان کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ پھیر لیا۔ وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر اثر نہیں اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے تم اپنی تدبیر کرو ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔

اے نبیؐ! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور خدا کے فرشتے نے یہ بتلا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے آخرت میں بڑا اجر ہے۔

ان آیات کی تلاوت ختم فرما کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' اے ابوالولید تو نے سنا اب تجھے اختیار ہے کہ ان دو راہوں میں سے چاہے جس راہ کو اختیار کر لے۔" (ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶)

رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح کے لالچ دے کر بھی جب عمائدین قریش کامیاب نہ ہوئے تو تمام قبائل کے سرداروں کو جمع کر کے آپ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

ہم نے آپ کا بہت ادب کیا مگر حد ہوتی ہے۔ اب ہم سے تیرے بھتیجے کی باتیں سنی نہیں جاتیں۔ وہ ہمارے دیوتاؤں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ اب آپ مہربانی کر کے انہیں سمجھا دیں کہ آئندہ سے اپنی زبان بند کر لیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور ان کے جانبداروں سے بھی اچھی طرح سمجھ لیں گے اور تم اکیلے سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔ ابو طالب سمجھے کہ اب معاملہ نازک ہو گیا ہے۔ سارے ملک کی عداوت کو دیکھ کر ان کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ چونکہ ان کو یقین ہو گیا کہ اب آپؐ کی جان عزیز خطرے میں ہے اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کو اپنے پاس بلا کر سمجھانا شروع کیا کہ بیٹا! اب تم خاموش رہو۔ بت پرستی کی مخالفت

نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری حمایت نہ کر سکوں گا۔ اے میرے بھتیجے! تو اپنے آپ کو اور مجھ کو بچا لے اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈال کہ جس کی متحمل میری ضعیف ہڈیاں نہ ہو سکیں۔

ابو طالب جیسے مہربان اور حامی چچا کے ان الفاظ نے حضور انور ﷺ کے استقلال و استقامت میں مطلقاً کوئی تغیر پیدا نہیں کیا حالانکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ اب چچا کی اس بات سے رہی سہی جو کچھ طاقت و حمایت حاصل ہے وہ بھی جا رہی ہے۔ آپ فوراً اپنے مالک الملک صاحب قوت خدا پر بھروسہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور کمال استقلال و اطمینان کے ساتھ فرمایا۔

"اے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام (تبلیغ حق) سے نہ ہٹوں گا۔ اور خدائے پاک کے حکم میں ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ خواہ اس کوشش میں میری جان بھی جاتی رہے۔"

یہ پاک و صاف اور پر جوش الفاظ فرما کر آپ کے آنسو بھر آئے اور وہاں سے منہ پھیر کر باہر تشریف لے آئے۔ بزرگ ابو طالب یہ الفاظ سن کر ششدر و حیران رہ گئے اور آپ کی اس حیرت انگیز استقامت نے ان کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ آپ کو چھوڑ دینے یا تبلیغ حق کے روکنے کا خیال بالکل محو ہو گیا اور بے اختیار بول اٹھے کہ بھتیجے! تو جو چاہتا ہے کر خدائے کعبہ کی قسم میں تیرا ساتھ کبھی نہ چھوڑوں گا۔



توکل و اخلاص باللہ

حضرت سرور دو عالم ﷺ کے ہر فعل ہر حرکت اور ہر سکون میں حکمت کے دریا موجیں مارتے ہیں کوئی بھی ایسا موقعہ نہیں جہاں آپ کے متعلق پورے توکل اور کامل اخلاص کا پتہ نہ لگتا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رہتا

تھا اسی کے سہارے اور بھروسہ پر آپؐ کی پاک زندگی کا دار و مدار تھا۔ یوں تو آپؐ کی پاک زندگی کا ہر لمحہ اور ہر لحظہ ہر ایک ساعت اور ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپؐ کے توکل و اخلاص کا پورا پتہ چلتا ہے۔ مگر ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔

کھانے پینے یا تلاش رزق کی نسبت تو آپؐ کا توکل اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آپؐ کل کے لئے کبھی کوئی چیز گھر میں نہیں رکھا کرتے تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ابتدائے دعویٰ نبوت اور اشاعت دین اسلام کے آغاز میں چونکہ کفار کی کثرت تھی اور سب کے سب درپئے قتل رہتے تھے اس لئے آپؐ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے گرد پہرا رہا کرتا تھا۔ جب یہ وحی اے رسولؐ! اللہ تم کو دشمنوں کے شر سے بچائے رکھے گا' نازل ہوئی تو آپؐ نے اسی وقت پہرہ موقوف کر دیا اور فرمایا کہ اب پہرہ کی حاجت نہیں رہی۔ اب میری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

ایک دن آپؐ اپنی تلوار ایک درخت پر لٹکا کر سو رہے تھے کہ اتنے میں آپؐ کے دشمنوں میں سے ایک مشرک آیا اور تلوار اٹھا کر کھینچ لی اور آپؐ سے کہا کہ اب آپؐ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یعنی میرا خدا مجھے بچا سکتا ہے۔ یہ ایمان سے لبریز الفاظ سن کر اس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی پھر آپؐ نے خود تلوار اٹھائی اور فرمایا تو بول اب میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا؟ وہ کہنے لگا کہ محمدؐ کا رحم بچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا اشہدان لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ اس نے کہا کہ یہ تو میں نہیں کہتا لیکن نہ میں آپؐ سے لڑوں گا نہ آپؐ کا ساتھ دوں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپؐ سے لڑتے ہیں۔ آپؐ نے معاف فرما دیا۔

واقعہ ہجرت' ایک عجیب ہولناک واقعہ ہے۔ سارا عرب مخالف اور خون کا پیاسا تھا۔ مگر حضور ﷺ صرف ایک ساتھی کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں وہ قومیں آباد تھیں جو مذہب کی مخالفت کی وجہ سے آپؐ کے مارنے کی

فکر میں تھیں۔ ادھر آپؐ کی غیر حاضری کو دیکھ کر قریش نے آپؐ کی گرفتاری اور قتل پر انعام مقرر کر دیا تھا اور اعلان شائع کر دیا تھا کہ جو شخص رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زندہ یا مردہ لے آئے گا اسے دو سو اونٹ فی کس انعام ملے گا اس لالچ اور طمع کی وجہ سے ہر طرف آپؐ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایسے موقعہ پر بہادر سے بہادر انسان بھی دل ہار بیٹھتا ہے اور اگر کوئی نہایت قوی دل' نہایت دلیر اور خلاف معمول جرات رکھنے والا انسان بھی ہو تو اس پر بھی خوف ایسا طاری ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر ایک حرکت سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم ﷺ دنیاوی لوگوں میں سے نہ تھے۔ آپؐ کی نظریں دنیا کی طرف نہیں لگی ہوئی تھیں۔ بلکہ آپؐ کی نگاہ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ دنیا کے اسباب آپؐ کے مدنظر نہ تھے۔ آپؐ یہ دیکھ رہے تھے کہ میرے ساتھ وہ خدا ہے جو ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کا محافظ چلا آتا ہے اور جس کے وار کا کوئی دشمن مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سراقہ بن جعشم لالچ اور دشمنی سے گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کے تعاقب میں نکلا۔ دور سے دیکھ کر آپؐ کی طرف گھوڑے کو اس طرح دوڑا دیا جس طرح شکاری اپنے شکار کو دیکھ کر لپکتا ہے۔ چنانچہ وہ آپؐ کو دیکھ کر آپؐ کی طرف لپکا اور تیر کمان پر چڑھا کر چاہتا تھا کہ آپ پر وار کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک سوار آ پہنچا اور آپؐ پر وار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن آپؐ نے سراقہ بن جعشم کی اتنی بھی پرواہ نہیں کی جتنی ایک بیل کی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود اس توکل اور بھروسہ کے جو آپؐ میں پایا جاتا تھا۔ مڑ مڑ کر دیکھتے تھے اور گھبرا رہے تھے مگر رسول کریم ﷺ کو خدائے تعالیٰ پر اس قدر توکل اور بھروسہ تھا کہ سراقہ سے خوف و ہراس کا اظہار کرنا تو درکنار آپؐ نے ایک دفعہ منہ پھیر کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔

یہ وہ توکل و اخلاص باللہ کی انتہائی حد ہے کہ جہاں سوائے آپ کے کسی دوسرے کی رسائی نہیں۔ آپؐ کی اس ادا نے سراقہ کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ میں کس انسان کا پیچھا کر رہا ہوں۔ وہ مدت العمر اس

نظارہ کو اپنے حافظہ سے نہیں ہٹا سکا بلکہ وہ ہمیشہ اس خلاف معمول واقعہ کو بیان کرتا رہا اور کہا کرتا تھا۔

"میں گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے اس قدر نزدیک ہو گیا کہ میں آپؐ کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ آپؐ دائیں بائیں بالکل نہیں دیکھتے تھے۔ ہاں ابوبکرؓ بار بار دیکھتے تھے۔ آپؐ کے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہونے اور آپؐ کے تمام کاروبار کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔"

کفار قریش نشان قدم پہچانتے پہچانتے اور پتہ لگاتے لگاتے جب غار ثور تک پہنچ گئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی آہٹ سنی۔ نہایت مضطرب ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا کہ کفار آ پہنچے ہیں۔ اب ہم دونوں کا یہیں خاتمہ ہے۔ حضرت رسولؐ خدا نے ایسی نازک حالت میں جب کہ موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی اور تمام امیدوں کا خاتمہ تھا بے نظیر توکل باللہ اور استقلال و عدیم المثال جوانمردی سے ارشاد فرمایا۔ "اے ابوبکرؓ! کیا غم ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"



مزاح و تبسم

بعض لوگ مزاح و خوش طبعی کو تقویٰ اور تقدس کے خلاف سمجھتے ہیں مگر حقیقت حال اس کے خلاف ہے مثلاً" ایک شخص نماز پڑھ کر کسی دیہاتی سے اس کے اہل و عیال اور کاروبار کے استفسار میں مشغول ہو جائے اور کھیتی باڑی کے حالات پوچھ کر اس سے ہمدردی ظاہر کرے اور دوسرا شخص لا الہ الا اللہ کی تسبیح میں مصروف ہو تو بظاہر یہ دوسرا شخص افضل اور اکمل معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر پہلے شخص کی نیت درست ہے یعنی مسافر کے انبساط خاطر کے لئے ایسا کر رہا ہے یا کسی ہمدردی کی نیت سے تو یہ باتیں زیادہ افضل اور مقبول ہیں۔ کیونکہ ہر عمل اپنے آثار اور غایت کے اعتبار سے افضل ہوتا ہے۔ پس ہر عمل کی غایت دیکھنا چاہئے اور یہی عوام الناس کی غلطی ہے کہ وہ اس کو نہیں

سمجھتے۔

مشہور ہے کہ ایک آدمی ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بزرگ بہت دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے اس شخص نے جب اجازت مانگی تو رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا وہ بزرگ فرمانے لگے کہ "بندہ خدا کیا کہا کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں۔"

حضرت نبی کریم ﷺ بھی صحابہؓ کے ساتھ اسی قاعدہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے اور حد جواز تک جس قسم کی باتیں صحابہؓ فرماتے آپؐ ان کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ آپؐ کا یہ معمول تھا کہ کھانے پینے حتیٰ کہ ایام جاہلیت کے تذکروں میں بھی صحابہؓ کے ساتھ شامل رہتے تھے اور ان لوگوں کے تذکروں کو سن کر آپؐ تبسم فرماتے تھے۔ آپؐ کا تبسم، تبسم سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور کبھی کسی نے آپؐ کی آواز قہقہہ نہیں سنی، ہنسی تو ان لوگوں کو آ سکتی ہے جو بالکل بے فکر ہوں مگر اللہ والوں کو بے فکری کہاں؟

البتہ دوسروں کی خاطر کبھی کبھی ہنس دیتے تھے۔ آپ کا تبسم فرمانا اور قہقہہ کی آواز نکالنا بھی خوف خدا کی وجہ سے تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اپنے بھائی کے ساتھ خصومت مت رکھو اور ایسا مزاح (مذاق) نہ کرو کہ جس سے اس کو ایذا پہنچے اور ایسا وعدہ نہ کرو کہ جس وعدہ کو تم بعد میں وفا نہ کر سکو۔

ایک بار حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کھجوریں کھا رہے تھے آپ نے اپنی کھجوروں کی گٹھلیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گٹھلیوں میں ملا دیں اور فرمایا۔ دیکھو علیؓ! تم نے مجھ سے زیادہ کھجوریں کھائی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت! میں آپؐ کی طرح گٹھلیوں سمیت کھجوریں نہیں کھاتا رہا۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے جنت نصیب کرے۔ آپؐ نے فرمایا۔ لا تدخل الجنة

عجوز۔ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ بیچاری بڑھیا نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیوں بڑھیا عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی؟ بڑھیا قرآن خواں تھی اس لئے آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا اور تجھے معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشتی عورتوں کو ہم ناکتخدا پیدا کریں گے وہاں بوڑھی کوئی نہ ہو گی بلکہ سب جوان ہوں گی۔

ایک دن ایک شخص سے آپؐ نے پوچھا کہ بتلاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی؟ اس سادہ دل نے سر نیچے جھکا لیا اور سوچنے لگا۔ آپؐ مسکرائے اور فرمایا کہ ہوش کر کیا تجھے تیری ماں بھول گئی۔

ایک دفعہ ایک موقعہ پر جب کہ آپؐ تمام صحابہؓ میں گھوڑے اور اونٹ (سواری کے جانور) تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک صحابی سے فرمایا کہ اس کو بھی اونٹ کا بچہ دے دو۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اونٹ کا بچہ کیا کروں گا۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا۔ ایک بڑا اونٹ بھی اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پیٹ میں شدید درد ہو گیا میں درد سے بیتاب تھا حضور نبی کریم ﷺ وہاں سے گزرے اور ارشاد فرمایا' ابوہریرہ! نماز پڑھو درد سے آرام آ جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' میں تو مزاح کر رہا تھا۔

ایک مرتبہ ایک عورت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرا خاوند بیمار ہے وہ آپؐ کو یاد کرتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' اوہو' اس کی آنکھ میں تو سفیدی ہے وہ عورت بھاگتی ہوئی اپنے گھر واپس آئی اور اپنے خاوند کی آنکھوں کو دیکھنے لگی۔ خاوند نے پوچھا کیا دیکھتی ہو؟ کہنے لگی' حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ خاوند نے کہا' اے اللہ کی بندی! حضور ﷺ نے سچ فرمایا ہے ہر ایک کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں کسی نے بہت ہی خوبصورت سیاہ پھولوں والی چادر تحفہ کے طور پر پیش کی آپ ﷺ نے قبول فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ بتاؤ یہ چادر کس کو عطا کروں؟

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خاموشی اختیار فرمائی ان کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ جسے مناسب فرمائیں عطا فرمائیں۔ صحابہ کرام کو خاموش دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ام خالد (رضی اللہ عنہا) کو بلاؤ۔ یہ حکم سن کر ایک صحابی حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کو بلا کر لے آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ چادر ام خالد رضی اللہ عنہا کو عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا' اسے پہنو اور پرانی کرو۔ پھر آپؐ نے چادر پر بنے ہوئے پھولوں پر دست مبارک رکھ کر خوش طبعی کے موڈ میں فرمایا دیکھو یہ سنہ ہے۔ سنہ حبشی زبان کا لفظ ہے اور حضور ﷺ نے خوش طبعی کے انداز میں مسکراتے ہوئے اس لفظ کو اس لئے ادا فرمایا کہ حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا حبشی زبان سے واقف تھیں اور ان کو خوش کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا نے جب حضور سرور کائنات ﷺ کی زبان اطہر سے یہ لفظ سنا تو بہت خوش ہوئیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے بچوں کا سا سلوک فرمایا کرتے تھے اور ان سے بہت پیار کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے قریب ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی موجود تھیں۔ حضور ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر خوش طبعی کے موڈ میں مسکرائے اور فرمایا' اگر یہ میری بیٹی ہوتا تو میں اس کو بہت بناؤ سنگھار کرتا اس کو اچھے اچھے زیور پہناتا تاکہ اس کا چرچا ہر طرف ہوتا اور ہر جانب سے پیام آتے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول تھے کہ حضور ﷺ ادھر سے گزرے۔ حضور ﷺ نے انہیں بچوں کے ساتھ مشغول دیکھا تو انہیں اپنے پیار اور شفقت سے نوازنے کے لئے لوگوں سے آگے بڑھ کر تیز تیز قدم مبارک اٹھا کر ان کی طرف بڑھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ مبارک پڑی تو انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھ کر ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے بھی انہیں ہنسانے کی خاطر خوش طبعی کے موڈ میں مسکراتے ہوئے ان کے پیچھے بھاگنا شروع فرمایا دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے انہیں پکڑ لیا

اور اپنا ایک دست مبارک ان کے سر کے اوپر اور دوسرا ان کی تھوڑی کے نیچے رکھ کر پیار سے منہ چوم لیا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے ان دن اتفاق سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے کی چڑیا مرگئی۔ جس کی وجہ سے وہ صاحبزادے کچھ رنجیدہ تھے کیونکہ ان کو اس چڑیا سے بہت پیار تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت خوش طبعی کے موڈ میں تھے آپ ﷺ نے ان کی دل جوئی فرماتے ہوئے مسکرا کر مزاح کے انداز میں فرمایا' اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کہاں گئی؟ یہ سن کر ابو عمیر ہنس پڑے اور عرض کیا وہ تو مرگئی۔

یہ غزوہ خندق کا واقعہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خندق کی کھدائی کے دوران کام کرتے ہوئے نیند کا غلبہ ہونے لگا اور وہ وہیں پر سو گئے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی نزدیک ہی موجود تھے انہوں نے خوش طبعی فرماتے ہوئے ان کے ہتھیار اتار دیئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قطعی خبر نہ ہوئی کہ حضرت عمار انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کے ہتھیار اتار لئے ہیں۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا تو مسکرائے اور ان کو جگاتے ہوئے خوش طبعی کے انداز میں فرمایا' اے نیند کے باپ اٹھو۔ حضور ﷺ کی آواز مبارک سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد حضور سرور کائنات ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کسی سے بھی اس طرح کا مذاق نہ کیا کرو۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ اور حضرت عائشہؓ آپس میں گفتگو فرما رہے تھے کہ گفتگو کے دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ کسی بات پر تھوڑا سا ناراض ہو گئیں اور روٹھنے کے انداز میں ذرا اونچی آواز کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ سے گفتگو فرمانے لگیں کہ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے جب اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کو اس انداز میں حضور ﷺ سے بات کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً غصے میں آ گئے اور یہ فرماتے ہوئے تھپڑ

مارنے کو آگے بڑھے کہ تم اللہ کے رسول ﷺ سے اس لہجہ میں بات کرتی ہو۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اس قدر غصے کی حالت میں دیکھا تو فوراً" اٹھ کر درمیان میں آگئے اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو بچالیا۔ اس کے کچھ ہی دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ واپس چلے گئے تو حضور ﷺ نے خوش طبعی فرماتے ہوئے مزاح کے انداز میں فرمایا' کیوں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بچالیا ناں۔ حضور ﷺ کے اس مزاح پر حضرت عائشہ صدیقہ ؓ ہنس پڑیں۔



حسن اخلاق

ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت نہایت کثرت سے عبادت کرتی ہے اور صدقہ و خیرات بھی بہت کرتی ہے۔ لیکن اس کے ہمسائے اس کی زبان درازی سے نالاں رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ عورت دوزخ کا کندہ ہے۔ پھر سائل نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! فلاں بی بی نماز و روزہ اور صدقہ و خیرات تو واجبی طور پر ادا کرتی ہے مگر اس کے حسن اخلاق کی بدولت اس کے ہمسائے اس سے بہت خوش ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ خوش نصیب جنت میں جائے گی۔



اللہ آگ حرام کردیتا ہے

عتبان بن مالک ؓ جو اصحاب بدر میں سے تھے' ان کی بینائی میں فرق آگیا۔ آخر حضور ﷺ کی خدمت میں آکر درخواست کی کہ میں اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں۔ لیکن جب بارش ہو جاتی ہے تو مسجد تک جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر آپ ؐ میرے گھر میں تشریف لا کر نماز پڑھ لیتے تو میں اسی جگہ کو سجدہ گاہ بنا۔

لیتا۔ دوسرے دن صبح کے وقت آپ حضرت ابوبکر ؓ کو ساتھ لے کر ان کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ پر ٹھہر کر اذن مانگا۔ اندر سے جواب دیا تو گھر میں تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کہاں نماز پڑھوں؟ انہوں نے جگہ بتا دی۔ آپ نے تکبیر کہہ کر دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز کے بعد لوگوں نے کھانے کے لئے اصرار کیا۔ خزیرہ ایک کھانا ہوتا ہے۔ قیمے پر آٹا چھڑک کر تیار کرتے ہیں' وہ سامنے آیا۔ محلہ کے تمام لوگ کھانے میں شریک ہوئے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا مالک بن خیشن نظر نہیں آتے۔ ایک نے کہا وہ منافق ہے۔ ارشاد فرمایا یہ نہ کہو' وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں ان کا میلان منافقین کی طرف ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے لا الہ الا اللہ کہتا ہے' خدا اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔



قرض ادا ہو گیا

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی رہتا تھا' جس سے میں قرض لیا کرتا تھا۔ ایک سال اتفاق سے کھجوریں نہیں پھلیں اور قرضہ ادا نہ ہو سکا۔ اس پر پورا سال گزر گیا۔ بہار آئی تو یہودی نے تقاضا شروع کیا۔ اس مرتبہ بھی پھل کم آئے تھے۔ میں نے آئندہ فصل کی مہلت مانگی' اس نے انکار کیا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے آ کر تمام واقعات بیان کئے۔ آپ چند صحابہ کے ساتھ خود یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور سمجھایا کہ مہلت دے دو۔ اس نے کہا۔ ابوالقاسم! میں کبھی مہلت نہ دوں گا۔ آپ نخلستان میں تشریف لے گئے اور ایک چکر لگا کر پھر یہودی کے پاس آئے اور اس سے گفتگو کی' لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوا۔ بالآخر آپ نے مجھے فرمایا کہ چبوترہ پر (جو مسقف تھا) فرش بچھا دو۔ اس پر آرام فرمایا اور سو گئے۔ سو کر اٹھے۔ پھر یہودی سے خواہش کی کہ مہلت دے دے۔ وہ شقی اب بھی نہ مانا۔ آپ درختوں کے جھنڈ میں کھڑے ہو گئے اور

جابرؓ سے کہا کھجوریں توڑنی شروع کرو۔ آنحضرت ﷺ کی برکت سے اتنی کھجوریں نکلیں کہ یہودی کا قرضہ ادا کر کے بچ رہیں۔

☆☆☆

مہمان نوازی

ایک دفعہ ایک کافر حضور ﷺ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپؐ نے اسے ایک بکری کا دودھ پلایا۔ وہ سیر نہ ہوا۔ پھر آپؐ نے دوسری بکری کا دودھ پلایا وہ بھی کافی نہ ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری چوتھی حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا اور وہ سیر ہو گیا۔ اس سارے عرصے میں آپؐ نہایت مطمئن اور کشادہ رو رہے۔ نہ تو آپ ﷺ کی جبین مبارک پر شکن آئی اور نہ کوئی حرف استعجاب آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا۔

ایک دفعہ ایک کافر حضور ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ رات کو سوتے ہوئے اس کے پیٹ میں کچھ گڑ بڑ ہو گئی اور بستر ہی میں پاخانہ نکل گیا۔ صبح کو شرمندگی کے باعث حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا گیا۔ راستہ میں یاد آیا کہ جلدی کی وجہ سے تلوار وہیں بھول آیا ہوں۔ تلوار لینے کے لئے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سرور کائنات خود بستر کو صاف کر رہے ہیں۔ صحابہؓ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ ہم یہ کام کر لیں گے۔ لیکن آپ ﷺ فرماتے ہیں نہیں نہیں وہ شخص میرا مہمان تھا اور مجھے ہی یہ کام کرنا چاہئے۔ پھر حضور ﷺ کی نظر اس شخص پر پڑی تو فرمایا۔ بھائی تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے اسے لے جاؤ۔

حضرت ابو رافع ؓ سے روایت ہے' ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں یہودی کے پاس جا کر کہو کہ میرے پاس ایک مہمان آیا ہے۔ مجھے تھوڑا سا آٹا قرض کے طور پر دے دو۔ یہودی نے جواب دیا کہ ادھار نہیں دوں گا۔ حضرت ابو رافعؓ نے واپس آ کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں زمین و آسمان میں امین ہوں'

اگر وہ مجھے قرض دے دیتا تو میں واپس کر دیتا۔ جاؤ میری زرہ لے جاؤ اور اس کے پاس گروی رکھ کر رقم لے آؤ تاکہ مہمان کی مہمان نوازی ہو سکے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ چند حضرات کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے میری طرف اشارہ فرمایا۔ اور یہ لوگ؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ آپؐ خاموش ہو گئے۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ دوبارہ جب آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا تو میں نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اور یہ لوگ؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ اسی طرح دوسری یا تیسری مرتبہ میں نے عرض کیا جی ہاں یہ لوگ بھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ تھوڑی سی چیز تھی جو میں نے صرف حضور ﷺ کے لئے تیار کی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور وہ جماعت بھی آپ ﷺ کے ساتھ آئی اور سب نے کھایا اور اس میں سے بچ بھی رہا۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے والد کے یہاں ٹھہرے۔ ہم نے آپؐ کے سامنے ہریسہ پیش کیا۔ آپؐ نے تھوڑا سا تناول فرمایا۔ پھر ہم نے کھجوریں پیش کیں آپؐ کھجوریں کھاتے تھے اور گٹھلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں پکڑ کر پھینکتے جاتے تھے۔ پھر پینے کے لئے کچھ پیش کیا گیا آپؐ نے نوش فرمایا اور اپنے دائیں طرف بیٹھنے والے کے آگے بڑھا دیا۔ جب آپ ﷺ تشریف لے جانے لگے تو والد محترم نے آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور درخواست کی کہ حضور ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔



حضور ﷺ کی شجاعت

دشمن اسلام ابی بن خلف مکہ میں جب محمد رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو کہتا‘ اے محمد (ﷺ) میں ایک گھوڑا سونا کھلا کھلا کر پال رہا ہوں۔ میں اسے آٹھ دس سیر

جوار روزانہ کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر تجھ کو قتل کروں گا (نعوذباللہ)۔ مگر اس کے جواب میں حضور ﷺ فرماتے بلکہ میں انشاء اللہ تجھ کو قتل کر دوں گا۔

جنگ احد میں جب کہ حضور ﷺ زخمی ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کے قریب صرف چند جاں نثار صحابہ' ابوبکر صدیق' عمر فاروق' شیر خدا علی' طلحہ بن عبیداللہ' زبیر بن عوام اور حارث بن صمہ علیہم الرضوان اور چند دیگر صحابہ تھے۔ جب آپ ﷺ گھاٹی کے قریب پہنچے' تو ابی بن خلف ننگی تلوار ہاتھ میں لئے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے قریب آ پہنچا۔ وہ بڑے تکبر اور غرور سے آوازیں دے رہا تھا' اے محمد (ﷺ)! تم کہاں ہو؟ محمد (ﷺ) کہاں ہے؟ اس کی آوازیں سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک شخص اس کے مقابلہ کو کافی ہے۔ یہ کہہ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کے راستے میں حائل ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اسے میرے سامنے آنے دو۔ تم راستہ سے ہٹ جاؤ۔ جب وہ حضور ﷺ کے سامنے آ پہنچا' للکار کر بولا اے محمدؐ! اگر تم بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔ حضور ﷺ نے حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے حربہ لے کر اس زور سے ہلایا کہ صحابہؓ آپ ﷺ کے پاس سے اس طرح ہٹ گئے جیسے اونٹ کی پشت پر سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے نشانہ لے کر حربہ پھینکا۔ حربہ ابی بن خلف کی گردن پر لگا۔ وہ صدمہ سے لرز گیا اور گھوڑے پر سے لڑھکنے لگا۔ تاہم گرتا پڑتا گھوڑا بھگا کر سیدھا لشکر کفار تک جا پہنچا اور بولا' قسم بخدا محمد ﷺ نے مجھے قتل کر دیا۔ کفار قریش نے کہا' تو ہمت ہار بیٹھا ہے۔ زخم تو کچھ ایسا گہرا نہیں ہے۔

ابی بن خلف نے کہا' مکہ میں محمد (ﷺ) نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ پس قسم ہے خدا کی اگر محمدؐ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو بھی میں ضرور قتل ہو جاتا اور اب تو اس نے مجھے زخمی کر دیا ہے اب میں ہرگز بچ نہیں سکتا۔ پھر جب لشکر کفار مکہ کو واپس ہوا تو ابی بن خلف راستہ میں مقام سرف پر پہنچ کر مر گیا۔ یہی ایک ایسا بدبخت کافر ہے جو حضور ﷺ کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا۔ (سیرت ابن ہشام)



نصائح نبوی ﷺ

ایک دن صحابہ کرامؓ کے اجتماع میں نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ فجر کی نماز ہو چکی تھی۔ وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو مجھ سے چند باتیں اچھی طرح سیکھ لے پھر ان پر عمل بھی کرے اور دوسروں کو ان کی تعلیم بھی دے؟" حضرت ابو ہریرہ ؓ فوراً" کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں مجھے آپ ﷺ ان باتوں کی تعلیم دیں میں ان پر عمل کروں گا اور لوگوں کو ان کی تعلیم بھی دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ کلمات ارشاد فرمائے۔ فرمایا "حرام سے بچنا تم سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تمہیں مل جائے اس پر راضی ہو جانا تم سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی سے حسن سلوک کرنا تم حقیقی معنوں میں مومن بن جاؤ گے۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرنا تم سچے مسلمان بن جاؤ گے۔ زیادہ نہ ہنسنا ورنہ تمہارا دل مردہ ہو جائے گا۔" ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے ان باتوں کو سنا پھر لوگوں تک پہنچایا۔ عبادات کے دو پہلو ہیں۔ ایک مثبت اور دوسرا منفی۔ مثبت پہلو تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر پورے خلوص سے عمل کیا جائے اور اس کی جزا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے اور منفی پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے کامل پرہیز کیا جائے۔ عبادت نور ہے اور حرام تاریکی۔ نور اور تاریکی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونا بھی کمال کی دلیل ہے۔ ساتھ ہی طمانیت قلب کا سامان۔ اس لئے کہ دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی قضا کے نفاذ کو روک سکتی ہے نہ ٹال سکتی ہے۔ اس لئے اس کا حل صرف اس میں ہے کہ تقدیر الٰہی سے موافقت اختیار کی جائے اور اس کی تقسیم پر راضی رہا جائے۔ یہ رضا بالقضاء انسان کو توکل اور قناعت کا سبق دیتی ہے اور پھر اسے دنیا و مافیہا سے بے

نیاز دیتی ہے۔ پڑوسی کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ تو اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ نے پڑوسی سے نیک سلوک کرنے کی مجھے اتنی مرتبہ تاکید کی کہ مجھے تو خیال ہونے لگا تھا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں حصہ مل جائے گا اور یہ جو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کیا کرو اس میں بھی وہی اخوت و محبت اور باہمی ہمدردی و مواخات کے پاکیزہ جذبات کو پروان چڑھانے اور اسے مسلم معاشرے میں عام کرنے کی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہے۔ جو اسلام کا مقصود اولیں ہے۔ اللہ تعالٰی اور رسول اکرم ﷺ کی نگاہ میں سب سے بڑی عبادت دلوں کو جوڑنا، پیار اور محبت کی تبلیغ کرنا اور امت مسلمہ کے افراد کے درمیان اخوت و محبت پیدا کرنا ہے اور سب سے بڑا گناہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے جدا کرنا۔ دلوں میں تفریق پیدا کرنا، فرقہ بندی اور دھڑے بازی کو فروغ دینا ہے۔ اسی لئے تفرقہ بازی کو قرآن کریم میں مشرکوں کا عمل کہا گیا ہے۔ اگر واقعہ" ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو مسلم معاشرہ صحیح معنوں میں امن کا گہوارہ بن جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں آخری بات یہ بتلائی گئی ہے کہ زیادہ ہنسا نہ کرو تمہارا دل مردہ ہو جائے گا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے اہم مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ آفاق و انفس و اقوام کے حالات و تغیرات پر اگر غور کیا جائے تو انسان کو ہنسنے اور لہو و لعب میں مبتلا ہونے کا موقع ہی کہاں ملتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ خوش دلی اور خوش باشی ترک کی جائے البتہ کسی بھی صورت میں وقار کا دامن ہاتھوں سے چھوڑنا نہ چاہئے۔

☆☆☆

حضور  کی آخری وصیت

سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ مرض وصال میں بیحد کمزور ہو گئے تھے۔ حضور

ﷺ کے بیمار ہو جانے کے غم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت پریشان تھے۔ انہیں گھروں میں چین نہ آتا تھا' مسجد نبوی ﷺ کے ارد گرد دیوانہ وار پھرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی ماجرا عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ حضرت علیؓ اور فضل بن عباسؓ نے آپ ﷺ کو سہارا دے کر بٹھایا' تو حضور ﷺ نے پوچھا' انصار کیا کہتے ہیں؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! وہ روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ شاید اس مرض میں ہم سے جدا ہو کر دارالقرار میں تشریف لے جائیں گے۔ پھر نہ معلوم ہمارا کیا حال ہو گا۔

حضور ﷺ اٹھے' ایک ہاتھ دوش علی رضی اللہ عنہ پر رکھا اور دوسرا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ پر مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ شمع رسالت ﷺ کے پروانے دیوانہ وار فدا ہونے کو حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ! شہر میں اعلان کر دو کہ سب جمع ہو جائیں تاکہ میں انہیں وصیت کروں آخری وصیت۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ روتے ہوئے چلے اور مدینہ کے گلی کوچوں میں اعلان کر دیا۔ تمام لوگ بے قراری کے عالم میں دوڑتے چلے آئے۔

حضور ﷺ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اب میرا وقت رحلت قریب ہے اور میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے بہت جلد جدا ہونے والے ہو' سچ بتاؤ کہ جب میں تم سے جدا ہو جاؤں گا تو تم کس طرح رہو گے؟

یہ سن کر تمام حاضرین رو پڑے۔ مسجد نبوی ﷺ میں ایک کہرام بپا ہو گیا' سب نے روتے ہوئے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے احکام کی دل و جان سے پیروی کریں گے اور قرآن کو اپنا دستور العمل بنائیں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہو میں نے تم کو کس طرح احکام پہنچائے تمہاری وجہ سے کیا کیا مصیبتیں برداشت کیں۔ میرے دانت تم نے توڑے' میرے چہرے کو خون میں رنگا' جاہلوں سے گالیاں سنیں' بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے اور صبر سے رہا۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بیشک آپ ﷺ اعلیٰ صابر اور انتہائی شاکر ہیں اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک بلا کم و کاست پہنچا دیئے۔ ہمیں گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر لگایا آپ ﷺ نے ہمیں خدا سے ملا دیا اس کی

جزا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ دے گا۔ ہم آپ ﷺ کے احسانات کا بدلہ دینے کی کچھ طاقت نہیں رکھتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا' یا اللہ! تو اس پر گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا' میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کسی کا قرض میرے ذمے ہو وہ ابھی وصول کر لے۔ جس کسی کو میں نے مارا ہو وہ ابھی مجھ سے بدلہ لے لے۔ حقوق العباد میں سے جس کا مجھ پر کوئی حق باقی ہو ابھی صاف صاف کہہ دے اور لے لے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں کا معاملہ قیامت کے دن کے لئے باقی رہ جائے۔

کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ اگر اس وقت میں اپنا حق لوں گا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مزاج کے خلاف ہو گا۔ یاد رکھو' عداوت میرے دل میں اللہ نے پیدا ہی نہیں کی۔ میں اس کو اپنا دوست جانتا ہوں جو اپنا حق ابھی مجھ سے طلب کر لے یا مجھے معاف کر دے۔ اتنا فرما کر حضور ﷺ منبر سے اترے اور نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر منبر پر آئے اور یہی اعلان دوبارہ فرمایا۔ ایک شخص اٹھا۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے تین درہم آپ ﷺ کے ذمے ہیں۔ فرمایا میں تجھے نہ جھٹلاتا ہوں نہ قسم دلاتا ہوں لیکن اتنا پوچھتا ہوں کہ یہ کس معاملے کے ہیں؟

وہ شخص بولا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ایک دن کوئی سائل آپ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سائل کو تین درہم دے دو۔ میں نے اس سائل کو تین درہم دے دیئے تھے۔ حضور ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے تین درہم ادا کئے جائیں۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے تین درہم ادا کر دیئے۔

اسی مجلس میں حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ چونکہ آپ ﷺ اصرار کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس لئے مجبوراً" عرض کرتا ہوں کہ اگر اب نہیں کہتا تو گنہگار ٹھہرتا ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ سفر تبوک میں آپ ﷺ ناقہ پر تازیانہ مار رہے تھے وہ میرے شانہ اور پشت پر لگا تھا اور مجھے اس سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ یا رسول اللہ ﷺ اب اس وقت میں آپ

ﷺ سے اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جزاک اللہ اے عکاشہ! اچھا ہوا کہ تم نے ابھی کہہ دیا قیامت پر نہ چھوڑا۔ میں دنیا میں بدلہ دینے کو زیادہ پسند کرتا ہوں بمقابلہ آخرت کے۔ اے عکاشہ! تمہیں معلوم ہے کہ وہ تازیانہ (چابک) کون سا تھا؟ عکاشہ نے عرض کی۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ لکڑی کا دستہ اور خیزران سے گتھا ہوا اور تسمہ درہ کی صورت میں اس کے آگے تھا۔

حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ وہ چابک میری بیٹی فاطمہ ؓ کے پاس ہے جاؤ اور جلدی لے کر آؤ۔ حضرت سلمان فارسیؓ، سیدہ فاطمہؓ الزہرا کے مکان پر پہنچے ان سے تازیانہ طلب کیا۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ نے پوچھا اے سلمان رضی اللہ عنہ! میرے ابا جان بخار میں مبتلا ہیں، سواری کرنے کی طاقت نہیں، پھر آپؑ نے تازیانہ کس لئے طلب فرمایا ہے؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سب ماجرا کہہ سنایا۔ سیدہ فاطمہؓ یہ سن کر رو پڑیں اور یوں دعا کی یا اللہ جو شخص اس وقت میرے ابا جان سے قصاص طلب کر رہا ہے تو اس کے دل میں رحم ڈال دے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت بہت نحیف ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تازیانہ لے کر مسجد نبوی ﷺ میں آئے۔ صحابہ کرام تازیانہ دیکھ کر چیخ اٹھے ادھر سیدہ فاطمہؓ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ جلدی جاؤ۔ ایک ایک تازیانہ کے عوض سو سو تازیانے اپنے اوپر لے لو، اپنے نانا جان پر فدا ہو جاؤ۔ دونوں شہزادے جب مسجد میں آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے گریہ سے مسجد گونج رہی تھی اور صرف عکاشہ ہاتھ میں تازیانہ لئے کھڑے تھے اور حضور ﷺ فرما رہے تھے، اے عکاشہ! جس طرح میں نے تجھے تازیانہ مارا تھا اسی قوت سے مجھے مار لو۔ یہ دیکھ کر تمام صحابہ کرام حضرت عکاشہ کے گرد ہو کر کہنے لگے کہ حضور ﷺ کو ایک تازیانہ مارنے کی بجائے ہم سب کو ایک ایک سو تازیانہ مار لو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے رو کر پکارا کہ اے عکاشہ! ہمارے نانا جان کا بدلہ اور کسی سے نہ لو ہم حاضر ہیں ہم دونوں کو سو سو تازیانے مار لے۔

رسول اللہ ﷺ نے شہزادوں کو گود میں لے کر فرمایا، جان پدر، تم یہ خیال

نہ کرو' قصاص مجھ پر واجب ہے۔ میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ پھر عکاشہ سے فرمایا کہ جلدی کر اور اپنا بدلہ لے۔ عکاشہ بولا یا رسول اللہ ﷺ! اس دن میری پشت برہنہ تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی پشت مبارک سے کپڑا ہٹا دیا۔ حسن رضی اللہ عنہ' حسین رضی اللہ عنہ اور سب حاضرین کی چیخیں نکل گئیں۔

حضرت عکاشہ تازیانہ ہاتھ میں لئے آگے بڑھے' قریب پہنچے' مہر نبوت ﷺ پر نظر پڑی تازیانہ پھینک دیا اور بیتاب ہو کر مہر نبوت ﷺ کو چومنے لگ گئے' پھر وارفتہ ہو کر پروانہ وار حضور ﷺ کے گرد طواف کرتے ہوئے بولے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان' عکاشہ کے ہاتھوں میں یہ ہمت نہیں کہ وہ آپ ﷺ سے بدلہ لے سکیں۔ عکاشہ تو دل و جان سے آپ ﷺ پر نثار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عکاشہ! یہ کیا؟ عکاشہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ حیلہ میں نے اس لئے کیا تاکہ مہر نبوت ﷺ کو چوم سکوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا جس کا بدن میرے بدن سے چھو گیا اسے (جہنم کی) آگ نہیں چھوئے گی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرا قصور معاف فرما دیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ یہ آخری دعا تھی جو حضور ﷺ نے حیات دنیوی میں فرمائی۔

(سیرت النبی ﷺ)☆☆☆

تیسرا باب

حکایات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ایمان لے آئے

روایات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بارے میں مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے ایک واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے نیچے خانہ کعبہ میں گر پڑا ہے اس چاند کے ٹکڑے مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں گرے' اچانک وہ سب ٹکڑے اکٹھے ہو کر اپنی پہلی والی شکل میں آ گئے اور آسمان کی طرف چلے گئے لیکن وہ ٹکڑا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں گرا تھا وہ وہیں رہ گیا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ چاند کے تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔

اگلی صبح جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے ایک بہت بڑے یہودی کے پاس تشریف لے گئے۔ اس یہودی عالم نے آپؓ سے کہا کہ یہ پریشان کن خوابوں میں سے ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کچھ مدت اسی طرح گزر گئی۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجارت کے سلسلہ میں دوران سفر بحیرا راہب کے پاس گئے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی' بحیرا راہب نے خواب سن کر پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا' میں قریشی ہوں۔ بحیرا نے کہا' اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں تمہارے درمیان ایک پیغمبر کا ظہور ہو گا جس کی ہدایت کا نور مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں پہنچے گا اور آپ ان کی حیات طیبہ میں ان کے وزیر ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اس خواب کو چھپائے رکھتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا جب مجھے نبوت کے ظہور کی خبر ہوئی تو میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے عرض

کیا کہ ہر نبی کی نبوت پر ایک دلیل ہوتی تھی۔ آپ کی نشانی و معجزہ کیا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور یہودی عالم نے تمہیں اس کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ بحیرا راہب نے اس کی اس طرح تعبیر کی تھی۔ میں نے دریافت کیا' آپ کو اس بات کی خبر کس نے دی ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے حضرت جبرائیلؑ نے خبر دی ہے' میں نے کہا' اس سے زیادہ میں آپ سے کوئی روشن دلیل نہیں پوچھتا۔ چنانچہ کلمہ اسلام پڑھا اور ایمان لے آیا۔



میں ایمان قبول کرتا ہوں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دین اسلام قبول کرنے کے بارے میں ایک واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعثت نبوی سے پہلے میں تجارت کے سلسلہ میں یمن کے سفر پر گیا ہوا تھا وہاں پر میں قبیلہ ازد کے ایک انتہائی بوڑھے شخص کے پاس گیا جس نے آسمانی کتب پڑھی ہوئی تھیں۔ اس بوڑھے نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا' میرے خیال میں آپ کا تعلق حرم کعبہ سے لگتا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے پوچھا' آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ میں نے کہا بنی تیم سے تعلق رکھتا ہوں۔ وہ کہنے لگا' ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کون سی نشانی؟

بوڑھا شخص کہنے لگا' آپ اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹائیں۔ میں نے کہا' جب تک آپ اپنا مدعا بیان نہیں کرتے اس وقت تک میں اپنے پیٹ سے کپڑا نہیں اٹھاؤں گا اس پر بوڑھے نے کہنا شروع کیا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم پاک میں ایک پیغمبر مبعوث ہو گا اس کے دو دوست ہوں گے ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر' جوان مستقبل میں بہت سی پریشانیوں اور دشواریوں کو رفع کرے گا جب کہ ادھیڑ عمر لاغر جسم اور سفید چہرے والا ہو گا' اس کے پیٹ پر سیاہ داغ بائیں ران کی

طرف نشانی ہے' میرے خیال میں آپ ہی وہ شخص ہیں' میں چاہتا ہوں کہ اس نشانی کو آپ کے پیٹ پر دیکھوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا۔ میں نے دیکھا کہ میری ناف کے اوپر ایک سیاہ تل ہے۔ بوڑھے نے جب دیکھا تو فوراً" پکار اٹھا' رب کعبہ کی قسم! وہ ادھیڑ عمر آپ ہی ہیں۔ اس کے بعد میں یمن میں تجارت سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر اس بوڑھے سے الوداعی ملاقات کرنے آیا تو اس بوڑھے نے کہا' میرے پاس اس نبیؐ برحق کی شان میں چند اشعار ہیں' آپ ان اشعار کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچادیں میں نے کہا میں ضرور ان اشعار کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچادوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بوڑھے سے شعر سن کر یاد کر لئے اور مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ اپنے گھر پہنچ گئے تو ابوالبختری' شیبہ' عتبہ بن ابی معیط اور چند قریشی اکٹھے ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے آئے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے کوئی نئی چیز تم لوگوں کے درمیان پیدا ہو گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا' اس سے زیادہ نئی چیز کیا ہو گی کہ ابوطالب کے یتیم بھتیجے نے اٹھ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ تم باطل ہو اور تمہارے آباؤ اجداد بھی باطل پر تھے۔ اگر آپ کی مدد اور حمایت اسے حاصل نہ ہوتی تو ہم خود اس سے نبٹ لیتے چونکہ آپ اس کے دوست ہیں اس لئے آپ خود اس سے مل کر معاملے کو ختم کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں کو تسلی سے سنا اور ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت کے باہر جا کر کھڑے ہو گئے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اطہر سے باہر تشریف لائے تو عرض کیا' یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا معاملہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے باتیں بیان کی جا رہی ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے ابوبکر! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' آپ مجھ پر ایمان لے آیئے تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور جہنم سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس اپنے

دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا' میری دلیل وہ بوڑھا ہے جس سے آپ نے یمن میں ملاقات کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معاملے کو آگے بڑھاتے ہوئے ازراہ تجسس کہا' میں تو یمن میں بہت سے بوڑھوں کے ساتھ ملا ہوں اور ان کے ساتھ تجارت کا معاملہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کی بات کو سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا' اے ابوبکر! میں اس بوڑھے کی بات کر رہا ہوں جس نے بارہ اشعار امانت کے طور پر تمہیں دیئے تھے تاکہ مجھ تک پہنچا دو۔

اس کے ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ نے وہ بارہ اشعار بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنا دیئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا' اے محمد ﷺ آپ کو اس معاملے کی خبر کس نے دی؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مجھے اس کی خبر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یارسول اللہ! اپنا دست اقدس بڑھایئے میں ایمان قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دولت سے اپنے آپ کو مشرف فرمایا۔

☆☆☆

اللہ اور اس کا رسول ﷺ



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدقات و خیرات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہا مسابقت کی کوشش کی۔ لیکن وہ کبھی بھی ان کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوئے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صدقہ نکالنے کا حکم دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت معمول سے زیادہ سرمایہ موجود تھا' انہوں نے خیال کیا کہ آج ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانے کا موقع ہے۔ چنانچہ وہ اپنا نصف مال لے کر آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے اہل و عیال کے لئے کس قدر رہنے دیا ہے؟ بولے "اسی قدر" لیکن

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل سرمایہ لائے تھے۔ ان سے جب سوال کیا تو انہوں نے عرض کی "ان کے لئے خدا اور اس کا رسول ﷺ ہے" اس ایثار و قربانی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے "اب میں کبھی ان پر سبقت نہیں لے جا سکتا۔"



رونے کی وجہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے پانی منگوایا۔ چنانچہ پانی اور شہد آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ جب اسے اپنے منہ کے قریب لے گئے تو بے اختیار رونے لگے یہاں تک کہ قریب بیٹھے ہوئے تمام صحابہ کرامؓ نے بھی رونا شروع کر دیا' تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر پینے کا ارادہ فرمایا لیکن پانی اور شہد دیکھ کر دوبارہ رونے لگ گئے یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ نے دل میں خیال کیا کہ ہم شاید اس رونے کا سبب دریافت نہ کر سکیں گے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آنسو صاف کر لئے تو صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا' یا خلیفۃ الرسول! آپ کے آنسو بہانے کی وجہ کیا تھی؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا' ایک مرتبہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ اپنے جسم اطہر سے کسی نظر نہ آنے والی شے کو دور فرما رہے تھے' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! آپ کس چیز کو دور فرمایا رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا' ابھی میرے پاس دنیا آئی تھی میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے دور رہو چنانچہ وہ واپس چلی گئی ہے اور یہ کہہ گئی ہے کہ آپ نے تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار فرمالی ہے لیکن بعد میں آنے والے ایسا نہیں کر سکیں گے۔



جنت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نیکو کاری و حصول ثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا "آج تم میں روزہ سے کون ہے؟ کس نے مسکینوں کھانا دیا ہے؟ اور کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟" ان سوالوں کے جواب میں جو زبان گویا ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے ایک دن میں اس قدر نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔"



اکل حلال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو صبح اٹھ کر تجارت کے لئے کپڑے لے کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ملے اور دریافت کرنے لگے' یا خلیفہ رسولؐ! کدھر کا قصد ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ ان دونوں نے فرمایا کہ آپ پر تو دربار خلافت کا بار ہے' بازار میں کیا کیجئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے متعلقین کی پرورش کہاں سے کروں گا؟ انہوں نے کہا کہ آپ تشریف لے چلیں' ہم آپ کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ آپ ان دونوں کے ساتھ تشریف لائے تو ان حضرات نے بعد مشورہ مسلمانان آپ کا معمولی خرچ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ جیسا قبل از خلافت اپنے مال سے خرچ کرتے تھے اور سفرج وغیرہ کے لئے سواری مقرر کر دی اور دو چادریں کہ جب پرانی ہو جائیں تو دوسری لے لیں۔



تدوین قرآن

جنگ یمامہ میں مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جنگ میں بہت سے صحابہ کرامؓ جنہوں نے قرآن پاک حفظ کیا ہوا تھا شہید ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سے حفاظ کرام شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر کہیں دوسری لڑائیوں میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو جمع کرا دیجئے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حیران ہو گئے اور حیرت کے عالم میں فرمایا میں وہ کام کیسے کروں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ اس بات پر دونوں حضرات نے بڑی طویل گفتگو فرمائی۔ کافی بحث مباحثہ ہوا اور آخرکار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے جمع قرآن کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار کا ذکر کیا۔ اس کے بعد فرمایا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں وہ کام کیسے کروں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا' اللہ کی قسم! یہ نیک کام ہے۔ چنانچہ وہ مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی عمر رضی اللہ عنہ کا ہم خیال ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ مبارک حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف کر کے فرمایا۔ اے زیدؓ! تم ایک نوجوان اور عقل مند انسان ہو' تمہارا دامن ہر قسم کے الزام سے پاک ہے اور تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی رہے ہو' اس لئے قرآن پاک کو جمع کرو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ دونوں وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اللہ کی قسم! یہ نیک کام ہے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے

حضرت زید بن ثابت ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں اس معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے بحث کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس حقیقت کے لئے کھول دیا۔ جس طرح حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کا سینہ کھولا تھا۔

اس کے بعد حضرت زید بن ثابت ؓ اس کام کے لئے تیار ہو گئے اور پھر ہڈیوں، پتھروں، کھجور کے پتوں اور لوگوں کے سینہ سے قرآن پاک مرتب کرنے لگے یہاں تک کہ قرآن پاک جمع ہو گیا۔



حقیقی محافظ

حضرت صدیق اکبر ؓ فرماتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کے وقت جب میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غار ثور میں تھا تو ہمیں تلاش کرنے والے (مشرکین کے پاؤں مجھے نظر آئے اور ہم اسی غار کے اندر چھپے ہوئے تھے اور عین وہ ہمارے سروں پر کھڑے تھے تو میں نے گھبرا کر) رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی نے بھی اپنے قدموں کی طرف جھک کر دیکھا تو ہم انہیں صاف نظر آ جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر ؓ ان دو مظلوم بندوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے، یعنی جب ہمارا حقیقی محافظ اور نگہبان اللہ ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔



میں خلافت کا اہل نہیں

حضرت صدیق اکبر ؓ کی بیعت مکمل ہو گئی تو ابوبکر صدیق ؓ نے رونا

شروع کر دیا اور تین دن تک روتے رہے اور کہتے رہے کہ لوگو! میری بیعت توڑ دو میں خلافت کا اہل نہیں ہوں جبکہ تم میں علی رضی اللہ عنہ جیسا شخص موجود ہے۔ پس میں تم سے اپنی بیعت توڑتا ہوں۔ ہے کوئی تم میں مجھ سے کراہت کرنے والا ہے کوئی تم میں مجھ سے بغض رکھنے والا۔

پس ہر بار سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم میں آپ سے بیعت نہیں توڑوں گا اور نہ آپ کو اپنی بیعت فسخ کرنے دوں گا۔



مرتدین کا خاتمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دین کے معاملے میں انتہائی ثابت قدم تھے اور اس سلسلے میں کسی سے بھی رو رعایت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کچھ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کے چند ارکان سے باغی ہو گئے۔ چنانچہ مرتدین نے اپنا ایک وفد اپنے چند بزرگ قسم کے لوگوں پر مشتمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ ان لوگوں نے بڑے ہی نڈر ہو کر اور بے خوفی کے انداز میں اس طرح گفتگو کی کہ' اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمان ہی رہیں تو پھر ہماری ایک شرط ہے کہ تم نماز میں کمی کر دو اور زکوٰۃ معاف کر دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قسم کے الفاظ سنے تو انتہائی غضب ناک ہوئے اور جلال میں آکر فرمایا' ایسا تو ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ تو نماز میں ہی معمولی سی بھی تخفیف ہو سکتی ہے اور نہ ہی صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی معافی ہو سکتی ہے۔ کان کھول کر سن لو تم لوگوں نے کیا اسلام کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ یاد رکھو! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رسی جیسی معمولی چیز کے لئے بھی تم سے لڑے گا اور تمہیں کیفر کردار تک پہنچائے گا خواہ اس معاملے میں ایک شخص بھی میری مدد پر نہ ہو۔ جب تک میرے جسم میں جان اور ہاتھ میں تلوار ہے میں منافقین سے برابر جہاد کرتا رہوں گا۔

اور مرتدوں کا خاتمہ کر کے چھوڑوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ہی کیا اور جلد ہی مرتدین کا خاتمہ ہو گیا۔

☆☆☆

قے کر دی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا۔ آپ نے اس کی مزدوری اور اجرت میں سے اپنا کچھ حصہ مقرر کر رکھا تھا۔ جو آپ اپنے استعمال میں لاتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ غلام کوئی کھانے کی چیز لے کر آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس چیز میں سے اپنا حصہ لے کر اسے تناول فرما لیا۔ اس غلام نے آپ سے کہا' کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے یہ چیز کس طرح حاصل کی ہے؟ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کس طرح حاصل کی ہے؟ وہ غلام کہنے لگا کہ جاہلیت کے دنوں میں میرا پیشہ کہانت تھا اور آپ جانتے ہیں کہ کہانت جھوٹی سچی پیش گوئیاں ہوتی ہیں؟ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو فال بتائی تھی اس وقت اس نے مجھے کچھ نہیں دیا تھا آج اتفاق سے وہ شخص مجھے مل گیا اور اس نے میری کہانت کے معاوضے کے طور پر مجھ کو یہ چیز دی تھی جو میں نے آپ کو کھلا دی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق میں انگلیاں ڈالیں اور قے کر کے کھائی ہوئی چیز باہر نکال دی۔

☆☆☆

وظیفہ کم کر دیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے بڑے مالدار تاجر تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو سب مال و اسباب اسلام کی سربلندی کے لئے راہ خدا میں صرف

کر دیا۔ خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے آپ تجارت کر کے گزارہ کرتے تھے لیکن چونکہ خلافت کے ساتھ ساتھ کاروبار جاری رکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ان کے گزارہ کے لئے بیت المال سے اس قدر رقم مقرر کی گئی جو معمولی گزارے کے لئے ہی کافی ہو سکتی تھی۔ ایک دن آپ کی اہلیہ محترمہ نے خواہش ظاہر کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا "اتنے پیسے کہاں ہیں؟" آپ کی اہلیہ روزانہ کے خرچ میں سے تھوڑا تھوڑا بچاتی رہیں تاکہ میٹھا پکا سکے؟" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک دن گھر آئے تو آپ کی اہلیہ نے کھانے کے لئے حلوہ پیش کیا۔ آپ نے پوچھا" حلوہ پکانے کے لئے پیسے کہاں سے آئے؟" عرض کی! روزانہ کے خرچ میں سے تھوڑے تھوڑے پیسے پس انداز کرتی رہی تھی۔ فرمایا اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ ہمیں جو خرچ ملتا ہے اس سے کم میں بھی گزارہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جتنی رقم اہلیہ نے بچائی تھی اسی حساب سے آپ نے اپنے وظیفہ میں کمی کر دی۔

☆☆☆

شجاعت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ



حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے لوگو! تم مجھ سے بیان کرو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ ہیں اے امیر المومنین! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں نے جب کبھی کسی سے مقابلہ کیا اپنا حق پورا لے لیا لیکن تم مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں زیادہ بہادر کون ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو تو علم نہیں آپ ہی فرمائے کہ کون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب غزوۂ بدر ہوا۔ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جھونپڑا بنا دیا اور ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ ایسا نہ ہو کہ مشرکین میں سے کوئی آپؐ کی طرف آئے۔ پس خدا کی قسم! اس کام کے لئے آپؐ کے قریب کوئی نہ آیا سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ کہ یہ تلوار سونت کر آپؐ کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے۔ جب کوئی آپؐ کی

طرف آنے کا قصد کرتا یہ اس کی طرف جھپٹ کر جاتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سے زیادہ بہادر تھے۔



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عدل کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جمعہ کے دن خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا' جب کل کا دن آئے تو اونٹوں کے صدقات یہاں حاضر کر دینا۔ ہم اسے تقسیم کریں گے اور میرے پاس کوئی بھی بلا اجازت نہ آئے۔ یہ سن کر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا یہ نکیل لو' شاید اللہ پاک ہمیں بھی کوئی اونٹ دے۔ وہ آدمی آیا تو اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ انٹوں کے درمیان داخل ہوئے۔ یہ بھی ان کے ساتھ اونٹوں کے درمیان داخل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف التفات کی اور فرمایا تجھے کس نے یہاں آنے کو کہا۔ اس کے بعد اس سے نکیل لی اور اس نکیل سے اس آدمی کو مارا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے اس کی نکیل دی اور کہا اپنا بدلہ لے لو۔ حضرت ابوبکرؓ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بدلہ نہ لے گا۔ اس بات کو طریقہ نہ بناؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس آدمی کو ان کی سواری کی اونٹنی اور اس کا کجاوہ اور دھاری دار کمبل اور پانچ دینار لا کر دے۔ یہ چیزیں دے کر حضرت ابوبکرؓ نے اسے راضی کیا۔



نابینا آدمی

منصب خلافت پر فائز ہونے کے دو تین دن بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا "میں اپنے پیشرو خلیفۃ الرسولؐ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی حتیٰ المقدور کوشش کرتا ہوں۔ کیا تم میں سے کسی کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا کام معلوم ہے جو میں نے اب تک نہ کیا ہو۔" ایک شخص بولا' ہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا کام ہے جو میں نے انہیں روزانہ کرتے دیکھا ہے اور آپ نے ابھی تک نہیں کیا۔ فرمایا" وہ کون سا کام ہے۔ وہ شخص بولا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد دو روٹیاں لے کر اس پہاڑ کی طرف جایا کرتے تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ روٹیاں کسے دے کر آتے تھے۔

اگلے دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دو روٹیاں لے کر اس پہاڑ کی طرف گئے مگر حیران تھے کہ یہ روٹیاں کسے دیں۔ آپ اس پہاڑ پر ادھر ادھر تجسس کرنے لگے۔ ایک جانب سے ذکر الٰہی کی آواز سنائی دی۔ آپ اس آواز کی جانب بڑھے تو کیا دیکھا کہ ایک غار میں کوئی آدمی ذکر خدا میں مصروف ہے۔ قریب پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ آدمی نابینا ہے۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں کوڑھ کے سبب جھڑ چکی ہیں۔ آپ سمجھ گئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی معذور شخص کو کھانا کھلانے آیا کرتے تھے۔ خاموشی کے ساتھ اس کے پاس بیٹھ گئے اور خود لقمہ بنا کر اس آدمی کے منہ میں رکھ دیا۔ ناگاہ اس نے فریاد کی (اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پھر بولا "کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے؟" فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا "تم نے کیسے پہچانا کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں ہوں۔" وہ شخص رو کر بولا "اسی طرح کہ صدیق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ میرے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں۔ وہ لقمہ اپنے منہ میں چبا کر میرے منہ میں دیا کرتے تھے۔" یہ سنتے ہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا "بے شک میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برابری نہیں کر سکتا۔"



اسلام قبول کرلیا

یہ اس وقت کی بات ہے جب دین اسلام اپنے ابتدائی دور میں تھا اور حضور نبی کریم ﷺ دین حق کی روشنی ہر طرف پھیلانے میں اپنے اخلاق حسنہ سے بھرپور کوشش فرما رہے تھے انہی دنوں میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی کہ یا اللہ! عمر ابن خطاب کے دل کو اسلام کی روشنی سے منور کردے اور پھر وہ وقت آیا کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کر لینے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی۔ آپ انتہائی جری اور بہادر تھے اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی اور وہ چھپ کر عبادات کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! جب ہمارا دین برحق ہے اور مشرکین باطل پر ہیں تو پھر ہم اپنے دین کو پوشیدہ کیوں رکھیں؟ لات و عزیٰ کی تو کھل کر عبادت کی جاتی ہے اور ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھپ کر کیوں کریں؟ رب کعبہ کی قسم! ہم بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اعلانیہ کریں گے۔ مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی! جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے مجھ سے وہ مجلس کبھی باقی نہیں رہ سکتی جس میں کفر کی مدد کے لئے نہ بیٹھا تھا لیکن اب میں دین اسلام کے اظہار و امداد کے لئے ضرور بیٹھوں گا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے روانہ ہوئے اور خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور کفار کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے کہا' اے لوگو! جو شخص مجھے جانتا ہے وہ خوب جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ میں عمر بن خطاب ہوں۔ اے اہل قریش! دین اسلام قبول کر لو اور محمد ﷺ کی اطاعت کرنے میں تیزی دکھاؤ ورنہ میں اس تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دوں گا اور ایک بھی کافر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

جب کفار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ بات آواز سنی تو انہوں نے

خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ ان میں سے ایک نے جرات کر کے پوچھا' اے عمر رضی اللہ عنہ کیا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر لیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے کلمہ اسلام پڑھ لیا ہے۔ یہ سن کر کفار بہت مایوس ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ یہ کیا معاملہ درپیش ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کعبہ کے گرد طواف فرما رہے تھے اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد بھی کرتے جاتے تھے۔ کفار یہ دیکھ کر بہت ہی آگ بگولہ ہوئے اور آخر انہوں نے ہمت کر کے مل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے تو کفار نے راہ فرار اختیار کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک بڑے کافر کو اپنی گرفت میں لے کر اسے زمین پر گرا دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں میں ڈال دیں۔ اس نے اس قدر واویلا اور چیخ و پکار کی کہ کوئی کافر آگے بڑھنے کی جرات ہی نہ کر سکا۔ وہ فریاد کر رہا تھا۔ لوگو! میری مدد کرو' عمر مجھے قتل کر دے گا۔ چنانچہ بڑی مشکل سے اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا۔ سب مشرکین بھاگ گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں عبادت کی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کوئی مجلس ایسی نہیں رہی جس میں میں نے دین حق کا اعلان نہ کر دیا ہو۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کا اظہار فرمایا اور کعبہ کی طرف روانگی فرمائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دائیں جانب' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بائیں جانب' حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے' تمام کے ہاتھ میں ننگی تلواریں تھیں اور باقی سب مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھے چل رہے تھے۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے دکھ دینے والوں سے بدلہ نہیں لے سکتے تھے۔ روایات میں آتا ہے جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا' دین اسلام نے ترقی کی منزلیں طے

گئیں اور پھر کبھی مسلمانوں کو رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

☆☆☆

کوئی بڑی بات نہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کہیں سفر کو روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں آپ یہودیوں کے ایک گاؤں پہنچے۔ آپ نے دریافت کیا۔ آیا یہاں کسی مسلمان کا گھر بھی ہے۔ جواب ملا' ہاں۔ یہاں ایک بدو مسلمان رہتا ہے جو بے حد غریب ہے۔ آپ اس کے ہاں پہنچے' اس غریب بدو نے اپنی بیوی سے کہا' ایک مہمان آگیا ہے اس کے کھانے کا کچھ انتظام کرو۔ بیوی نے جواب دیا' گھر میں سوائے جو کے تھوڑے سے آٹے کے اور کچھ نہیں ہے۔ شوہر بولا' کہیں سے گندم کا آٹا ادھار لے آؤ۔ بیوی نے پاس پڑوس سے گندم کا آٹا ادھار لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ گھر آکر اپنے شوہر سے بولی' گندم کا آٹا تو کہیں سے نہیں مل سکا۔ مجبوراً" جو کی تین روٹیاں پکا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی گئیں۔ آپ نے سوچا کہ اس شخص کے تین بچے ہیں اور دو یہ میاں بیوی خود' یہ پانچ ہوئے اور چھٹا میں شامل ہو گیا ہوں اور روٹیاں صرف تین ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے چھٹا حصہ یعنی آدھی روٹی خود کھا کر باقی واپس کر دیں کہ خود کھائیں اور بچوں کو کھلائیں۔ جب آپ رخصت ہونے لگے تو فرمایا' تم کسی دن مدینہ آنا اور عمر کا نام پوچھ کر مجھے ملنا۔

کچھ مدت بعد اس بدو کی بیوی نے اصرار کیا کہ مدینہ جا کر عمر رضی اللہ عنہ سے ملے وہ شخص مدینہ پہنچا اور آپ سے ملا۔ اس وقت آپ کا تجارتی قافلہ مدینہ میں پہنچ رہا تھا۔ بہت سے اونٹوں پر مال لدا ہوا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ سب اونٹ بمعہ مال و دولت اس بدو کو بخش دیے۔ وہ بدو اپنی خوش بختی پر نازاں و فرحاں واپس لوٹ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا اور عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا میں نے اس میزبان بدو کی میزبانی کا حق ادا کر

دیا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ عمرؓ حق تو شاید اس ایک لقمہ کا بھی ادا نہ ہوا۔ کیونکہ اس غریب نے تمہاری مہمان نوازی کے لئے ادھار لینے سے بھی دریغ نہ کیا تھا اور اپنی بساط سے زیادہ تمہاری خدمت کی تھی' لیکن تمہارے لئے اونٹوں کی قطار مال و متاع سمیت دے دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔



میں نے بدلہ لے لیا

دنیا جانتی ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ انصاف کے معاملے میں کسی سے بھی رو رعایت نہ فرماتے تھے۔ آپؓ کا عدل و انصاف امیر و غریب اور والی و رعیت میں قطعاً" کوئی تمیز نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت محمد بن عمرو بن العاص ؓ نے کسی بات پر ناراض ہو کر ایک مصری شخص کو تازیانے مارے وہ مارتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے "لے' میں بڑوں کی اولاد ہوں۔" ان دنوں حضرت عمرو بن العاص ؓ مصر کے حاکم تھے۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کا یہ فعل دیکھا تو اس مصری کو قید میں ڈال دیا کہ مبادا وہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق ؓ سے ان کے بیٹے کی شکایت نہ کر دے۔

لیکن جب وہ شخص قید سے رہا ہوا تو سیدھا مدینہ منورہ پہنچا اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کی شکایت حضرت عمر فاروق ؓ سے کی۔ حضرت عمرؓ نے اس مصری کو تو اپنے ہاں ٹھہرا لیا اور حضرت ابن العاص ؓ اور ان کے بیٹے کو مصر سے بلا کر مجلس قصاص میں طلب فرما لیا۔ جب دونوں باپ بیٹا مجلس قصاص میں پیش ہوئے تو حضرت عمر فاروق ؓ نے بلند آواز سے فرمایا' مصری کہاں ہے؟ جب مصری آیا تو آپ نے فرمایا' لے یہ درہ پکڑ اور بڑوں کی اولاد کو مار۔

اس مصری شخص نے درہ اپنے ہاتھ میں لیا اور حضرت محمد بن عمرو بن العاص ؓ کو درے مارنے شروع کر دیے اور اس قدر مارے کہ وہ بے دم ہو گئے۔

مصری ان کو مارتا جاتا تھا اور حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے جاتے تھے۔ "بڑوں کی اولاد کو مار۔" جب وہ مصری دل بھر کر ان کو مار چکا اور درہ امیرالمومنین کو واپس کرنے لگا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے اس سے فرمایا' عمرو بن العاص ؓ کی کھوپڑی پر بھی مار' اللہ کی قسم! بیٹا تجھے ہرگز نہ مارتا اگر اسے اپنے باپ کے اقتدار کا گھمنڈ نہ ہوتا۔" حضرت ابن العاص ؓ نے کہا' امیرالمومنینؓ! آپ بھرپور سزا دے چکے ہیں۔ اس پر مصری شخص بھی بولا' کہ اے امیرالمومنین! جس نے مجھے مارا تھا میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا' اللہ کی قسم! اگر تو ابن العاص ؓ کو مارتا تو میں اس وقت تک درمیان میں نہ آتا جب تک کہ تو خود ہی اپنا ہاتھ روک نہ لیتا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص ؓ کی طرف مخاطب ہو کر غضب ناک انداز میں فرمایا' اے عمرو بن العاص (ؓ)! تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنایا حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔



اعلیٰ مثال

حضرت عمر فاروق ؓ کا عدل و انصاف آج تک مشہور ہے اور قیامت تک آنے والے مسلم حکمرانوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے صاجزادے حضرت عبدالرحمٰن ؓ بھی مصر میں موجود تھے۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ حضرت عمر فاروق کے عدل و انصاف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ایک دن حضرت عمر فاروق ؓ کے صاجزادے حضرت عبدالرحمٰن ؓ نے ابو سروعہ کے ساتھ مل کر نیبذ پی لی اور ان پر نشہ طاری ہو گیا۔ وہ دونوں میرے پاس آئے تاکہ میں ان پر حد جاری کر دوں۔ میں نے ان کو جھڑک کر نکال دینا چاہا لیکن حضرت عبدالرحمٰن ؓ کہنے لگے کہ اگر آپ نے حد جاری نہ فرمائی تو جب میں اپنے والد محترم کے پاس جاؤں گا تو یہ بات ان سے کہوں گا۔

حضرت ابن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے ان دونوں پر حد جاری نہ کی تو امیرالمومنین حضرت فاروق ؓ ناراض ہوں گے اور مجھے اس عہدہ سے معزول کر دیں گے اس لئے میں انہیں گھر کے صحن میں لایا اور ان پر حد لگائی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عمر ؓ گھر کی کوٹھڑی میں گھس گئے اور اپنا سر مونڈ لیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اس واقعہ کے بارے میں امیرالمومنین کو ایک حرف بھی نہیں لکھا لیکن چند دنوں کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کا خط مجھے ملا جس میں لکھا ہوا تھا۔ اللہ کے بندے امیرالمومنین عمرؓ ؓ کی طرف سے عاصی بن عاصی کے نام! اے ابن العاص ؓ! تمہاری جرات اور بدعہدی پر میں حیران ہوں اور میں تمہیں معزول کر کے چھوڑوں گا۔ تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں تازیانے لگائے اور وہیں اس کا سر مونڈا حالانکہ تم جانتے تھے کہ یہ کام میری مرضی کے خلاف کر رہے ہو' اے ابن العاص ؓ! عبدالرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک فرد ہے تمہیں اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہئے تھا جو تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے یہ خیال کیا کہ وہ امیرالمومنین ؓ کا صاحبزادہ ہے۔ حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے نزدیک کسی شخص سے حق وصول کرنے میں نرمی و رعایت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے اسی وقت عبدالرحمٰن کو ایک اونی عبا پہناؤ اور کاٹھی پر بٹھا کر فوراً" میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ اپنی بدکرداری کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

حضرت ابن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت عبدالرحمٰنؓ کو ان کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک معذرت نامہ بھی لکھ دیا کہ میں نے عبدالرحمٰنؓ کو گھر کے صحن میں حد لگائی اور اللہ کی قسم! جس سے بڑی کوئی قسم نہیں میں ہر ذمی اور ہر مسلمان کو اپنے گھر ہی میں حد لگاتا ہوں۔ یہ خط میں نے حضرت عبدالرحمٰن ؓ کے ہاتھ روانہ کر دیا جو وہ اپنے والد محترم کے پاس لے گئے۔ جب وہ امیرالمومنین کے سامنے پہنچے تو اونی عبا ان کے بدن پر تھی اور سواری کی تکلیف سے وہ چل بھی نہ سکتے تھے' ان کے والد محترم عمر فاروق ؓ نے پوچھا' اے عبدالرحمٰن! تم نے یہ

حرکت کی ہے؟ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کرتے ہوئے درمیان میں دخل دیا اور فرمایا' اے امیرالمومنینؓ! ان پر حد لگائی جا چکی ہے۔ لیکن حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ چلانے لگے کہ میں بیمار ہوں' آپؓ مجھے قتل کر رہے ہیں' روایات میں آتا ہے کہ اس کے باوجود حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر دوبارہ حد لگائی اور ان کو قید میں ڈال دیا۔ پہلے وہ بیمار ہوئے اور پھر انتقال فرما گئے۔

☆☆☆

تقویٰ

ملک شام فتح ہو جانے کے بعد قیصرروم کے ساتھ دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب خط لکھ کر قیصرروم کے پاس قاصد روانہ کیا تو آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ نے اس قاصد کو عطر کی چند شیشیاں دیں تاکہ وہ قیصرروم کی بیوی کو یہ تحفہ پہنچا دے۔ قیصرروم کی بیوی نے جواباً" شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا۔ گو عطر تمہارا تھا لیکن جو قاصد لے کر گیا وہ سرکاری تھا۔ اس کے مصارف بیت المال سے ادا کئے گئے تھے اس لئے قیصرروم کی بیوی کے بھیجے ہوئے جواہرات تمہارے نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے جواہرات لے لئے اور انہیں بیت المال میں جمع کر دیا۔ ان کے بدلے میں اپنی اہلیہ کو کچھ معاوضہ دے کر راضی کر دیا اور اپنی بیوی کو تقویٰ کا درس دیا۔

☆☆☆

ساتھیوں کا طریقہ

حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی خلافت کے زمانہ میں بیت المال سے تھوڑا وظیفہ ملتا تھا۔ آپ بمشکل گزارہ کرتے۔ جب فتوحات ہونے لگیں۔ مملکت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہو گیا اور بیت المال میں مال غنیمت بکثرت جمع ہو چکا تو صحابہ کبار نے فیصلہ کیا کہ آپ کا وظیفہ بڑھا دینا چاہئے لیکن اس سلسلہ میں آپ سے کچھ کہنے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی۔ آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ذریعہ یہ بات آپ کے گوش گزار کی گئی تو آپ نے نہایت غصہ کے ساتھ فرمایا۔ بیٹی تو ہی بتا کہ تیرے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا عمدہ سے عمدہ لباس کیا تھا؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا' وہ کپڑے جنہیں نماز جمعہ کے لئے یا وفدوں سے ملاقات کے وقت پہنا کرتے تھے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا' رسول اللہ ﷺ نے تیرے ہاں کون سا عمدہ سے عمدہ کھانا کھایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا' ہماری غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ ایک دن ہم نے گرم گرم روٹی گھی کے تلچھٹ سے چپڑ دی تو رسول اللہ ﷺ بڑے مزے لے لے کر کھا رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلا رہے تھے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا' بیٹی! یہ تو بتا کہ تیرے پاس عمدہ سے عمدہ بستر کون سا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا' ایک موٹا سا کپڑا جسے گرمیوں میں چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردیوں میں آدھا نیچے بچھاتے اور آدھا اوپر اوڑھ لیتے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن چکے تو فرمایا' بیٹی حفصہؓ! رسول اللہ ﷺ نے ایک اندازہ مقرر فرما دیا اور آخرت کے اجر پر صبر کیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کروں گا۔ میری اور میرے دو ساتھیوں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال ان تین مسافروں کی ہے جو ایک راستے پر چلے۔ دوسرا پہلے کے نقش قدم پر توشہ لے کر چلا اور جہاں پہنچنا تھا (منزل مقصود پر) پہنچ گیا۔ پھر تیسرے (عمر فاروق) نے چلنا شروع کیا۔ اگر وہ اپنے ساتھیوں کے طریقے پر چلے گا تو ان سے جا ملے گا۔ اگر ان کا راستہ چھوڑ دے گا تو کبھی ان سے نہ مل سکے گا۔



اہل و عیال کا حق

حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے دور خلافت میں بے شمار فتوحات حاصل کیں کئی ملکوں میں اسلامی پرچم لہرائے۔ دن بدن اسلامی فوجیں فتح پر فتح حاصل کرتی جا رہی تھیں۔ لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی حضرت عمر ؓ نے جو سادہ زندگی کی روش اپنا رکھی تھی اور ان کے ایمان نے دنیا کو ان کی نگاہوں میں جو بے اصل بنایا تھا فتوحات کی وسعت نے اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ مسلمانوں نے ان کی خلافت کے آغاز میں ہی حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی طرح بیت المال میں ان کے اہل و عیال کا بھی حق مقرر کر دیا تھا لیکن جس وقت مدینہ منورہ میں مال غنیمت کے انبار لگے اس وقت بھی حضرت عمر ؓ نے اس میں سے اتنا ہی حصہ لیا جتنا کہ ایک مسلمان کا ہوتا تھا آپ خلافت کی بناء پر اپنا حق دوسروں کے حق سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا' میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس میں میرے لئے کیا جائز ہے' کپڑوں کے دو جوڑے ایک سردیوں کا اور دوسرا گرمیوں کا' حج اور عمرہ کے لئے ایک احرام اور میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے فی کس اتنا کھانا جو قریش کے ایک آدمی کی خوراک ہے نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ اس کے بعد میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں جو ان کا حال وہی میرا حال۔ اللہ کا مال میرے لئے ایسا ہے جیسا کسی یتیم کا مال ضرورت نہیں ہوتی تو اسے ہاتھ نہیں لگاتا اور جب ضرورت ہوتی ہے تو صرف ضرورت کے مطابق لیتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق ؓ بیت المال سے کچھ لینے میں اس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے کہ بعض اوقات یہ احتیاط بہت تکلیف دہ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کو کوئی شکایت ہو گئی جس کے لئے شہد تجویز کیا گیا۔ بیت المال میں شہد کی ایک بوتل موجود تھی۔ آپ منبر پر خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے اور ارشاد

فرمایا' اے لوگو! اگر تم اجازت دو تو میں بیت المال سے شہد لے لوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے اس پر لوگوں نے اجازت دے دی۔ مسلمانوں نے جو آپ کو اپنی جان پر اس قدر مصائب برداشت کرتے دیکھا تو آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا عمرؓ اپنی جان پر سختیاں جھیلے جاتے ہیں اللہ تعالٰی نے رزق میں کشادگی فرما دی ہے۔ ان کو جس چیز کی ضرورت ہے مال غنیمت میں سے لے لیں مسلمانوں کی طرف سے ان کو اجازت ہے۔

حضرت حفصہؓ نے بھی مسلمانوں کی بات سے اتفاق کیا چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں کی بات آپ کے سامنے دہرائی یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور فرمایا' اے عمرؓ کی بیٹی حفصہ! تو نے اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کی اور اپنے باپ کو دھوکہ دیا میرے اہل و عیال کا حق میری ذات اور مال میں ہے میری دیانت و امانت میں نہیں ہے۔



شجاعت حضرت عمرؓ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے بھی ہجرت کی جہاں تک مجھے علم ہے چھپ کر کی سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور اپنے کندھے پر کمان رکھی اور اپنے ہاتھوں میں نکال کر تیر لئے اور بیت اللہ کے پاس آئے۔ سرداران قریش اس کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بیت اللہ کا پورا طواف کیا پھر مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر مشرکین کی جماعت میں سے جو بیٹھی ہوئی تھی ایک ایک کے پاس آئے اور کہا یہ چہرے ذلیل ہو جائیں۔ جس کا ارادہ ہو کہ اس کی ماں اسے ناپید کر دے اور اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ مجھ سے اس وادی کے پرے ملے۔ ایک بھی ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہ گیا۔



حضرت عمرؓ کا واقعہ

حضرت اسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ سواری کے جانوروں میں ایک اندھی اونٹنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کسی گھرانہ کو دے دو کہ وہ اس سے نفع اٹھائیں۔ میں نے عرض کیا وہ تو اندھی ہے۔ فرمایا کہ اونٹ کے ساتھ اسے بھی قطار میں رکھ لیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ زمین سے یہ کیسے چرے گی؟ دریافت فرمایا کہ یہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے؟ میں نے عرض کیا کہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے۔ فرمانے لگے خدا کی قسم! تم لوگوں نے اس کے کھانے کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس پر علامت لگی ہوئی ہے کہ وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے۔ چنانچہ آپ نے اس اونٹنی کے لئے حکم دیا اور وہ ذبح کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نو بڑے پیالے تھے جب کبھی کوئی میوہ یا کوئی عمدہ چیز آتی اس میں سے ان پیالوں میں رکھتے اور ان کو ازواج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بھیج دیا کرتے تھے اور آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کے پاس سب سے آخر میں بھیجتے کہ اگر کوئی کمی واقع ہو تو اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے برتن میں کمی واقع ہو۔ چنانچہ ان پیالوں میں اس اونٹنی کا گوشت بھر کر ازواج مطہرات کے پاس بھیجا گیا اور جو بچ رہا اس کے پکانے کا حکم دیا اور اس سے مہاجرین اور انصار حضرات کی دعوت کی۔

☆☆☆

آنکھوں میں آنسو آ گئے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عید کے روز اپنے صاحبزادے کو پرانی قمیض پہنے ہوئے دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ کے صاحبزادے نے آپ سے کہا، اے والد محترم! آپ کس وجہ سے آنسو بہاتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد

فرمایا' اے میرے بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے اس بوسیدہ اور پرانے لباس میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' ابا جان! دل تو اس کا ٹوٹے جو اللہ کی رضا کو حاصل نہ کر سکا یا جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضامندی کے طفیل اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اپنے صاحبزادے کو گلے لگا کر اس کے لئے دعا فرمائی۔

☆☆☆

شراب یا سرکہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ آپ نے ایک جوان آدمی کو دیکھا جو اپنے کپڑوں کے نیچے شراب کی بوتل چھپا کر چلا آ رہا تھا۔ آپ نے اس جوان سے پوچھا' اے جوان! تم اس بوتل میں کیا لے جا رہے ہو؟ اس جوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو خوف اور شرمندگی کی وجہ سے اس کا برا حال ہو گیا وہ شرمندہ ہو رہا تھا کہ کیسے کہہ دوں کہ میں اس بوتل میں شراب لے کر جا رہا ہوں' اس نے دل ہی دل میں اللہ کے حضور گڑگڑا کر سچے دل سے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے شرمندہ ہونے اور رسوا ہونے سے بچا لے' میرے عیب پر پردہ ڈال دے میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی شراب نہیں پیوں گا۔ اس جوان کی توبہ قبول ہوئی اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا' امیرالمومنین! اس بوتل میں سرکہ ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا' مجھے دکھاؤ' جب آپ نے بوتل کو ملاحظہ فرمایا تو اس میں سرکہ تھا۔

☆☆☆

دروازہ دیر سے کھلولنے کی وجہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو خانہ کعبہ غلاف لانے کے لئے مصر کی طرف روانہ فرمایا۔ وہ صحابی شام کے ایک علاقہ میں ایسے مقام پر قیام پذیر ہوئے کہ جس کے نزدیک اہل کتاب کے ایک ایسے بڑے عا کی عبادت گاہ تھی کہ اس وقت اس جیسا باعلم عالم اور کوئی نہیں تھا۔ حضرت عم فاروق رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے صحابی رسولؐ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس عا سے مل کر اس کی علمی گفتگو سنی جائے۔

چنانچہ وہ صحابی اس عالم کی عبادت گاہ کے دروازے پر آئے اور درواز کھٹکھٹایا لیکن دروازہ بہت دیر کے بعد کھولا گیا۔ اس کے بعد وہ اس عالم کے پاس گئے اور اس سے علمی گفتگو کرنے کی فرمائش کی۔ عالم کی گفتگو سن کر انتہائی حیرت زدہ ہوئے آخر میں انہوں نے دروازہ دیر سے کھولنے کی شکایت کی تو وہ عالم کہنے لگا کہ جب آپ تشریف لائے تو ہم نے آپ پر بادشاہوں جیسی ہیبت دیکھی لہٰذا ہم خوفزدہ ہو گئے اور ہم نے آپ کو دروازہ پر اس لئے روک دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا' اے موسیٰ! جب تجھے کوئی بادشاہ خوفزدہ کر دے تو تو وضو کر اور اپنے گھر والوں کو بھی وضو کرنے کا حکم دے تو جس سے خوف کھا رہا ہے اس سے میری پناہ میں آ جائے گا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے دروازہ بند کر دیا حتیٰ کہ میں نے اور اس عبادت گاہ میں رہنے والے تمام افراد نے وضو کر لیا پھر ہم نے نماز ادا کی اس کے بعد ہم آپ کی طرف سے بے خوف ہو گئے اور پھر ہم نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ دیر سے کھولنے کی یہ وجہ تھی۔

☆☆☆

دلوں میں نفرت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک قافلہ کہیں جا رہا تھا۔ اس قافلے میں جید صحابہ

کرامؓ بھی شامل تھے جن میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور ابن عباسؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس قافلے کے ساتھ چرواہوں کی ایک ٹولی بھی جارہی تھی اس قافلے میں عرب کا مشہور گویا رباح فہری بھی شامل تھا جو گانے کے فن میں خاص قدرت رکھتا تھا جب شام ہوئی تو چرواہوں نے رباح فہری سے فرمائش کی کہ وہ کوئی اچھا سا گانا سنائے لیکن رباح نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں حضرت عمرؓ کے ہوتے ہوئے نہیں گا سکتا۔ وہ کہنے لگے کہ تم گانا شروع تو کرو اگر وہ منع فرمائیں گے تو چپ کر جانا اگر نہ منع فرمایا تو سناتے رہنا۔ چنانچہ رباح گانا سنانے پر تیار ہو گیا اور رات کے سناٹے میں ترنم کے ساتھ گانا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو منع نہ فرمایا بلکہ سن کر خوشی کا اظہار فرمایا لیکن جب فجر کی اذان کا وقت ہونے کو آیا تو رباح سے فرمایا' بس کرو' یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا وقت ہے اس پر رباح نے گانا گانا بند کر دیا۔

جب دوسری رات آئی تو چرواہوں نے رباح سے پھر گانے کی فرمائش کی اور جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے انکار کیا تو چرواہوں نے کہا' تم شروع کرو اگر وہ منع فرمائیں تو خاموش ہو جانا۔ چنانچہ رباح نے پھر گانا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سنتے رہے اور جب فجر کی اذان کا وقت ہونے کو آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا' اے رباح! بس کرو یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا وقت ہے۔ جب تیسری رات آئی تو چرواہوں نے پھر رباح سے گانے کی فرمائش کی لیکن رباح نے ابھی گانا گانے کا آغاز کیا ہی تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے منع کرتے ہوئے فرمایا' بس کرو' یہ دلوں میں نفرت پیدا کرتا ہے۔



صدقے کا اونٹ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک اونٹ پر سوار وادی کی طرف چلے جا رہے

ہیں' میں نے آواز دے کر پوچھا' اے امیرالمومنینؓ! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا صدقہ کے اونٹوں سے ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا' اے امیرالمومنینؓ! آپ نے اپنے بعد میں آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! مجھے ملامت نہ کرو! رب کائنات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر دریائے فرات کے کنارے ایک سالہ بھیڑ کا بچہ بھی مر جائے تو قیامت کے دن اس کے متعلق بھی مواخذہ ہو گا کیونکہ اس امیر کی کوئی عزت نہیں جس نے مسلمانوں کو ہلاک کر دیا اور نہ اس بدبخت کا کوئی مقام ہے جس نے مسلمانوں کو خوفزدہ نہ کیا۔



مجبور عورت

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک عورت کو پیش کیا گیا جس پر زنا کا الزام تھا اس عورت نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا' اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہو سکتا ہے کہ عورت اس معاملہ میں معذور ہو؟ اس کے بعد آپ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ کام کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ وہ کہنے لگی اس کام میں میرا ایک شریک ہے اس کی اونٹنیوں کے تھنوں میں پانی اور دودھ تھا۔ لیکن میری اونٹنیوں کے تھن خشک تھے جب کہ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی میں نے اس سے پانی مانگا مگر اس نے پانی نہ دیا اور کہا کہ جب تک تم اپنے نفس کو میرے حوالے نہ کرو گی میں تمہیں پانی نہیں پلاؤں گا۔ میں نے اس بات سے تین مرتبہ انکار کیا لیکن جب مجھے پیاس کی شدت سے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تو مجبور ہو کر میں نے اس کی بات مان لی اور اس نے مجھے پانی پلا دیا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اللہ اکبر اور قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

ترجمہ = پس جو کوئی مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں
سے کوئی چیز کھا لے' بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ
رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ
نہیں' بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ عورت مجبور تھی میری رائے میں اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔

☆☆☆

میں بری ہوں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے سے واپس آئے تو تنہائی میں لوگوں سے مل کر ان کے حالات دریافت کرنے شروع کر دیے اسی مقصد کے تحت ایک بڑھیا کے نزدیک سے گزرے اور اس سے حال احوال دریافت فرمایا' بڑھیا نہیں جانتی تھی کہ آپ امیرالمومنینؓ ہیں۔ بڑھیا نے آپ سے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو ابھی ابھی شام کے دورے سے واپس آئے ہیں۔ بڑھیا شکوے کے انداز میں کہنے لگی' اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیوں کیا بات ہو گئی آخر اس کا سبب کیا ہے؟

بڑھیا نے کہا جب سے عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے ہیں مجھے آج تک بیت المال سے کچھ بھی نہیں ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کو تو تمہارا حال معلوم نہیں ہے۔ بڑھیا کہنے لگی' سبحان اللہ! یہ آپ نے کیا بات کہہ دی جو شخص خلیفہ ہو اور پھر اس کو اس بات کی بھی خبر نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آ سکتی۔ بڑھیا کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنے آپ سے فرمایا' اے عمر رضی اللہ عنہ! افسوس ہے تجھ پر' تیری رعایا تجھ سے کیسے جھگڑا کرتی ہے ہر شخص تجھ سے زیادہ معاملہ فہم ہے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بڑھیا سے فرمایا کہ تم اپنی داد خواہی کتنی قیمت پر بیچ کر اپنے دعوئی سے دستبردار ہو سکتی ہو؟ میں عمرؓ کو اس بات پر رضامند کر لوں گا۔ بڑھیا کہنے لگی اے شخص! خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا' میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ آخر کار بیس درہم میں بڑھیا راضی ہو گئی اور حضرت عمرؓ نے بیس درہم ادا کر کے اس کی داد خواہی خرید لی۔ ابھی اس معاملے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ مسعودؓ آ گئے اور آتے ہی کہنے لگے۔ یا امیرالمومنینؓ السلام علیکم!

بڑھیا نے جب امیرالمومنینؓ کا لفظ سنا تو حیران و پریشان ہو گئی اور اس بات پر افسوس کرنے لگی کہ میں نے امیرالمومنین کے سامنے ہی ان کو برا بھلا کہہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے بڑھیا کی یہ کیفیت دیکھی تو اس سے فرمایا کہ اے بڑھیا' تم افسوس نہ کرو تم نے جو کچھ کہا ہے بالکل ٹھیک کہا ہے اور کوئی غلط بات نہیں کی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوستین کے ایک ٹکڑے پر یہ تحریر لکھی'

> "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عبارت اس بات کے بارے میں ہے کہ عمرؓ نے فلاں بڑھیا سے اپنی خلافت کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک اس کی داد خواہی بیس درہم میں خرید لی ہے اب اگر وہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے سامنے دعوئی کرے تو میں اس سے بری ہوں۔ علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس معاملے پر گواہ ہیں۔"

☆☆☆

گورنر کو سزا

حضرت عمر فاروقؓ جب سے مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے ہر وقت عوام کی فلاح و بہتری کے بارے میں فکرمند رہا کرتے تھے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ مختلف شہروں کے گورنروں کے حالات کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتے

رہا کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ نے حمص کے لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کا امیر کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنینؓ! ہمارا امیر انتہائی اچھا آدمی ہے لیکن اس میں صرف ایک خامی ہے وہ یہ کہ اس نے اپنے رہنے کے لئے ایک محل نما عمارت بنا رکھی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ جلال میں آ گئے اور غصہ کے عالم میں اسی وقت ایک قاصد کو حمص کے امیر کے محل کی طرف روانہ فرمایا اور ساتھ ہی اسے حکم بھی دیا کہ امیر حمص کے محل پر پہنچتے ہی لکڑیاں اکٹھی کر کے محل کے دروازے میں آگ لگا دینا۔ چنانچہ وہ قاصد محل کے دروازے پر پہنچا اور لکڑیاں اکٹھی کر کے محل کے دروازے پر آگ بھڑکا دی۔ لوگ بھاگم بھاگ امیر کی خدمت میں پہنچے اور بتایا کہ ایک شخص نے لکڑیاں اکٹھی کر کے محل کے دروازے پر آگ لگا دی ہے۔

امیر حمص نے یہ سن کر بے فکری کے انداز میں جواب دیا کہ اسے آگ لگانے دو۔ وہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق ؓ کا قاصد ہے۔ اس کے بعد امیر حمص بذات خود چل کر قاصد کے پاس آئے۔ قاصد نے ان کو حضرت عمرؓ کا حکم نامہ سنایا جس میں لکھا تھا کہ امیر حمص فوری طور پر امیرالمومنینؓ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ چنانچہ فرمان کے مطابق امیر حمص مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ امیر حمص کو تین دن تک دھوپ میں رکھو۔ چنانچہ ان کو تین روز تک دھوپ میں رکھا گیا۔

جب چوتھا دن ہوا تو حضرت عمرؓ امیر حمص کے پاس پہنچے اور ان کو اپنے ہمراہ سنگستان میں لے کر گئے اس سنگستان میں زکوۃ کے اونٹ باندھے جاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے سب سے پہلے امیر حمص کے امیرانہ کپڑے اتروا کر ان کو پہننے کے لئے ایک کمبل دیا اور پھر حکم دیا کہ ان تمام اونٹوں کو پانی بھر بھر کر پلاؤ۔ جب وہ سب اونٹوں کو پانی پلا کر تھک گئے تو حضرت عمرؓ نے دیکھ کر ان سے فرمایا' اے امیر حمص! تھک گئے ہو گے؟ پہلے بھی تو یہی کام کرتے تھے۔ امیر نے جواب دیا۔ امیرالمومنینؓ اس کام کو چھوڑے ہوئے مجھے ایک مدت گزر چکی ہے۔ فاروق اعظم ؓ! نے فرمایا' پھر یہی وجہ تھی کہ تم نے بالاخانہ بنوایا تھا اور مسلمانوں

سے اونچے ہو ہو کر سوتے تھے۔ امیر حمص کا ندامت کے مارے برا حال تھا اس کے بعد امیرالمومنینؓ نے فرمایا کہ اب اپنے عہدے پر واپس چلے جاؤ لیکن یاد رکھو ایسا کام آئندہ ہرگز نہ کرنا۔ چنانچہ امیر حمص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت قبول کر کے حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

ذلیل و خوار

ایک نوجوان کو چوری کے جرم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب تفتیش کرنے پر اس نوجوان کا جرم ثابت ہو گیا تو آپ نے شرع کے مطابق چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ وہ نوجوان فریاد کرنے لگا اور رونے لگا۔ معافی کا طلبگار ہوا کہ یہ میری پہلی چوری ہے میں آئندہ کبھی بھی چوری نہیں کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تم غلط کہتے ہو تم نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ چوری کی ہے۔ نوجوان انکار کرنے لگا کہ میں نے اس سے پہلے کبھی چوری نہیں کی مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سے یہ فرماتے رہے کہ تم نے یقیناً اس سے قبل بھی چوریاں کی ہیں۔ آخرکار اس نوجوان کو اس بات کا اقرار کرنا ہی پڑا کہ واقعی اس نے پہلے بھی چور کی وارداتیں کی ہیں۔ اب وہ بجائے معافی مانگنے کے اس بات پر حیران تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسے اس کی گذشتہ چوریوں کی خبر ہوئی اس نے حیرانی کے عالم میں پوچھا' اے امیرالمومنینؓ! میری گذشتہ کی ہوئی چوریوں کا علم میرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔ آپ کو اس بات کی اطلاع کس طرح ہو گئی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس وقت تک ذلیل و خوار نہیں کرتا جب تک کہ وہ برائی کی حد سے آگے نہ بڑھ جائے۔

☆☆☆

حضرت ابو ہریرہؓ خاموش ہو گئے

حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں حضرت ابو ہریرہ ؓ بحرین کے حاکم تھے۔ فاروق اعظم ؓ نے آپ کو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کو عہدہ سے معزول کر دیا اور جواب طلبی کرتے ہوئے واپس بلا لیا۔ چنانچہ جب حضرت ابو ہریرہ ؓ' حضرت عمر ؓ کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت عمر ؓ نے ان سے فرمایا' اے ابو ہریرہؓ! جب میں نے تم کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا تو اس وقت تمہارے پاس جوتے بھی موجود نہیں تھے لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے سولہ سو دینار کے گھوڑے خریدے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس گھوڑے تھے جن کے بچے پیدا ہوئے اس کے علاوہ مجھے عطیات بھی وصول ہوئے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری روزی کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا تھا اور اس کے علاوہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فالتو ہے لہٰذا اسے واپس کرو۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے جواب دیا' اس پر آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت عمر ؓ جلال میں آ گئے اور فرمایا' اللہ کی قسم! اس پر میرا حق ہے اور میں تمہاری پیٹھ پر درے لگاؤں گا۔ یہ فرماتے ہوئے فاروق اعظم ؓ اٹھے اور درہ ہاتھ میں پکڑ کر حضرت ابو ہریرہ ؓ کو اس قدر پیٹا کہ وہ لہولہان ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا' اے عمرؓ! میں یہ معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔ اس پر حضرت عمر ؓ فرمانے لگے' کاش کہ تم نے یہ جائز طریقے سے حاصل کیا ہوتا اور تم اسے اپنی مرضی سے راضی خوشی دے دیتے' اے ابو ہریرہؓ! یہ بتاؤ کہ کیا بحرین کے اطراف سے لوگ تمہارے لئے محصول لے کر آتے تھے یا اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے لئے؟ یہ سن حضرت ابو ہریرہ ؓ خاموش ہو گئے۔



عہد کی پابندی

حضرت عمر فاروق ﷺ کے دور خلافت کا یہ بہت ہی مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر ﷺ کے پاس ایک نوجوان کو پکڑ کر دو نوجوان حاضر ہوئے۔ دونوں نوجوانوں نے پکڑے ہوئے نوجوان پر جرم عائد کیا کہ اس نے ہمارے باپ کو ہلاک کر دیا ہے۔ حضرت عمر ﷺ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے نوجوان! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا واقعی تم نے ان دونوں کے والد کو ہلاک کیا ہے۔

اس نوجوان نے عرض کیا' اے امیرالمومنینؓ! بلاشبہ مجھ سے یہ قصور سرزد ہوا ہے اور میں نے غصہ کی حالت میں ایک پتھر اٹھا کر ان کے والد کو مارا جس کے لگنے سے وہ ہلاک ہو گیا۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا ہرگز نہیں تھا۔ حضرت عمر ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا' اے نوجوان! اب چونکہ تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے اس لئے اسلامی اصولوں کے مطابق ضروری ہے کہ تجھ سے قصاص لیا جائے۔ اس نوجوان نے خاموشی سے اپنا سر جھکا دیا۔ اب ان دونوں نوجوانوں سے دریافت کیا گیا کہ وہ اپنے والد کے بدلے میں کیا چاہتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم جان کے بدلے جان لیں گے۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا کہ وہ نوجوان جان کے بدلے میں اپنی جان پیش کرے۔

اس نوجوان نے فیصلہ سن کر حضرت عمر ﷺ سے عرض کیا' یاامیرالمومنینؓ! میں قصاص کے لئے حاضر ہوں لیکن ایک عرض داشت آپ کے حضور پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنی بات کہنے کی اجازت فرمائی۔ اس پر اس نوجوان نے کہا' میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو کہ ابھی نابالغ ہے میرے مرحوم والد نے مرنے سے پہلے کچھ سونا میرے سپرد کیا تھا اور مجھے وصیت کی تھی کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو میں اس کے سپرد کر دوں۔ میں نے اس سونے کو ایک ایسے مقام پر دفن کر دیا ہوا ہے جس کا علم میرے سوا اور کسی کو بھی نہیں ہے اگر وہ سونا اس کو نہ ملا تو میں سمجھتا ہوں کہ روز قیامت اس کی ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔ اس لئے مجھے کم از

کم اتنی مہلت دے دی جائے تاکہ میں امانت اس کے حقدار تک پہنچا آؤں۔ اس مقصد کے لئے مجھے تین دن کے لئے ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے اس نوجوان کو فرمایا کہ میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں لیکن تمہاری ضمانت کون دے گا کہ تم تین دن کے بعد قصاص کے لئے حاضر ہو جاؤ گے۔ اس وقت دربار فاروقی میں بے شمار لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ بڑے بڑے جید صحابہ کرامؓ بھی تشریف فرما تھے۔ اس نوجوان نے دربار میں کھڑے سب لوگوں کی طرف نظر دوڑائی کہ شاید کوئی اس کا جاننے والا ہو جو اس کی ضمانت دے دے اچانک اس کی نظر حضرت ابوذر غفاری ؓ پر ٹھہر گئی اور اس نے حضرت ابوذر غفاری ؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا' یہ میری ضمانت دے دیں گے۔ حضرت عمر ؓ نے دریافت فرمایا' اے ابوذر غفاریؓ! کیا تم اس نوجوان کی ضمانت دیتے ہو؟ انہوں نے فرمایا' بلاشبہ میں اس نوجوان کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ تین دن کے بعد حاضر ہو جائے گا۔

دونوں مدعی نوجوانوں نے حضرت ابوذر غفاری ؓ کی ضمانت پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا چنانچہ حضرت عمر ؓ نے تین دن کے لئے نوجوان کو رہا کر دیا۔ جب تیسرا دن آیا دونوں مدعی پھر حضرت عمر ؓ کے دربار میں پیش ہو گئے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ بھی موجود تھے۔ دربار میں پہلے سے زیادہ لوگوں کا ہجوم تھا بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی آ موجود ہوئے تھے لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ وہ نوجوان اپنی جان بچانے کے لئے چکر دے گیا ہے۔ کون بے وقوف ہو گا جو اس طرح بچ جانے کے بعد خود ہی اپنی جان دینے کے لئے آ جائے گا۔ جوں جوں وعدہ ختم ہونے کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ تشویش بڑھتی جا رہی تھی مجرم کا دور دور تک کوئی پتہ نہ تھا۔

دونوں مدعی نوجوانوں کو اس بات پر سخت غصہ چڑھا ہوا تھا کہ حضرت ابوذر غفاری ؓ نے ضمانت دے کر ان کے باپ کے قاتل کو بھگا دیا ہے۔ جب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر کہا' اے ابوذرؓ! ہمارا مجرم کہاں ہے؟ حضرت ابوذر غفاری ؓ نے بڑے ہی حوصلے اور پر سکون لہجے میں فرمایا' اگر

تیسرے دن کا مقررہ وقت گزر گیا اور وہ نوجوان حاضر نہ ہوا تو اللہ کی قسم! میں اپنی ضمانت ضرور پوری کروں گا۔ دربار فاروقی میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور مقررہ وقت کے پورا ہونے کا انتظار ہو رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ اگر مجرم نہ آیا تو جناب ابوذر غفاریؓ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو اسلامی شرع کے مطابق ضامن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اس فیصلے کو سن کر جید صحابہ کرامؓ بھی پریشان ہو گئے اور دوسرے سب مسلمان بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے بعض لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اگر وہ نوجوان نہ آیا تو حضرت ابوذر غفاریؓ سے قصاص طلب کر لیا جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے مقررہ وقت گزرنے سے پہلے ہی دونوں مدعی نوجوانوں کو اس بات پر منانا شروع کر دیا کہ وہ کسی طرح خون بہا قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں لیکن انہوں نے خون بہا لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہم خون کے بدلے میں خون ہی چاہتے ہیں۔

اسی اثناء میں ایک طرف سے شور اٹھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ مجرم بھاگتا ہوا چلا آ رہا ہے' وہ پسینے میں شرابور دوڑتا ہوا دربار فاروقی میں حاضر ہو گیا۔ آتے ہی اس نے سب کو سلام کیا اور عرض کیا' اے امیرالمومنینؓ! میں اپنے چھوٹے بھائی کو اس کے ماموں کے حوالے کر آیا ہوں اور اس کی امانت بھی ان کو بتا دی ہے اب آپ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کا فرمان پورا کریں میں حاضر ہوں۔ تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اچانک لوگوں کے درمیان میں سے نکل کر حضرت ابوذر غفاریؓ آگے آئے اور فرمایا' اے امیرالمومنینؓ! اللہ کی قسم! میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ نوجوان کون ہے اور کس جگہ کا رہنے والا ہے اور نہ ہی میں نے اس دن سے پہلے اس کو کبھی دیکھا تھا۔ لیکن جب اس نے سب لوگوں کو چھوڑ کر مجھے اپنا ضامن بنایا تو مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں اس کا دل توڑوں اور پھر مجھے اس کی شکل و صورت نے اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ یہ نوجوان اپنے وعدہ کی ضرور پاسداری کرے گا اس لئے میں نے اس کی ضمانت دے دی۔

نوجوان کے حاضر ہو جانے پر دربار فاروقی میں موجود لوگوں کے چہروں پر

رونق کے آثار نمودار ہو گئے تھے اور سب لوگ نوجوان کے وعدے کی پاسداری پر عش عش کر رہے تھے۔ وہ دونوں مدعی نوجوان بھی اس نوجوان کے اس فعل سے متاثر ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے باآواز بلند عرض کیا' یاامیرالمومنینؓ! ہم اپنے باپ کا خون معاف کرتے ہیں۔ یہ آواز سن کر سب لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمر ؓ بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے نوجوانو! تمہارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کر دوں گا۔ نوجوانوں نے جواب دیا' اے امیرالمومنینؓ! ہم نے صرف اللہ تعالٰی کی خوشنودی کی خاطر اپنے باپ کا خون معاف کیا ہے اس لئے اب ہم کچھ بھی لینے کا حق نہیں رکھتے اور نہ ہی لیں گے۔ اس واقعہ سے سب لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کی طرف رخصت ہو گئے۔



روز قیامت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کسی کام کے کرنے میں بہت زیادہ مصروف تھے کہ اسی اثناء میں ایک آدمی اپنی شکایت لے کر حاضر ہو اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے آپ میرے ساتھ جا کر میرے ساتھ ہونے والے ظلم کا بدلہ دلوا دیں۔ حضرت عمر ؓ کو اس کی یہ بے وقت آمد ناگوار گزری اور غصے کی حالت میں اس کو ایک درہ مارتے ہوئے فرمایا' جب میں اس کام کے لئے عدالت لگاتا ہوں اس وقت تو آتے نہیں اور جب میں دوسرے کاموں کے کرنے میں لگا ہوتا ہوں تو آ کر کہتے ہیں کہ ہمیں بدلہ دلوا دیں۔

حضرت عمر ؓ کی اس بات کو سن کر وہ آدمی واپس چلا گیا اس کے جانے کے بعد حضرت عمر ؓ نے کسی کو بھیج کر اسے بلوا لیا اور اس کے ہاتھ میں درہ پکڑا کر فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس آدمی نے عرض کیا' امیرالمومنینؓ! میں نے اللہ تعالٰی کی خاطر معاف کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ اپنے گھر تشریف لائے اور دو

رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے عمرؓ! تو کمینہ تھا۔ رب تعالیٰ نے تجھے اونچا کیا۔ تو گمراہ تھا رب تعالیٰ نے تجھے ہدایت نصیب کی' تو ذلیل تھا رب تعالیٰ نے تجھے عزت عطا کی پھر لوگوں پر حکمران بنایا۔ اب ایک آدمی آکر تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دو تو تو اس کو مارتا ہے کل روز قیامت تو اپنے رب تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔



خلیفہ یا بادشاہ

روایات میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی میرے بارے میں کیا رائے ہے میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' اے امیرالمومنینؓ! اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا پھر اس سے کم یا زیادہ وصول کیا اور وہ ٹھیک مقام پر صرف نہ ہوا تو آپ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ ہیں' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

ایک اور روایت میں اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی سے فرمایا' اللہ کی قسم! میں اپنے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ سننے والے نے جواب دیا' اے امیرالمومنینؓ! ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا' وہ فرق کیا ہے؟ کہا گیا' خلیفہ وہ ہوتا ہے جو ناجائز طور پر نہ کچھ لیتا ہے اور نہ کچھ خرچ کرتا ہے اور الحمدللہ آپ ایسے ہی ہیں۔ جبکہ بادشاہ زبردستی کرتا ہے ایک سے زبردستی چھین کر دوسرے کو بخش دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چپ ہو گئے۔



معاف کر دیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے مزینہ کے ایک شخص کا اونٹ چوری کر لیا جب یہ غلام پکڑے گئے تو ان کو امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ جب مجرموں نے اقرار جرم کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثیرؓ بن صلت کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ لیکن ابھی کثیر بن صلت اس حکم کی تعمیل میں آگے بڑھے ہی تھے کہ آپ نے ان کو واپس بلایا اور فرمانے لگے' اللہ کی قسم! اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم لوگ غلاموں سے کام لیتے ہو اور پھر ان کو اس حد تک بھوکا مارتے ہو کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ان کے لئے حلال ہو جاتی ہیں تو میں ضرور ان کے ہاتھ کٹوا دیتا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ مبارک عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف کیا اور فرمایا' اللہ کی قسم! اگر میں نے ان کے ہاتھ نہیں کٹوائے تو میں تم پر ایسا تاوان ضرور ڈالوں گا۔ جس سے تمہیں تکلیف ہو گی۔

اس کے بعد آپ نے مزینہ کے اس شخص سے پوچھا جس کا اونٹ چوری کیا گیا تھا کہ اے مزنی! تمہارا اونٹ کتنی قیمت میں تم سے خریدا جا سکتا تھا؟ اس نے جواب دیا' اے امیرالمومنینؓ! چار سو درہم میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن حاطب سے فرمایا کہ جاؤ اور اس شخص کو آٹھ سو درہم ادا کر دو۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے چوری کرنے والے غلاموں پر حد معاف فرما دی اس لئے کہ حاطب نے ان کو بھوکا مار کر چوری کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ کرامؓ کس قدر بااختیار تھے اور اصولوں پر فیصلے صادر فرمایا کرتے تھے۔



گشت کے واقعات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سے خلافت کا بار سنبھالا اس وقت سے رعایا

کی فکر میں لگے رہتے تھے کہ آپ رات کو گشت کیا کرتے تھے تاکہ رعایا کے بارے میں جان سکیں۔ کہیں کسی پر کوئی زیادتی نہ ہو رہی ہو یا کوئی پریشان نہ ہو۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ حسب معمول آدھی رات کو گشت فرما رہے تھے کہ رات کے پچھلے پہر آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا' دیکھا کہ چولہے پر برتن رکھا ہے اور اس کے گرد بچے بیٹھ کر رو رہے ہیں۔ آپ نے عورت سے پوچھا' یہ بچے کیوں رو رہے ہیں اور چولہے پر کیا چڑھا رکھا ہے؟ اس نے کہا' برتن میں پانی ڈالا ہوا ہے بچوں کو بہلا رہی ہوں کہ سو جائیں۔ اللہ ہی ہمارے اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین انصاف کرے گا۔

اس عورت نے حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کو شناخت نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اسی وقت واپس ہوئے اور بیت المال سے آٹا' گھی لے کر اپنی کمر پر لادا اور دوبارہ اس عورت کے پاس پہنچے۔ سب سے پہلے برتن میں آٹا اور پھر گھی ڈالا اور آگ کو سلگایا۔ جب حلوہ تیار ہو گیا تو برتن سے نکال کر بچوں کے سامنے رکھ دیا۔ بچوں نے خوب جی بھر کر کھایا اور آرام سے سو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس سے رخصت ہو گئے۔ اس عورت کو پھر بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ کون ہیں۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ چلتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ: "بھوک ہی انہیں جگا اور رلا رہی تھی۔"



شیرخوار بچہ

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت کسی شیرخوار بچے کے رونے کی آواز سنی۔ آپ فوراً" وہاں پہنچے اور اس بچے کی ماں سے فرمایا' اللہ تعالیٰ سے ڈر اور بچے کو نہ رلا۔ یہ فرما کر آپ واپس ہو گئے لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد پھر گزر ہوا تو دیکھا کہ بچہ بدستور رو رہا ہے چنانچہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ دوبارہ اس بچے کی

ماں کے پاس گئے اور اس کو پھر وہی بات کہی۔

رات کا آخری پہر تھا کہ بچے کے رونے کی پھر آواز آئی اب تو حضرت عمر ﷺ کو بہت غصہ آیا اور انتہائی جلال میں آکر اس بچے کی ماں سے فرمایا۔ خدا تمہیں پوچھے تو کتنی بے رحم ماں ہے آخر بات کیا ہے تیرا بچہ چپ کیوں نہیں ہوتا؟ بچے کی ماں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے! میں اسے دودھ نہیں پلاتی اس لئے یہ ضد کر کے رو رہا ہے۔ حضرت عمر ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم اپنے بچے کو دودھ کیوں نہیں پلاتی؟ وہ عورت کہنے لگی' امیرالمومنین حضرت عمرؓ کا حکم ہے کہ شیر خوار بچے کو وظیفہ نہ دیا جائے۔

حضرت عمر ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اس بچے کی عمر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اتنے ماہ کا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ﷺ نے فرمایا' اللہ تمہیں سمجھے اس کے دودھ چھڑانے میں اتنی جلدی نہ کر۔ آپ یہ فرما کر واپس ہو گئے اس عورت نے نہ پہچانا کہ آپ ہی امیرالمومنین حضرت عمر فاروق ﷺ ہیں۔

فجر کی نماز کے بعد آپ نے لوگوں کے سامنے وعظ فرمایا' اس حالت میں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' ارشاد فرمایا' اے لوگو! افسوس ہے عمرؓ پر! نہ جانے کتنے مسلمان بچوں کا خون اس کی گردن پر ہے۔ اس کے بعد یہ اعلان فرما دیا کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو' میں ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ﷺ نے ہر نومولود کا وظیفہ سو درہم مقرر کر دیا اور جب اس میں ذرا شعور پیدا ہو جاتا تھا تو دو سو درہم کر دیتے تھے اور اس کی بلوغت کے بعد اس میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ جب کوئی لاوارث بچہ لایا جاتا تھا اس کا وظیفہ سو درہم مقرر کیا جاتا تھا اور اس کے سرپرست کو حسب ضرورت ماہانہ رقم الگ دی جاتی تھی۔ بچے کی رضاعت اور نفقے کا بیت المال کفیل ہوتا تھا اور اس کے بعد سال کے سال دوسرے بچوں کی طرح اس کے وظیفے میں بھی اضافہ ہوتا رہتا تھا۔



نیکی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر کی طرف نکلے۔ رات کی تاریکی میں دور ایک خیمہ لگا ہوا دکھائی دیا۔ دونوں اس سمت روانہ ہو گئے۔ خیمے کے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک عورت درد زہ کی تکلیف سے کراہ رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ صورت حال دیکھ کر وہاں پر تھوڑی دیر کے لئے بھی نہ ٹھہرے اور فوری طور پر تیز تیز قدم اٹھائے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت کلثومؓ بنت علیؓ بن ابی طالب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نیکی بھیجی ہے کیا تم اسے حاصل کرو گی؟ اس کے ساتھ ہی آپ نے تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا کہ مدینہ منورہ سے باہر ایک عورت اپنے خیمہ میں درد زہ میں مبتلا ہے اور اس کی مدد کے لئے کوئی عورت نہیں ہے۔

حضرت ام کلثومؓ یہ سن کر فوراً تیار ہو گئیں اور کہنے لگیں میں ضرور یہ نیکی حاصل کروں گی۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹا، گھی وغیرہ اپنی کمر پر لادا اور حضرت ام کلثومؓ نے زچگی کا ضروری سامان اپنے ساتھ لیا اور دونوں رات کی تاریکی میں خیمے کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ام کلثومؓ تو اس عورت کے پاس اندر خیمے میں چلی گئیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خیمے کے باہر اس عورت کے خاوند کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے جو آپ کو بالکل نہیں جانتا تھا۔ ادھر خیمے میں عورت کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو حضرت ام کلثومؓ نے پکار کر آواز دی کہ اے امیر المومنینؓ! اپنے دوست کو لڑکے کی خوش خبری سنا دیجئے۔ اس شخص نے جب یہ آواز سنی تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہمدردی و اعانت پر حیران و ششدر ہو گیا اور معذرت کا انداز اختیار کرنے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں، کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد آپ نے میاں بیوی کو کھانے پینے کا سامان دیا اور وہاں سے رخصت ہو کر واپس مدینہ منورہ چلے آئے۔



احتیاط

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کے وقت گشت فرما رہے تھے۔ مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پر پہنچے کہ ایک عورت کے شعر گانے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ شعر یہ تھا جو کہ عورت اونچی آواز سے گا رہی تھی۔

ہے کوئی سبیل میری بادہ نوشی کی ہے کوئی صورت
کہ میں نصر بن حجاج کے پاس پہنچ سکوں؟

جب صبح ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ نصر بن حجاج کون ہے؟ لوگوں نے جب اس کے بارے میں بتایا تو آپ نے اسے بلانے کے لئے ایک آدمی کو روانہ کیا۔ جب نصر بن حجاج' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھا کہ بلاشبہ وہ ایک انتہائی خوب صورت جوان ہے اس کی شکل بھی خوب صورت اور بال بھی پیارے ہیں۔ آپ نے دیکھتے ہی حکم فرمایا کہ نصر بن حجاج کے بال مونڈ دیئے جائیں۔ جب اس کے بال کاٹ دیئے گئے تو پھر بھی اس کی خوب صورتی میں کوئی فرق نہ پڑ سکا اس کا حسن دب نہ سکا بلکہ اس کی پیشانی مزید نمایاں ہو گئی جس کی وجہ سے اس کا حسن مزید نکھر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کا منہ کالا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس سے بھی اس کی خوب صورتی ماند نہ پڑی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' نہیں! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' اے نصر! تو اس جگہ نہیں رہ سکتا۔ جہاں پر میں رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو بصرہ بھیج دیا جائے۔ اگرچہ نصر بن حجاج کا اپنی خوب صورت شکل ہونے میں کوئی گناہ نہیں تھا لیکن پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ منورہ سے نکال دیا اس سے غالباً" آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ کی عورتیں اس کی خوب صورتی کے فتنے سے محفوظ ہو جائیں۔

اس واقعہ کے بعد کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسب معمول رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت فرما رہے تھے کہ ایک محلہ میں عورتوں کو

آپس میں یہ بات کہتے ہوئے سنی کہ مدینہ منورہ کا سب سے زیادہ خوب صورت شخص کون ہے؟ ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ مدینہ منورہ کا سب سے زیادہ خوب صورت شخص ابوذئب ہے۔ حضرت عمرؓ نے صبح کے وقت ایک آدمی بھیج کر ابوذئب کو اپنے پاس بلایا جب وہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ یہ شخص مردانہ حسن کا ایک بہترین شاہکار ہے آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا' اللہ کی قسم! تو عورتوں کا بھیڑیا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تو اس سرزمین میں نہیں رہ سکتا جہاں میں رہتا ہوں' ابوذئب نے یہ سن کر کہا' اگر میرا یہاں سے جانا ہی لازمی ہے تو پھر آپ مجھے وہاں پر ہی بھیج دیں جہاں آپ نے میرے چچا زاد بھائی کو بھیجا ہے۔ اس کی مراد نصر بن حجاج سے تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو بھی بصرہ بھیج دیا۔



بیوہ کی مدد

حضرت عمرؓ مدینہ منورہ کے بازار میں گشت فرما رہے تھے کہ اثنائے راہ میں آپ کو ایک نوجوان عورت ملی جس نے آپ سے کہا کہ اے امیرالمومنینؓ! میرا شوہر انتقال کر چکا ہے میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کا کوئی سہارا نہیں ہے ان بچوں کے پاس نہ تو کوئی زمین ہے کہ اس کی آمدنی سے گزارا کر سکیں نہ ہی کوئی ایسا جانور ہے کہ جس کا دودھ پی کر اپنا پیٹ بھر سکیں نہ ہی ہمارے پاس کوئی بکری ہے کہ جس کا گوشت ہمارے پیٹ کی ضرورت کو پورا کرے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے بچے بھوک و افلاس کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اے امیرالمومنینؓ! میں خفاف بن ایمن غفاری کی بیٹی ہوں میرا والد صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھا۔ فاروق اعظمؓ نے اس عورت کی بات انتہائی توجہ سے سنی جب اس نے اپنی بات ختم کر لی تو حضرت عمرؓ اس کو تسلی و تشفی دے کر اپنے

گھر واپس آئے گھر میں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا آپ نے اس کو کھولا اور اس پر دو بوریاں اجناس اور دیگر کھانے پینے کی چیزیں لادیں اور اس اونٹ کو لے کر اس عورت کے پاس آئے اونٹ کی مہار عورت کے ہاتھ میں دے کر فرمایا' اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لئے کافی ہے جب تک کہ تمہارے پاس کوئی مال آ جائے۔



قافلے کی رکھوالی

رات کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گشت فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا' ایک قافلے نے شہر سے باہر پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں کوئی ان کا سامان نہ چوری کر کے لے جائے اسی خطرے کے پیش نظر آپ قافلے کی سمت تشریف لے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا' امیرالمومنینؓ! آپ اس وقت کدھر تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ایک قافلے نے یہاں پر پڑاؤ کیا ہے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی چور ان کے سامان کو اٹھا کر نہ لے جائے' آؤ چل کر قافلے کی رکھوالی کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ قافلے کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے اور تمام رات قافلے کی نگہبانی فرماتے رہے حتیٰ کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے قافلہ والو! اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ جب قافلے والے بیدار ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ واپس چلے آئے۔



بات سچ ثابت ہوئی

حضرت عثمان غنی ﷛ اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری خالہ کا نام سعدی بنت کریز بن ربیعہ تھا اور وہ کہانت کے علم میں بڑی ماہر تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں اپنی خالہ کے گھر گیا تو اس نے میری طرف دیکھ کر کاہنوں کی طرح گفتگو کرتے ہوئے کہا' اے عثمان! تمہاری دو ازواج ہوں گی دونوں انتہائی حسین اور خوبصورت ہوں گی نہ تم نے اس سے پہلے ایسی نیک اور حسین عورت دیکھی ہو گی اور نہ انہوں نے ایسا خاوند۔ یہ عورتیں ایک بڑے پیغمبر کی صاحبزادیاں ہوں گی۔

حضرت عثمان ﷛ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اس بات کو میں نے ناممکن سمجھا۔ اس کے بعد جب حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو میری خالہ نے پھر مجھ سے کہا' محمد بن عبداللہ معبوث ہو گئے ہیں اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہیں زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ تمام دنیا میں ان کے دین کی روشنی پھیل جائے گی اور جو کوئی دین اسلام سے روگردانی کرے گا وہ خسارے میں رہے گا۔ جب میں نے اپنی خالہ کی یہ بات سنی تو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میرے دل میں موجزن ہو گئی۔ جناب ابوبکر صدیق ﷛ میرے دوست تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی باتیں ان کے سامنے بیان کیں تو جناب ابوبکر صدیق ﷛ نے مجھ سے کہا' اے عثمانؓ! آپ سمجھدار اور معاملہ فہم انسان ہیں ہر کام کے انجام میں غور و فکر کی صلاحیت رکھتے ہیں آپ یقیناً اس بات سے آگاہ ہوں گے کہ چند پتھر جو نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ کسی کو فائدہ و نقصان پہنچا سکتے ہیں وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا' آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔ جناب ابوبکر صدیق ﷛ نے فرمایا' آپ کی خالہ نے سچ بات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر معبوث فرمایا ہے تاکہ خلق خدا کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے حضرت عثمان غنی ﷛ کو ترغیب دی

کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت پر ایمان لے آئیں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھی کہ اسی اثناء میں حضور سرور کائنات ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیکھ کر اٹھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے علیحدگی میں گفتگو فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب تشریف لائے اور ارشاد فرمایا' اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی مہمانی کے لئے بلاتا ہے تو بھی اسے قبول کر۔ حضور ﷺ کے مبارک کلمات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دل پر اثر کیا اور آپ فوراً" مشرف بہ اسلام ہو گئے اور پھر وہ وقت آیا جب حضرت عثمانؓ کی خالہ کی کہی ہوئی بات سچ ثابت ہوئی' یکے بعد دیگرے حضور نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں آئیں۔



خطرناک منظر

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ان سے کہا گیا کہ جب جنت اور دوزخ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو روتے نہیں اور جب قبر کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو بہت روتے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟ فرمایا' میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے' آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے' اگر اس سے کوئی نجات پا گیا تو اس کے بعد اس کے لئے آسانی ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد انتہائی سختی ہے اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی بھی کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا اور خطرناک نہیں دیکھا ہے۔



جنت کا باغ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سخت قحط پڑ گیا۔ فاقہ کشی کی وجہ سے مجبور ہو کر لوگ اپنی جائیداد اور دیگر چیزیں انتہائی کم قیمتوں پر فروخت کرنے لگے چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار متمول مسلمانوں میں ہوتا تھا اس لئے آپ کے پاس کافی دولت موجود رہتی تھی۔ اس قحط کے زمانے میں آپ کے گھر والوں نے آپ کو کہا کہ فلاں باغ کا مالک اپنے باغ کو انتہائی ارزاں قیمت پر بیچ رہا ہے مناسب ہو گا کہ آپ ہی اس باغ کو خرید لیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رقم لے کر باغ کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ اس کے مالک سے باغ کو خرید لیں۔ راہ میں آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ فاقہ کی مصیبت اور پریشانی سے ان کا برا حال ہو رہا ہے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے وہ ساری رقم جو آپ کے پاس موجود تھی مستحق لوگوں میں تقسیم فرما دی اور خالی ہاتھ گھر واپس لوٹ آئے۔ گھر والوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے وہ باغ خرید لیا ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا' ہاں' میں تمہارے لئے جنت میں باغ خرید کر آ رہا ہوں۔



نجات کے لئے کافی

جنگ تبوک کا واقعہ ایسے وقت میں پیش آیا جب کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ مسلمان بہت زیادہ تنگی میں تھے یہاں تک کہ لوگ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ اسی لئے اس جنگ کے لشکر کو جیش عسرہ کہا جاتا ہے یعنی تنگدستی کا لشکر۔ اس جنگ کی تیاری کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا جب کہ آپ جیش عسرہ کی مدد کے لئے لوگوں کو راغب کر رہے تھے کہ مسلمان جہاد کی تیاری میں مالی حصہ لیں۔ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ!

میں سازوسامان سے لدے ہوئے ایک سو اونٹ پیش خدمت کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے خطبہ جاری رکھا اور سامان لشکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کے لئے متوجہ کیا تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسولؐ اللہ! میں دو سو اونٹ بمعہ سازوسامان پیش خدمت کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے خطبہ جاری رکھا اور پھر سامان جنگ کی فراہمی کی طرف رغبت دلائی تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسری مرتبہ کھڑے ہوئے۔اور عرض کی: یارسول اللہ! میں تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان پیش خدمت کرتا ہوں۔ حدیث کے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضور ﷺ منبر سے اتر آئے اور فرمایا: عثمانؓ کے اس عمل کے بعد انہیں آخرت میں اور کس چیز کی ضرورت ہے جو نجات کے لئے درکار ہو' اور یہ دو بار ارشاد فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اتنا اچھا اور بارگاہ رب العزت میں مقبول ہے کہ ان کی نجات کے لئے کافی ہے۔



زیادہ دینے والا کون ہے؟

خلیفتہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا۔ لوگ بہت پریشان تھے۔ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' آج شام تک اللہ تمہاری پریشانی دور کر دے گا۔ اسی اثناء میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے آئے۔ مدینہ منورہ کے تاجر غلہ خریدنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یہ بتاؤ کہ ملک شام سے یہ غلہ جو میرے پاس آیا ہے تم اس پر کس قدر نفع دو گے۔ تاجروں نے کہا کہ دس روپیہ کے غلہ پر دو روپے۔ مگر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ ملتا ہے۔ آخر ہوتے ہوتے ان تاجروں نے کہا' جو مال آپ نے دس روپے میں خریدا ہے اس کی قیمت پندرہ روپے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا' مجھے

اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے تعجب سے کہا' وہ زیادہ دینے والا کون ہے۔ مدینہ کے تاجر تو ہم لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا' مجھے ایک روپیہ کے مال کی قیمت دس روپے مل رہی ہے۔ کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو۔ تاجروں نے انکار کر دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تم لوگوں کو میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب غلہ اللہ کی راہ میں فقراء مدینہ کو دے دیا۔



جنت کا چشمہ

جب مہاجرین' مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہاں کا پانی پسند نہ آیا۔ جو کھارا تھا' مدینہ منورہ میں ایک شخص کی ملکیت میں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ شخص اپنے چشمے کا پانی قیمتاً دیتا تھا' حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنت کے چشمے کے عوض بیچ دو اور جنت کا چشمہ مجھ سے لے لو' اس نے عرض کیا' یارسولؐ اللہ! میری اور میرے بال بچوں کی معاش اسی سے ہے مجھ میں طاقت نہیں' یہ خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے 35 ہزار نقد دے کر اس شخص سے وہ چشمہ خرید لیا اور پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی' یارسولؐ اللہ! جس طرح آپ اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا حضورؐ وہ جنت کا چشمہ مجھے دے دیں گے؟ آپ نے فرمایا' ہاں دے دوں گا' عرض کی میں نے وہ چشمہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں پر اسے وقف کرتا ہوں۔



حضرت عثمانؓ کے عدل کا واقعہ

نافع بن عبدالحارث نے کہا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب مکہ معظمہ تشریف لائے اور جمعہ کے دن دارالندوہ میں داخل ہوئے اور ارادہ کیا کہ دارالندوہ سے مسجد الحرام جانے میں ذرا نزدیکی رہے گی۔ پھر اپنی چادر گھر کی ایک کھونٹی پر ڈال دی۔ اس پر ایک کبوتر وہاں کے کبوتروں میں سے کر بیٹھا۔ اس کو حضرت عمرؓ نے اڑا دیا۔ اس پر ایک سانپ لپکا اور سانپ نے اسے مار ڈالا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ سے فارغ ہو گئے۔ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے اوپر تم دونوں ایک ایسی شے کے بارے میں حکم لگاؤ جو میں نے آج کے دن کی' میں اس گھر میں داخل ہوا تھا اور میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہاں سے مسجد الحرام جانے میں ذرا نزدیکی رہے گی۔ میں نے اپنی چادر اس کپڑا لٹکانے کی لکڑی پر لٹکا دی۔ اس پر ان کبوتروں میں سے ایک کبوتر آ بیٹھا۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں اپنی بیٹ سے میری چادر ملوث نہ کر دے۔ میں نے اس کبوتر کو کپڑے سے اڑا دیا۔ وہ ایک دوسری لکڑی پر بیٹھ گیا اس پر ایک سانپ لپکا اور اسے مار ڈالا۔ اب میں اپنے جی میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے اس کو ایسی جگہ سے اڑایا جہاں وہ باامن تھا اور ایسی جگہ کی طرف اڑایا جس میں اس کی موت واقع ہوئی۔ حضرت نافعؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا' آپ کی اس کے کفارہ میں دو دانتی بھوری بکری کے صدقہ کئے جانے کے بارے میں کیا رائے ہے کہ اس کا فیصلہ آپ امیرالمومنین کو دیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی کے لئے حکم دیا۔



والد کی وصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے واقعہ کے بارے میں ابو یعلیٰ لکھتے ہیں کہ

حضور نبی کریم ﷺ دو شنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سہ شنبہ کے دن مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ جناب ابوطالب کی اولاد بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے اخراجات بھی بہت زیادہ تھے جبکہ ان کی آمدنی انتہائی محدود تھی۔ اس وجہ سے جناب ابوطالب بہت پریشان اور متفکر رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا جس سے تمام مکہ والے تنگ آ گئے اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا' چچا جان! آپ کے بھائی ابوطالب کا کنبہ کثیر ہے اخراجات زیادہ ہیں اور آمدنی کم۔ ان کا وقت انتہائی تنگی و عسرت سے گزرتا ہے مناسب ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان کے بوجھ کو بانٹ لیں۔ ہم میں سے ہر ایک ان کے ایک ایک بیٹے کو اپنی کفالت میں لے لے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت جعفر کو لے لیا' حضرت عقیلؓ جناب ابوطالب کے پاس رہ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور ان کی پرورش کرنے لگے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال کے قریب ہو گئی تو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نماز ادا فرما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور تمہیں بھی اس کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے کسی سے اس دین کے بارے میں نہیں سنا اور میں اپنے والد محترم جناب ابوطالب کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں ان کے ساتھ مشورہ کر لوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو تو اسے کسی دوسرے کو بھی نہ بتاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس رات توقف فرمایا' اسی رات اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک کو کھول دیا اور ان کو نور ہدایت کی روشنی عطا فرمائی۔ جب صبح کا اجالا طلوع ہوا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت

اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسولؐ اللہ! مجھ پر اسلام پیش کیجئے۔ چنانچہ کلمہ اسلام پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی ؓ کو جب حضور ﷺ نے دعوت اسلام دی تو انہوں نے کہا کہ میں جاکر اپنے والد محترم سے مشورہ کرتا ہوں ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ دل میں خیال گزرا کہ مجھے میرے والد محترم نے وصیت کی تھی کہ تمہیں جو بات بھی محمد ﷺ کہیں اسے قبول کرنا۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے واپس ہوئے اور حضور سرور کائنات ﷺ پر ایمان لے آئے۔



امانتوں کی واپسی

تمام قبائل قریش کے سردار عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ' ابوسفیان' طعیمہ بن عدی' جبیر بن مطعم' نضر بن حارث' ابوالبختری بن ہشام' زمعہ بن اسود' ابوجہل بنیہ و منبہ پسران حجاج اور امیہ بن خلف وغیرہ دارالندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ ابلیس لعین بھی کمبل اوڑھے اور شیخ پارسا کی صورت بنائے دروازہ پر آموجود ہوا۔ وہ بولا' میں نجدیوں سے ایک شیخ ہوں۔ میں نے سن لیا ہے جس امر کے لئے تم جمع ہوئے ہو اس لئے میں بھی حاضر ہوا ہوں تاکہ سنوں کہ تم کیا کہتے ہو اور مجھے تم سے اپنی رائے اور نصیحت سے بھی دریغ نہ ہو گا۔ وہ بولے' بہت اچھا۔ آیئے۔ جب آنحضرت ﷺ کا معاملہ پیش ہوا تو ایک بولا کہ ان کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھری میں بند کر دو اور کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔ خود ہلاک ہو جائے گا۔ (معاذ اللہ) شیخ نجدی نے کہا' یہ رائے اچھی نہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کو اس طرح کوٹھری میں قید بھی کر دو تو اس کی خبر بند دروازے میں سے اس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھڑا لیں گے۔ دوسرا بولا' اس کو شہر سے نکال دو۔ جہاں چاہے چلا جائے ہمیں اس کا خوف نہ رہے گا۔ شیخ نجدی نے کہا' اللہ کی قسم! یہ رائے اچھی نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ

اس کا کلام کیسا شیریں اور دلفریب ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ممکن ہے وہ کسی قبیلہ میں چلا جائے اور اپنے کلام سے اسے اپنا تابع بنا لے اور پھر انہیں ساتھ لے کر تم پر حملہ کر دے۔ ابوجہل بولا' میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی۔ انہوں نے کہا۔ وہ کیا ہے؟

ابوجہل نے کہا' وہ یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک عالی قدر دلیر جوان لیں اور ہر نوجوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ سب مل کر اس کو قتل کر دیں۔ (نعوذ باللہ) اس طرح جرم خون تمام قبائل پر عائد ہو گا۔ عبد مناف کی اولاد تمام قبائل سے نہیں لڑ سکتی۔ اس لئے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم آسانی سے خون بہا دے دیں گے۔

یہ سن کر شیخ نجدی بولا' یہی بات درست ہے۔ اس کے سوا کوئی اور رائے نہیں۔ سب نے اس رائے پر اتفاق کیا اور مجلس برخاست ہو گئی۔ ایک تہائی رات گزری تھی کہ قریش نے حسب قرارداد دولت خانہ کا محاصرہ کر لیا اور اس انتظار میں رہے کہ آپ سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے علیؓ! تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی اور حکم دیا کہ ہمارے پاس جن کی امانتیں رکھی ہیں انہیں واپس کر کے مدینہ چلے آنا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلا جھجک حضورؐ کے بستر پر سو رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک لی اور سورۂ یٰسین کے شروع کی آیات فھم لا یبصرون○ تک پڑھتے ہوئے کفار کی طرف پھینک دی اور کفار کے مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپؐ کو نہ پہچانا۔

ایک مخبر جو اس مجمع میں نہ تھا' ان کو خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں سے نکل گئے اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر جو ہاتھ پھیرا تو واقعی خاک پائی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سبز چادر اوڑھے ہوئے سوتے دیکھ کر خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں۔ جب صبح کو حضرت علی بیدار ہوئے تو وہ کہنے

لگے۔ اس مخبر نے سچ کہا تھا۔ کفار نے حضرت علی ؓ سے پوچھا۔ تیرا یار کہاں گیا۔ پ نے فرمایا! مجھے معلوم نہیں۔ کفار دست افسوس ملنے لگے اور حضور ﷺ کے ئے مبارک کے نشان دیکھتے ہوئے آپؐ کی تلاش میں نکل گئے۔



سوکھی روٹی کے ٹکڑے

یہ حضرت علی ؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک اعرابی مدینہ منورہ سے ور کسی اور شہر میں رہتا تھا۔ اس کا اونٹ مرگیا اس نے سوچا کہ میں مدینہ منورہ جا ر امیرالمومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تاکہ وہ مجھے بیت المال سے اونٹ ے دیں چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ اعرابی ایک لمبے سفر کو طے کرنے کے بعد مدینہ نورہ پہنچا۔ جب امیرالمومنین حضرت علی ؓ کے دروازے پر پہنچا تو اس کو حضرت ام حسین ؓ ملے۔ انہوں نے اعرابی کو خوش آمدید کہا اور اسے بتایا کہ یرالمومنینؓ ابھی آتے ہیں کسی کام کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔

حضرت امام حسین ؓ نے اس اعرابی کو مسجد کے حجرے میں بٹھا دیا اور فرمایا لہ میں آپ کے لئے کھانا بنوا کر ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے بہت اچھا کھانا تیار کر کے اعرابی کے سامنے لا رکھا۔ اعرابی کھانے کو دیکھ کر کہنے ا کہ میں اس وقت تک یہ پر تکلف کھانا بالکل نہیں کھاؤں گا جب تک کہ اس سکین آدمی کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہ کرلوں جو کہ مسجد کے صحن میں وکھی روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔

حضرت امام حسین ؓ نے فرمایا' وہی تو امیرالمومنین حضرت علی ؓ ہیں وہ پنا معمول کا کھانا تناول فرما رہے ہیں اور یہ پر تکلف کھانا وہ بالکل نہیں کھائیں گے۔ عرابی یہ بات سن کر حیران و ششدر رہ گیا اور سوچنے لگا کہ اس قدر عظیم الشان لطنت کے حاکم اس قدر سادہ زندگی گزارتے ہیں اور یہ سادہ سی غذا پر گزارا رتے ہیں جس کو عام غریب آدمی بھی کھانا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد اعرابی

امیرالمومنین حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آنے کا مقصد بیان ک
آپ نے اس کو بیت المال سے ایک اچھی نسل کا اونٹ دے کر رخصت کر دیا۔



ایثار

ایک مرتبہ حضرت علی ؓ کے گھر میں کڑاکے کا فاقہ گزرا' آپ نے ایک یہودی سے کچھ اون لیا تاکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اسے بنیں۔ جب ب چکیں تو اس کی مزدوری میں تین صاع گیہوں ملا۔ پہلے دن ایک صاع گیہوں لے ک سیدہ رضی اللہ عنہا نے پیسا اور روٹیاں پکائیں۔ جب آپ حضرت علی ؓ اور بچ سمیت کھانے بیٹھیں' تو ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا' اے اہل بیت نبو میں مسکین ہوں' اللہ کے نام پر مجھے کچھ کھلاؤ۔ چنانچہ وہ چند روٹیاں جو پکی تھی اسے دے دی گئیں۔ دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک صا گیہوں پیسے اور روٹیاں پکائیں' جب سب کھانے بیٹھے تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھ اور کہا' اے اہل بیت نبوت میں ایک یتیم ہوں' خدا کے نام پر مجھے کچھ کھلاؤ ساری روٹیاں اسے دے دی گئیں۔ تیسرے دن پھر وہی ماجرا گزرا۔ حضرت سی رضی اللہ عنہا گیہوں پیس کر روٹیاں پکا چکیں تو کسی نے دروازہ پر صدا دی' ا اہل بیت نبوت! میں بھوکا ہوں' خدا کے لئے مجھے کچھ کھلاؤ اور ساری روٹیاں ا دے دی گئیں۔ سب نے پانی پی پی کر رات گزاری لیکن حضرت حسن اور حسی ؓ بھوک کی شدت سے نڈھال ہونے لگے۔ حضرت علی ؓ رسالت مآب حضو ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور ﷺ نے ازواج مطہرا سے دریافت فرمایا تو سب کے ہاں یہی جواب ملا کہ برکت ہے۔

اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لائے۔ وہ بھی بھوک سے بے حا ہو رہے تھے۔ کسی نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! مقداد بن اسود ؓ کے پاس کھجور ہیں۔ اس کے پاس آدمی بھیجا گیا لیکن وہاں بھی نہ ملیں۔ پھر حضور علیہ الصل

والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا' یہ ٹوکری لو اس کھجور کے درخت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو' محمد ﷺ نے کہا ہے اپنی کھجوروں سے ہمیں شکم سیر کر دے۔ اللہ کے حکم سے کھجوریں گرنے لگیں۔ سب لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھائیں۔ باقی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دی گئیں کہ وہ خود کھائیں اور بچوں کو بھی کھلا دیں۔



زرہ آپ کی ہی ہے

یہ جنگ صفین کا واقعہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شرکت کے لئے تیاری فرما رہے تھے تو پتہ چلا کہ آپ کی زرہ کہیں گم ہو گئی ہے۔ تلاش کیا گیا لیکن زرہ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس کوفہ تشریف لے آئے تو آپ نے دیکھا ایک یہودی کے پاس وہ زرہ موجود ہے۔ آپ نے اس یہودی سے فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے میں نے نہ تو اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا ہے پھر یہ تمہارے پاس کس طرح سے آ گئی ہے۔ یہودی بڑی ڈھٹائی سے بولا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں اس بارے میں قاضی کے پاس دعویٰ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ فوری طور پر قاضی شریح کی عدالت میں گئے اور ان کے برابر تشریف فرما ہو گئے اور قاضی شریح سے فرمایا' اگر میرا مدمقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر ہی عدالت میں مخصوص جگہ پر کھڑا ہوتا لیکن میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ' فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو حقیر سمجھا ہے تو تم بھی ان کو حقیر جانو۔

یہ معاملہ دیکھ کر قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کیا دعویٰ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' یہودی کے پاس میری زرہ ہے' نہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہی اس کو میں نے ہبہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ کے بیان کے بعد

قاضی شریح نے اس یہودی سے پوچھا کہ تم اس دعویٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو
یہودی نے جواب دیا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ اس پر قاضی
شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا' اے امیرالمومنین! آپ اس بارے میں کوئی گواہ
پیش کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں ایک میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسن اس بات
کے گواہ ہیں کہ زرہ کا مالک میں ہوں۔

قاضی شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے لئے کسی مقدمہ میں پیش کرنا
ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا اہل جنت کی گواہی غلط اور ناجائز
ہے؟ حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اہل جنت
کے سردار ہیں۔

ابھی یہ بحث ہو ہی رہی تھی کہ وہ یہودی پکار اٹھا' اے امیرالمومنین! آپ
مقدمہ کے فیصلے کے لئے مجھے قاضی کی عدالت میں لے آئے اس کے باوجود کہ آپ
امیرالمومنین ہیں اور صاحب اختیار ہیں (یہی بات کیا کم تھی کہ) پھر جب قاضی نے
بھی آپ سے اسی طرح جرح کی جس طرح کہ عام لوگوں سے کی جاتی ہے۔ بے
شک یہی دین اسلام کے حق ہونے کی نشانی ہے بلاشبہ یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔
یہودی پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔



جگر کا ٹکڑا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان'
امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نوجوان کے چہرے پر
زبردست گھبراہٹ کے آثار طاری تھے۔ اس نے اپنی فریاد اس طرح پیش کی کہ
اے امیرالمومنین! میری ماں نے مجھے جنم دیا اور پھر مجھے دو سال کی مدت تک اپنا
دودھ پلایا اب جب کہ میں جوان ہو گیا ہوں تو اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اور
مجھ پر ظلم یہ کیا ہے کہ اس نے مجھے اپنا بیٹا ماننے سے بھی انکار کر دیا ہے اب وہ کہتی

ہے کہ میں تجھے پہچانتی ہی نہیں کہ تو کون ہے؟

حضرت علی ؓ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تمہاری ماں کہاں رہتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری ماں فلاں قبیلہ کے فلاں گھر میں رہتی ہے۔ حضرت علی ؓ نے کسی کو بھیج کر اس نوجوان کی ماں کو طلب فرمایا۔ اس عورت کو پتہ چل گیا کہ اب معاملہ امیرالمومنینؓ کی عدالت میں پیش ہو گیا ہے اس لئے وہ اپنے چار بھائیوں اور چالیس جھوٹے گواہوں کے ہمراہ حاضر ہوئی۔ وہ گواہوں کو اور اپنے بھائیوں کو اس لئے ساتھ لے کر آئی تھی تاکہ وہ اس کے حق میں جھوٹی گواہی دیں کہ یہ نوجوان جھوٹ سے کام لے رہا ہے اور غلط بیانی کر رہا ہے۔

حضرت علی ؓ نے اس عورت کے سامنے نوجوان سے پوچھا کہ اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ نوجوان نے اپنی فریاد دوبارہ پیش کی۔ اس نے کہا کہ اے امیرالمومنینؓ! اللہ کی قسم! یہ میری والدہ ہے اس نے مجھے جنم دیا ہے اپنا دودھ پلایا ہے اور پھر گھر سے نکال دیا ہے اور اب مجھے پہچانتی بھی نہیں ہے۔ حضرت علی ؓ نے عورت سے فرمایا' اے خاتون! یہ لڑکا جو کہہ رہا ہے تم اس کے جواب میں کیا کہتی ہو؟ اس عورت نے کہا' امیرالمومنینؓ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اس لڑکے کو نہیں پہچانتی اور نہ ہی یہ جانتی ہوں کہ یہ لڑکا کون ہے بلاوجہ مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے' میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی ہوں اور ابھی تک میری شادی بھی نہیں ہوئی۔

حضرت علی ؓ نے عورت کی بات سن کر اس سے فرمایا کہ کیا تم اس بارے میں کوئی گواہ پیش کر سکتی ہو؟ وہ عورت کہنے لگی کہ میری بات کی گواہی یہ سب لوگ دیں گے۔ چنانچہ اسی وقت وہ چالیس گواہ قسم کھانے کے لئے آگے بڑھے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ نوجوان جھوٹا ہے۔ یہ عورت اس نوجوان کو واقعی نہیں جانتی اس نوجوان کا دعویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے۔ یہ نوجوان یہ چاہتا ہے اس طرح کا الزام لگا کر عورت کو اس کے قبیلے میں رسوا کرے حالانکہ اس عورت کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی تو پھر بچہ کہاں سے پیدا ہو گیا؟ یہ ایک پاکدامن عورت ہے۔ سب گواہوں کے ایک جیسے بیان سن کر حضرت علی ؓ نے فرمایا' اگر

یہ بات ہے تو میں آج ایسا فیصلہ کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ بھی پسند فرمائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ اے خاتون! تمہارا کوئی سرپرست ہے؟ عورت نے جواب دیا' امیرالمومنینؓ! میرے یہ بھائی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا' کیا میرا حکم تمہارے لئے اور تمہاری بہن کے لئے قابل قبول ہو گا؟ عورت کے چاروں بھائیوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ کیوں نہیں آپ جو بھی حکم فرمائیں ہم قبول کریں گے۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں اللہ تعالیٰ کو اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ میں نے بلاشبہ اس عورت کی شادی اس نوجوان کے ساتھ کردی اور اپنے مال سے چار سو درہم نقد حق مہر قرار دیے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ میرے پاس چار سو درہم لاؤ۔ قنبر حکم کی تعمیل میں درہموں کو لے آیا اور لا کر اس نوجوان کے حوالے کر دیے ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ اے جوان! ان درہموں کو اپنی عورت کی گود میں ڈال دو اور اس کو لے جاؤ۔ نوجوان یہ حکم سن کر اٹھا اور درہم عورت کی گود میں ڈال دیے۔ وہ عورت فوراً" چیخ اٹھی اور چلاتی ہوئی رو کر بولی اے امیرالمومنینؓ! یہ ظلم ہے کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایک بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ بیاہ دیں' اللہ کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے بھائیوں نے ایک غلط قسم کے شخص سے میری شادی کر دی تھی جس سے میرا یہ بیٹا پیدا ہوا جب یہ جوان ہو گیا تو میرے بھائیوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کردوں اور اس کو گھر سے نکال دوں چنانچہ میں نے مجبور ہو کر یہ سب کچھ کیا' اللہ کی قسم! یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اگر یہ بات ہے تو پھر اپنے بیٹے کو گھر واپس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ عورت امیرالمومنینؓ کے حکم سے اپنے بیٹے کو گھر لے گئی۔



انوکھا مقدمہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ صبح کے وقت دو شخص اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے ایک شخص کے پاس پانچ روٹیاں تھیں جب کہ دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اسی اثناء میں وہاں سے ایک اور شخص گزرا اس شخص نے ان دونوں سے سلام دعا کی انہوں نے اس کو کھانے کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ شخص بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ تینوں نے مل کر وہ آٹھ روٹیاں کھالیں۔ کھانا کھا لینے کے بعد اس تیسرے شخص نے جاتی دفعہ ان دونوں کو آٹھ درہم دیے اور یہ کہا کہ چونکہ میں نے تمہارے ساتھ کھانا کھایا ہے اس لئے یہ اس کی قیمت ہے تم دونوں اس رقم کو آپس میں تقسیم کر لینا۔ وہ شخص یہ بات کہہ کر چلا گیا لیکن ان دونوں میں رقم کی تقسیم کے معاملے پر جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے کا کہنا تھا کہ چونکہ پانچ روٹیاں میری تھیں اس لئے پانچ درہم کا حق دار میں ہوں تمہاری صرف تین روٹیاں تھیں۔ اس لئے تین درہم تم رکھ لو۔ تین روٹیاں جس شخص کی تھیں اس کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوا اس کا یہ کہنا تھا کہ معاملہ روٹیوں کی تعداد کا نہیں ہے رقم ہم دونوں کے مابین برابر تقسیم ہونی چاہئے یہ معاملہ خاصا بڑھ گیا چنانچہ وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی توجہ کے ساتھ ان دونوں کا مقدمہ سنا اور پھر اس شخص سے جس کی تین روٹیاں تھیں فرمایا' جو کچھ تمہارا ساتھی کہتا ہے وہ ٹھیک ہے اس کی بات کو قبول کر لو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اس لئے تم اپنے حصہ کے تین درہم لے لو۔ تین روٹیوں والے شخص نے یہ سن کر کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ کو قبول نہیں کرتا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ فیصلہ تمہارے حق میں غیر منصفانہ نہیں ہے ورنہ اگر میں فیصلہ کروں تم کو صرف ایک درہم ملے گا اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملیں گے۔

یہ سن کر وہ شخص بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا' سبحان اللہ! یہ کیا بات ہوئی ذرا مجھے بھی تو سمجھائیں کہ وہ کس طرح۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم تین

آدمیوں نے آٹھ روٹیوں کے کل چوبیس ٹکڑے کھائے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس نے زیادہ کھائے اور کس نے کم کھائے اس لئے اپنی روٹیوں کے برابر حصے کو لو چونکہ تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے اس میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے خود کھا لئے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا باقی بچ گیا جبکہ تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جس میں سے اس نے بھی آٹھ ٹکڑے کھا لئے اور اس کے سات ٹکڑے بچ گئے اس طرح مہمان نے تمہاری روٹیوں میں سے بچا ہوا صرف ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں میں سے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تم ایک ٹکڑے کے بدلے میں صرف ایک درہم کے حقدار ہو اور تمہارا ساتھی سات ٹکڑوں کے عوض میں سات درہم کا حقدار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تفصیلی فیصلے کو سن کر تین روٹیوں والے شخص نے آپ کے فیصلے کو قبول کر لیا۔



حضرت علیؓ کی شجاعت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے۔ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے کہ عرب کا مشہور پہلوان عمرو بن عبدود اس طرح نکلا کہ لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے تھا اور اس نے بلند آواز سے کہا کون میرے مقابلے کے لئے آتا ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں اس کے مقابلہ کے لئے نکلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ دوبارہ پھر عمرو نے آواز دی کہ ہے کوئی آدمی جو میرے مقابلہ کو نکلے؟ اور مسلمانوں کو ملامت کرنا شروع کی اور کہنے لگا تمہاری ایسی جنت کہاں ہے جس کے متعلق تم دعویٰ کرتے ہو کہ جو تم میں سے مارا جاتا ہے وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے' میرے مقابلہ کے لئے کسی آدمی کو کیوں کھڑا نہیں کرتے ہو؟ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر حضور ﷺ سے اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے تیسری مرتبہ پھر وہی آواز دی۔ اور کچھ اشعار پڑھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے عرض کیا کہ

یارسولؐ اللہ! میں اس کے لئے نکلوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا خواہ عمرو ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اجازت دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے پاس پہنچے۔ عمرو نے پوچھا تو کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں علی ہوں' اس نے کہا عبد مناف کے بیٹے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ اس نے کہا' اے میرے برادر زادہ! تیرے چچاؤں میں سے ایسے بھی ہیں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہیں۔ میں تو تیرا خون بہانے سے کراہت کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن خدا کی قسم میں تیرا خون بہانے کو قطعاً" برا نہیں سمجھتا۔ عمرو یہ سن کر غصے میں آگیا اور گھوڑے سے اترا اور اس نے آگ کے شعلہ جیسی تلوار سونت لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف غصہ کے ساتھ لپکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سے اس کا مقابلہ کیا۔ عمرو نے تلوار ان کی ڈھال پر ماری اور اس کو پھاڑ دیا۔ تلوار اس میں گھس گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر لگی اور زخمی کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے کی رگ پر تلوار ماری وہ گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے نعرۂ تکبیر سنا اور لوگوں نے جان لیا کہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا ہے۔

غزوۂ خیبر کا معرکہ حضرت علیؓ ہی کی شجاعت سے سر ہوا۔ جب خیبر کا قلعہ کئی دن تک فتح نہ ہو سکا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور خدا اور خدا کا رسول ﷺ اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلے۔ حضور ﷺ نے انہیں جھنڈا دے کر بھیجا تھا۔ جب یہ قلعہ کے قریب ہوئے تو قلعہ کے لوگ ان کی طرف نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی۔ ان میں سے ایک یہودی نے حضرت علیؓ کو تلوار ماری' ان کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا پھاٹک ہاتھ میں لے کر اس کو ڈھال بنا لیا۔ یہ پھاٹک ان کے ہاتھ میں برابر رہا اور آپ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں خیبر کو فتح کیا۔ اس کے بعد اس پھاٹک کو اپنے ہاتھ سے ڈال دیا۔ حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو مع سات آدمیوں کے اس

بات کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا کہ اس پھاٹک کو ہم پلٹ دیں۔ ہمیں طاقت نہ تھی کہ ہم اس کو پلٹ سکتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوم خیبر میں دروازہ اٹھالیا یہاں تک کہ مسلمان اس کے اوپر سے چڑھ کر قلعہ میں چلے گئے اور قلعہ فتح کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد تجربہ کیا تو چالیس آدمی بھی اسے نہ اٹھا سکے۔



علم کے شہر کا دروازہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تورات کا ایک بہت بڑا عالم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے اپنے چند سوال پیش کئے اور کہا کہ آپ مجھے ان سوالوں کے فوری طور پر جواب دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم سوال کرو۔ اس نے کہا آپ یہ بتائیں کہ وہ کون سا مرد ہے جس کی نہ والدہ ہے اور نہ والد ہے اور یہ بتائیں کہ وہ کون سی عورت ہے جس کی نہ والدہ ہے اور نہ ہی کوئی والد ہے اور وہ کون سا مرد ہے جس کی والدہ تو ہے مگر والد نہیں ہے اور وہ پتھر کون سا ہے جس سے ایک جانور کی ولادت ہوئی ہے اور وہ کون سی عورت ہے جس نے ایک ہی دن میں صرف تین پہروں میں ایک بچہ کو جنم دیا اور کون سے وہ دو دوست ہیں جو کبھی بھی آپس میں دشمن نہیں بنیں گے اور وہ کون سے دو دشمن ہیں جو کبھی دوست نہیں بنیں گے۔

اس عالم کے سوالات ختم ہوتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے سوالوں کے جوابات یہ ہیں کہ وہ مرد جس کی نہ والدہ ہے اور والد وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہ عورت جس کی نہ والدہ ہے اور نہ ہی والد وہ حضرت بی بی حوا سلام اللہ علیہا ہیں۔ جس پتھر کے بارے میں تم نے پوچھا ہے وہ پتھر ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی پیدائش ہوئی تھی اور وہ عورت جس نے ایک ہی دن میں تین پہروں میں ایک بچے کو جنم دیا وہ حضرت مریم سلام

اللہ علیہا ہیں جن کو ایک پہر میں حمل ٹھہرا اور دوسرے پہر میں زچگی کی درد ہونا شروع ہوئی اور تیسرے پہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک ہو گئی اور وہ دوست جو کبھی بھی آپس میں دشمن نہ بنیں گے وہ روح اور جسم ہیں اور وہ دو دشمن جو آپس میں کبھی بھی دوست نہیں بنیں گے موت اور زندگی ہیں۔ یہ جوابات سن کر وہ عالم حیرت کے سمندر میں کھو گیا اور کہنے لگا' اے علیؓ! بلاشبہ آپ نے درست جواب دیے ہیں اور واقعی آپ علم کے شہر کے دروازہ ہیں۔



باغ وقف کر دیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک رات حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر باہر نکلے۔ راہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک عورت ایسی ملی جس نے بہت بڑا گناہ کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس عورت نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے ایک گناہ کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے پوچھا کہ تم نے کون سا گناہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی' میں نے زنا کیا تھا اور جب اس زنا کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کو مار دیا' یہ سن کر میں نے اس عورت سے کہا کہ تو تو تباہ ہو گئی تیرے لئے تو کوئی توبہ نہیں ہے۔ عورت میری بات سن کر بے ہوش ہو گئی اور زمین پر گر گئی۔ میں اس کو وہیں چھوڑ کر اپنے راستے پر ہو لیا لیکن اچانک میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھے بغیر ہی اتنی بڑی بات کیوں کہہ دی۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور صورت حال سے آپ کو مطلع فرمایا۔ یہ واقعہ سن کر حضور سرور کائنات ﷺ نے مجھ سے فرمایا' اے ابو ہریرہؓ! تم نے بہت برا کیا۔ جیسے ہی میں نے یہ بات سنی تو فوری طور پر اس عورت کی تلاش میں نکلا اور ہر ایک سے اس عورت کا پتہ معلوم کرتا پھرتا تھا جس نے مجھ سے مسئلہ دریافت کیا تھا میں اس حد تک ہر ایک سے پوچھتا پھر رہا تھا کہ بچے مجھے عجیب نظروں سے دیکھتے

تھے جیسے کہ میں پاگل ہوں آخرکار میں نے اس عورت کو تلاش کر لیا اور اسے حضور نبی کریم ﷺ کی بات بتائی' سن کر وہ اس قدر خوش ہوئی کہ کہنے لگی میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے وقف کر دیا۔



ادب و تعظیم

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے ایک دفعہ کفار کی طرف سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں قاصد بن کر حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ سے باتیں کرتے رہے اور آنکھ بچا کر حضرات صحابہ کرامؓ کی کیفیات بھی دیکھتے رہے واپس جا کر کفار سے دربار رسالت کی جو حالت بیان کی وہ یہ ہے۔

میں قریش میں بڑے بڑے سرداروں کے پاس گیا ہوں۔ شاہی درباروں کا رنگ دیکھا ہے۔ نجاشی اور قیصر و کسریٰ کے پاس بھی پہنچا ہوں۔ وہاں کے ادب و آداب' خادموں' غلاموں اور درباریوں کے طور طریقے دیکھے ہیں۔ لیکن خدا کی قسم میں نے کسی جماعت کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی تعظیم محمد ﷺ کے دربار والے ان کی کرتے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پر پڑ جائے وہ اس کو بدن اور چہرے پر مل لیتا ہے۔ محمد ﷺ کے منہ سے جو بات نکلتی ہے اس کو پورا کرنے کو سب کے سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے، لڑ لڑ کر آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو دوسرے کا بھیگا ہاتھ اپنے سینہ اور چہرہ پر مل لیتا ہے ان کے سامنے زور سے نہیں بولتے، بات کرتے ہیں تو نہایت ہلکی آواز سے، ادب و احترام کی وجہ سے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر کوئی نہیں دیکھتا۔ اگر ان کے سر یا داڑھی کا کوئی بال ٹوٹتا ہے تو اسے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ تبرکاً اپنے پاس رکھتے ہیں۔ الغرض میں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے خدام کو اس قدر ادب و تعظیم کرتے نہیں دیکھا جس قدر ان کے ماننے والے ان کا ادب کرتے ہیں۔



احترام و ادب

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں حضرت ابو ایوب انصاری ؓ کے دولت کدہ کو شرف قیام عطا ہوا تو حضور ﷺ نیچے کے حصے میں اور ان کے بال بچے مکان کے بالائی حصے میں تھے۔ پہلی ہی رات کو جب حضرت ابو ایوب انصاری ؓ نے آرام فرمایا تو سوتے سوتے بیدار ہو گئے اور دل میں سخت خوف و ہراس اور بے چینی پیدا ہوئی کہ یہ کس قدر بڑی گستاخی ہے کہ ہم اوپر ہوں اور رسول اللہ ﷺ نیچے کے مکان میں آرام فرمائیں۔ اسی بے چینی میں ساری رات گزر گئی۔ صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں گزارش کی کہ حضور ﷺ ہماری تمنا ہے کہ آپ اوپر قیام فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ نیچے کا حصہ ہمارے قیام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ اس میں آنے جانے والوں کے لئے سہولت ہے۔ سیدنا ابو ایوب انصاری ؓ نے رو کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ حضور کے قدموں پر نثار جس چھت کے نیچے حضور ﷺ تشریف فرما ہوں ہم خدام اس کے اوپر کیسے چڑھ سکتے ہیں۔ اس جذبہ احترام و ادب سے حضور پاک ﷺ مسرور ہوئے اور اوپر کی منزل پر تشریف لے گئے۔



احد احد

حضرت بلال ؓ بنی امیہ کے غلام تھے۔ کفار آپ کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے تھے۔ شہر کے لڑکے ان کی ٹانگوں میں رسی باندھ لیتے اور مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر آپ کو برہنہ کر کے لٹا دیا جاتا اور اوپر سے سینہ مبارک پر پتھر کی ایک چٹان رکھ دی جاتی۔

ان تمام مصائب کو برداشت کرتے' گرمی سے جسم میں آگ لگتی' بدن سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ زبان خشکی سے لکڑی ہو جاتی نزع کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔

لیکن اسلام پر ثابت قدمی میں ایک رائی برابر فرق نہ آتا۔ طرح طرح کی ذلتیں، تکلیفیں اور ظلم برداشت کرتے۔ مگر زبان سے احد احد کا ورد کرتے رہتے۔ اس صدائے توحید سے بت پرست، مشرک اور زیادہ جھلاتے ایذا رسانی میں اور زیادہ ظلم و ستم کے وحشیانہ کمال دکھاتے۔ لیکن آپ ان کی مطلق پرواہ نہ کرتے۔ یہ تو آپ کا دن تھا۔ آپ کی رات اور بھی زیادہ مصیبت بھری ہوتی تھی۔ دنیا جب آرام کرتی تھی امیہ ظالم کے حکم سے آپ کو ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا جاتا اور صبح تک آپ کے برہنہ جسم پر کوڑے لگوائے جاتے جس سے جسم مبارک لہولہان ہو جاتا۔ مگر ہر ضرب پر آپ کی زبان اقدس احد احد کے نعرے لگاتی اور ان کے وحشیانہ مظالم کا جواب صدائے توحید سے دیتی۔

اللہ اللہ! کیا استقامت اور توحید پر کس درجہ ثابت قدمی تھی کہ ترکش ظلم و ستم کا ہر ایک تیر آپ کے سینہ استقامت کو چھلنی کرنے کے لئے وقف ہے۔ مگر یہاں یہ حالت ہے کہ کوڑوں کی ہر ایک ضرب پیغام مسرت ہے اور ذلت و رسوائی کی ہر ایک سازش و کوشش کو ہزارہا عزتوں اور مسرتوں کا پیش خیمہ سمجھ کر نہایت خندہ پیشانی سے لبیک کہا جاتا ہے اور زبان حال سے دعوت دی جاتی ہے کہ

نمک چھڑکو نمک چھڑکو مزا اس میں ہی آتا ہے
قسم لے لو نہیں عادت مرے زخموں کو مرہم کی

عرصہ دراز تک اس امتحان عشق میں کمال ثابت قدمی دکھاتے رہے بالآخر ایک رات کو جبکہ جسم مبارک پر تازیانوں کی بارش ہو رہی تھی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، حالت زار دیکھی۔ صبح کو امیہ سے ملے اور بلال کے بدلے میں ایک اپنا حبشی غلام نسطاس اور چالیس اوقیہ چاندی دے کر خریدا اور اللہ کے نام پر آزاد کر دیا۔



حضرت جناب بن الارتؓ

آپ ایک یہودیہ کے غلام تھے۔ آپ کو اول اول تو برہنہ کر کے تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا جاتا۔ اور پتھر کی سل آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دی جاتی کہ اسلام چھوڑ دو۔ لیکن جب آپ کے استقلال میں فرق نہ آیا تو لوہے کو آگ میں تپا کر آپ کے ننگے جسم پر رکھ دیا جاتا۔ جس سے آپ کا گوشت جلنے لگتا اور چربی پگھلنے لگتی۔ آپ سے کہا جاتا کہ اسلام چھوڑ دو۔ فرماتے' ظالمو! کیا تم سمجھتے ہو کہ اسلام اتنی سستی دولت ہے جس کو میں اپنی جان کے بدلے چھوڑ دوں۔ یہ تو ایک جان ہے۔ ہزار ہا جانیں بھی قربان ہو جائیں تو اسلام کی قیمت ادا نہ ہو۔ کافروں نے مجبور ہو کر ظلم و ستم کی اور انتہائی تدبیر سوچی' آگ کے انگاروں کو دھکایا جاتا اور آپ کو برہنہ کر کے چت ان پر لٹا دیا جاتا۔ لیکن اللہ اکبر کیا ایمان تھا کہ یہ سارے وحشیانہ مظالم برداشت کرتے مگر کیا مجال کہ پائے استقامت میں رائی برابر لغزش آ جائے۔ جب ظلم و ستم کے ترکش کے تمام تیر ختم ہو گئے' کفار ظلم کرتے تھک گئے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو مجبور ہو کر آپ کو گھر سے نکال دیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے پنجہ ظلم سے نجات بخشی۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کی کمر دیکھی تو حیرت سے فرمایا کہ میں نے آج تک ایسی کمر کسی کی نہیں دیکھی۔ حضرت جناب بن الارتؓ نے فرمایا کہ مجھے ہفتوں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا وہ آگ میری چربی سے ٹھنڈی ہوتی تھی۔



سخت امتحان

حضرت مصعب بن عمیرؓ مسلمان ہوئے تو سارے کنبہ برادری کے رشتہ دار اور گھر والے سخت برافروختہ ہوئے اور دین حق سے برگشتہ کرنے کی طرح طرح سے ناپاک کوششیں کرنے لگے۔ جب اپنی تمام تر ابلیسی سازشوں اور کاوشوں

میں ناکام ہوئے تو بیدردی سے مارنا پیٹنا شروع کیا اور ہر قسم کی اذیتیں پہنچانے لگے لیکن اسلام اپنے متوالوں پر وہ نشہ نہیں چڑھاتا تھا جس کو دنیائے عالم کی کوئی ترشی اتار سکے۔ حضرت مصعبؓ یہی فرماتے رہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت جھیلنا آسان ہے مگر اسلام چھوڑنا دشوار۔ آخری تدبیر یہ کی گئی کہ آپ کو گھر سے نکال دیا گیا۔ آپ نے اس آخری مگر سب سے سخت امتحان میں بھی پوری استقامت کا ثبوت دیا' اور تمام عزیز و اقارب' رشتہ داروں' آبائی مکان و وطن کو چھوڑ دینا بخوشی منظور کیا مگر اسلام کو نہ چھوڑا۔



باپ بیٹا

جنگ بدر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام نہ ہوئے تھے۔ ابوجہل کے لشکر میں شامل ہو کر اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے شمشیر بکف میدان میں آئے اور اپنی طاقت کے بل بوتے اور جوانی کے گھمنڈ میں للکارا کہ کون ہے جو میرے مقابل آئے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بے قرار ہو گئے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یارسولؐ اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کافر کی گردن اتاروں۔ فرمایا' ابوبکرؓ یہ تمہارا بیٹا ہے۔ عرض کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ کا نہیں وہ میرا کیسا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے ناپاک وجود کے دنیا میں آنے کا سبب میں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی نجاست سے دنیا کو پاک کرنے کا سبب بھی میں بنوں۔ اجازت ملی۔ شمشیر علم کئے میدان میں پہنچے اور فرمایا کہ او مغرور کافر! یہ تیرا بوڑھا باپ ہے جو تیرا ابھی سر قلم کرے گا اور ایک لمحہ میں تیرے اس ناپاک وجود کو خاک و خون میں تڑپائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا۔ صدیق کا بیٹا اور کفر کے دلدل میں رہے اور کافر مارا جائے۔ اللہ کو منظور نہ ہوا۔ عبدالرحمٰن کے دل کی سیاہی دھل گئی۔ قدموں میں گر پڑے اور کلمہ شہادت پڑھا۔ کافر سے محبوب خدا صحابی بنے۔ وہی تلوار جو مسلمانوں کے لئے چمک رہی تھی

کافروں پر برس پڑی۔ خوب داد شجاعت دی اور اپنے والد ماجد ؓ کے نام مبارک کو چار چاند لگائے۔



آزادی پر غلامی کو ترجیح

حضرت زید بن حارثہ ؓ کم سن تھے۔ حضور پاک ﷺ کی بعثت سے قبل (زمانہ جاہلیت میں) ایک قافلہ میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے۔ قیس کے قبیلہ نے قافلہ لوٹا اور حضرت زید کو بھی پکڑ لائے۔ ان کو لا کر مکہ شریف کے بازار میں بیچا۔ حکیم بن حزام ؓ نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ ؓ کے لئے خرید لیا۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور پاک ﷺ سے ہوا تو انہوں نے زید کو بطور ہدیہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ زید کے والد کو ان کا حال کچھ معلوم نہ تھا۔ ان کی جدائی سے دیوانے ہو رہے تھے اور فراقیہ اشعار پڑھتے۔ سارا دن روتے رہتے تھے۔ اتفاقاً" ان کی قوم کے چند آدمی مکہ شریف آئے اور زید کو دیکھ کر پہچان لیا اور باپ کی حالت زار غم فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زید نے ان کے ہاتھ چند شعر لکھ بھیجے۔ جن کا خلاصہ یہ تھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں۔ نہایت شریف اور کریم لوگوں کی غلامی میں بالکل راحت اور خیریت سے ہوں۔ ان لوگوں نے جب زید کے والد کو حالات بتائے اور شعر سنائے تو باپ اور چچا فدیہ دینے کے لئے بہت سا روپیہ لے کر زید کو لینے مکہ معظمہ آئے۔ تلاش کرتے کرتے حضور پاک ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور کہا' اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار! آپ ارض حرم کے رہنے والے ہیں۔ مہمان نواز و غریب پرور ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں قیدیوں کو آزاد کرتے ہیں اور مصیبت زدہ کی امداد کرتے ہیں ہم اپنے بچے کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم پر احسان کرو اور جس قدر چاہو فدیہ لے کر اسے رہا کر دو۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم زید کو لینا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' بس اتنی سی بات کے لئے اتنی منت

سماجت کر رہے ہو یہ تو کوئی بات نہیں۔ زید کو بلا لو اس سے پوچھ لو اگر وہ جانا چاہے تو شوق سے اپنے ساتھ لے جاؤ میں پھر فدیہ بھی مطلقاً نہ لوں گا اور اگر وہ جانا نہ چاہے گا تو پھر زبردستی نہ کروں گا۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر باپ اور چچا بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت زید بلائے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' زید تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ کہنے لگے' جی ہاں یہ میرے والد صاحب ہیں اور یہ چچا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے خواہ میرے پاس رہو یا ان کے ساتھ چلے جاؤ۔

حضرت زید نے فرمایا۔ حضور ﷺ! میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو یہیں رہوں گا۔ باپ اور چچا یہ جواب سن کر حیرت زدہ ہو کر کہنے لگے' زید! کیا تم غلامی کو آزادی سے اچھا سمجھتے ہو اور اپنوں کو چھوڑ کر غیروں میں رہنا پسند کرتے ہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر اٹھے اور حضور پاک ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ جی ہاں ان کی غلامی کو میں ہزار آزادیوں سے بہتر سمجھتا ہوں اور یہ ایسے غیر ہیں کہ ان پر ہزار اپنے بھی قربان کر دوں تو ان کی برابری نہ ہو سکے۔ میرے باپ بھی یہی ہیں اور ماں بھی۔

حضور پاک ﷺ نے جب یہ برجستہ جواب سنا بہت مسرور ہوئے اور زید کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنا بیٹا بنا لیا۔ باپ اور چچا بھی یہ عجیب منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بخوشی چھوڑ کر چلے گئے۔



شہیدوں کی ماں

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت قابل و لائق عالمہ و فاضلہ شاعرہ خاتون تھیں ان کی قوم کے چند بزرگ قبول اسلام کے لئے مدینہ شریف آ رہے تھے۔ یہ بھی ان کے ساتھ حاضر ہو کر مشرف بااسلام ہوئیں۔ 16ھ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی خلافت کے زمانہ میں جنگ قادسیہ میں اپنے صاحبزادوں سمیت شریک ہوئیں۔ شرکت سے ایک دن پہلے اپنے بیٹوں کو بہت نصیحتیں کیں اور جہاد کا جوش دلایا۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے جہاد کرنے میں کیسے کیسے ثواب اور برکتیں رکھی ہیں۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ دنیا کی اس چند روزہ فانی زندگی سے آخرت کی باقی رہنے والی دائمی اور ابدی زندگی بدرجہا بہتر پر سرور و پرکیف ہے۔ قرآن مجید ان مضامین عالیہ سے بھرپور ہے۔ اس لئے کل صبح جب تم خیر سے اٹھو تو جنگ میں شریک ہو جاؤ اور اللہ کی مدد مانگتے رہو' دین کے دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ اور جب آتش جنگ مشتعل ہو جائے اور تلواریں چمکنے لگیں تو اپنے دلوں کو مضبوط رکھو اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ ہمیشہ کے لئے داخل کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ اگلے دن جب لڑائی شروع ہو گئی اور گھسان کا رن پڑنے لگا تو اپنی والدہ ماجدہ کے حکم کے مطابق ایک ایک بیٹا آگے بڑھتا۔ میدان جنگ میں اچھلتا ہوا اور رجزیہ جوش دلانے والے اشعار پڑھتا ہوا تلوار چلاتا شہید ہو جاتا۔ وہ شہید ہو جاتا تو دوسرا اسی طرح بڑھتا۔ الغرض چاروں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ جب والدہ ماجدہ کو شہادت کی اطلاع پہنچی تو خوشی سے اچھل پڑیں اور فرمایا خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے شہیدوں کی ماں بنایا اور یہ عزت و شرف مجھے عطا فرمایا۔ مجھے اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ان شہیدوں کے ساتھ میں بھی اس کی رحمت کے سایہ میں رہوں گی۔



ضرورت کا دن

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بہت سے مویشی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت برکت عطا فرمائی تھی لیکن طلب ثواب آخرت کا یہ کمال تھا کہ مال و دولت نہ اپنے پاس جمع ہونے دیتے تھے اور نہ اس مردار کو کسی دوسرے کے پاس دیکھنا

چاہتے تھے اس لئے امراء سے ہمیشہ آپ کی لڑائی رہتی تھی۔ آپ کی ضرورت کے چند اونٹوں اور بھیڑوں کے چرانے کے لئے ایک بوڑھا سا چرواہا تھا۔ ایک روز قبیلہ بنو سلیم کے ایک شخص نے آکر آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ فیض صحبت سے مستفیض ہو سکوں۔ میں اور تو کچھ آپ کی خدمت کر نہیں سکتا البتہ آپ کے چرواہے کی کچھ مدد کر دیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا دوست رفیق اور ساتھی وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر کر سکتے ہو تو شوق سے رہ سکتے ہو۔

انہوں نے عرض کیا آپ کس کس کام میں اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ بس میری اطاعت یہ ہے کہ جب میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنے کا حکم دوں تو بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور وہاں رہنے لگے۔

ایک روز حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے کسی نے عرض کیا کہ فلاں طرف جنگل میں کچھ غریب لوگ رہتے ہیں کھانے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں۔ آپ نے اپنے اس رفیق سلمی سے فرمایا کہ میرے اونٹوں میں سے ایک اونٹ لے آؤ۔ چنانچہ وہ جنگل گئے اور اپنے وعدے کے مطابق بہترین اونٹ منتخب کیا جو نہایت طاقتور' جوان' خوبصورت اور سواری میں نہایت فرمانبردار تھا۔ لیکن پھر دل میں سوچا کہ یہ اونٹ تو خود حضرت کی سواری اور دیگر متعلقین کے لئے مفید اور کار آمد ہے غریبوں کے کھلانے اور ذبح کرنے کے لئے ایسے اچھے اونٹ کی کیا ضرورت ہے۔ گوشت تو سب کا برابر ہی ہوتا ہے اس لئے وہ اونٹ چھوڑ دیا اور ایک اونٹنی جو اس اونٹ سے تو ذرا کم تھی مگر اور تمام اونٹوں میں سب سے افضل تھی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

آپ نے دیکھتے ہی فرمایا' سلمی تم نے خیانت کی۔ یہ سمجھ گئے اور واپس آکر وہی بہترین اونٹ لے گئے۔ آپ نے اسے ذبح کرایا اور رفقاء سے فرمایا کہ اس بستی میں جتنے لوگ ہیں ان سب کے گھر شمار کر لو اور ان کے ساتھ ہی ابوذر کا (میرا) بھی مکان گن لو اور اس گوشت کو سب کے گھروں میں مساوی تقسیم کردو۔

مگر دیکھنا ابوذر کے گھر میں زیادہ نہ دینا بلکہ سب جگہ برابر گوشت جائے چنانچہ حسب الارشاد گوشت تقسیم کر دیا گیا۔

بعد میں اپنے دوست سلمی کو بلایا۔ فرمایا کہ تم نے اللہ کی راہ میں عمدہ مال خرچ کرنے کا جو وعدہ مجھ سے کیا تھا جان بوجھ کر اس کی مخالفت کی یا سہوا"؟

انہوں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا وعدہ خوب یاد ہے لیکن میں نے خیال کیا یہ اونٹ حضرت کی ضرورت کا ہے اس لئے میں دانستہ اس کو چھوڑ آیا تھا۔ فرمایا کہ صرف میری ضرورت کی وجہ سے چھوڑ آئے تھے؟ عرض کیا جی ہاں محض آپ کی ضرورت کی وجہ سے۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں؟ یاد رکھو! میری ضرورت کا دن وہ ہے۔ جس روز مجھے قبر کے گڑھے میں اکیلا ڈال دیا جائے گا جس دن میرے ساتھ میرے دوست احباب عزیز و اقارب میں سے کوئی نہ ہو گا۔ میرا مال و دولت سب یہیں رہ جائے گا اور میں وہاں تن تنہا رہوں گا۔ میری ضرورت کا دن وہ ہے۔



بکری کی سری

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی صاحب کو ایک صحابی کی احتیاج کا علم ہوا تو انہوں نے ایک بکری کی سری ہدیۃً" ان کے پاس بھیج دی۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں دوست مجھ سے زیادہ حاجت مند ہیں۔ بال بچے زیادہ ہیں اور آمدنی کم اس وجہ سے وہ سری انہوں نے ان کے پاس بھیج دی۔ انہوں نے ان کے پاس بھجوا دی ان کو بھی اپنے ایک اور دوست کے متعلق یہی خیال آ گیا اور وہ سری ان کے گھر بھیج دی۔ الغرض اسی طرح وہ سری سات گھروں میں پھر پھرا کر بالآخر سب سے پہلے والے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔



قرضہ ادا کر دوں گا

حضرت محیصہ بن اعوان رضی اللہ عنہ کے ذمہ ایک یہودی کا بہت زیادہ قرضہ تھا۔ یہودی نے کہا، محیصہ! اگر تم اپنا دین چھوڑ دو تو میں اپنا سارا قرضہ معاف کر دوں گا آپ ہنسے اور فرمایا کہ کیا ایمان کی قیمت تو نے ان چند سکوں کو سمجھا ہے۔ ارے نادان ایمان تو ساری دنیا کی دولت کے بدلے بھی نہیں دیا جا سکتا میں اسلام ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔



معافی مانگ لی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکے تھے اور اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ناراض تھے۔ ایک عیسائی سردار کو اس ناراضگی کی خبر ہوئی تو اس نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس خفیہ طور پر ایک خط لکھا کہ اے کعب! مجھے یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم جیسے شریف اور بزرگ سے ناراض ہیں۔ اب تم اسلام چھوڑ کر میرے پاس چلے آؤ۔ میں تمہاری پوری غم خواری کروں گا اور بہت زیادہ عزت و احترام کے ساتھ رکھوں گا۔

یہ دیکھتے ہی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سخت برافروختہ ہوئے اور قاصد کے سامنے ہی اس کے ناپاک خط کو تنور میں ڈال کر نذر آتش کر دیا اور قاصد سے کہا، جاؤ اپنے آقا سے کہہ دو کہ ہم مذہب فروش نہیں ہیں اور اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی۔



جنت کا مشتاق

حضرت عمر بن جموح رضی اللہ عنہ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ اس لئے جہادوں میں شریک نہ ہو سکتے تھے۔ دل میں شوق رہتا تھا مگر معذور تھے۔ جنگ احد میں یہ شوق بہت زیادہ ہوا اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے بھی لڑائی پر ابھارنے کے لئے کچھ طعن آمیز گفتگو کی۔ اس لئے اور بھی پختہ ارادہ شرکت جنگ کا کر لیا۔ ہتھیار لے کر رو بہ قبلہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے اللہ! مجھے میرے گھر والوں کی طرف نہ لوٹائیو۔

لوگوں نے منع کیا کہ عمر تم معذور ہو' نہ جاؤ۔ لیکن آپ نہ مانے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے بھی یہی فرمایا کہ تم معذور ہو گھر میں بیٹھ کر دعا کرو۔ لیکن آپ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ضرور اجازت دیجئے میری تمنا ہے کہ میں اپنے لنگڑے پاؤں سے جنت میں چلوں پھروں۔ چنانچہ اجازت عطا فرما دی گئی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر کو میدان جنگ میں دیکھا کہ اچھلتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ چنانچہ دشمن کے دستے میں گھس گئے خوب لڑے آخرکار شہید ہو گئے۔ ان کے ایک صاحبزادے بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ بھی لڑ کر شہید ہوئے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ نے دونوں لاشوں کو اونٹ پر لادا تاکہ مدینہ شریف میں دفن کریں۔ مگر اونٹ اول تو بیٹھ گیا بڑی مشکل سے اٹھا تو ہر چند مدینے شریف کی طرف کو ہانکا مگر نہ چلا بار بار احد ہی کی طرف منہ کرتا تھا۔ مجبور ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے کہ وہ مدینے کی طرف نہ جائے۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے گھر سے چلتے وقت کچھ دعا بھی کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں کہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔



بچہ اور سانپ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ رکوع و سجود اس قدر طویل و بے حرکت کرتے تھے کہ چڑیاں آپ کی پشت پر آ کر بیٹھ جاتیں اکثر تمام رات ایک سجدے میں گزار دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کا بچہ پاس سو رہا تھا۔ اتفاقاً" چھت میں سے سانپ گرا اور اس کو لپٹ گیا۔ وہ چلا اٹھا۔ سب گھر والوں میں بھی شور مچ گیا۔ خدا خدا کر کے سانپ کو مارا۔ لیکن حضرت عبداللہ اسی اطمینان و سکون سے نماز پڑھتے رہے۔ فراغت کے بعد پوچھا کیا بات تھی۔ کچھ شور سا سنا تھا۔ اہلیہ صاحبہ نے سارا واقعہ سنایا اور فرمایا خدا آپ پر رحم فرمائے بچہ تو مرنے ہی لگا تھا اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ فرمایا' اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں حاضر تھا گناہ بخشوا رہا تھا۔ دوسری طرف متوجہ کیسے ہو جاتا۔



بیٹے تم کہاں ہو؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا۔ جب توریت شریف پڑھتا تو خوش آوازی کی وجہ سے مرد اور عورتیں سب ہی نکل پڑتے۔ یہ جوان شراب بھی پیا کرتا تھا۔ ایک روز اس کی ماں اسے کہنے لگی' کہ اگر بنی اسرائیل کے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ تو شراب پیتا ہے تو اپنے پڑوس سے نکال دیں گے' ایک دفعہ ایک شب وہ شراب کے نشہ میں گھر آیا اور توریت شریف پڑھنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اس کی ماں نے اس سے کہا' اٹھ وضو کر۔ نشے کی حالت میں اس نے ماں کے چہرہ پر مارا' جس سے اس کی ایک آنکھ نکل گئی اور ایک دانت ٹوٹ گیا۔ وہ کہنے لگی خدا تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔ جب صبح ہوئی اس نے اپنی ماں کو دیکھا تو کہنے لگا اے ماں! تجھے سلام کرتا ہوں اور اب سے قیامت تک تجھے کبھی نہ دیکھوں گا۔ اس کی ماں نے جواب دیا خدا تجھ سے راضی نہ ہو۔ چاہے

جہاں مرضی جا۔ وہ پہاڑ میں جا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور چالیس برس تک عبادت کرتا رہا یہاں تک کہ بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا۔ پھر اس نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ اے مولا کریم! اگر تو نے مجھے بخش دیا ہے تو مجھے بتلا۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی تیری ماں کی رضامندی میں ہماری رضا ہے۔ یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور اس نے پکار کر کہا اے جنت کی چابی! اگر تو بقید حیات ہے تو نہایت خوشی ہے اور اگر تو فوت ہو چکی ہے' تو (میرے لئے) مصیبت ہے۔ اس کی والدہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں تیرا فلاں بیٹا ہوں۔ ماں نے کہا خدا تجھ سے راضی نہ ہو۔ اس نے آگے بڑھ کر ماں سے کہا اے ماں! یہی وہ ہاتھ ہے جس نے تجھے مارا' تیری آنکھ نکالی اور دانت توڑا تھا اور اس ہاتھ کو کاٹ ڈالا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے لئے لکڑیاں جمع کرو اور آگ جلاؤ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلائی وہ اس میں کود پڑا اور اپنے بدن سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آتش دوزخ سے پہلے آتش دنیا کا مزہ چکھ لے۔ یہ خبر لوگوں نے اس کی ماں کو دی۔ اس نے آواز دی اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا آگ کے اندر' تب وہ کہنے لگی اے بیٹا خدا تجھ سے راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے اپنا ایک پر اس کی ماں کی آنکھ اور دانت پر مل دیا' اس کی آنکھ اور دانت دونوں جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے۔ پھر اس لڑکے کے جسم پر بھی مل دیا وہ بھی خدا کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہو گیا۔



اسلامی اخوت کا تقاضا

حضرت ابو ذر غفاری ؓ رسول اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ سے تھے ایک روز کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک پھٹا پرانا کمبل اوڑھا ہوا تھا اتفاق سے ایک شخص نے انہیں دیکھا تو اسے بڑی حیرت ہوئی آخر نہ رہ سکا تو آپ کے قریب آکر ان سے پوچھنے لگا۔ حضرت کیا اس پھٹے پرانے کمبل کے علاوہ آپ کے پاس کوئی کپڑا

نہ تھا کہ آپ اس حال میں نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا اگر کوئی دوسرا کپڑا ہوتا تو تم میرے بدن پر ضرور دیکھتے۔ اجنبی سے برداشت نہ ہوا۔ اس نے کہا جناب گستاخی معاف! ابھی تو دو دن ہوئے میں نے ایک نہایت عمدہ جوڑا آپ کے بدن پر دیکھا تھا۔ وہ کیا ہوا۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مجھ سے زیادہ اس جوڑے کا ضرورت مند تھا میں نے اسے دے دیا کہ اخوت اسلامی کا تقاضہ یہی تھا۔ اجنبی ہنس پڑا۔ جناب! ایسا تو نہ فرمائیں' بھلا آپ سے زیادہ اس کپڑے کا محتاج کون ہو سکتا ہے؟ آپ کے پاس تو بس یہی ایک پھٹا پرانا کمبل ہے۔ اجنبی کا اصرار اور اس کی ضد دیکھ کر ابوذر غفاریؓ کا چہرہ تمتا اٹھا اور نہایت ہی کرخت لہجے میں فرمایا' اے شخص! اللہ تیری مغفرت فرمائے۔ تو دنیا کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ عمدہ عمدہ لباس اچھے اچھے کھانے' آرام دہ مکان' خدام و حشم' شان و شوکت ہی تیرے نزدیک سب کچھ ہے۔ اجنبی! یہ ساری چیزیں دنیا ہی میں رہ جانے والی ہیں۔ انسان کا خلوص' اس کا اخلاق' اس کی شرافت' ہمدردی' مواخات اچھے بھائی کی غم خواری' کسی کی مصیبت میں کام آنا اور کمزوروں غریبوں کی دستگیری کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں لے کر انسان سفر آخرت پر روانہ ہوتا اور اللہ کے مقبول بندوں کی جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے میرے پاس تو بوسیدہ سہی یہ کمبل بھی موجود ہے جسے لپیٹ کر میں نماز پڑھ سکتا ہوں اس شخص کے پاس تو اس طرح کا کوئی بوسیدہ کمبل بھی نہ تھا کہ وہ اپنا تن ڈھانکتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ میں نے اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی۔ اور وہ عمدہ جوڑا جو تو نے میرے بدن پر دیکھا تھا اس کے حوالے کر دیا۔ اے شخص سن! میرے پاس بکریاں ہیں جن کا میں دودھ پیتا ہوں میرے پاس ایک گدھا ہے جس پر سامان لادتا ہوں۔ غلام ہیں جو میری خدمت کرتے ہیں۔ عید' بقر عید کے موقع پر پہننے کے لئے میرے پاس ایک عبا ہے تم خود غور کرو کہ ان نعمتوں سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہو سکتی ہے۔ بلکہ میرے پاس عید' بقر عید کے لئے جو عبا ہے میں سمجھتا ہوں کہ میری ضرورت سے زائد ہے۔ مجھے تو یہی ڈر سمایا ہوا ہے کہ کہیں کل قیامت کے دن مجھ سے اس زائد

ضرورت عبا کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر میرا محاسبہ ہوا تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ میرے دوست! دنیا سے اتنا ہی لینا چاہیے جتنا کہ ضروری ہو۔ ورنہ طلب کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔



اللہ کی مدد

حضرت زیدؓ بن حارثہ صحابہ کرام میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے باپ کی محبت' چچا کی شفقت' عزیز و اقارب کی قربت اور اپنی آزادی کو بھی اللہ کے رسول ﷺ کی غلامی پر قربان کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کی جاں نثاری' جذبہ اطاعت شعاری اور محبت و خدمت کو قبول فرما کر انہیں اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے طائف جانا تھا۔ میرے پاس اس وقت کوئی سواری نہیں تھی۔ میں نے ایک خچر والے کو رضامند کر لیا کہ وہ مجھے طائف چھوڑ دے۔ دوسرے روز میں خچر پر سوار طائف کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر جنگل کی راہ لی۔ اب ہم جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم سیدھا راستہ چھوڑ کر اس راستے پر کیوں جا رہے ہو۔ اس نے کہا' کہ آپ کو اپنی منزل تک پہنچانا میرا فریضہ ہے آپ نہیں جانتے یہ قریب کا راستہ ہے۔ میں ہمیشہ ادھر ہی سے جاتا ہوں۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ہم پھر عام راستے پر آ گئے۔ کچھ دور جانے کے بعد پھر اس نے راستہ بدلا اور جنگل میں داخل ہو گیا۔ اس دفعہ میں خاموش رہا اور اس سے کچھ نہ کہا۔ چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں تھوڑے سے فاصلے پر ایک چھوٹا سا میدان دکھائی دے رہا تھا۔ ہم جب اس میدان کے پاس پہنچے تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ایک عجیب منظر دیکھا۔ سارے میدان میں انسانی کھوپڑیاں اور جسمانی ڈھانچے بکھرے پڑے تھے۔ اس نے بڑے تحکمانہ لہجے میں مجھ سے کہا کہ سواری سے نیچے اترو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ میرے حوالے کر دو۔ اور مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ انسانی ڈھانچے جو

گل سڑ چکے ہیں۔ یہ سب میرے شکار ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ میں دل ہی دل میں اس کی احمقانہ جرات پر مسکرا رہا تھا۔ میرا ایمان بھی تھا اور ایقان بھی کہ موت و حیات تو میرے اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے زندگی عطا فرمائے اور جس سے چاہے زندگی چھین لے۔ اور اس کا وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے نہ تو کوئی مر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے مار سکتا ہے۔ میں نے اسے کہا' کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تم لے لو اور مجھے جانے دو۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں ضرور قتل کروں گا اور تلوار نکال کر میری طرف بڑھا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جو تمہارا جی چاہے کر لینا۔ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ اس نے مجھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ اور میں اپنے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔

نماز ختم کر کے میں نے کہا "یا ارحم الراحمین" اسی وقت ایک آواز آئی کہ "اسے قتل نہ کرنا۔" خچر والا گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر اسے کوئی دکھائی نہ دیا۔ وہ پھر میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پھر "یا ارحم الراحمین" زور سے کہا اور پھر وہی آواز آئی کہ اسے مت قتل کرنا۔ اب وہ زیادہ پریشان ہو گیا۔ جھاڑی جھاڑی دیکھ آیا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو وہ تیزی سے پلٹ کر میری طرف آیا۔ میں نے پھر "یا ارحم الراحمین" کا نعرہ لگایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نیزہ ہاتھ میں لئے گھوڑے پر سوار برق رفتاری سے ہماری طرف آ رہا ہے۔ اس نے آتے ہی نیزہ خچر والے کے سینے کے آر پار کر دیا۔ وہ چکرا کر زمین پر گرا۔ کچھ تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ میں حیران کھڑا سوچ رہا تھا کہ مجھے موت کی نیند سلانے والا خود موت کی آغوش میں سو رہا ہے۔



حضرت جندبؓ کی بہادری

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت غالب بن عبداللہ کلبی ؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر بنی ملوح کفار کدید کے خلاف جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ جب لشکر مقام

کدید میں پہنچا تو ایک جنگل کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا۔ سردار لشکر نے حضرت جندب بن کمیث جہنی کو دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی پر مامور کیا۔ حضرت جندب ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے جہاں سے بنی ملوح کے تمام مکانات دکھائی دیتے تھے۔

بنی ملوح کا ایک آدمی اپنے مکان سے نکلا اس نے اپنی بیوی کو آواز دے کر کہا، مجھے سامنے ٹیلہ پر کچھ سیاہی نظر آتی ہے جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھی تھی، میری کمان اور تیر لا کر دو۔ اس کی بیوی نے کمان اور تیر لا کر دے دیے۔ اس شخص نے ایک تیر چلایا۔ یہ تیر حضرت جندب کے پہلو میں پیوست ہو گیا۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے وہ تیر نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ مگر مزید کچھ حرکت نہ کی۔ اس شخص نے دوسرا تیر چلایا۔ یہ تیر حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے شانہ پر آلگا۔ انہوں نے تیر شانہ سے نکال کر رکھ لیا مگر اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔

اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا، اگر یہ کوئی آدمی ہوتا تو ضرور حرکت کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے، صبح جا کر یہ دونوں تیر اٹھا کر لے آنا اور پھر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ رات بھر حضرت جندب رضی اللہ عنہ ٹیلہ پر پہرہ دیتے رہے۔ صبح کے وقت مجاہدین اسلام نے بنی ملوح پر حملہ کیا اور فتح یاب ہو کر واپس آئے۔



ایمانداری کی قدر و قیمت

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے اور تجارت کیا کرتے تھے ایک روز کا واقعہ ہے کہ عصر کی نماز پڑھ کر بازار میں آئے خرید و فروخت کی جلدی تھی۔ اتفاق سے ایک گاہک آیا اور اس نے ایک اونٹ کی قیمت دریافت کی۔ حضرت واثلہ نے تین سو درہم بتلائے۔ گاہک نے اونٹ کا جائزہ لیا اور جلد ہی اس کی خریداری کا فیصلہ کر لیا۔ تین سو درہم نکال کر حضرت واثلہ کے حوالے کئے اور اونٹ کی نکیل تھام کر روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت واثلہ کو اپنی غلطی کا

احساس ہوا تو سخت پریشان ہو گئے اور دیوانہ وار بازار کے چکر کاٹنے لگے۔ خریدار کا حلیہ بتا کر جو ملتا اس سے اس کے بارے میں دریافت کرتے آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے بڑی مشکل سے وہ گاہک ملا تو حضرت واثلہ نے اس سے دریافت کیا کہ جناب! ذرا یہ تو بتلائیں کہ یہ اونٹ آپ نے کس غرض سے خریدا ہے؟ گاہک نے کہا' کیا بات ہے؟ حضرت واثلہ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اگر آپ نے یہ اونٹ ذبح کرنے کے لئے لیا ہے تب تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر سواری کے لئے خریدا ہے تو میں آپ کو بتلا دوں کہ اس کے پیر میں عیب ہے اور اس کے اگلے ایک پنجے میں سوارخ ہے۔ خریدار نے کہا' جناب میں نے اسے سواری ہی کے لئے خریدا تھا۔ حضرت واثلہ نے فرمایا کہ پھر اس کی قیمت ایک سو درہم کم کر دیں۔ یہ فرما کر حضرت واثلہ نے اسے ایک سو درہم لوٹا دیئے۔ یہ دیکھ کر خریدار کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے کہا۔ جناب والا! آپ نے تو اپنا نقصان خود ہی کر لیا۔ مستدرک میں ہے کہ جناب واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' بھائی! یہ نقصان تو عارضی ہے۔ آج نقصان ہوا ہے کل انشاء اللہ پورا ہو جائے گا۔ دنیا کی دولت سونا اور چاندی تو آنی جانی چیزیں ہیں۔ آج ہیں کل نہیں رہیں گی۔ مگر ایمان کا کوئی دام نہیں۔ دولت ایمان لٹ گئی تو سمجھ لو کہ سب لٹ گیا۔ ہم نے تو آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اس بات کے لئے بیعت کی تھی کہ زندگی کے ہر لمحے میں اپنے مسلمان بھائی کے خیر خواہ رہیں گے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کسی شے میں خرابی ہو اور اس خرابی کو بتلائے بغیر کوئی شخص کسی خریدار کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس کی قیمت دوکاندار کے لئے حرام ہو گی۔ یہ اس لئے کہ اس نے اپنے ایک مسلمان بھائی کو دھوکہ دے دیا جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ جو دولت دھوکے اور فریب سے کمائی جاتی ہے وہ دھوکے اور فریب کی راہ سے چلی جاتی ہے۔ حقیقی ایمان تو پہاڑ کی طرح ہوتا ہے جو ہل سکتا ہے نہ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے۔



کلام الٰہی کا اثر

اللہ کے رسول ﷺ ابھی مکہ ہی میں تھے۔ حج کا زمانہ آیا۔ مدینہ طیبہ سے بارہ وفود حاضر خدمت ہوئے جن میں سے نو کا تعلق بنو خزرج سے تھا اور تین اوس کے تھے۔ منیٰ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دین کے احکام و آداب سکھانے کے لئے کسی معلم کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ آپ ﷺ کی نظر انتخاب حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر پڑی اور انہیں معلم و مبلغ کا اعزاز عطا فرمایا۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ بلند مرتبہ صحابی تھے۔ متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پہلے دو دو سو اور چار چار سو درہم کا قیمتی لباس پہنتے تھے۔ خوشبو بڑے اہتمام سے لگاتے تھے۔ نفاست و پاکیزگی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ مگر اسلام لانے کے بعد دنیا ہی بدل گئی۔ اب ایمان کا لباس زیب تن تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت رگ و پے میں رچ بس گئی تھی اور اللہ کی یاد کی نفاست و پاکیزگی نمایاں نظر آتی تھی۔ حضرت معصب رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ حالات کا جائزہ لیا۔ روح سعید کی تلاش میں رہتے تھے۔ اللہ کا کلام اسے سناتے اور حلقہ بگوش اسلام کر دیتے۔ مسلمانوں کے چند ہمدرد آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر فلاں سردار اسلام لے آئے تو پھر آپ کا کام آسان ہو جائے گا اور کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ لیکن اس پر قابو پانا مشکل ہے۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کا پتہ پوچھا۔ اللہ کا نام لیا اور اس شخص کے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ بلاخوف و خطر باغ میں داخل ہوئے۔ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں بیٹھ کر بڑی خوش الحانی سے کلام پاک کی تلاوت کرنے لگے۔ سردار کے قبیلے کے کچھ لوگ کام کر رہے تھے۔ آپ کی آواز سنی تو کام کاج چھوڑ کر آپ کے پاس جمع ہو گئے اور اچھا خاصا مجمع ہو گیا۔ ادھر سردار قبیلہ کو جب معلوم ہوا کہ میرے باغ میں ایک شخص داخل ہوا ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ کہ کون ہے وہ جو میری اجازت کے بغیر میرے باغ میں داخل ہوا ہے۔ غیظ و غضب میں ڈوبا ہوا گھوڑے پر سوار' نیزہ لہراتا' باغ میں آیا اور کڑک کر کہا کہ تم میرے باغ میں کیوں آئے ہو؟ دفع ہو جاؤ۔ ورنہ یہ نیزہ

تمہارے سینے کے پار ہو جائے گا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے کہا کہ جناب آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔ آپ میری بات سن لیں اگر آپ کو میری بات پسند نہ آئے تو میں خود ہی دفع ہو جاؤں گا۔ سردار نے نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور کہا کہ تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ حضرت مصعب نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ کلام اللہ کا اور زبان اللہ کے بندے کی۔ اکھڑ عرب سردار بڑا متاثر ہوا' کہنے لگا کہ تم یہ کیا پڑھ رہے تھے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ حضرت مصعب نے فرمایا کہ یہ اللہ کی کتاب کی آیات ہیں جو اس نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ یہ ساری کائنات اسی نے بنائی ہے۔ سب سے انصاف کرو۔ سب کے ساتھ احسان کرو اور سب کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہ کرو۔ عرب سردار کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے ان اصولوں کو ماننے کے لئے کیا کرنا ہو گا؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہو گا۔ یہ سن کر عرب سردار نے اپنا نیزہ اکھاڑا اور واپس چلا گیا۔ اس نے جاتے ہی سارے قبیلے کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ جب قبیلے کے سارے چھوٹے بڑے جمع ہو گئے تو سردار نے چلا کر پوچھا کہ میں کون ہوں؟ سردار کو غصے کے عالم میں دیکھ کر انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ بڑے بہادر ہیں اور ہم سب سے زیادہ عقل مند ہیں۔ سردار نے یہ سن کر اپنا نیزہ ہوا میں لہرایا اور کہا کہ اگر تم نے ابھی اور اسی وقت اسلام قبول نہ کیا جس کی تعلیم مصعب دیتا ہے تو میں تمہارا سب سے بڑا دشمن ہوں گا۔ سردار کی بات قبیلے والوں نے خاموشی سے سنی اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی سارا قبیلہ اسلام لا چکا تھا۔



صحابہؓ کا واقعہ شجاعت

سرکار دو عالم ﷺ نے تین ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر ہرقل روم سے لڑنے کے لئے موتہ کو روانہ فرمایا۔ جب مجاہدین شام کی حدود میں پہنچے تو اطلاع ملی کہ شاہ روم ہرقل نے ان کے مقابلہ کے لئے دو لاکھ فوج بھیجی ہے۔ مسلمان یہ سن کر متردد ہوئے اور مقام عمان میں دو دن ٹھہر کر سوچتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ بعض نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع بھیج کر ہدایت طلب کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر مجاہدین سے یوں خطاب فرمایا۔

"اے لوگو! تم تو شہادت کی تلاش میں ہو۔ پھر تم کو دشمن کی تعداد کی کثرت کا اندیشہ کیوں ہو مسلمان تعداد کی کثرت و قلت کے حساب سے جنگ نہیں کرتے۔ تم دین حق کی اشاعت کے لئے نکلے ہو جس دین کے ساتھ اللہ نے تمہیں بزرگی دی ہے۔ شہادت تمہارا مقصود ہے۔ بسم اللہ کہہ کر قدم بڑھاؤ۔ دونوں بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہو گی۔ یا تم غالب آ کر فتح یاب ہو گے یا شہادت پا جاؤ گے۔ دونوں صورتوں میں تمہارے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔"

یہ سن کر تمام مجاہدین جوش میں آ گئے' بیک زبان بولے' "اے عبداللہؓ! بیشک تم نے صحیح کہا" اور مجاہدین کا لشکر آگے کو روانہ ہوا۔ مقابلہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاد کے مطابق زید بن حارثہ' جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگر لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شہادت پا گئے۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قیادت سنبھالی۔ جھنڈا ہاتھ میں لے کر اس طور سے لڑے کہ کافروں کی دو لاکھ کی فوج کو شکست فاش دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق تین ہزار مجاہدین اسلام کو دو لاکھ کے لشکر کفار پر غالب کر کے فتح یاب فرمایا۔



حفاظت حقوق

امام الشہدا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دستور العمل تھا کہ آپ اکثر اپنے ہاتھ سے سودا خرید کر بازار سے لایا کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ ترازو کے دونوں پلڑوں میں ہر چیز کو وزن کرا لیتے تھے۔ ایک روز ایک سبزی فروش عورت سے سبزی خرید کر ترازو کے دونوں پلڑوں میں وزن کرایا۔ سبزی فروش عورت نے بطور اعتراض کے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ تیرا حق میری جانب اور میرا حق تیری جانب نہ آ جائے۔ میں تجھ کو پاک کرتا ہوں اور خود بھی پاک رہتا ہوں۔ کیونکہ دوسرے کا حق عالم بقا میں بڑی خرابی پیدا کرتا ہے۔ وہ عورت قدم بوس ہوئی اور آئندہ احتیاط رکھنے لگی۔



مسلمانوں کی فتح

جنگ یرموک کے موقعہ پر ہرقل شاہ روم کی افواج کی تعداد دو لاکھ تھی اور مجاہدین اسلام کی تعداد صرف ۳۰-۳۵ ہزار کے درمیان تھی۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی ہیبت سے رومی افواج کے دل دہل رہے تھے۔ رومی سپہ سالار "باہان" نے سرداروں کو جمع کر کے کہا "عربوں کو شام کی دولت کا چسکا لگ گیا ہے بہتر یہ ہے کہ انہیں مال و زر کا لالچ دے کر یہاں سے ٹالا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

دوسرے دن باہان نے ایک شخص "جارج" کو قاصد بنا کر سپہ سالار اسلام حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ کسی معتمد افسر کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ صلح کی گفتگو کی جائے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیج دیا۔ رومیوں نے اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ راستے میں دور

دور تک مسلح سواروں کی دو رویہ صفیں کھڑی کر دیں۔ یہ تمام سوار سرتاپا لوہے میں غرق تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے انہیں نہایت بے پروائی اور حقارت کی نظر سے دیکھتے جاتے تھے جیسے شیر بکریوں کی جانب دیکھتا ہے۔ باہان کے خیمہ پر پہنچے تو اس نے نہایت پرتپاک استقبال کیا اور خیمہ کے اندر لے جا کر احترام کے ساتھ اپنے برابر بٹھایا۔ مترجم کے ذریعہ سے گفتگو کا آغاز ہوا۔ باہان نے کہا "ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔"

مترجم الفاظ پورے ادا نہیں کر پایا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باہان کو روک دیا اور کہا "تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہو گا لیکن ہم نے جس کو سردار بنایا ہے اگر اس کو ایک لحہ کے لئے بادشاہ ہونے کا خیال آ جائے تو ہم فوراً" اس کو معزول کر دیں۔"

اس کے بعد باہان نے جاہ و دولت کا ذکر کر کے کہا۔ تم لوگ' جو کہ دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل' وحشی و بے سروسامان نہیں' ہم پر حملہ کرنے کا حوصلہ کر کے یہاں آئے ہو ہم اس پر درگزر کرتے ہیں بلکہ اگر تم یہاں سے واپس چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سالار کو دس ہزار دینار' افسروں کو ایک ایک ہزار اور تمام سپاہیوں کو سو سو دینار عطا کئے جائیں گے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں حمد و نعت کے بعد فرمایا۔ بلاشبہ تم دولت مند ہو' مالدار ہو' صاحب حکومت ہو اور یہ بھی سچ ہے کہ ہم نہایت محتاج' تنگدست اور خانہ بدوش تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ عالم تھا کہ قوی کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ لڑ کر برباد ہوتے تھے۔ ہم نے بہت سے خدا بنا رکھے تھے اور ان کو پوجتے تھے اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت کرتے تھے لیکن اللہ تعالے نے ہم پر رحم فرمایا اور ایک پیغمبر بھیجا جو خود ہماری قوم سے تھا اور ہم میں سب سے زیادہ شریف' زیادہ فیاض اور پاک خو تھا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی اور بتا دیا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اور اولاد نہیں رکھتا۔ وہ بالکل یکتا و یگانہ ہے۔ اس نے ہمیں حکم بھی دیا کہ ہم اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جس نے اسلام قبول کر لیا وہ ہمارا بھائی ہے' جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کیا

ہم اس کی حمایت و حفاظت کریں اور جسے یہ دونوں چیزیں نامنظور ہوں اس کے لئے تلوار ہے۔

باہان نے جزیہ کا نام سن کر ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا' یہ مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔

یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اٹھے اور باوقار انداز میں چلتے ہوئے واپس آگئے۔ اس کے بعد دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہو گئی اور مجاہدین اسلام نے قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود رومیوں کو شکست فاش دے کر یرموک پر فتح و نصرت کا پرچم لہرایا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ سے زیادہ رومی قتل ہوئے اور مجاہدین اسلام میں سے صرف تین ہزار شہید ہوئے۔



دل پر اثر کیا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ایک روز اطلاع ملی کہ فوج کے سپہ سالار کے باورچی خانے کا روزانہ خرچ ایک ہزار درہم ہے۔ یہ اطلاع پا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا کہ افسوس بیکسوں' یتیموں اور بیواؤں کا حق یوں اڑایا جا رہا ہے۔ سپہ سالار کو امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کل دوپہر کا کھانا ہمارے دسترخوان پر کھایا جائے اور پھر اپنے باورچیوں کو حکم دیا کہ ہر قسم کے پر تکلف کھانے تیار کئے جائیں۔ اور ساتھ ہی جو کا دلیا بھی تیار کیا جائے۔ سپہ سالار جب دوسرے دن دعوت پر پہنچا' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانا منگوانے میں دیر کر دی۔ اور کھانے کے لئے حکم دینے میں اس قدر تامل کیا کہ سپہ سالار کے پیٹ میں بھوک سے چوہے قلابازیاں کھانے لگے۔ ادب کے مارے کچھ کہہ تو سکتا نہیں تھا کہ بھوک لگ رہی ہے مگر اس کے چہرے پر ہوائیاں ایسی دوڑ رہی تھیں کہ جس سے اس کی بھوک کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ جب وہ بھوک سے بیتاب ہو گیا تو امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے کھانا لانے کا حکم دیا اور اور پہلے جو کا دلیا منگوایا۔ سپہ سالار

چونکہ بہت بھوکا تھا اس لئے اپنے محترم خلیفہ کے ساتھ جو کا دلیا کھانا شروع کر دیا اور جب پر تکلف کھانے آئے اس وقت اس کا پیٹ بھر چکا تھا۔ حضرت علی ﷜ خلیفہ نے اس کے بعد پھر پر تکلف کھانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ کا کھانا تو اب آیا ہے کھائیے۔ سپہ سالار نے انکار کیا اور کہا کہ میرا پیٹ تو دلیا ہی سے بھر چکا ہے امیرالمومنین ﷜ نے فرمایا' سبحان اللہ! کیا اچھا کھانا ہے کہ پیٹ بھی بھر دیتا ہے اور زیادہ خرچ بھی نہیں کرتا ایک درہم میں دس آدمی پیٹ بھر کے کھا سکتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو آپ پر افسوس ہے کہ آپ ایک ہزار درہم اپنے کھانے پر خرچ کرتے ہیں' خدا سے ڈریئے اور میانہ روی اختیار کیجئے اور اپنے آپ کو زیادہ خرچ کرنے والوں میں داخل نہ کیجئے۔ جو روپیہ آپ اپنے باورچی خانے میں بے فائدہ صرف کرتے ہیں' بھوکوں' حاجتمندوں اور غریبوں کو دیں۔ خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔ متقی خلیفہ ﷜ کے ان نصیحت آمیز کلمات نے سپہ سالار کے دل پر گہرا اثر کیا اور اس نے عہد کیا کہ آئندہ میں اتنا خرچ نہ کروں گا۔



مکان بنوا دیا

حضرت سلمان فارسی ﷜ کو سیدنا عمر فاروق ﷜ نے مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا اور پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت سلمان فارسی ﷜ کو گورنری کا معاوضہ ملتا تھا' حضرتؓ اپنا تمام معاوضہ راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور بوریا بانی سے اپنی گزر اوقات کرتے تھے' حضرتؓ نے باوجود گورنر ہونے کے اپنا کوئی مکان نہ بنوایا تھا' دیواروں اور درختوں کے سائے میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی کہ آپؓ کے لئے گھر بنا دیتا ہوں۔ حضرتؓ نے فرمایا' مجھے گھر کی ضرورت نہیں۔ اس نے اصرار کیا کہ میں آپؓ کے لئے آپ کے حسب منشاء گھر بناؤں گا۔ حضرتؓ نے فرمایا' تم میرے لئے کس قسم کا مکان بناؤ گے' بیان کرو۔ اس شخص نے کہا میں آپؓ کے لئے ایسا گھر بناؤں گا جب آپؓ کھڑے ہوں تو

سر مبارک اس کی چھت سے لگے اور جب آپؓ پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں۔ مکان کی ہیئت سے آگاہ ہو کر حضرتؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے حسب منشاء مکان تیار کروایا۔

حضرتؓ کا کل سرمایہ ایک دھاری دار کملی تھی' جس کا کچھ حصہ آپؓ اوڑھ لیتے اور کچھ حصہ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری کے دور میں بھی کملی حضرتؓ کے پاس رہتی تھی۔ بعض ناواقف لوگ حضرتؓ کی ظاہری حالت دیکھ کر حضرتؓ کو مزدور سمجھتے اور اپنا مال و اسباب اٹھواتے' جب راستے میں انہیں اس بات کا علم ہوتا کہ حضرتؓ مزدور نہیں' بلکہ امیر شہر ہیں تو مارے شرم کے حضرتؓ سے معذرت کرتے کہ ہمیں معلوم نہ تھا' آپؓ یہ تکلیف نہ اٹھائیں ہم خود اٹھا لیتے ہیں مگر آپؓ فرماتے کہ حسب وعدہ میں یہ سامان منزل تک پہنچا آؤں گا۔



تجھے شرم آنی چاہئے

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا یہ باعث ہوا کہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے اور بیقرار رہنے لگے۔ ایک دفعہ نہایت سردی کی رات میں اپنی معشوق کے زیر دیوار صبح تک کھڑے رہے اور تمام رات آپ پر برف باری ہوتی رہی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ نے اسے عشاء کی اذان تصور کیا۔ جب دن چڑھ گیا تو آپ نے خیال کیا کہ آپ نے تمام رات معشوقہ کے انتظار میں بسر کر دی اور اگر امام نماز میں کوئی لمبی سورت پڑھتا تو دیوانہ ہو جاتا اور شور و فغاں کرتا تیری فطرت سے فریاد بلند ہوتی' اے مبارک کے بیٹے! تجھے شرم آنی چاہئے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر پاؤں پر بسر کر دی۔ اسی وقت آپ کے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ آپ نے توبہ کی اور مشغول عبادت ہو گئے اور اس درجہ تک پہنچ گئے جو خاص خاص بندگان خدا کو نصیب ہوتا ہے۔



گھوڑا وہیں چھوڑ دیا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حد درجہ کے متقی تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک منزل پر اترے۔ آپ کے پاس ایک نہایت قیمتی گھوڑا تھا۔ آپ جب نماز میں مشغول ہوئے تو گھوڑا ایک کھیت میں جا کر چرنے لگ گیا۔ جب آپ نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑے کو اس خیال سے وہیں چھوڑ دیا کہ غیر حلال چارہ اس کے پیٹ کے اندر چلا گیا ہے اور پیادہ پا روانہ ہو گئے۔



موچی کا حج قبول ہوا

ایک سال جب حضرت عبداللہ بن مبارک حج سے فارغ ہوئے تو حرم شریف میں ایک ساعت کے لئے سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ امسال کس قدر لوگ حج کو آئے ہیں۔ دوسرے نے جواب دیا' چھ لاکھ۔ پھر اس نے کہا' کس قدر لوگوں کا حج قبول ہوا۔ اس نے کہا' کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے یہ سنا تو میرے دل میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور میں نے کہا کہ اس قدر لوگ جو اطراف و اکناف سے اس قدر رنج و تکلیف اٹھا کر صحراؤں اور بیابانوں کو طے کر کے آئے ہیں ان کی تمام تکالیف و مصائب رائیگاں گئیں۔ پھر اس فرشتہ نے کہا کہ دمشق میں ایک موچی ہے اس کا نام علی ابن الموافق ہے وہ حج کو نہیں آیا ہے لیکن اس کا حج قبول ہے اور حق تعالیٰ نے ان سب کو اس کے طفیل بخش دیا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو خواب سے بیدار ہو گیا اور خیال کیا کہ مجھے دمشق جا کر اس شخص کی زیارت کرنی چاہئے۔ جب میں دمشق پہنچا تو اس کا گھر تلاش کیا اور مکان کے دروازہ پر آواز دی۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔ میں نے اس کا نام

دریافت کیا۔ اس نے کہا' علی ابن الموافق۔ میں نے کہا' مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اس نے کہا' ہاں کہو۔ میں نے کہا' آپ کیا کام کرتے ہیں۔ اس نے جواب دیا' میں پارہ دوزی کرتا ہوں۔ پھر میں نے خواب کا تمام واقعہ اس سے بیان کیا۔ اس نے پوچھا' تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا' عبداللہ بن مبارک۔ اس نے ایک نعرہ بلند کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو میں نے کہا' مجھے اپنی حالت سے آگاہ فرمائیے۔ انہوں نے کہا' مجھے تیس سال سے حج کی آرزو تھی۔ میں نے اس مدت دراز میں تین ہزار درہم جمع کئے اور اس سال حج کا ارادہ کیا۔ ایک دن میری بیوی نے جو حاملہ تھی مجھ سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر سے طعام کی بو آ رہی ہے جاؤ اور میرے لئے کچھ طعام ان سے مانگ لاؤ۔ میں گیا تو ہمسایہ نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ تین رات دن سے میرے بچوں نے کچھ نہ کھایا تھا۔ آج اتفاقاً میں نے ایک مردار گدھا دیکھا تو اس سے ایک ٹکڑا گوشت کا کاٹ لیا اور طعام بنایا وہ تمہارے لئے حلال نہیں۔ جب میں نے یہ سنا تو میری جان کو ایک آگ سی لگ گئی۔ میں تین ہزار درہم گھر سے اٹھا لایا اور اس کو دے دیئے۔ اور کہا کہ اس سے اپنے بال بچوں کا گزارہ کرو۔ کہ میرا حج یہی ہے اور خدا تعالٰی کی خاص عنایت ہے کہ میرے خلوص نیت کو دیکھ کر بغیر ادائیگی مراسم حج اس نے میرے اس فعل کو قبولیت حج کا درجہ عطا فرمایا۔



طلاق

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے زندگی میں ہی تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا تھا۔ ایک دن آپ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا اس کی تواضع پر خرچ کر دیا اور کہا' مہمان حق تعالٰی کا بھیجا ہوا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس کی خدمت کرنی چاہئے۔ آپ کی اہلیہ اس بارے میں آپ سے جھگڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا' ایسی عورت جو نیک کام میں مجھ سے جھگڑا کرے اسے گھر میں نہ

رکھنا چاہئے۔ آپ نے اس کے حق مہر کا انتظام کر کے اسے طلاق دے دی۔ حق تعالٰی کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک سردار کی لڑکی آپ کی مجلس وعظ میں آئی۔ اس کو آپ کی باتیں ایسی اچھی معلوم ہوئیں کہ گھر آ کر اس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میرا نکاح کر دیا جائے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو پچاس ہزار دینار دے کر اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر آپ نے خواب دیکھا حق تعالٰی نے فرمایا کہ تم نے عورت کو ہمارے لئے طلاق دی۔ اب یہ عورت تجھ کو اس کے عوض میں عطا کی گئی ہے تاکہ تو جانے کہ کسی کو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں زیاں نہیں ہوتا۔



اللہ کارساز ہے

جب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا وقت وفات قریب پہنچا تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سرہانے تھا۔ اس نے کہا، اے شیخ آپ کی تین بیٹیاں ہیں اور آپ دنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی کچھ چھوڑ دیجئے۔ ان کی تدبیر آپ نے کیا فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان سے یہ کہہ دیا ہے۔ وھو یتولی الصالحین۔ یعنی اہل صلاح کا کارساز وہی ہے۔ پس جب کسی کا کارساز اللہ ہو وہاں عبداللہ کی کیا ضرورت ہے۔



حضرت حذیفہؓ کا ایمان کامل

حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے انہیں منافقوں کے حالات بتلا دیئے تھے اور وہ سارے منافقوں پر گہری نظر رکھتے تھے اور ان سے خوب واقف تھے۔ امیرالمومنین حضرت عمرؓ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان سے پوچھا کہ میرے منتخب کردہ حاکموں میں کوئی منافق تو نہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ ہاں ایک ہے مگر میں آپ کو اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ امیرالمومنینؓ نے فراست مومن سے اسے پہچان لیا اور معزول کر دیا۔

جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا تو حضرت عمرؓ پوچھتے کہ حذیفہ اس کے جنازے کے ساتھ ہیں یا نہیں۔ اگر حضرت حذیفہؓ شریک ہوتے تو پھر حضرت عمرؓ بھی شریک ہو جاتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ اللہ کے رسول ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کفار و مشرکین کے بھاری لشکر پر فتح عطا فرمائی اور قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔ لڑائی ختم ہوئی تو مقتولین کی لاشیں ہر طرف بکھری پڑی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر کے ایک گڑھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ سب کو اس گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ صحابہ کرامؓ لاشوں کو گڑھے میں ڈال رہے تھے جب حضرت حذیفہؓ کے والد عتبہ بن ربیعہ کو گڑھے کی طرف لایا جا رہا تھا تو اس وقت حضرت حذیفہؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ جب ان کی نظر اپنے مردہ باپ پر پڑی تو ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کچھ رنجیدہ سے نظر آنے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا' ابو حذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر شاید تمہارے دل میں کوئی بات پیدا ہو گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ بات نہیں مجھے اپنے باپ کے مارے جانے کا نہ تو کوئی افسوس ہے اور نہ ہی میں اس کی موت سے رنجیدہ ہوں۔ جو کچھ ہوا ہے وہ تو ہونا ہی تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرا باپ باشعور' حلیم الطبع اور اچھی صفات کا مالک ہے اس لئے مجھے

امید تھی کہ وہ ان اچھی صفات کی بدولت ایک نہ ایک دن ضرور دولت اسلام سے مالا مال ہو جائے گا۔ مگر اس کے مرنے کے بعد میرے دل میں جو امید پرورش پا رہی تھی وہ پوری نہ ہو سکی۔ مجھے اپنی اس امید کے پورا نہ ہونے پر رنج ہوا ہے۔ کاش وہ اللہ پر ایمان لے آتا اور اللہ کی راہ میں مارا جاتا تو مجھے بڑی خوشی ہوتی۔

حضرت حذیفہؓ کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ سچی بات رسول اللہ ﷺ کو بہت پسند آئی اور ان کے جذبہ ایمانی کی تعریف فرمائی اور دعائے خیر سے نوازا۔ انتقال کا وقت آیا تو رونے لگے اور پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ یہ نہ سمجھ لینا کہ میں موت کے خوف سے رو رہا ہوں یا مجھے دنیا کے چھوٹنے کا غم ہے۔ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نہیں جانتا اللہ مجھ سے راضی ہے یا ناراض۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے مولا! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اس لئے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔



احساس ذمہ داری

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکدم ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے' دیکھا تو ایک سائل کھڑا تھا آپ اسے نہایت اعزاز و تکریم سے مکان میں لے آئے اور ان کی خاطر مدارات فرمائی۔ جب اس کی مدارات سے فارغ ہوئے تو اس سے دریافت فرمایا کہ آپ نے کس غرض سے قدم رنجہ فرمایا۔ اس نے کہا' اے فرزند رسول! میں مقروض ہوں۔ میرے ذمے چار سو درہم چاندی کے واجب الادا قرض ہیں۔ قرض خواہوں کا سخت تقاضا ہے۔ ادھر چند دنوں سے میں پریشانی میں ہوں۔ میرے اعزا و اقرباء بھی ہیں اور دوست احباب بھی۔ مگر میں کسی سے سوال کر کے رسوا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ آپ کا دروازہ رحمتہ اللعالمین ﷺ کا دروازہ ہے۔ جو بے پناہوں کی پناہ اور بے آسروں کا آسرا تھے۔ آپ کی رگوں میں اسی سخی کا خون دوڑ

رہا ہے جس کے دروازے سے کوئی حاجت مند محروم نہیں گیا۔ آخر سوچتے سوچتے میں نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ آپ ہی کے دروازے پر دستک دوں۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میں محروم نہیں کیا جاؤں گا۔ جناب امام حسن ؓ نے اس کی معروضات نہایت صبر و سکون سے سنیں اور اپنے غلام کو بلا کر حکم دیا کہ اسے ابھی چار سو درہم چاندی کے دے دو۔ غلام چار سو درہم لایا اور سائل کے حوالے کر دیئے۔ وہ شخص درہم لے کر چلا گیا تو حسن ؓ امام روتے ہوئے اٹھے اور گھر میں جانے لگے۔ غلاموں نے جو آپؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو انہیں سخت حیرانی ہوئی۔ آخر ایک غلام سے رہا نہ گیا اور اس نے امام حسن ؓ سے سوال کر ہی لیا کہ حضور آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کسی نے آپ کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ سائل آپ کے خانوادہ عالیہ کی روایت کے مطابق آپ کے دروازے سے خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔ اس نے جتنا مطالبہ کیا تھا اتنا آپ نے عطا فرما دیا پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟

امام حسن ؓ نے فرمایا۔ مین اس لئے رو رہا ہوں کہ اس شخص کا حال دریافت کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی اور آخرکار اس کو سوال کرنے کی ذلت برداشت کرنا پڑی۔ میں آل نبی ہوں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کی خبرگیری میرا فرض ہے۔ اگر فرض کی ادائیگی میں مجھ سے غفلت نہ ہوتی تو ایک مسلمان کو میرے سامنے سوال کر کے ذلت برداشت نہ کرنا پڑتی۔ مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی مسلمان کی عزت اور اس کے وقار کو ملحوظ رکھے اور وہ اپنے کسی بھائی کو ان حالات سے دوچار نہ ہونے دے جن حالات سے دوچار ہونے کے بعد مسلمان بھائی کسی ذلت یا رسوائی میں گرفتار ہوتا ہے۔



حضرت زید بن حارثہؓ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھتیجا حکیم بن حزام ملک شام کو تجارت کی غرض سے گیا جب وہاں سے واپس آیا تو اپنے ساتھ چند

غلام بھی لے کر آیا پھر خیر و عافیت معلوم کرنے کے لئے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ان غلاموں میں سے جو غلام آپ کو پسند ہو اس کو قبول کر لیجئے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان غلاموں میں سے زید بن حارثؓ کو پسند فرمالیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو مرحمت فرما دیا' آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنالیا یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے۔

حضرت زید ﷺ کا والد حارث اپنے بیٹے کی جدائی میں افسردہ رہتا تھا اور دنیا بھر میں ان کو تلاش کرتا پھرتا تھا آخر اس نے سوچا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں جانا چاہئے۔ چنانچہ وہ آیا تو اس نے اپنے بیٹے حضرت زیدؓ کو وہاں پایا۔ بیٹے کو مل کر انتہائی خوش ہوا بیٹے کی آنکھوں اور سر کو بوسے دیتا تھا اور روتا تھا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو حضرت زید ﷺ سے فرمایا' اے زیدؓ! اب تمہیں مکمل اختیار ہے اگر یہاں رہنا چاہو تو یہاں رہو اور اگر اپنے باپ کے ساتھ جانے کی خواہش ہو تو اس کے ساتھ چلے جاؤ۔

حضرت زید بن حارث ﷺ نے عرض کی' میں آپؐ کی غلامی کو باپ کے ساتھ آزادی پر ترجیح دیتا ہوں میں ساری زندگی آپؐ کے ساتھ رہوں گا۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے باپ حارث کو معذرت کر کے واپس بھیج دیا اور پھر وہ وقت آیا جب حضور سرور کائنات ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت زید بن حارث ﷺ نے ایمان قبول کیا' غلاموں میں حضرت زید بن حارث ﷺ سب سے پہلے اور ایمان قبول کرنے والوں میں سے تیسرے آدمی تھے جو ایمان لائے۔



چراغ گل کر دینا

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا حضورؐ! میں بھوک سے بیتاب ہوں۔ آپؐ نے اپنی کسی بیوی کے ہاں کہلایا کہ کھانے کے لئے جو کچھ موجود ہو بھیج دو۔ جواب آیا'

اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے' یہاں تو پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے دوسری بیوی کے یہاں کہلا بھیجا۔ وہاں سے بھی یہی جواب آیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ایک ایک کر کے سب بیویوں کے یہاں کہلوایا اور سب کے یہاں سے اسی طرح کا جواب آیا۔ اب آپ ﷺ اپنے صحابیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا' آج رات کے لئے اس مہمان کو کون قبول کرتا ہے؟ ایک انصاری صحابی نے کہا' یارسولؐ اللہ! میں قبول کرتا ہوں۔

انصاری مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور گھر جا کر بیوی کو بتایا کہ میرے ساتھ یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں۔ ان کی خاطرداری کرو۔ بیوی نے کہا میرے پاس تو صرف بچوں کے لائق کھانا ہے صحابیؓ نے کہا بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھو تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا اور کھانے پر مہمان کے ساتھ بیٹھ جانا تاکہ یہ محسوس ہو کہ ہم بھی کھانے میں شریک ہیں۔

اس طرح مہمان نے تو پیٹ بھر کر کھایا اور گھر والوں نے ساری رات فاقے سے گزاری۔ جب یہ صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا تم دونوں نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو حسن سلوک کیا وہ خدا کو بہت ہی پسند آیا۔



صدقات وصول نہ کیے

حضرت ثعلبہؓ بن حاطب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے پیارے صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ثعلبہؓ حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسولؐ اللہ! آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرتا ہے اس زیادہ مال سے اچھا ہے جس کا تو شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ثعلبہؓ کہنے لگے' یارسول اللہ ﷺ آپ ضرور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مال کی دعا فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا' اے ثعلبہ! کیا تیرے پیش نظر میری زندگی نہیں ہے۔ کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ تیری زندگی نبیؐ کی زندگی جیسی ہو' اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں کہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلیں تو اللہ تعالیٰ میرے لئے ایسا کر دے۔

جناب ثعلبہؓ نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مال کی دعا فرمائیں تو میں اس مال میں سے ہر حق دار کو اس کا پورا حق دوں گا اور میں اپنے کہے پر ضرور عمل کروں گا اور لازماً ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کروں گا۔ چنانچہ ثعلبہؓ کے بضد ہونے پر حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! ثعلبہؓ کو مال عطا فرما۔

زبان ترجمان حق سے نکلے ہوئے دعائیہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی بارہ گاہ اقدس میں فوراً مقبول ہوئے۔ ثعلبہؓ نے بکریاں خریدیں اور بکریوں کی تعداد اس قدر بڑھی کہ جیسے زمین کے کیڑے بڑھتے ہیں۔ جناب ثعلبہؓ اس قدر کثیر تعداد بکریوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر مدینہ طیبہ کے نزدیک ایک وادی میں چلے گئے۔ حضرت ثعلبہؓ جو کہ ہر نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے اپنے مال و دولت میں اس قدر مشغول ہوئے کہ تین نمازیں چھوڑ کر صرف دو نمازیں ظہر اور عصر جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے۔ بکریوں کی تعداد میں جب اور اضافہ ہو گیا تو یہ جگہ بھی تنگ ہو گئی۔ چنانچہ حضرت ثعلبہؓ وہاں سے مزید کچھ دور آگے کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ وہ صرف نماز جمعہ میں ہی شریک ہوتے۔ بکریوں کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی تھی اور جناب ثعلبہؓ ان میں اس قدر مشغول ہوئے کہ مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کی جماعت بھی جاتی رہی اور وہ جمعہ کے روز مدینہ منورہ سے آنے والے سواروں سے مدینہ منورہ کے حالات دریافت کر لیتے۔

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ثعلبہ بن حاطب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ ثعلبہ کی بکریاں اس قدر تیزی سے بڑھیں کہ ان کے لئے مدینہ طیبہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں

نے ان کے تمام حالات بتائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا' اے ثعلبہ! افسوس' اے ثعلبہ افسوس' افسوس اے ثعلبہ۔

اور پھر وہ وقت آیا جب قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ترجمہ = ان کے مال سے صدقہ لیجئے ان کو ظاہر اور باطن سے پاک کیجئے ان کے صدقات اور ان کے لئے دعا کیجئے' بے شک آپ کی دعا ان کے لئے تسکین ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل فرمائی اور بنو سلیم اور جہینہ کے دو افراد کو مسلمانوں سے صدقات کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو صدقات کے احکامات اور صدقات کی وصولیابی کی اجازت لکھ کر مرحمت فرمائی اور روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اور مسلمانوں سے صدقات کی وصولی کر کے لانا۔

حضور سرور کائنات ﷺ کے مقرر کردہ دونوں افراد سب سے پہلے ثعلبہؓ کے پاس آئے اور حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا تاکہ ثعلبہ بکریوں کی زکوٰۃ ان کے حوالے کریں' ثعلبہ نے یہ سنا تو کہا یہ تو ٹیکس ہے' ہاں ہاں یہ تو ٹیکس ہے' یہ تو ٹیکس ہے' یہ تو ٹیکس ہی کی ایک شکل ہے تم اس وقت جاؤ اور جب اس کام سے فارغ ہو جاؤ تو پھر واپسی پر میرے پاس آ جانا۔ یہ دونوں افراد اس کے بعد بنو سلیم کے اس شخص کے پاس گئے جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے تاکید فرمائی تھی۔ اس کو بھی انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا فرمان سنایا اس نے سن کر کوئی تردد نہ کیا وہ فوراً" اٹھا اور اس نے اپنے اعلیٰ نسل کے اونٹوں کے پاس جا کر ان میں سے صدقہ کے لئے چند اونٹ الگ نکال دیے اور ان کو لے کر دونوں افراد کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ ان دونوں نے جب یہ اچھی قسم کے اونٹوں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تمہارے لئے ضروری نہیں کہ تم یہ اونٹ ہی دو اور نہ ہی تم سے ہم عمدہ اور اعلیٰ نسل کے اونٹوں کو لینے کے لئے آئے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا' آپ ان کو لے جائیے میں برضا و رغبت ان کو دیتا ہوں میرا دل اسی طرح خوش ہوتا ہے اور میں آپ ہی کو دینے کے لئے انہیں لے کر آیا ہوں۔ آپ قبول فرمائیں۔

○ اسی طرح صدقات کی وصولی کرتے ہوئے یہ دونوں افراد جب فارغ ہو گئے تو واپسی پر دوبارہ ثعلبہ کے پاس آئے اور صدقات کے بارے میں سوال کیا' ثعلبہ اس قدر مال و دولت آ جانے پر بھی مطمئن نہیں ہو رہا تھا وہ مختلف حیلے بہانے کرنے لگا کہ کسی طرح صدقات دینے سے بچ جاؤں۔ گفتگو کے دوران ثعلبہ نے ان سے کہا کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان دکھاؤ تا کہ میں اسے دیکھوں۔ فرمان نامہ جب ثعلبہ کے حوالے کر دیا گیا تو اس نے پڑھ کر کہا یہ تو واقعی ٹیکس ہی کی ایک شکل ہے لہٰذا تم اس وقت جاؤ۔ میں اس معاملے میں غور کر کے پھر کچھ کروں گا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ ثعلبہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر رہا ہے لیکن منہ سے واضح انکار نہیں کر رہا تھا۔

جب یہ دونوں افراد ثعلبہ کی طرف سے مایوس ہو کر واپس حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے تو حضور سرور کائنات ﷺ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا' اے ثعلبہ افسوس۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بنی سلیم کے اس شخص کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ان دونوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ثعلبہ اور بنو سلیم کے اس شخص کے سارے حالات و واقعات بتائے۔ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب ثعلبہ کے بارے میں قرآن پاک کی یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

> ترجمہ = اور ان میں سے بعض وہ ہے کہ جس نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا تو ہم صدقہ دیں گے اور صالحین میں سے ہوں گے۔ پس جب ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا کیا تو انہوں نے بخل کیا مال کے ساتھ اور پھر گئے اور منہ پھیرنے والے ہیں' پس نفاق ان کے دلوں میں قیامت کے روز تک اثر دے گیا بہ سبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدہ کے خلاف کیا اور بسبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

جس وقت قرآن پاک کی یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ثعلبہ کا ایک عزیز بیٹھا ہوا تھا اس نے جب ثعلبہ کے بارے میں

نازل ہونے والی آیات کریمہ کو سنا تو اسی وقت مجلس نبویؐ سے اٹھ کر سیدھا ثعلبہ کے پاس گیا اور اس سے کہا' اے ثعلبہ! تیری ماں مرے' تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل کی ہیں۔ پھر اس نے ثعلبہ کو آیات سنائیں۔ ثعلبہ نے جب یہ سنا تو دوڑتا ہوا فوراً" حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور صدقہ قبول کر لینے کی درخواست کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ثعلبہ یہ سن کر رونے لگا اور بڑی آہ و زاری کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے ثعلبہ! تیرے فعل کا نتیجہ ہے میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا لیکن تم نے میری بات نہیں مانی تھی۔ ثعلبہ نے بڑی منت ساجت کی لیکن حضور سرور کائنات ﷺ نے صدقہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور ثعلبہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ وقت اسی طرح گزرتا رہا جناب ثعلبہ نے صدقات دینے کی بڑی کوشش کی لیکن شرف قبول نہ ہوا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ اپنے صدقات لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن انہوں نے بھی وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ وقت کا دھارا یونہی بہتا رہا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آ گیا ثعلبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے لیکن انہوں نے بھی ان کے صدقات لینے سے انکار کر دیا۔ دور فاروقی رضی اللہ عنہ بھی گزر گیا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ اس دور میں بھی ثعلبہ کے صدقات وصول نہ کئے گئے اور پھر اسی دور مین ثعلبہ انتقال کر گئے۔



سخی دل صحابیؓ

حضرت سلیمان بن ربیعہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حج کیا اور ان کے ساتھ منتصر بن حارث بھی اہل بصرہ کے علماء کی ایک جماعت میں تھے۔ ان لوگوں نے کہا' خدا کی قسم! ہم اس وقت تک نہ لوٹیں گے جب تک ہم

جناب رسول اللہ ﷺ کے کسی بھلے اور پسندیدہ صحابیؓ سے نہ مل لیں کہ وہ ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیں۔ چنانچہ ہم ایسے صحابی کی جستجو کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مکہ سے نیچے کی آبادی میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ ہم لوگ آپ سے ملاقات کے ارادہ سے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ہم ایک بہت بڑے سامان کے پاس ہیں جس میں لوگ تین سو اونٹیوں کا کجاوہ کس رہے ہیں۔ ان میں سو سواری کی ہیں اور دو سو اونٹنیاں بوجھ سے لدی ہوئی ہیں۔ ہم نے دریافت کیا کہ یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بیان کیا کہ یہ سامان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ سارا ہی ان کا ہے اور ہم لوگوں سے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ تو بڑے متواضع انسان ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ سو سواری کی اونٹنیاں ان کے بھائیوں کے لئے ہیں جن پر انہیں سوار کر رکھا ہے اور یہ دو سو اونٹنیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو شہروں سے ان کے مہمان ان کے پاس آئے ہیں۔ ہم کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تم اس سے تعجب نہ کرو۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے اوپر اس بات کا حق سمجھتے ہیں کہ جو آدمی ان کے پاس آئے اسے کثرت سے توشہ دیں۔ ہم نے کہا کہ ہم کو بھی ان سے ملاؤ۔ لوگوں نے کہا وہ مسجد حرام میں ہیں چنانچہ ہم ان کی طلب میں چل دیے اور ان کو کعبہ کی پشت پر بیٹھا ہوا پایا۔ وہ ایک پستہ قد آدمی رطوبت آمیز آنکھوں والے تھے۔ دو چادریں اور ایک عمامہ زیب تن تھا ان کے پاس کرتہ نہیں تھا اپنے دونوں جوتے بائیں ہاتھ میں لے رکھے تھے۔



حضرت ابوذرؓ کا مہمان

نعیم بن محنب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر ؓ کے پاس آیا۔ وہ نہ ملے۔ میں نے ان کی اہلیہ سے سوال کیا' ابوذر کہاں ہیں؟ کہا کام کاج کر رہے ہیں۔ ابھی آجائیں گے۔ میں ان کے لئے بیٹھ گیا اس کے بعد ابوذرؓ آئے' ان کے ساتھ

دو اونٹ تھے جو ایک دوسرے کے آگے پیچھے جوڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی گردن میں ایک چھوٹا مشکیزہ بندھا ہوا تھا' اسے اتار کر رکھا۔ اس کے بعد میرے پاس آئے۔ میں نے کہا ابوذرؓ آپ کی ملاقات سے زیادہ مجھے کسی کی ملاقات پسند نہیں اور آپ کی ملاقات سے زیادہ مجھے کسی کی ملاقات ناپسند نہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا' ارے واللہ یہ بتانا کہ دونوں باتیں کیسے ہوئیں' کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک لڑکی کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ ڈر یہ لگتا تھا کہ آپ سے ملوں اور آپ کہہ دیں کہ اب تمہارے لئے توبہ نہیں اور کوئی صورت عذاب سے بچنے کی نہیں رہی۔ اور یہ بھی امید تھی کہ آپ یہ کہیں کہ توبہ ہے اور گلو خلاصی ہو سکتی ہے۔ کہا کہ اس گناہ کا ارتکاب زمانہ جاہلیت میں کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں! کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ انہوں نے انکار کیا۔ پھر کہا پھر انکار کیا' حتیٰ کہ دونوں کی آوازیں اونچی ہو گئیں۔ ابوذرؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے اسے شمار ہی نہیں کرتی ہو۔ میں نے کہا کہ انؐ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے' کہا کہ عورتیں پسلی کی ہڈی ہیں اگر انہیں بالکل سیدھی کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر چھوڑ کر ان کی خاطرداری کرو گے تو اس میں کجی اور ٹیڑھا پن موجود ہے۔ اس پر ان کی بیوی اٹھیں اور ثرید (شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے) دبے پاؤں لے آئیں۔ جیسے وہ بلی ہوں۔ مجھ سے ابوذرؓ نے کہا' کھاؤ اور میرا خیال نہ کرو۔ میں روزہ دار ہوں' اس کے بعد وہ نماز پڑھنے لگے اور بڑے سکون سے رکوع کرنے لگے۔ اس کے بعد لوٹے اور کھانا کھایا۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کا خیال نہ تھا کہ تم مجھ سے جھوٹ بولو گے۔ بولے' ارے کیا ہوا؟ جب سے ملے ہو میں نے جھوٹ کچھ نہ کہا۔ میں نے کہا تم نے کہا تھا کہ میں روزہ دار ہوں۔ کہا کہ ہاں میں نے اس ماہ میں تین روزے رکھ لئے تو پورے مہینہ کے روزوں کا اجر میرے لئے لکھ لیا گیا اور میرے لئے (بقیہ دنوں میں) کھانا حلال کر دیا گیا۔



حضرت جابر بن عبداللہؓ کا واقعہ مہمان نوازی

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یوم خندق میں کھدائی کر رہے تھے۔ ایک بہت بڑا سخت پتھر سامنے آگیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خندق میں یہ بڑا پتھر سامنے آگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں خندق میں اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے پیٹ پر (بھوک کی شدت کی وجہ سے) ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ تین دن سے ہم لوگ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ کسی چیز کو نہیں چکھا تھا۔ حضورؐ نے کدال لیا اور اسے مارا۔ وہ چٹان بکھری ہوئی ریت کی طرح ہو گئی۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور میں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے حضور ﷺ پر ایک چیز دیکھی جس کی وجہ سے مجھے صبر نہیں رہا۔ تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا' میرے پاس تھوڑے سے جو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے اس بچہ کو ذبح کیا' بیوی نے جو پیسے۔ یہاں تک کہ میں نے گوشت پتھر کی ہانڈی میں چڑھایا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گندھا ہوا آٹا ڈھل گیا تھا۔ ہانڈی چولھے پر چڑھی تھی۔ اور پکنے کے قریب تھی۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ اور ایک دو آدمی اور تشریف لے چلئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' وہ کتنا ہو گا؟ میں نے بیان کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا' بہت ہے اچھا ہے۔ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ ہانڈی اتارے نہیں۔ اور نہ روٹی تنور سے نکالے جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ اس کے بعد آپؐ نے سب سے فرمایا کہ اٹھ کھڑے ہو۔ چنانچہ مہاجرین اور انصار حضرات سبھی چل دیئے۔ جب حضرت جابرؓ اپنی بیوی کے پاس گئے تو کہنے لگے تیرا ناس جائے! نبی اکرم ﷺ مع مہاجرین و انصار اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں آگئے۔ بیوی نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سے کچھ دریافت کیا تھا؟ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں! (چنانچہ آپؐ مکان میں تشریف لائے) اور آپؐ ہانڈی اور تنور سے جب کچھ لیتے تو اسے ڈھک دیتے اور اپنے اصحابؓ کے قریب کر کر کے آپؐ ہانڈی میں سے نکالتے۔ اسی طرح

آپؐ برابر روٹی کو توڑتے اور شوربہ بھر بھر کر دیتے۔ یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا۔ آپؐ نے فرمایا تو بھی کھا اور ہدیہ بھیج' اس لئے کہ لوگوں کو بھوک لگی ہے۔



اختیار کی بات

ایک دفعہ نجران کا ایک ایسا شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی عمر تقریباً" دو سو سال تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا' اے شخص! یہ بتاؤ کہ تم نے دنیا کو کیسا پایا؟ اس نے جواب دیا' دنیا اچھی بھی ہے اور بری بھی' دن کے بدلے دن اور رات کے بدلے رات اس کی اچھائی اور برائی برابر رہتی ہے' بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کو مارنے والا مار دیتا ہے اگر نئی مخلوق پیدا نہ ہوتی رہتی تو مخلوق بہت پرانی اور ویران سی ہو جاتی اور اگر مارنے والا نہ ہوتا تو یہ دنیا مخلوق سے پر ہو جاتی اور اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ ہو جاتی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا' مجھ سے اگر کچھ مانگنا ہو تو مانگ لو۔ وہ کہنے لگا میری گزری ہوئی عمر مجھے واپس لوٹا دیں یا پھر میری موت کا مقرر کردہ وقت ٹال دیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا' یہ کام تو میرے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا' تو پھر مجھے آپ سے اور کچھ نہیں مانگنا ہے۔



حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا شمار جید صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ حق کی آواز بلند فرمائی اسی وجہ سے حجاج بن یوسف آپ کے مخالف تھا لیکن

بظاہر وہ آپ کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ مگر در پردہ وہ اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ ایک دن حجاج بن یوسف نے خطبہ دیا اور نماز میں تاخیر کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے حجاج! سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا' نماز پڑھاؤ' حجاج بن یوسف کو یہ بات سن کر بڑا غصہ آیا اور کہنے لگا' میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہ گردن اڑا دوں جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آہستگی سے فرمایا' تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ تو ایک بے وقوف حاکم ہے۔ حجاج بن یوسف نے آپ کی اس بات کو نہ سنا کیونکہ آپ نے یہ بات آہستہ سے فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عرفہ اور دیگر مواقف میں ان مقامات کو تلاش فرماتے تھے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقوف فرمایا کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف کو آپ کی یہ باتیں بڑی ہی ناگوار گزرتی تھیں لیکن وہ احکام حج میں آپ کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اعلانیہ طور پر آپ کو قتل کر سکتا تھا بس اپنے دل میں پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا آخر ایک دن اس نے کسی شخص کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ اپنے نیزے کی نوک زہر آلود کرے اور عرفات کے دن عام ہجوم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو چھو دے۔ چنانچہ جب لوگ عرفات سے مزدلفہ کی طرف جا رہے تھے تو اس شخص نے راستہ میں زہر آلود نیزے کی نوک سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو زخمی کر دیا اسی زخم سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس دوران حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خبر گیری کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ آپ مجھے اس شخص کا نام بتائیں جس نے آپ کو نیزہ مارا ہے میں اسے قتل کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے حجاج! تو ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ حجاج بن یوسف کہنے لگا' اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے قتل کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے حجاج! تو نے حرم پاک میں ہتھیار داخل کرنے کا حکم دیا ہے اور تو نے ہی مجھے مارا ہے۔ یہ سن کر حجاج شرمندہ ہو گیا اور کہنے لگا' اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ! ایسا نہ کہیں اور خاموشی سے چلا گیا۔ چند ہی دنوں کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ حجاج بن یوسف نے آپ کی

نماز جنازہ پڑھائی۔



اسلام کی دعوت

تاریخ اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے بھری ہوئی ہے آپ انتہائی بہادر اور دلیر جرنیل تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ایک سو مسلمانوں کی جماعت لے کر ماہان ارمنی کے دربار میں تشریف لے گئے۔ ماہان ارمنی اسلام کا زبردست مخالف تھا اور اس کے پاس دس لاکھ سے بھی زائد فوج تھی جو پوری طرح مسلح تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اس کے دربار میں پہنچے تو ماہان ارمنی نے سفارتی آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ملاقات کی۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دربار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ فرش پر ریشم کا قالین بچھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اس قالین کو یہاں سے اٹھا دیا جائے' یہ بڑی جرات اور حوصلے کی بات تھی جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ماہان ارمنی سے کہہ دی۔ ماہان ارمنی پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سن کر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے اپنے دربار سے ریشم کا قالین اٹھوا دیا اور کہنے لگا' اے خالد رضی اللہ عنہ! میں نے تو تمہاری عزت افزائی کے لئے یہ قالین بچھایا تھا لیکن تم نے اٹھا دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بدستور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا' اللہ تعالیٰ کا بچھایا تیرے بچھائے ہوئے فرش سے زیادہ اچھا ہے۔

دوران گفتگو ماہان ارمنی کہنے لگا' اے خالدؓ میری خواہش ہے کہ میں تمہیں اپنا بھائی بنا لوں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے کلمہ اسلام پڑھ لو اور میرے بھائی بن جاؤ۔ ماہان ارمنی کہنے لگا' یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے تو ہم نے اپنے حقیقی بھائیوں سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی ہے پھر میں تمہیں کیسے بھائی بنا

لوں۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے باقاعدہ طور پر اسلام کی دعوت دی اور اس سے فرمایا' اے ماہان ارمنی! تو اسلام قبول کر لے ورنہ وہ وقت قریب ہے کہ تو امیرالمومنین حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اس حال میں حاضر کیا جائے گا کہ تیری گردن میں رسی ہو گی اور تجھے ایک آدمی گھسیٹتا ہوا لاتا ہو گا۔

ماہان ارمنی کو یہ بات سن کر بڑا غصہ آیا وہ غضبناک ہو گیا اور اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو پکڑ لو یہ جانے نہ پائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انتہائی پھرتی اور چستی کے ساتھ اٹھے اور اپنے ساتھیوں سے للکار کر فرمایا' خبردار! اب ایک دوسرے کی طرف ہرگز نہ دیکھنا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ ہماری ملاقات حوض کوثر پر ہو گی۔ اس پر تمام مسلمانوں نے تلواریں نکال لیں اور ہر قسم کی صورت حال کے لئے تیار ہو گئے مسلمانوں کا یہ عزم' جوش و ولولہ' ہمت و جرات اور جذبہ دیکھ کر ماہان کے دل پر خوف طاری ہو گیا۔ اس نے اپنے درباریوں کو روک دیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا' اے خالدؓ! میں تو آپ کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔



آخری وقت

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ جب آپ کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو فرمایا' میرے غلاموں اور خدمت گاروں اور ہمسایوں کو اور جو لوگ میرے پاس آیا کرتے تھے ان سب کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ ان سب کو ان کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو دن میرے اوپر دنیا سے گزرے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ یہ آخری دن ہے اور یہ میری آخرت کی پہلی رات ہے اور میں نہیں جانتا کہ شاید تم لوگوں کے ساتھ میری زبان یا میرے ہاتھوں سے کچھ زیادتی ہوئی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے روز بدلہ لینے والا

ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ایک ایک کر کے اس کے دل میں جو کچھ ہو میرے پاس آئے اور مجھ سے بدلہ لے لے اس سے پہلے کہ میری جان نکال لی جائے۔

لوگوں نے عرض کیا' اے عبادہ بن صامتؓ! آپ تو ہمارے لئے والد کے برابر درجہ رکھتے تھے اور ہم کو ادب سکھانے والے تھے اور کبھی اپنے خادم کو بھی برا کلمہ نہ کہتے تھے۔ یہ سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جو کچھ ہوا ہے سب کچھ معاف کر دیا؟ لوگوں نے جواب دیا' ہاں۔ آپ نے فرمایا' یا اللہ! تو گواہ رہ۔ اس کے بعد فرمایا' اچھا اگر کوئی بدلہ نہیں لیتا اور مجھے معاف کر دیا تو میری وصیت کی حفاظت کرنا' میں تم میں سے ہر انسان پر اس بات کی پابندی لگاتا ہوں کہ وہ میرے اوپر روئے۔ جب میری جان نکل جائے تو تم سب وضو کرنا اور اچھا وضو کرنا پھر تم میں سے ہر انسان مسجد میں جائے اور نماز پڑھے اور پھر عبادہؓ بن صامت اور اس کی جان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔



حضرت ابو شعیب انصاریؓ کا واقعہ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی کو ابو شعیب رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا۔ ان کے پاس ایک غلام گوشت بنانے والا تھا۔ اسے حکم دیا کہ تو میرے لئے کھانا بنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع چار آدمیوں کے کھانے کے لئے بلاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مع چار آدمیوں کے بلایا اور ان حضرات کے ساتھ ایک اور آدمی لگ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تو نے ہم لوگوں کی دعوت کی کہ پانچ آدمیوں کے اندر میرا بھی شمار تھا۔ یہ ایک اور آدمی ہمارے ساتھ ہو لیا ہے اگر تم چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو۔ عرض کیا' میں اسے چھوڑوں گا نہیں بلکہ میں نے اسے بھی اجازت دی۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک پر بھوک

کے آثار محسوس کئے تو اپنے غلام کو حکم دیتے ہوئے کہا تیرے اوپر افسوس ہے تو ہم پانچ آدمیوں کے لئے کھانا بنا۔



ایثار کی انوکھی مثال

یہ غزوہ یرموک کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں اور کفار کے مابین بڑے گھسان کی لڑائی ہوئی میدان جنگ دونوں طرف کے زخمیوں سے بھرا پڑا تھا اس غزوہ میں بہت سے صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ عنہ مسلمان مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمت پر مامور تھے۔ اچانک ایک طرف سے کسی زخمی صحابی کے کراہنے کی آواز آئی جو پیاس کی شدت سے العطش العطش پکار رہے تھے۔ حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ عنہ اس کی پکار پر پانی کی مشک کاندھے سے لٹکائے دوڑتے ہوئے وہاں پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک صحابی زخمی حالت میں پڑے پیاس کی شدت سے بے حال ہو رہے ہیں ابھی آپ ان کے منہ میں پانی ڈالنے ہی لگے تھے کہ اس صحابی نے اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے پانی پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا' اے ابن حذیفہؓ! مجھ سے بھی زیادہ زخمی حالت میں میرا مسلمان بھائی پیاس سے تڑپ رہا ہے پہلے اس کو پانی پلا دو اس کے بعد مجھے پلا دینا۔

حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ عنہ جلدی سے بھاگ کر اس دوسرے زخمی صحابی کے پاس پہنچے تاکہ ان کو پانی پلائیں لیکن اس جلیل القدر صحابی نے بھی پانی پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا' اے ابن حذیفہؓ! یہاں قریب ہی مجھ سے بھی زیادہ پیاسا میرا مسلمان بھائی پڑا ہے پہلے جا کر اس کو پانی پلا دو۔ حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ عنہ جلدی سے بھاگتے ہوئے اس تیسرے زخمی مجاہد کے پاس پہنچے لیکن قریب جا کر دیکھا کہ وہ پیاسے ہی شہادت کے منصب پر سرفراز ہو چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر جناب ابن حذیفہؓ تیزی سے پلٹے تاکہ اس دوسرے صحابی کی پیاس کو بجھائیں لیکن قریب پہنچ کر دیکھا کہ وہ بھی شہادت کا جام نوش فرما چکے تھے یہاں سے دوڑتے ہوئے پہلے والے صحابی کے پاس

پہنچے تو وہ بھی شہادت کا سفر مکمل کر کے اللہ کے حضور پہنچ چکے تھے۔



دو بچوں کا جذبہ جہاد

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بڑے مشہور صحابہؓ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا، چچا جان! تم ابوجہل کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں پہچانتا ہوں، تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں۔ مجھے اس کے سوال و جواب پر تعجب ہوا، اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابوجہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی، یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔

یہ دونوں صاحبزادے معاذؓ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراءؓ ہیں۔ معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا تھا کہ ابوجہل کو کوئی نہیں مار سکتا وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے۔ مجھے اسی وقت سے یہ خیال تھا کہ میں اس کو مار دوں گا یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابوجہل گھوڑے پر سوار صفوں کو درست کر رہا تھا۔ جس وقت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے تو گھوڑے پر

براہ راست حملہ مشکل تھا اس لئے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابوجہل بھی گرا اور اٹھ نہ سکا۔ دونوں حضرات اس کو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اٹھ نہ سکے وہیں تڑپتا رہے مگر معوذ بن عفراءؓ نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اٹھ کر چلا جائے لیکن بالکل انہوں نے بھی نہ نمٹایا' اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جدا کر دیا۔ معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے اس کی ٹانگ پر حملہ کیا تو اس کا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا۔ اس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا تو اس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا۔ میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال دیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے دقت ہوئی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا اور وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا۔



حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دنوں میں ایمان قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کسی بات سے ناراض ہو کر اپنے غلام کو مارنے لگے وہ غلام مار کھاتا جا رہا تھا اور بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے دہائی مچاتا جاتا تھا۔ حضرت ابو مسعودؓ برابر اس کو مارتے جا رہے تھے۔ غلام نے جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی دہائی دینے سے بھی مار پڑنی بند نہیں ہو رہی تو اس نے بلند آواز سے حضور نبی کریم ﷺ کی دہائی دینا شروع کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک سنتے ہی حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے غلام کو مارنا بند کر دیا۔

اسی اثناء میں حضورؐ سرور کائنات ﷺ بھی تشریف لے آئے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اللہ تعالیٰ کی قسم! رب تعالیٰ اس سے بھی زیادہ تجھ پر قدرت

رکھتا ہے جتنی تو اس غلام پر قدرت رکھتا ہے۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو اسی وقت اس غلام کو رہا کر دیا۔

☆ ☆ ☆

باپ کے قرض کی ادائیگی

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا باپ فوت ہو گیا تو میں نے قرض خواہوں پر قرض کے بدلے تمام کھجوریں پیش کیں انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ میرے والد ماجد احد کے غزوہ میں شہید ہو گئے ہیں' ان پر بہت زیادہ قرض تھا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریب خانہ پر تشریف لائیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں۔ شاید کوئی رعایت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جا اور تمام قسم کی کھجوروں کو علیحدہ علیحدہ ڈھیر کر دے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ جب آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو قرض خواہ مجھ پر اس وقت دلیر ہو گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا رویہ دیکھا تو بڑے ڈھیر کا تین دفعہ طواف فرمایا۔ پھر اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا' اپنے قرض خواہوں کو میرے پاس بلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ماپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے باپ کا قرضہ ادا فرما دیا اور میں اس بات پر بڑا خوش ہوا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنی بہنوں تک ایک کھجور نہ لے جاؤں گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سارے ڈھیر پر صحیح و سالم رکھے۔ حتیٰ کہ میں اس ڈھیر کو دیکھتا تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرض کی ادائیگی کے لئے تشریف فرما تھے کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب باپ کا قرض ادا ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابرؓ! تم نے اپنے باپ کا قرض ادا کر دیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔

☆ ☆ ☆

کھانا نہیں کھایا

حضرت حسنؓ کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب صبح یا شام کھانا کھاتے تو آس پاس کے یتیموں کو بلا کر شریک کرتے۔ ایک دن صبح کا کھانا کھانے بیٹھے کسی یتیم کو بلانے کے لئے بھیجا' وہ یتیم نہ ملا۔ ان کے پاس گھلا ہوا ستو تھا جس کو کھانا کھانے کے بعد پی لیا کرتے تھے۔ اتنے میں وہ یتیم آ پہنچا اور لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ستوؤں والا پیالہ تھا۔ آپ اسے پینے ہی کو تھے۔ وہ ستو اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا' اسے لے اور میرا خیال یہ ہے کہ تو خسارہ میں نہیں رہا۔

میمون بن مہرانؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی کو حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں لوگوں نے عتاب کیا۔ چنانچہ اس سے کہا گیا کہ تو اس بڑے میاں کی طرف توجہ نہیں کرتی ہے۔ اس عورت نے جواب دیا' میں ان کا کیا کروں؟ جب کبھی ہم ان کے لئے کھانا بناتے ہیں یہ اس کھانے پر کسی نہ کسی کو بلا کر اسے کھلا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس عورت نے ان مسکینوں کی طرف جو ان کے راستے میں اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ آپ مسجد سے نکلیں' کھانا بھیجا اور ان مسکینوں سے کہہ دیا کہ تم ان کے راستہ میں نہ بیٹھو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ گھر پہنچے اور فرمایا کہ فلاں فلاں مسکینوں کو آدمی بھیج کر بلاؤ اور ان کی عورت ان مسکینوں کی طرف کھانا بھیج چکی تھی اور یہ کہہ دیا تھا کہ اگر وہ تم کو بلائیں تو ان کے پاس آنا نہیں۔ (چنانچہ وہ مسکین نہیں آئے) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ آج رات میں نہ کھاؤں۔ چنانچہ اس رات آپ نے نہیں کھایا۔



اللہ کی پسند کا انصاف

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی بیوی حضرت خولہؓ بنت قیس کہتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ پر بنی ساعدہ کے کسی آدمی کے ساٹھ صاع (یعنی پانچ من دس سیر) کھجور کا قرض تھا۔ وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور ان کی ادائیگی کا آپ ﷺ سے مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کا قرض ادا کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے کھجوریں قرضہ میں دیں لیکن یہ کھجوریں اس ساعدی کی کھجوروں سے کم درجہ کی تھیں۔ اس ساعدی نے ان کو لینے سے انکار کر دیا اور انصاری نے کہا کہ کیا تو حضورؐ کے پاس واپس چلتا ہے؟ ساعدی نے کہا' ہاں! اور کون آدمی آپ ﷺ سے زیادہ حق پسند ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا اٹھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا' ساعدی نے سچ کہا' مجھ سے زیادہ انصاف کرنے کا کون حقدار ہے؟ اللہ پاک اس امت کو پروان نہیں چڑھاتا جس میں اس کا کمزور اس کے قوی سے اپنا حق بلا تکلف نہ لے سکے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے خولہؓ! تم اسے کھانا کھلاؤ' اور اس کا قرضہ ادا کرو۔ پس بات اسی طرح پر ہے کہ کوئی قرض خواہ اپنے مقروض کے پاس سے جب راضی ہو کر واپس ہوتا ہے تو اس مقروض پر روئے زمین کے جاندار اور سمندروں کی مچھلیاں دعائے رحمت کرتی ہیں اور جب کسی آدمی سے اس کا قرض خواہ دل تنگ ہو کر واپس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مقروض کے لئے ہر دن رات ایک گناہ لکھتا ہے۔



رومی پہلوان

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام کے مایہ ناز جرنیل تھے۔ آپ کے ہاتھوں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ اسلام کا پرچم دور دراز کے ملکوں تک پہنچا۔ فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑتے ہوئے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کی طرف بڑھے تو میدان جنگ میں رومیوں کا ایک زبردست پہلوان جو انتہائی طاقتور اور جنگجو تھا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے میدان میں آیا اور بلند آواز سے حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ عنہ کو للکارتے ہوئے اپنے مقابلہ پر بلایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس رومی کی للکار پر انتہائی تیزی اور پھرتی کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل کر اس کی طرف بڑھے۔ اس رومی پہلوان کا نام جرجہ تھا۔

جرجہ پہلوان نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہنے لگا' میں آپ کے ساتھ چند باتیں کرنا چاہتا ہوں اس لئے آپ تھوڑی دیر کے لئے میری بات سن لیں اس دوران ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کے پابند ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کی بات سن کر رک گئے۔ چنانچہ جرجہ پہلوان آگے بڑھا اور اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا' مجھے عرصہ سے ایک بات بے چین کیے ہوئے ہے میں امید کرتا ہوں کہ میں جو بھی آپ سے پوچھوں گا آپ مجھے اس کے بارے میں بالکل سچ جواب دیں گے کیونکہ جھوٹ بولنا بہادروں کا شیوہ نہیں ہے اور میں یہ بھی آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے دھوکہ نہیں دیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا' کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ جرجہ پہلوان کہنے لگا۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا خدا نے آپ کے پیغمبر پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے اور وہ تلوار انہوں نے آپ کو عطا فرما دی ہوئی ہے کہ آپ جس قوم پر بھی اس کو نکالتے ہیں اس قوم کو شکست دیے بغیر وہ تلوار میان میں نہیں جاتی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کہ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ جرجہ پہلوان کہنے لگا تو پھر آپ کو "سیف اللہ" کیوں کہا جاتا ہے؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے جرجہ! سنو! اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا' میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہوں نے شروع میں ان کی مخالفت کی پھر وہ وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کر لی۔ اس وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا' تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر سونتا ہے پیغمبر خدا نے میری مدد اور کامیابی کے لئے دعا فرمائی اس لئے میرا نام سیف اللہ ہے اور میں تمام مسلمانوں سے مشرکین پر بہت بھاری اور سخت ہوں۔ یہ سب کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے۔

یہ سن کر جرجہ پہلوان کہنے لگا۔ میں ایک آخری بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اگر کوئی دین اسلام میں داخل ہو جائے تو اس کی حیثیت آپ لوگوں میں کیا ہوتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہماری اور اس کی حیثیت میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ ہم سب آپس میں برابر ہوتے ہیں بلکہ اس داخل ہونے والے کا درجہ ہم سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جرجہ پہلوان یہ سنتے ہی اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور کلمہ اسلام پڑھ کر دین اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسے لے کر لشکر اسلام میں آئے۔ جرجہ نے غسل کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو دین کے احکامات بتائے اس کے بعد جرجہ پہلوان نے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر لشکر اسلام میں شامل ہو کر رومیوں کے خلاف بھرپور انداز میں جہاد میں حصہ لیا۔



حضرت حنظلہؓ کی شہادت

جنگ احد کے ایام میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تھی۔ جس رات آپ اپنی دلہن کو بیاہ کر لائے تھے اسی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی ہو گئی کہ کفار مکہ' مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے میدان جہاد میں نکلو۔ حضرت حنظلہؓ باوجودیکہ نوجوان تھے اور شادی کی پہلی شب تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد سن کر سب کچھ بھول گئے اور اپنی دلہن کو بھی نظرانداز کر کے میدان جہاد میں چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی محویت کے عالم میں آپ کو اپنے غسل کرنے کی ضرورت بھی یاد نہ رہی۔ اسی حالت میں معرکہ جنگ میں تشریف لے گئے اور اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید بھی ہو گئے جب لڑائی ختم ہوئی تو شہداء کی لاشیں جمع کرنے کا حکم نبوی ہوا۔ سب لاشیں مل گئیں مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک نہ ملی۔ یکایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو

فرشتے اوپر لے جا کر ایک نورانی تختے پر لٹا کر آب رحمت سے غسل دے رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ کا لقب غسیل الملائکہ ہوا۔



حضرت شرجیل بن حسنہؓ

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ انتہائی بہادر' دلیر' جرات مند اور جوش و ولولہ کے ایمانی جذبہ سے سرشار میدان جنگ میں کافروں کے مقابلے پر بھرپور جوہر دکھایا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلامی فوجیں اسکندریہ کے شہر پر حملہ آور ہوئیں۔ کفار اسلامی لشکر کا جوش و جذبہ دیکھ کر اپنے ایک مضبوط قلعہ میں بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا چند دنوں تک وقفہ وقفہ سے جنگ ہوتی رہی لیکن کافروں کے مقابلہ بند ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو کوئی واضح کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ اسکندریہ کا بادشاہ بھی اس قلعہ میں موجود تھا اور اپنے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے میں مصروف تھا لیکن پھر بھی کافر اپنا حوصلہ پست کئے ہوئے تھے اور قلعہ سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

اس محاصرے سے تنگ آ کر ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کفار کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا' اے کافرو! اللہ کی عزت کی قسم! اس وقت ہمارے درمیان اللہ کے ایسے پیارے بندے بھی موجود ہیں کہ اگر وہ اس قلعہ کی دیوار کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ زمین میں دھنس جاؤ تو یہ قلعہ اسی وقت زمین میں دھنس جائے۔ یہ فرماتے ہی حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی طرف اٹھاتے ہوئے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ کا قلعہ کی طرف اشارہ کرنا ہی تھا کہ قلعہ فصیل سمیت پورے کا پورا زمین میں دھنس گیا اور تمام کافر جو کہ قلعہ کے اندر محصور تھے ایک ہی لمحے میں کھلے آسمان تلے میدان میں کھڑے تھے اور قلعہ کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اسکندریہ کا بادشاہ یہ دیکھ کر اپنے حواس قائم نہ رکھ سکا اس نے اپنے ساتھیوں اور فوج سمیت راہ فرار اختیار کی۔ اس

طرح اسکندریہ کا شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔



حضرت عبادہ بن صامتؓ

مصر کو فتح کرنے کی غرض سے مسلمانوں نے مصر کی طرف پیش قدمی شروع کی اور ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مصر کے بادشاہ مقوقس کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے فوری طور پر ایک قاصد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں مسلمانوں سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں اس لئے میرے پاس مسلمانوں کا ایک وفد بنا کر بھیجا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دس مسلمانوں کو منتخب فرما کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس وفد کو شاہ مصر مقوقس کے پاس بھیجا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ جب مسلمانوں کا یہ وفد مقوقس کے دربار میں پہنچا تو مقوقس جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ڈر گیا اور کہنے لگا' کیا مسلمان اسی طرح کے ہوتے ہیں' یہ کیا ہمارے ساتھ لڑیں گے؟ مقوقس نے یہ بات انتہائی رعونت آمیز انداز میں کی۔ مقوقس نے اور بھی اسی طرح باتیں کیں جن سے وہ اپنا رعب قائم کرنا چاہتا تھا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ چونکہ اسلامی وفد کی قیادت کر رہے تھے اس لئے آپ نے مقوقس کی باتیں سن کر فرمایا' اے شاہ مصر! تمہاری باتیں میں نے سن لی ہیں اب میری باتیں سنو۔ جن لوگوں کے پاس سے میں آیا ہوں ان میں میری طرح کے مزید ایک ہزار آدمی موجود ہیں بلکہ ان کی رنگت مجھ سے بھی زیادہ سیاہ ہے اور شکل مجھ سے زیادہ ہیبت ناک اور جلالی ہے۔ اگر تم ان کو دیکھ لو تو تمہاری کیا کیفیت ہو؟ میں تمہیں اپنی بات بتاتا ہوں اگرچہ میں بوڑھا ہوں اور میری جوانی رخصت ہو چکی ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ میں اتنی قوت بھر دی ہے کہ میں اکیلا سو آدمیوں سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہی حالت میرے تمام ساتھیوں کی ہے اور

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے اور یہ سب کچھ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرتے ہیں۔ ہم کسی دنیاوی لالچ یا ملک گیری کی ہوس کے لئے جہاد نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے اس لئے ہمیں دنیاوی مال کی طمع نہیں ہے۔ ہمارے پاس ایک درہم ہو یا لاکھوں درہم ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ہم دونوں صورتوں میں راضی رہتے ہیں دنیا کی نعمتیں ہمارے لئے کچھ اہمیت نہیں رکھتیں ہمارے لئے حقیقی نعمت آخرت کا آرام ہے۔ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم دنیا کے مال سے بھی اتنا ہی لیں جس سے بھوک مٹ جائے اور ستر کو ڈھکا جا سکے۔

حضرت عبادہ بن رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر مقوقس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کے گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کی باتوں کا اس قدر جرات مندانہ جواب دیا جائے گا۔ لیکن چونکہ وہ ایک سلطنت کا بادشاہ تھا اور اسے اپنی فوجوں اور طاقت کا پورا پورا گھمنڈ تھا اس لئے کہنے لگا۔ جو کچھ تم نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں کہا ہے میں نے سن لیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم لوگ اپنی اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہم پر غلبہ حاصل کرتے رہتے ہو اور دنیا کی کوئی بھی قوم تم سے مقابلے کی تاب نہ لا سکی لیکن یاد رکھو! تم لوگوں کا مقابلہ اب مجھ سے ہے اور تم مجھ سے ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہارے مقابلے کے لئے ایک بہت بڑی فوج کو جمع کر رکھا ہے تم اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ میں تم میں سے ہر ایک آدمی کو دو دو دینار اور تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار دیتا ہوں اس کو قبول کرو اور اپنے ملک کی راہ لو۔

شاہ مصر مقوقس کی باتیں سن کر حضرت عبادہ بن صامتؓ جلال میں آ گئے اور فرمایا' اے بادشاہ! تم اور تمہارے ساتھی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں تم ہمیں رومیوں کی بہت بڑی فوج سے ڈرا رہے ہو' میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمیں تم لوگوں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے بلکہ تمہاری باتوں نے ہمارے جذبہ جہاد کو مزید ابھار دیا ہے اب ہم ان دو نعمتوں میں سے ایک نعمت تو ضرور حاصل کر کے رہیں گے اگر ہم نے تم پر فتح پالی تو ہمارے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آئے گا اور اگر

ہم تم پر غلبہ حاصل نہ کر سکے تو پھر شہادت کی نعمت سے بہرہ مند ہوں گے اس طرح ہمیں آخرت کی دولت ملے گی اور اے بادشاہ! یاد رکھو! ہم میں سے کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ سے اپنے شہید ہونے کی دعا نہ مانگتا ہو۔ مصر کا شاہ مقوقس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ مسلمان اس قدر دلیر اور ارادے کے پکے ہیں لیکن مقوقس کو اپنی فوجوں کی طاقت پر ناز تھا وہ سمجھتا تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کو شکست دینا کوئی بڑی بات نہیں وہ اپنی عددی برتری کی بناء پر بڑے زعم میں مبتلا تھا۔ آخرکار مسلمانوں نے اپنی تعداد میں کمی کے باوجود شاہ مصر کی فوجوں کے چھکے چھڑا دیئے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی فرمائی ہوئی باتیں سچ ثابت ہوئیں۔ مسلمانوں نے جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر ایسی بے جگری سے جہاد میں حصہ لیا کہ پورا مصر ان کے قبضہ میں آگیا شاہ مصر مقوقس کا غرور خاک میں مل گیا۔ اسلامی لشکر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑھتا ہوا مصر میں داخل ہو گیا۔



حسن سلوک

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک خچر پر سوار سر پر عمامہ باندھے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے۔ دوران سفر ایک گاؤں کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔ ایک دیہاتی نے جو انہیں دیکھا تو پہچان گیا کہ ہو نہ ہو خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاجزادے ہیں۔ ڈرتے ہوئے آہستہ آہستہ دیہاتی آپ کے قریب آیا۔ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا کہ ایک بوڑھا تیزی سے ان کی طرف آرہا ہے تو سواری روک لی' بوڑھا قریب آیا' غور سے ابن عمرؓ کا چہرہ دیکھا تو پوچھا' کیا آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لڑکے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جی ہاں! اور سواری سے اتر پڑے۔ دریافت کیا کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے والد گرامی کی خدمت میں اکثر حاضری دیا

کرتا تھا۔ میں ان کا دوست تھا۔ آج عرصے کے بعد آپ کو جو میں نے دیکھا تو آپ کے والد مجھے یاد آ گئے' آپ کا چہرہ ان کے مشابہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو سنا کہ وہ دیہاتی ان کے والد کا دوست ہے تو اپنا خچر اور عمامہ اس کے حوالے کر دیا۔ وہ بیچارہ انکار ہی کرتا رہا مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ نہ مانے اور فرمایا کہ آپ یہ عمامہ سر پر باندھ لیں اور یہ خچر قبول فرمالیں۔ میری طرف سے یہ ہدیہ ہے۔ ناچار دیہاتی نے قبول کر لیا۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو ان کے رفقائے سفر نے کہا جناب والا! خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے اپنی سواری دیہاتی کے حوالے کر دی' عمامہ دے دیا۔ اتنا طویل سفر ہے آپ نے اپنی حاجت کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ والد کی وفات کے بعد اس کے دوستوں اور ملنے جلنے والوں سے حسن سلوک کیا جائے۔ چنانچہ جونہی مجھے پتہ چلا کہ یہ دیہاتی میرے والد کے دوستوں میں سے ہے تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں۔ اس وقت میرے پاس یہی دو چیزیں ایسی تھیں جنہیں میں آسانی سے اسے دے سکتا تھا تو میں نے دے دیں۔

☆ ☆ ☆

صبر کی عظیم مثال

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے دور کسی سفر پر گئے ہوئے تھے۔ آپ کا ایک صاحبزادہ تھا جس کو آپ بڑا پیار کرتے تھے۔ آپ کی غیر موجودگی میں وہ انتقال کر گیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام سلیمؓ بڑی ہی حوصلہ مند اور ہمت والی خاتون تھیں۔ جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سفر سے واپس اپنے گھر آئے تو آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کہ بیٹے کا کیا حال ہے؟ آپ کی بیوی نے جواب دیا' وہ آرام کر رہا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اسی اثناء میں آپ کی بیوی نے آپ کے سامنے کھانا رکھ دیا اور آپ کھانے میں مصروف ہو گئے۔

جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھالیا تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا' میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟ فرمایا' مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے میرے پاس اپنی کوئی امانت رکھوائی ہو اور چند دنوں کے بعد وہ اپنی امانت مجھ سے طلب کرے تو کیا اس کی امانت لوٹا دینی چاہئے یا نہیں لوٹانی چاہئے؟ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا' یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے اس کی امانت جب وہ مانگے اسی وقت لوٹا دینی چاہئے۔ یہ سن کر حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا' جب امانت واپس کر دی جائے تو پھر اس کا کوئی غم بھی کرنا چاہئے یا نہیں؟ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا' بالکل نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بعد ام سلیمؓ نے فرمایا' اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کو اصل بات بتاتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو امانت ہمارے پیارے فرزند کی صورت میں دی تھی وہ واپس لے لی ہے ہمارا پیارا بیٹا انتقال کر گیا ہے۔ اب صبر سے کام لینا ہو گا یہ سن کر حضرت ابو طلحہؓ نے صبر کیا اور پھر جب رات ختم ہوئی تو فجر کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنے پیارے صاحبزادے کے انتقال کا سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سن کر ان کے لئے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا اے ابو طلحہؓ! آج کی رات اللہ تیرے لئے برکت والی کرے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت ابو طلحہؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت ہی خوب صورت اور پیارا بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد حضرت ابو طلحہؓ اس کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس بچے کی پیشانی پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی تاحیات حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پھیرے جانے کی برکت سے بہت روشنی اور چمک والی دکھائی دیتی تھی۔

☆☆☆

چوتھا باب

حکایات اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

گستاخی

○ دو بھائی تھے برہمن۔ ان کے گھر میں ایک بت تھا ایک بھائی جو کہ بہت دھرمی تھا وہ ہمیشہ اس بت کی پوجا کرتا۔ دوسرا بھائی رند مشرب تھا وہ ہر صبح کو اس بت کے سر پر پانچ جوتیاں لگاتا۔ ایک روز پوجا کرنے والے بھائی نے خواب دیکھا کہ ٹھاکر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک دو ورنہ ہم تیری گردن توڑ دیں گے۔ اس نے کہا مہاراج میں تو آپ کی پوجا کرتا ہوں۔ میری گردن کیوں توڑتے ہو۔ اسی کی گردن توڑو جو بے ادبی کرتا ہے۔ کہا کہ وہ تو ہم کو مانتا ہی نہیں ہم اس کی گردن نہیں توڑ سکتے لیکن تو مانتا ہے اس لئے تیری خبر ضرور لیں گے۔ نتیجہ یہ کہ جس صفت کو کوئی شخص موجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے وہی اس پر موثر ہوتی ہے مانو تو دیوتا نہیں تو پتھر۔ ایسے ہی مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے بزرگان دین کو برا کہتے ہیں کسی پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لیکن جن پر وہ یقین رکھے ہیں ان کی شان میں گستاخی کریں تو فوراً اثر ہوتا ہے۔



کم عقلی کی بات

مشہور محدث ابو عمرو جہمی بیان فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک طفیلی رہتا تھا میں جہاں بھی دعوت ولیمہ میں جاتا یہ شخص نہایت بہترین پوشاک پہن کر میرے ساتھ لگ جاتا۔ میرا خاص آدمی سمجھ کر لوگ اس کا بے احد احترام و اکرام کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک دن بصرہ کے گورنر جعفر بن قاسم ہاشمی کے یہاں ختنہ کی تقریب میں میری دعوت تھی۔ جیسے ہی گورنر کا قاصد مجھے بلانے کے لئے آیا۔ یہ طفیلی صاحب نہایت نفیس لباس پہن کر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اس دن مجھے

بڑا غصہ آیا اور میں نے عزم کر لیا کہ آج اس کو ذلیل کر دوں۔ تاکہ کسی طرح اس سے میرا پیچھا چھوٹ جائے۔ چنانچہ جب دستر خوان لگ گیا اور تمام علماء مشائخ اور اکابر بصرہ تناول فرمانے لگے تو میں نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث پڑھ دی کہ

ترجمہ: جو شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہوا اور ان کا کھانا کھالیا تو وہ چور بن کر داخل ہوا اور ڈاکو بن کر نکلا۔

یہ حدیث سن کر طفیلی ایک دم غصہ سے برہم ہو گیا اور مجھ پر بگڑ کر کہنے لگا کہ اے ابو عمرو! خدا کی قسم تم نے یہ حدیث صرف مجھے رسوا کرنے کے لئے پڑھی ہے جس کا ایک راوی "درسہ بن زیاد" ضعیف ہے اور ایک راوی "ابان بن طارق" متروک ہے اور پھر یہ حدیث اجماع مسلمین کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ کسی امام کا بھی یہ مذہب نہیں ہے کہ بغیر دعوت اور بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہو کر اس کے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا لینے والے کو چور قرار دے کر اس کا ہاتھ کاٹا جائے یا اس کو ڈاکو کی سزا دی جائے۔

اے ابو عمرو! آخر تم کو اس وقت یہ حدیث کیوں نہیں یاد آئی؟

ترجمہ: یعنی ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو' چار آدمیوں کا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔ اس حدیث کا متن اور سند بالکل صحیح ہے۔

ابو عمر جہضمی فرماتے ہیں کہ اس طفیلی نے اپنی حاضر جوابی اور چرب زبانی سے مجھے حیران اور لاجواب کر دیا۔ مگر کھانے کے بعد جب ہم گورنر کے محل سے روانہ ہوئے تو وہ میرے پیچھے پیچھے چلنے کے بجائے مجھ سے دور دور سڑک کی دوسری جانب چلنے لگا اور مجھے سنا سنا کر یہ کہتا کہ

جو شخص یہ خیال کر کے جنگ میں کود پڑے کہ مجھے چوٹ نہیں لگے گی تو اس کا یہ گمان بہت بڑی کم عقلی کی بات ہے۔



سولی پر چڑھا دیا گیا

حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ جو میدان طریقت و معرفت کے مرد ہیں۔ حلاج اس لئے کہلائے کہ ایک دفعہ روئی کے انبار کی طرف انگلی سے اشارہ کیا' فوراً" بنولے الگ ہو گئے اور روئی الگ۔

ایک روز لوگوں نے حضرت سے پوچھا "خیر کیا ہے؟" فرمایا "یہ کہ کسی کے ہاتھ اور پیر کاٹ کر اسے سولی پر چڑھا دیں تو وہ خاطر جمع رکھے۔ چنانچہ حضرت " اناالحق" کا نعرہ لگانے لگے تو حضرت پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور کہا گیا کہ تم اناالحق نہیں ہو الحق کہو۔ بولے "میں تو وہی کہتا ہوں' لیکن تم کہتے ہو کہ وہ "گم" ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلی رات قید خانے میں حضرت" گم ہو گئے۔ دوسری رات بھی موجود نہ تھے' تیسری رات موجود تھے' محافظ کے استفسار پر فرمایا۔ پہلی رات میں دوست کے پاس تھا' دوسری رات دوست میرے پاس تھا اور آج تیسری رات اس لئے موجود ہوں کہ جو شریعت مطہرہ کا حکم ہے اسے بجالاؤں۔ اسی دوران میں ایک عارف نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا "عشق کیا ہے؟" فرمایا آپ کو پرسوں تک معلوم ہو جائے گا۔ تیسرے روز حضرت کو پھانسی دی گئی۔ پہلے حضرت کے ہاتھ اور پیر کاٹے گئے پھر سولی پر چڑھایا گیا۔



خودداری

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے مشہور ولی اللہ گزرے ہیں۔ آپ ایک صاحب ایمان' خوددار' اور باضمیر انسان تھے۔ اس لئے بادشاہوں اور سرکاری حکام سے میل ملاقات کبھی بھی پسند نہ فرماتے تھے اور ہمیشہ ان سے دور ہی رہتے تھے۔ خلیفہ وقت مہدی بن منصور نے کچھ ایسی صورتحال پیدا کر دی کہ مجبوراً" حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے دربار میں آنا پڑا آپ چونکہ اپنی مرضی سے

دربار میں نہ آئے تھے اور پکڑ کر بلائے گئے تھے یعنی آپ کو زبردستی لایا گیا تھا اس لئے رنجیدہ خاطر تھے۔ آپ جب خلیفہ کے دربار میں داخل ہوئے تو صرف "السلام علیکم" کہا اور کسی قسم کے شاہی آداب بجا لانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ آپ انتہائی خاموشی کے ساتھ چپ سادھے کھڑے تھے کہ خلیفہ مہدی ابن منصور نے ازراہ خوش طبعی کہا کہ آپ مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے تھے یہ سمجھ کر مطمئن تھے کہ میں آپ کو نقصان پہنچانے سے قاصر ہوں۔ مگر اب تو آپ میرے قبضہ قدرت میں ہیں۔ میں آپ کے بارے میں جو چاہوں حکم دے سکتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نظریں اٹھا کر خلیفہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم جو حکم میرے لئے دو گے' اللہ تعالیٰ وہی حکم تمہارے لئے دے گا۔ اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جرات مندانہ جواب سن کر شاہی محافظ دستے کے سردار ربیع رحمۃ اللہ علیہ کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے خلیفہ مہدی سے تلوار اٹھانے کی اجازت طلب کی۔ اس پر مہدی نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ کیا تم اس بزرگ کو قتل کر کے مجھے ان کی خیر و برکت سے محروم کرنا چاہتے ہو۔ چنانچہ ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار کر لی۔

اس کے بعد خلیفہ مہدی نے کوفہ کے عہدۂ قضا کا پروانہ لکھ کر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلوں میں کوئی بھی کسی صورت میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی نہ کرے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کے دربار میں تو اس پروانہ کو لے لیا مگر دربار سے باہر آتے ہی آپ نے اس پروانہ کو پھاڑ دیا اور اس کو پرزے پرزے کر کے دریائے دجلہ میں بہا دیا۔ اس کے بعد حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ روپوش ہو گئے۔ گو خلیفہ مہدی نے آپ کو تلاش کرانے کی بے انتہا کوشش کی مگر اسے اس مقصد میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ خلیفہ مہدی کی حکومت کے اختتام تک روپوش رہے اور کسی کے قابو میں نہ آ سکے۔



محل یا سرائے

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کی بادشاہت ترک کر کے درویشی اختیار کر لی تھی' ایک مرتبہ زمانہ شاہی میں ایک شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے محل میں آیا اور کہا میں اس سرائے میں رات بسر کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا "بے وقوف یہ سرائے نہیں میرا محل ہے۔" وہ بولا " لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے اس میں کون رہتے تھے اور پھر ان سے پہلے!"

انہوں نے کہا "مجھ سے پہلے اس محل میں میرا باپ' اور ان سے پہلے میرا دادا رہتے تھے۔" وہ شخص مسکرا کر بولا "بادشاہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کہئے یہ مکان ہوا یا سرائے' یہاں ایک آتا ہے اور دوسرا جاتا ہے۔" حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت متاثر ہوئے اور دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔



رزق وہاں سے ملا جہاں گمان بھی نہ تھا

حضرت محمد بن یعقوب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر سے سیاحت کے ارادے سے نکلا اور بیت المقدس جا پہنچا اور بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک عبادت میں مشغول رہا۔ اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ اسی حالت میں میں نے دو راہبوں کو سیر کرتے دیکھا۔ ان کے بال پریشان اور گرد آلود تھے۔ میں ان کے پاس گیا۔ انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو۔ ان راہبوں نے کہا ہاں ہم اللہ کے ملک میں اس کے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ملامت کرنے لگا اور کہا کہ یہ دونوں راہب باوجود غیر مسلم ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو مسلمان

ہوتے ہوئے توکل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر میں نے ان سے کہا' کیا تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ انہوں نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں راہب اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تیمم کیا۔ وہ مجھے مٹی سے تیمم کرتے دیکھ کر مسکرائے۔ جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف شفاف پانی وہاں سے نکلا۔ میں حیران رہ گیا اور پھر دیکھا تو ان کے دائیں جانب کھانا تیار رکھا ہوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تجھے کیا ہوا ہے؟ جو حیران ہے۔ آگے بڑھو اور اسے کھاؤ جو حلال روزی ہے اور یہ ٹھنڈا پانی پی اور اللہ کریم کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔

صبح ہوئی اور ہم تینوں سفر کے لئے تیار ہوئے اور شام تک چلتے رہے۔ جب شام ہوئی تو ایک جگہ ٹھہرے۔ ایک زاہب نے ہم سے ذرا دور نماز پڑھ کے چکے سے دعا کی اور پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی نکل آیا جیسے کل اس کے ساتھی نے کھودا تھا اور اس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا تھا۔ اس راہب نے مجھ سے کہا آگے بڑھ کر کچھ کھاؤ پیو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ ہم نے کھا پی کے نماز کے واسطے وضو کیا اور بعدازاں دیکھا تو پانی زمین میں اس طرح چلا گیا تھا جیسے یہاں تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب آئی تو انہوں نے کہا' اے محمدی یہ رات تیری ہے اور آج تیری باری ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' مجھے ان کے اس سوال سے بہت شرم آئی اور دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے ان سے کہا انشاء اللہ اچھا ہی ہو گا۔ پھر ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا! اے میرے مالک! تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں۔ جس کی وجہ سے تیرے نزدیک میرا رتبہ کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میرا منہ اس قابل ہے' لیکن میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا

آگے بڑھو اور کھانا کھاؤ۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھانا کھایا' پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں جب میری دوسری باری آئی' پھر میں نے پہلے ہی کی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چشمہ جاری ہوا اور کھانا بھی مہیا ہوا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دعا کی تو دو آدمیوں کا کھانا میسر آیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ انہوں نے کہا اے محمدی! یہ حادثہ کیونکر ہوا۔ تم اپنے کھانے اور پانی میں کمی نہیں دیکھتے ہو۔ میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں' یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہم اس کے حکم اور ارادے کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو' کبھی راحت' کبھی سختی ہو' کبھی آرام۔ تاکہ ہمارے صبر کی آزمائش ہو جائے۔ انہوں نے کہا' اے محمدی! تم نے سچ کہا۔ وہ بڑا رب ہے اور تمہارا دین اچھا ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم کلمہ شہادت پڑھیں۔ ان دونوں راہبوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا دین اسلام حق ہے اور اس کے سوائے سب باطل ہے۔ میں نے ان سے کہا' اے بھائیو! کیا تم کسی شہر میں چلو گے تاکہ جمعہ کے اجتماع میں شریک ہوں۔ کیونکہ جمعہ حج مساکین ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا' یہ اچھی رائے ہے اور اچھا فعل ہے۔ جب ہم اس ارادے سے چلے تو سامنے ایک عمارت نظر آئی' اندھیری رات تھی' غور سے دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک عرصہ تک اس میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ ہمارا رزق ایسی جگہ سے ہمیں ملتا تھا' جس کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے دونوں ساتھی رحلت کر گئے۔



دودھ کا پیالہ

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کے ہم عصر تھے۔ وہ اپنے مرشد مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پانی پت تشریف لے گئے اور دودھ کا بھرا ہوا ایک پیالہ شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ اس

کو دیکھ کر متبسم ہوئے اور گلاب کے پھولوں کی کچھ پنکھڑیاں دودھ میں ڈال کر اسے حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو واپس بھیج دیا۔ حضرت ترک پیالے میں گلاب کی پنکھڑیاں دیکھ کر مسکرانے لگے۔ حاضرین مجلس نے عرض کی کہ ہمیں بھی اس معاملہ کی حقیقت سمجھایئے۔ انہوں نے فرمایا شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دودھ سے لبریز پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ اس علاقہ میں تبلیغ و ہدایت کی ذمہ داری خواجہ علاؤ الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ نے تنہا میرے کندھوں پر ڈالی ہے اس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں۔ شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ میں پنکھڑیاں ڈال کر پیالہ جو واپس بھیج دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے فرائض میں دخل نہیں دیں گے اور یہاں اسی طرح رہیں گے جس طرح دودھ سے لبریز پیالہ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔ شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس معاملہ کی یہی توجیہہ کی۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں میں آخر وقت تک بے حد خوشگوار مراسم رہے۔



ہاتھ دکھا ہو

حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمرے میں نماز ظہر میں مشغول تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دشمن تراب نامی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنہا دیکھ کر حجرہ میں گھس آیا اور چھرے سے جسم مبارک پر گیارہ زخم لگائے اور سمجھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کام تمام ہو چکا ہے، وہاں سے بھاگ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے دیکھا اور اسے گرفتار کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو لائے اور چاہا کہ اسے زدو کوب کریں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے۔ شیخ صدر الدین کلیم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو قسم دی کہ ہرگز اس کو تکلیف نہ پہنچائیں اگر اس کو تکلیف دی گئی تو یہ فعل خلاف وصیت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہو گا، کیا تعجب ہے کہ اس کا ہاتھ چھرا چلاتے ہوئے دکھا ہو۔



بیع نامہ پھاڑ دیا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم چند فقراء کی ایک جماعت تھی۔ ہم جس وقت چاہتے تھے چلتے تھے۔ اور جہاں چاہتے تھے پہنچ جاتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنی اولاد کے واسطے ایک مکان خریدا اور اس کا بیعنامہ میں نے حاصل کیا۔ میرے دوستوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم فلاں مقام پر ہیں ہم سے آ ملو' میں اپنے اس حال کی طرف رجوع ہوا' جس کے سبب دور دور کی مسافت تھوڑے عرصہ میں طے کرتا تھا۔ لیکن وہ کیفیت مجھ میں نہ رہی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے پاس آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ وہ پر جن پر میں اڑتا تھا' میرے پاس نہ رہے' وہ کٹ گئے ہیں۔ ساتھیوں نے کہلا بھیجا کہ دنیاداری کی وجہ سے یہ نقصان تمہیں پہنچا ہے' تم دنیاداری کو چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے اسی وقت بیعنامہ پھاڑ کر پھینک دیا اور میری حالت بھی پہلی جیسی ہو گئی اور پل جھپکتے میں اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔



تحفہ

امیر مامون کے عہد کے ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتلے تھل میں رہا کرتا تھا۔ اس کے نواح کے سب کنوئیں کھاری تھے۔ پانی آسمان پر سے بھی برستا تو شور زمین کے سبب کھارا ہو جاتا۔ وہاں کی خلقت نے میٹھے پانی کا مزہ مطلق نہ چکھا تھا قضارا وہاں قحط پڑا۔ ہر کوئی کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس اعرابی نے بھی اس علاقہ سے مسافرت اختیار کی۔ اس خیال سے کہ امیر کے پاس التجا لے جائے۔ امیر ان دنوں کوفہ کے قرب و جوار میں لب آب فرات شکار کھیل رہا تھا۔ جب یہ اعرابی اپنے علاقہ کی حدود سے باہر کسی گاؤں کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ ایک گڑھے میں بارش کا پانی جمع ہے اس نے اس میں سے کچھ پیا تو تعجب کیا کہ دنیا میں ایسا میٹھا پانی بھی ہوتا

ہے۔ ہو نہ ہو یہ ضرور بہشت کا پانی ہے جو پروردگار نے میری خاطر جنت سے اتارا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے مشک بھر کر امیر کے پاس لے جاؤں تو وہ خوش ہو کر مجھے انعام دے گا۔ آخر چند روز کے بعد وہ پانی لے کر امیر کی خدمت میں پہنچا۔ امیر نے پوچھا' تو کہاں سے آیا ہے۔ کہا فلاں علاقہ سے اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں جو کسی بادشاہ کو میسر نہ ہوا ہو گا۔ پانی خلد کا خوش ذائقہ ہے۔ امیر نے کہا اچھا دے جو میں پیوں۔ اعرابی نے وہ مشک آگے رکھ دی۔ امیر نے ایک چلو اس میں سے پیا اور باقی کوزوں میں بھروا لیا اور فرمایا تیری کیا حاجت ہے۔ بولا اے امیر! قحط نے مجھے بے وطن کر کے دربدر بھٹکایا ہے۔ اب تیرے دامن کا آسرا لیا ہے۔ امیر نے کہا میں تیری حاجت روا کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تو یہیں سے پلٹ جائے آگے نہ بڑھے۔ وہ اس بات پر راضی ہوا۔ پھر امیر نے وہ مشک زر سے پر کر دی اور بدرقہ ہمراہ دے کر اسے رخصت کر دیا۔ تب مقربوں نے پوچھا کہ اسے یہیں سے واپس کر دینے میں کیا حکمت تھی۔ فرمایا اگر وہ چند قدم اور بڑھتا اور فرات کا پانی پیتا تو ایسا تحفہ لانے سے خجالت کھینچتا۔ مجھے حیا آئی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لا کر شرمندہ ہو۔



سستا سودا

ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک درویش کو روتے ہوئے دیکھا' فرمایا "کیا تجھے درویشی مفت مل گئی ہے جو روتا ہے۔" درویش نے کہا "تو کیا درویشی کی بھی قیمت ہوتی ہے؟" فرمایا "ہاں میں نے بلخ کا ملک دے کر اسے خریدا ہے اور جب غور کرتا ہوں تو مجھے یہ سودا سستا معلوم ہوتا ہے۔"



اطاعت مولیٰ

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بادشاہی کے زمانے میں دربار لگائے بیٹھے تھے۔ غریبوں' ناداروں اور حاجت مندوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ ایک ایک آتا۔ اپنی حاجت بتاتا۔ آپ اس کی حاجت پوری کرتے۔ وہ خوشی خوشی بادشاہ کو دعائیں دیتا چلا جاتا۔ اتنے میں ایک سوداگر آیا اور عرض کیا کہ بادشاہ سلامت کے اقبال کا ستارہ ہمیشہ تابندہ رہے۔ میرے پاس کچھ غلام ہیں اگر حضور از راہ مسافر نوازی انہیں دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو بڑا کرم ہو گا۔ بادشاہ نے غلاموں کو پیش کرنے حکم دیا۔ سوداگر بڑا خوش ہوا۔ فوراً" باہر نکلا اور چند غلاموں کو لے کر حاضر ہو گیا۔ باری باری ایک ایک غلام پیش کرتا اور اس کی خوبیاں بتاتا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ جب سارے غلام دیکھ چکے تو سوداگر سے پوچھا ان غلاموں کے علاوہ کوئی اور غلام بھی تمہارے پاس ہیں۔ سوداگر نے کہا کہ حضور صرف ایک غلام اور ہے وہ حضور کے قابل نہیں۔ اس لئے میں نے اسے پیش نہیں کیا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسے بھی پیش کرو۔ جب وہ غلام آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ادب سے سر جھکا کر بادشاہ کو سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ غلام کو جس نام سے چاہیں جناب یاد فرما سکتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا کھایا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ مالک اپنی مرضی سے جو چاہے کھلا دے وہی میری پسندیدہ غذا ہو گی۔ آپ نے سوال کیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ تاکہ اسے پورا کیا جا سکے۔ غلام نے مسکرا کر کہا کہ بندہ پرور! میں ایک غریب غلام ہوں نہ اختیار اپنا نہ ارادہ اپنا۔ اس لئے مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں کسی خواہش کو اپنے دل میں جگہ دوں یا کسی خواہش کا اظہار کروں۔

غلام کی بات سن کر حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ غلام اسی طرح ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔

آپ نے دل میں سوچا کہ اے ابن ادھم! تجھ پر ہزار افسوس۔ تو بھی اپنے خدا کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن تیرا مقام اس غلام سے بھی کم تر ہے جس نے اپنے سارے اختیارات اپنے مالک کے سپرد کر دیے ہیں۔ تیرا مالک تو سارے مالکوں کا مالک ہے۔ تو بھی اس کا غلام کہلاتا ہے لیکن سارے اختیارات اپنے پاس رکھتا ہے۔

بات سچی ہے۔ غلام کو آقا جس حال میں رکھے وہ خوش رہے۔ کیونکہ مالک اسی غلام سے خوش ہوتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کرے۔ کسی بات کے ماننے سے انکار نہ کرے۔ مالک نے جو کام اس کے سپرد کر رکھے ہیں انہیں بلا چوں و چرا پوری دیانت و امانت اور پوری تندہی و جاں فشانی سے سرانجام دے۔ تاکہ اس کا مالک اس سے خوش رہے۔ کوئی بھی مالک اپنے غلام کو کام چور' غفلت شعار' نافرمان' بے ادب اور گستاخ دیکھنا پسند نہیں کرتا اور اگر ہم بھی اپنے مالک کی حقیقی اطاعت و فرمانبرداری کے سامنے گردن جھکا دیں تو پھر ہر کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور ہر منزل ہمارے استقبال کے لیے بے قرار نظر آئے گی۔



آگ

ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دہریہ سے آمنا سامنا ہوا۔ دونوں اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے' آخر کار دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں سے گزریں' جو نہ جلے وہ حق پر ہے۔ دونوں نے ایسا ہی کیا اور دونوں آگ کے ضرر سے محفوظ رہے۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ جب دہریہ جھوٹا تھا' تو کیوں نہ جل گیا۔ غیب سے انہیں الہام ہوا کہ وہ تمہاری صحبت کی برکت سے بچ گیا۔ کیونکہ آگ اللہ کے دوستوں پر حرام ہے۔



دوبارہ آنے کی تکلیف نہ دی جائے

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سلطان نور الدین جہانگیر کے ہم عصر تھے۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کا حال سن کر بادشاہ کے دل میں ان سے ملاقات کا بے حد اشتیاق پیدا ہوا اور اس نے آپ کو آگرہ آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے اس کی دعوت قبول کر لی اور بادشاہ سے ملاقات کے لئے آگرہ تشریف لے گئے۔ اس ملاقات کا حال جہانگیر نے تزک جہانگیری میں اس طرح بیان کیا ہے۔

مجھے بتایا گیا کہ لاہور میں میاں شیخ محمد میر رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک سندھی الاصل درویش مقیم ہیں جو بڑے عالم و فاضل' عابد و زاہد' صاحب حال' متوکل اور دولت فقر سے مالا مال ہیں' میرے دل میں ان سے ملاقات کا بے حد اشتیاق پیدا ہوا۔ میں نے اپنی حکومت کے چودھویں سال میں ان کو آگرہ آنے کی دعوت دی اور اپنے خط میں اپنی باطنی کیفیت کا اظہار کیا۔ انہوں نے کمال مہربانی سے میری دعوت قبول کر لی اور باوجود سن رسیدہ اور ضعیف ہونے کے میرے پاس آگرہ تشریف لائے۔ یہاں میری اور ان کی طویل صحبتیں رہیں۔ روحانی پاکیزگی' اعلیٰ کردار اور صفائے قلب کے لحاظ سے ان کی ذات مثالی تھی۔ مجھے انہوں نے دینی دنیوی نہایت باریک اور دقیق نکات بتائے۔ ہرچند میں نے چاہا کہ میں ان کی خدمت میں نقد روپیہ بطور نذر پیش کروں مگر ان کی طبیعت کو میں نے ایسی چیزوں سے بے نیاز پایا۔ بمشکل تمام انہوں نے نماز پڑھنے کے لئے سپید ہرن کی کھال کا ایک مصلیٰ قبول فرمایا اور اس کے بعد فوراً" مجھ سے رخصت ہو کر لاہور تشریف لے گئے۔

جہانگیر کے پوتے دارا شکوہ نے اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں اپنے دادا کے بیان پر یہ اضافہ کیا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر کی دعوت پر جب حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لے گئے تو شہنشاہ نے خود ان کا استقبال کیا اور کئی دفعہ ان کی قیام گاہ پر بھی خود چل کر گئے۔ بادشاہ نے رخصت کے وقت دست بستہ عرض کی کہ اگر آپ کی کوئی خواہش ہو تو بیان کیجئے۔ تاکہ میں اس کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

آپ نے فرمایا مجھے صرف ایک چیز کی خواہش ہے اگر اس کو پورا کرنے کا وعدہ کرو تو بیان کروں گا۔ شہنشاہ نے وعدہ کیا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کروں گا۔ آپ نے فرمایا میری خواہش یہ ہے کہ مجھے دوبارہ یہاں آنے کی تکلیف نہ دی جائے۔



بادشاہ شرمندہ ہو گیا

حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ نے با اشارہ غیبی بخارا سے خوارزم کا قصد کیا اور اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے تو وہاں ٹھہر گئے اور درویشوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ ایک فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور اقامت کا ارادہ رکھتا ہے اگر تمہاری اجازت ہو تو شہر میں داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ درویشوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا کہ اگر بادشاہ اجازت دے تو اجازت نامے پر بادشاہ کے دستخط اور سرکاری مہر لگوا لینا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے پاس گئے اور مدعا عرض کیا تو بادشاہ اور ارکان سلطنت ہنس پڑے اور کہنے لگے وہ سادہ نادان آدمی ہیں۔ پھر بطور مذاق اجازت نامے پر دستخط کر کے شاہی مہر ثبت کر دی اور درویشوں کو دے دی۔ درویش اجازت نامہ لے کر حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ پھر حضرت شہر میں داخل ہوئے اور گوشہ نشین ہو کر بطریق خواجگان اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ آپ ہر روز صبح کے وقت مزدوروں کی بستی میں جاتے اور دو ایک مزدوروں کو اپنے مکان پر لے جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو اور نماز عصر تک باوضو ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔ بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔

مزدور بڑی خوشی سے ایسا کرتے اور نماز عصر تک آپ کی صحبت میں رہتے مگر جو مزدور ایک دن اس طرح آپ کے پاس رہتے آپ کی صحبت کی برکت اور آپ کی تاثیر و تصرف باطنی سے ان میں یہ وصف پیدا ہو جاتا کہ آپ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد وہاں کے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

مرید بن گئے اور آپ کے گرد طالبوں کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ رفتہ رفتہ کسی نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے اکثر لوگ اس کے مرید ہو گئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس کے سبب ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کہ پھر جس کا انسداد ممکن نہ ہو۔

بادشاہ نے اس بات کے ڈر سے حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ کو شہر سے اخراج کا حکم دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری ہی اجازت و مصلحت سے آئے ہیں اگر تم اپنے حکم سے پھرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور ارکان حکومت بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔



تعویذ کا اثر

حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک گاؤں میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ فقیری کے علاوہ ان میں دو کمالات اور بھی تھے' ایک تو وہ کیمیا گر تھے۔ دوسرے عمل جانتے تھے۔ چنانچہ ایک زمیندار ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میری گائے گم ہو گئی ہے۔ ان بزرگ نے ایک تعویذ لکھا اور جس طرف گائے کا نشان دیا تھا' اس طرف تعویذ کا رخ کیا۔ تھوڑی دیر میں گائے اس طرف سے دوڑی چلی آئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیفیت دیکھ کر تعویذ کا رخ اپنی طرف کر لیا۔ وہ گائے الٹی پھر گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے اگر کہو تو اسی طرح گائے کو دوڑا دوڑا کر ہلاک کروں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعویذ سامنے کیا گائے چلی آئی۔



ایک ولی اللہ کی سوچ

ظہر کی نماز کا وقت تھا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کے مرید بھی ساتھ تھے راستے میں ایک سوئے ہوئے سپاہی کو دیکھ کر آپ کے مریدوں نے جگانا چاہا کہ وہ بھی نماز ظہر میں شریک ہو جائے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے مریدوں کو روک دیا کہ اس کا سونا ہی عبادت ہے اور اس کی بھلائی کے باعث کیونکہ یہ جاگے تو مخلوق خدا کو آزار پہنچائے گا اور گنہ گار ہو گا جب کہ سویا رہے گا تو اس کے شر سے خلق خدا محفوظ رہے گی۔



دراز گیسو

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ سیادت' کرامت اور ولایت میں شان عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پالکی کندھے پر لئے ہوئے جا رہے تھے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بال بہت بڑے بڑے تھے۔ پالکی اٹھاتے وقت پالکی کے ڈنڈے کے نیچے دب گئے۔ دور دراز کی مسافت طے کرنا تھی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ اگرچہ بے حد تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ مگر بوجہ ادب اور عشق و محبت آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گیسو پالکی کے ڈنڈے کے نیچے سے نہ نکال سکے اور اسی طرح تمام راستہ طے کر کے منزل پر پہنچے۔ جب اس بات کا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو ان کی عقیدت اور محبت صادق سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد



حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلمہ حق

عمر بن ہبیرہ جب یزید بن عبدالملک بادشاہ دمشق کی طرف سے عراق و خراسان کا گورنر بن کر آیا تو اس نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، امام شعبی کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان علماء حق کے سامنے یہ تقریر کی کہ یزید بن عبدالملک کو خداوند عالم نے اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے اور مجھ کو خلیفہ کی طرف سے گورنری کا عہدہ ملا ہے لہٰذا مجھے خلیفہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے میں بلاچوں و چرا اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ اس بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ گورنر کی اس سیاسی گفتگو کا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جو صاف اور سچا جواب دیا ہے وہ انتہائی عبرت انگیز ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ تو یزید بن عبدالملک کے بارے میں خدا سے ڈر اور خدا کے بارے میں ہرگز ہرگز یزید بن عبدالملک کا خوف مت کر۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ تجھ کو دونوں جہاں میں یزید بن عبدالملک کے شر سے بچا سکتا ہے۔ مگر یزید بن عبدالملک خدا کے قہر و عذاب سے تجھ کو ہرگز ہرگز نہیں بچا سکتا۔

یاد رکھ! وہ قہار و جبار عنقریب تیرے پاس ملک الموت کو بھیجے گا جو تجھ کو تیرے وسیع گورنمنٹ ہاؤس اور شاندار تخت سے یک لخت اندھیری اور تنگ قبر میں پہنچا دے گا۔ وہاں تجھ کو بجز تیرے اعمال کے کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا تو خدا کے فرمان کے خلاف کسی بادشاہ کے حکم سے جرات مت کر۔ کیونکہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی اس ولولہ انگیز اور ہدایت افروز تقریر سن کر گورنر ایک عالم ربانی کی مجاہدانہ جرات پر محو حیرت ہو کر خاموش ہو گیا اور تینوں علماء حق دربار سے اٹھ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔



دولت

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر انسان مال سے تعلق رکھتا ہے اگر اللہ تعالیٰ سے رکھے تو وہ کبھی بھوکا نہ رہے' حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے فقر کے دبدبے کی آواز ہر طرف سنی تو بارہا فرماتے کہ ہم جب سے فقر کی تلاش میں باہر نکلے ہیں' دولت مندی خود ہمارے ہاں آتی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مسجد الحرام میں ایک جوان کو دیکھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے یاد الٰہی میں مستغرق ہے۔ میرے پاس سو درہم کی ایک تھیلی تھی' میں اس کے پاس لے گیا' لیکن اس نے ذرہ برابر توجہ نہ کی' جب میں نے بہت اصرار کیا' تو وہ بولا۔ "اے شیخ! میں ان کو دنیا دے کر نہیں خرید تا چہ جائیکہ انہیں آخرت کے بدلے خریدوں۔ جس شخص کی نظر ہمیشہ رہنے والے خزانے پر ہے وہ کیونکر دنیا کی فنا ہونے والی دولت پر نظر ڈالے گا اور جس کو حقیقی بادشاہ کا قرب حاصل ہے وہ ان عارضی حاکموں کی طرف کیونکر رغبت کرے گا وہ امیر جو فقیروں کے دروازے پر آئیں' نیک بخت ہیں اور جو فقیر امیروں کے دروازے پر جائیں یہ ان کی بدبختی ہے۔"



قطعی جواب

امیرالمومنین خلیفہ مامون نہایت حاضر جواب تھا۔ ایک روز اس نے کہا کہ میری تمام عمر میں تین شخصوں نے گفتگو میں مجھ پر غلبہ حاصل کیا اول مادر فضل سہیل جو کہ اس کے ماتم میں نہایت گریہ و زاری کرتی تھی۔ میں نے اس کو کہا کہ اس کی بجائے میں تیرا بیٹا ہوں گا اور تجھ کو اس سے زیادہ عزت و احترام کے ساتھ رکھوں گا۔ اس نے کہا' کہ ایسے فرزند کی موت پر جس کے باعث مجھ کو تیرے جیسا فرزند ہاتھ آئے کیوں گریہ و زاری نہ کروں۔ دوسرے ایک سیاح نے مصر میں

دعویٰ پیغمبری کیا اور کہا کہ میں موسیٰ عمران ہوں۔ اس کو میرے پاس لایا گیا۔ میں نے کہا موسیٰ عمران کے پاس تو معجزات تھے بیضا اور عصا وغیرہ تو بھی کوئی معجزہ دکھلا۔ کہا موسیٰؑ نے معجزات اس وقت دکھلائے تھے جبکہ فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور کہا انا ربکم الا علی۔ تو بھی یہ دعویٰ کر۔ تاکہ میں معجزات دکھلاؤں۔ تیسرے ایک علاقہ کے دہقان میرے پاس اس علاقہ کے حاکم کی شکایت لائے۔ میں نے کہا وہ شخص تو عالم و عادل اور پارسا و امین ہے۔ انہوں نے کہا واجب ہے کہ اس کے عدل کا فائدہ تمام خلق کو پہنچایا جائے نہ کہ صرف ہم ہی اس کے فائدہ کے ساتھ مخصوص رکھے جائیں اور دوسرے لوگ اس کے عدل کے فائدہ سے محروم رہیں۔



ابو حازم کی حق گوئی

سلیمان بن عبدالملک جو بنو امیہ کا بادشاہ تھا۔ ایک مرتبہ شیخ الحدیث ابو حازمؒ سے یہ دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ دنیا کو پسند اور آخرت کو ناپسند کرتے ہیں؟ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو برباد کیا اس لئے تم لوگ آبادی سے ویرانے کی طرف منتقل ہونے سے گھبراتے ہو۔ پھر سلیمان نے پوچھا' کاش ہم کو معلوم ہو جاتا کہ آخرت میں ہمارا کیا حال ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم۔ یعنی نیکو کار کا تو یہ حال ہو گا کہ جیسے برسوں کا بچھڑا ہوا مسافر خوشی خوشی اپنے اہل و عیال میں آتا ہے اور بدکار کا یہ حال ہو گا کہ جیسے بھاگا ہوا غلام گرفتار کر کے آقا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ ابو حازم کی یہ حق گوئی تیر بن کر سلیمان کے قلب میں پیوستہ ہو گئی اور وہ چیخ مار کر رونے لگا۔



قسم کھالی

خلیفہ منصور نے ایک روز حضرت عمرو بن عبید کو بلا بھیجا۔ وہ تشریف لائے تو منصور نے انہیں کچھ مال دینا چاہا۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ منصور نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو یہ مال لینا ہی پڑے گا۔ حضرت عمرو بن عبید نے بھی قسم کھا کر فرمایا کہ میں ہرگز نہ لوں گا۔ منصور کا بیٹا مہدی جو پاس ہی بیٹھا تھا کہنے لگا کہ امیرالمومنین نے قسم کھالی ہے آپ یہ مال لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ قسم میں نے بھی کھالی ہے۔ امیرالمومنین کو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دینا میری نسبت زیادہ آسان ہے۔ منصور نے کہا اچھا کوئی حاجت بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ جب تک میں خود یہاں نہ آؤں مجھے بلوایا نہ جائے اور جب تک میں خود آپ سے کچھ نہ مانگوں مجھے کچھ نہ دیا جائے۔ منصور نے کہا' کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے مہدی کو اپنا ولی عہد کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں موت آئے گی تو تم دوسری باتوں کی طرف اس طرح مشغول ہو جاؤ گے کہ تمہیں اس بات کا خیال تک بھی نہ آئے گا۔



پانچ سو اشرفیاں

حضرت یعقوب بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ' جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف میں تھے' دس دن تک بھوکے رہے۔ یہاں تک کہ جسم میں شدت کے ساتھ کمزوری طاری ہونے لگی۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ جنگل میں جائیں شاید وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب ہو سکے۔ اس ارادے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں نکل گئے۔ وہاں پہنچ کر آپؒ کی نگاہ ایک جگہ گلے سڑے ہوئے شلجم پر پڑی۔ آپؒ نے اسے اٹھالیا۔ لیکن اس عمل سے دل میں ایک عجیب سا اضطراب اور بے

چینی سی پیدا ہوئی۔ یوں محسوس ہوا جیسے کوئی آپ سے کہہ رہا ہو۔
اے یعقوب بصریؒ! تم دس روز تک بھوکے رہے۔ آخر تمہارا حصہ یہ سڑا ہوا شلجم نکلا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ شلجم اسی وقت زمین پر پھینک دیا اور خدا کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے مسجد الحرام میں تشریف لے آئے اور بیٹھ رہے۔ تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ اچانک ایک شخص داخل ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

اس نے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کرتے ہوئے بولا کہ یہ خصوصی طور پر آپ کے لئے ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ میرے لئے خصوصی طور پر کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ ایک روز دریا میں سفر کر رہا تھا اور میری کشتی طوفان میں آ پھنسی۔ کشتی میں ایک شخص نے یہ دعا کی کہ اگر خدا ہمیں غرقابی سے نجات دے تو اس کی راہ میں ہم کچھ خیرات کریں گے۔

میں نے بھی یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے میری جان بچا لی تو میں پانچ سو اشرفیاں خیرات کروں گا اور مسجد حرام میں جس شخص پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی اسی کو دوں گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ سب سے پہلے ملے اس لئے یہ آپ کی نذر ہیں۔

آپ نے جب تھیلی کھولی تو اس میں اشرفیوں کی بجائے میدے کی روٹی' مصری اور بادام نکلے۔ آپ نے اس میں ایک مٹھی خود لی اور باقی اسے واپس کرتے ہوئے کہ اسے جا کر اپنے بچوں میں تقسیم کر دے۔ پھر اپنے نفس سے فرمایا "اے نفس! تیرا رزق تیری طرف خوذ چلا آ رہا ہے اور تو اسے جنگل میں جا کر ڈھونڈتا ہے۔"



وفاداری

ایک غازی کا کسی مشرک سے مقابلہ ہوا۔ بڑی دیر تک جدال و قتال میں

مصروف رہے کوئی کسی پر غالب نہ ہو سکا۔ نماز کا وقت آیا غازی نے کہا کہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے تاکہ نماز ادا کر لوں۔ اس نے مہلت دے دی۔ بعد نماز پھر مشغول حرب و ضرب ہوئے۔ اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت آگیا۔ اس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا۔ مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقت نصرت ہے' اس کا کام تمام کر دوں۔ ناگاہ غیب سے ندا آئی کہ او بیوفا کیا "اوفو بالعقود" کے یہی معنی ہیں۔ اس معاملہ میں تم سے تو مشرک ہی افضل نکلا۔ یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے لگا۔ اور گر پڑا جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہو کر غازی کے مقابلہ میں آیا تو اس کو زار و بیقرار پایا۔ حال پوچھا۔ اس نے کیفیت سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا۔ مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بے شک ان کا دین سچا ہے کہ خدا نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا۔ فوراً" غازی سے کہا کہ مجھ کو ارکان اسلام تعلیم کر اور مسلمان ہو گیا۔ ایسے ہی آج کل کے مسلمان بھی بے وفائی میں یکتا ہیں۔لیکن ہاتف غیب کی ندا ان کو سنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں۔ اگر دیکھتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔



عیادت

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سخت علیل ہو گئے اور اس موقع پر حضرت جنیدؒ آپ کی مزاج پرسی کے لئے آئے اور آپ کو کچھ پھلوں اور پھولوں کے تحائف پیش کئے۔ اس کے بعد ایک بار جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے تو حضرت نوریؒ بھی اپنے مریدوں کے ہمراہ ان کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے اور مریدوں سے فرمایا کہ وہ سب لوگ جنیدؒ کا مرض اپنے اوپر تقسیم کر لیں۔ ابھی آپ نے مریدوں کو ہدایت ہی کی تھی کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ صحت یاب ہو گئے۔ اس پر آپ نے مسکراتے ہوئے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ پھل اور پھول کی بجائے اس طرح عیادت کرنی چاہئے۔



آٹھ سنہری باتیں

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ عبادت و ریاضت میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں بھی یکتائے روزگار مانے جاتے تھے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد ساری زندگی اللہ کی یاد سے کبھی غافل نہ رہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ حاتمؒ کا شمار ہمارے دور کے صدیقین میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت شیخ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ قرب الٰہی کے مقام پر فائز تھے اور تجلیات الٰہی کے انوار سے ان کا دل زندہ روشن و تابندہ تھا۔ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کی پوری توجہ سے تربیت فرمائی تھی اور ان پر خاص نظر رکھتے تھے۔

ایک دن حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ پیرو مرشد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ حاتم یہ بتاؤ کہ تم کتنے عرصے سے میرے پاس آتے جاتے ہو۔ عرض کیا کہ حضور والا 35 سال سے بندہ بارگاہ کی حاضری کی سعادت کا شرف حاصل ہے۔ ارشاد فرمایا' اب یہ کہو کہ تم نے 35 برس میں مجھ سے کیا سیکھا ہے؟

راست باز و باخلاص مرید نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ قبلہ عالم صرف آٹھ باتیں سیکھی ہیں۔ اور ان ہی پر عمل کر رہا ہوں۔

صاحب دل مرشد نے بڑی حیرت سے اپنے مرید کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں نے 35 برس تم پہ بڑی محنت کی ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ صرف آٹھ باتیں سیکھی ہیں۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ باندھ کر اور گردن جھکا کر عرض کیا۔ حضور والا' میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں جھوٹ نہیں بولتا' میں نے آٹھ باتیں سیکھی ہیں۔ فرمایا' بتاؤ وہ کون سی آٹھ باتیں ہیں؟

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہنا شروع کیا حضور والا' خواہشات نفس کو دبائے بغیر اللہ کی اطاعت ممکن نہیں۔ اس لئے میں نے اپنے نفس کی ہر خواہش کو دفن کر دیا ہے۔ اب وہ اللہ کی ہدایت پر قائم ہو گیا ہے۔

میں نے اپنی ہر پسندیدہ چیز اللہ کے پاس بھیج دی ہے تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے اور میرے کام آئے۔ اللہ کے ہاں عزت و شرافت والا وہی ہے جو متقی و پرہیزگار ہے۔ اسی لئے میں نے تقویٰ اختیار کیا ہے تاکہ عزت و شرافت والا بن جاؤں۔

میں نے سمجھ لیا ہے کہ روزی بانٹنے والا اللہ ہے۔ مال و دولت کی کمی بیشی میں انسان کو کوئی دخل نہیں اس لئے میرا دل اس معاملے میں بالکل صاف ہے۔

اللہ کا فرمان ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو۔ اس لئے شیطان کے سوا میں نے سب دشمنی چھوڑ دی ہے۔

میں نے جان لیا ہے کہ مقدرہ روزی مجھے ہر حال میں مل جائے گی۔ اس لئے میں اس کی تلاش میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے اوقات اللہ کی ہدایت کے مطابق گزارتا ہوں۔

اللہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اللہ اسے کافی ہے۔ اس لئے میں اپنے اللہ پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہوں اور کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

حضور! میں نے دیکھا ہے کہ قبر میں سب سے ان کا محبوب جدا ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے نیکیوں سے محبت شروع کر دی ہے۔ تاکہ جب دوسرے جدا ہو جائیں تو یہ میرے ساتھ ہی رہیں۔

مرید باصفا کی باتیں سن کر حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ حاتمؒ میں نے تورات' زبور' انجیل اور قرآن حکیم کے جملہ علوم کو دیکھا ہے۔ خیر و فلاح اور نجات دارین کے سارے کام انہی آٹھ باتوں میں پائے جاتے ہیں۔



حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عدل

امیر المومنین ہم مظلوم ہیں۔ ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ ہماری فریاد سن لیجئے۔

ہمارے ساتھ انصاف کیجئے۔ ہم آپ سے اسی انصاف کی امید لے کر آئے ہیں۔ جس انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ یہ فریادی حمص سے آئے تھے۔ ان کی کچھ دکانوں پر ناجائز طور پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ دوکانوں کے اصل مالک تو یہی لوگ تھے مگر ایک حکمران نے یہ دکانیں اپنے بیٹے کے نام کر دی تھیں۔ ان کی فریاد سن کر امیر نے ان سے کہا۔ تم مطمئن رہو میں اللہ کی ہدایت اور اس کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا اور اس معاملے میں کسی کی رو رعایت نہیں کروں گا۔ تم خود دیکھ لو گے کہ میرا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہی ہو گا۔ بتاؤ تم پر کس نے ظلم کیا ہے اور تمہیں کس چیز سے محروم رکھا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا امیرالمومنین! ہمیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے بھتیجے نے ہماری دکانوں پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور وہ کسی صورت میں ہماری جائیداد واپس کرنے کو تیار نہیں۔ امیر نے اسی وقت اپنے بھتیجے کو دربار میں طلب کیا اور اسے کہا کہ یہ لوگ تمہاری شکایت لے کر آئے ہیں کہ ان کی جائیداد پر تم نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ یا امیر میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے ان کی کسی جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جن دکانوں پر یہ اپنا حق جتاتے ہیں وہ ساری دکانیں میرے والد نے میرے نام کی تھیں۔ جس کا دستاویزی ثبوت میرے پاس موجود ہے۔ اس لئے میں ان دکانوں کا بلاشرکت غیرے مالک ہوں۔ امیر نے کہا کہ تمہارے باپ کی تحریر کردہ دستاویز تمہارے کام نہیں آسکتی۔ یہ دکانیں انہی لوگوں کی ہیں اس کا پورا پورا ثبوت فراہم ہو چکا ہے اب تم پر لازم ہے کہ وہ ساری دکانیں ان کو واپس کر دو۔ جن پر تم نے اب تک قبضہ کر رکھا ہے۔ امیر کے اس بھتیجے نے بچپن ہی سے بادیہ میں پرورش پائی تھی۔ اس کی شکل و شباہت' اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' لباس اور جملہ عادات و خصائل بدویانہ طرز زندگی کے آئینے دار تھے۔ بڑا ضدی اور ہٹ دھرم تھا۔ مغلوب الغضب اتنا کہ کسی کی بات تک برداشت نہ کرتا تھا۔ امیر کے حکم پر ایک شخص اس کے ساتھ ہو لیا تاکہ وہ اس سے اپنی دکانیں حاصل کر لے۔ جب باہر نکلے تو اس نے دعویدار سے کہا کہ اگر اس نے دکانوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس کا برا حشر ہو گا۔ اسے خوب

ڈرایا اور دھمکایا اور چل دیا۔ فریادی واپس امیر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا امیر وہ تو مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔ ڈرا رہا ہے۔ امیر نے اپنے محافظ دستے کے افسر اعلیٰ کو بلا کر حکم دیا کہ اس شخص کو ساتھ لے جاؤ اگر وہ اس کی جائیداد واپس کر دے تو اچھا ہے اور اگر انکار کرے تو اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ فوجی سردار جب اس کے پاس پہنچا تو اس کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر تھا اور ایک بالشت تلوار نیام سے باہر جھانک رہی تھی۔ امیر کا حکم اسے سنا کر پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے؟ اس نے ساری دکانیں خالی کروا کر اصلی مالک کے حوالے کر دیں۔ امیر کے حکم کی تعمیل ہو گئی اور انصاف کے تقاضے پورے ہو گئے۔ اس صاحب دل امیر کا دور عہد خلافت کا بقیہ تھا۔ عدل و انصاف کی تیز روشنی سے سارے راستے روشن تھے۔ آج کے دور کے حکمرانوں کو جو عدل و انصاف کے دعویدار ہیں اور اپنے آپ کو عدل و انصاف کے علم بردار کہتے ہیں اگر اس مرد حق کے سامنے لا کر کھڑے کیے جائیں تو یقین کیجئے کہ سارے کے سارے ان کے سامنے بہت چھوٹے دکھائی دیں گے۔ اس مرد حق کو اسلامی دنیا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام سے یاد کرتی ہے انہیں عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔



مکان کو آگ لگ گئی

ایک دفعہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی قیام گاہ کے قریب کچھ مکانات کو آگ لگ گئی۔ حضرت مکانات کو جلتے دیکھ کر رونے لگے۔ جب آگ بجھی تو خادم خاص کو بلایا اور اس کو ہدایت کی کہ ان سب گھروں کو جو جل گئے ہیں گنو اور ہر گھر میں دو خوان کھانا' دو سبو پانی اور دو ٹکڑے لے جاؤ اور گھر والوں کو دلاسہ دو۔

ایک مرتبہ ایک سوداگر ملتان کے پاس لٹ گیا۔ وہ حضرت شیخ صدرالدین عارف ؒ کی سفارش لے کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

آپ کو اپنے لٹنے کی داستان سنائی۔ حضرت نے اپنے خادم خاص کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو فتوح پہنچے وہ اس سوداگر کو دے دو۔ چاشت تک 12 ہزار ٹکے آئے۔ یہ سب سوداگر کو دے دیئے گئے۔



نادر شاہ اور بڑھیا

نادر شاہ بڑا جرات مند بادشاہ تھا۔ کس کی مجال تھی جو اس کی زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ کو بھی ماننے یا عمل کرنے سے گریز کرے۔ عام دربار لگایا کرتا تھا جہاں مملکت کے ہر چھوٹے بڑے کو آنے کی عام اجازت تھی۔ خود مظلوم کی فریاد سنتا تھا اور داد رسی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھی خاتون آئی اور فریاد کی کہ بادشاہ سلامت! آپ کی حکومت کے زمانے میں بھی چوریاں ہو سکتی ہیں؟ مجھ غریب کو چوروں نے لوٹ لیا۔ میں ایک گٹھڑی میں اپنا سب کچھ باندھے سفر کر رہی تھی راستہ سنسان تھا' نہ آدم نہ آدم زاد' چور آئے اور میری گٹھڑی مجھ سے چھین کر فرار ہو گئے۔ میری فریاد سن لیجئے اور انصاف کیجئے۔ میرا مال مجھے واپس ملنا چاہئے وگرنہ میں قیامت کے دن آپ کا دامن پکڑ کر رب العزت کی بارگاہ میں فریاد کروں گی کہ بادشاہ نے مجھ سے انصاف نہیں کیا تھا۔

بڑھیا کی فریاد سن کر بادشاہ کو جلال آگیا۔ پوچھا کہ خاتون! کوئی گواہ ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا۔ کہ وہاں کون تھا جسے میں گواہ بنا کر پیش کروں۔ پھر پوچھا کہ وہاں کوئی اور چیز بھی تھی؟ بڑھیا نے کہا کہ ایک بڑا سا درخت وہاں تھا۔ یہ سن کر بادشاہ نے جلادوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس درخت کو سو کوڑے مارو اور بلند آواز سے کہو کہ اس بڑھیا کا مال واپس کر دو۔ سارے درباری حیران تھے کہ یہ کیسا حکم ہے بھلا درخت کہاں سے مال واپس کرے گا۔ لیکن نادر شاہی حکم تھا کون دم مار سکتا تھا۔ جلادوں نے حکم شاہی کی تعمیل میں درخت کو کوڑے مارنے شروع کر دیئے۔ دو چار روز ہی ہوئے تھے کہ یہ خبر اڑتے اڑتے چوروں کے کانوں تک جا

پہنچی۔ سوچنے لگے اگر ہم پکڑے گئے تو ہمارا حشر کیا ہو گا۔ پھر رات کے وقت بڑھیا کا سارا مال اکٹھا کیا' ویسے ہی گٹھڑی باندھی اور درخت کے نیچے چھوڑ آئے۔ صبح جلادوں نے دیکھا کہ ایک گٹھڑی رکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے گٹھڑی اٹھائی اور بادشاہ کے حضور پیش کر دی۔ نادر شاہ نے بڑھیا کو طلب کیا اور کہا کہ خاتون اپنا سامان دیکھ لو کوئی چیز کم تو نہیں ہے؟ بڑھیا نے سامان دیکھ کر کہا حضور سارا سامان موجود ہے کوئی چیز بھی کم نہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے! نادر شاہ نے مسکرا کر کہا کہ نادر کو معلوم تھا کہ اس بڑھیا کا سامان ضرور ملے گا۔



چالیس چراغ

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں چار ماہ تک بطور مہمان قیام فرمایا۔ اس عرصے میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر طرح سے آپؒ کی خاطر تواضع فرمائی۔ ہر طرح کے طعام اور مٹھائی آپؒ کے لئے حاضر کئے جاتے۔ جب حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ رخصت ہونے لگے تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اگر آپ کبھی ہمارے ہاں نیشاپور تشریف لائیں تو میں آپ کو میزبانی سکھاؤں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی۔ حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے تکلف کیا ہے اور تکلف کرنے ولا جواں مرد نہیں ہوتا۔ مہمان کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ مہمان کسی بھی طرح میزبان کے اوپر بوجھ محسوس نہ ہو۔ جب آپ اس کے لئے تکلیف اٹھائیں گے تو اس کا آنا آپ کے اوپر گراں گذرے گا۔ اور اس ک جانا آپ کے لئے خوشی کا موجب ہو گا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو نیشاپور جانے کا اتفاق ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام فرمایا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چالیس آدمی تھے۔ حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے اکتالیس چراغ روشن کئے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو فرمایا تھا مہمان کے ساتھ تکلف روا نہیں رکھنا

چاہیے۔ حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اٹھو اور بجھا دو۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور ہر چند کوشش کی کہ چراغ کو بجھائیں۔ مگر ایک چراغ کے سوا کوئی گل نہ ہو سکا۔ باقی سب چراغ جلتے رہے۔ تب ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ چالیس شخص خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔ کیونکہ مہمان حق تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے شخص کے لئے میں نے ایک ایک چراغ روشن کر دیا تھا اور یہ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ اس لئے وہ نہ بجھائے جا سکے اور جو میرے لئے تھا وہ بجھ گیا۔ تم نے بغداد میں میرے لئے جو کچھ کیا وہ تکلف تھا۔ اور یہ تکلف نہیں کیونکہ اس میں تمہاری خوشنودی نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو دخل تھا۔



خدا مکان سے پاک ہے

"امام الحرمین" کسی امیر کی دعوت میں تشریف لے گئے تو وہاں بڑے بڑے اکابر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ناگہاں ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ مکان سے پاک ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ قرآن میں تو الرحمن علی العرش استوی وارد ہوا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرش خدا کا مکان ہے۔ امام الحرمین نے فرمایا کہ خدا کے لئے کوئی مکان نہیں۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب دریا کی گہرائی میں ایک مچھلی نگل گئی تو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین۔ کہا اور خدا کو حاضر کی ضمیر "انت" سے پکارا اور عرض کیا کہ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ بے شک میں حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔ اور ہمارے حضور نبی اکرم ﷺ جب شب معراج میں عرش مجید کی بلندی پر تشریف لے گئے تو آپ نے بھی لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک کہہ کہ خدا کی ضمیر حاضر "انت" سے پکارا اور عرض کیا کہ اے اللہ! میں تیری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف فرمائی

ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر خدا کا کوئی خاص مکان ہوتا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عرش پر اور حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں دونوں جگہ خداوند تعالیٰ کو "انت" (تو) کہہ کر پکارنا صحیح نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص مکان نہیں ہے۔ بلکہ عرش و فرش، مکان و لامکان بلکہ کائنات عالم کے ذرے ذرے میں اس کی ذات کی تجلی ہر جگہ یکساں ہے۔



یہ کون تھا؟

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تخت شاہی چھوڑنے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کسی باغ کی نگہبانی و حفاظت کے لئے ملازم ہو گئے۔ باغ کے مالک کو اس کا کوئی علم نہ تھا کہ یہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں ایک دن باغ کا مالک اپنے باغ میں آیا اور حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا۔ جاؤ کوئی میٹھا انار لے آؤ۔ حضرت ابراہیم گئے اور ایک انار توڑ کر لے آئے۔ مالک نے اسے چکھا تو وہ کھٹا نکلا۔ اس نے کہا کوئی دوسرا انار لاؤ۔ چنانچہ آپ دوسرا لے آئے۔ مالک نے چکھا تو وہ کھٹا ہی نکلا۔ آخر مالک نے جھنجلا کر کہا کہ اتنے دن گزر گئے مگر تمہیں اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ انار میٹھا کون سا ہے اور کھٹا کون سا؟ کوئی انار چکھ کر میٹھا لایا ہوتا۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بولے مگر آپؐ نے باغ میرے سپرد اس لئے کیا ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں، نہ اس لئے کہ میں اس کے انار کھاؤں اور چکھوں۔ مالک یہ جواب سن کر کہنے لگا۔ واہ سبحان اللہ اتنے پرہیزگار اور متقی! کوئی جانے کہ آپ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر اپنی خودداری کو قائم رکھنے کے لئے فوراً" باغ سے نکل گئے اور مالک حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کون تھا۔ (تذکرہ الاولیاء)



کعبہ شریف میں نماز کی ادائیگی

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و برکات کا جب عام شہرہ ہوا تو اہل مکہ نے ایک دن کہا کہ افسوس مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی تک حج ادا نہیں کیا۔ اس موقع پر وہ بزرگ بھی تشریف فرما تھے جو چالیس برس سے خانہ کعبہ کے مجاور تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہ بات غلط ہے مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صبح کی نماز اول وقت خانہ کعبہ ہی میں ادا کرتے ہیں۔ اس بات کا شہرہ پورے مکہ معظمہ میں ہوا۔ جسے دہلی کے حاجیوں نے بھی سنا۔ لیکن حضرتؒ کی عظمت و جلال کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی بات دریافت کرنے کی جرات نہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے میں تھے۔ آپ کا ایک مرید وضو کے لئے پانی لئے ہوئے حجرے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو وہ یہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت پر تشریف فرما ہوں گے۔ یہ سمجھ کر وہ حجرے کے اندر گیا۔ لیکن وہاں بھی حضرت موجود نہ تھے۔ پھر وہ چھت کے اوپر گیا۔ وہاں بھی نہ پایا۔ ناچار حجرے کا دروازہ بند کر کے بدستور کھڑا ہو گیا کہ اسی وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اسی اثناء میں اور مرید بھی آ گئے تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد اس مرید نے عرض کیا کہ حضرت! میں چھت پر گیا تھا۔ مگر آپ وہاں بھی تشریف فرما نہیں تھے۔ لیکن جب میں باہر آیا تو آپ نے پانی طلب فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نماز کی ادائیگی کے لئے کعبہ شریف گئے ہوں گے اور جو کچھ اس مرید نے حاجیوں سے سنا تھا عرض کر دیا۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں۔ مگر یہ رحمت پروردگار ہے کہ ایک سانڈنی غیب سے پیدا ہو کر مجھے حجرے کی چھت سے اپنے اوپر سوار کر کے کعبہ میں لے جاتی ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد واپس پہنچا جاتی ہے۔



ہر کام میں حکمت

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اس طرح خیال رکھتا ہے کہ اتنا زیادہ ایک ماں بھی اپنے بچے کا خیال نہیں رکھ سکتی۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع کو بیان کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک واقعہ سنایا کہ اس زمانے میں بارش کی بندش ہو گئی۔ لوگ حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش کے لئے نہایت عاجزی سے درخواست کی۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حضور دعا فرمائی تو اسی وقت جبرائیلؑ وحی لے کر آ گئے اور فرمایا کہ فلاں جگہ ایک عاجز و ضعیف بڑھیا سکونت پذیر ہے اس کی گھاس پھوس کی کٹیا پرانی ہو چکی ہے اگر بارش ہوئی تو وہ ضعیفہ تباہ و برباد ہو جائے گی اس وجہ سے ہم نے بارش کو روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے چند آدمیوں کو اس بڑھیا کی کٹیا کی جانب بھیجا تاکہ اس کی مرمت کر دی جائے چنانچہ جب اس بڑھیا کی کٹیا درست ہو گئی تو حق تعالیٰ نے خوب بارش برسائی۔ خواجہ صاحب اس حکایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے لیکن ہماری ناقص عقلیں اس کو سمجھ نہیں سکتیں۔



اونٹ خرید کر ساتھیوں کو دے دیئے

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کرام میں مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت نے سلطنت ترک کر کے درویشی اختیار کی تھی اور حضرت شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد عرصہ دراز تک شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہ کر مراتب کمال حاصل کئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت پیدل ساتھ جاتے۔ کھانے پکانے کی دیگچی اور انگیٹھی ہر وقت اپنے سر مبارک پر رکھتے تھے۔

س وقت بھی حضرت شیخ کو بھوک لگتی تو حضرت تازہ تازہ کھانا پیش کرتے۔ باوجود انگیٹھی میں آگ ہونے کے سر مبارک کو آگ سے نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ایک مرتبہ سفر حج میں حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ احد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت کرمانی فرماتے ہیں کہ اتفاق سے ہمارا قافلہ ایک ایسے گرم ریگستان سے گزرا کہ اکثر اہل قافلہ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ سواری کے جانور بھی چلنے سے عاجز ہو گئے۔ لیکن کچھ دور چل کر ہمیں شتر فروشوں کا ایک کارواں ملا۔ ہمارے رفقاء میں جو لوگ صاحب ثروت تھے انہوں نے تو بیس بیس اشرفی دے کر اپنے لئے تازہ دم اونٹ خرید لئے۔ لیکن جو نادار تھے' وہ بے حد افسردہ نظر آتے تھے۔ وہ لوگ نہ تو اونٹ خرید سکتے تھے اور نہ چھالے پڑ جانے کی وجہ سے چل ہی سکتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کی اس بے بسی سے بہت متاثر ہوئے۔ شتر فروشوں کو طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ کس قدر اونٹ تمہارے پاس ہیں اور کتنی قیمت پر فروخت کرو گے۔ تاجروں نے بتایا کہ ان کے پاس پانچ سو اونٹ ہیں اور فی اونٹ کی قیمت بیس اشرفی ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ امیر قافلہ کو بلاؤ تاکہ اس کو اونٹوں کی قیمت ادا کی جا سکے۔ بیوپاریوں کے قافلہ کا سردار حاضر ہوا تو حضرت وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور باالفاظ بلند تین مرتبہ فرمایا۔ یا لطیف! یا لطیف! یا لطیف! پھر دست مبارک ریت کے اندر ڈالا اور فوراً" باہر نکال لیا اور بیس اشرفیاں امیر قافلہ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سو مرتبہ ایسا ہی عمل فرمایا اور تمام اونٹ خرید کر اپنے ساتھیوں کو دے دئے مگر خود پیدل مکہ معظمہ تک تشریف لے گئے۔



نکتے کی بات

ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ صوفیوں کے ایک گروہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ سنڈاس کو صاف کیا جا رہا تھا۔ ہر طرف غلاظت بکھری

ہوئی تھی اور سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ سب صوفی وہاں رک گئے اور اپنے ناکوں پر کپڑا رکھ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے لیکن شیخ ابو سعید وہاں کھڑے رہے اور فرمانے لگے اے لوگو! جانتے ہو یہ نجاست اس وقت زبان حال سے کیا کہہ رہی ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہی فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا' یہ کہتی ہے کہ کل میں بازار میں مٹھائی اور خوش رنگ پھلوں کی شکل میں دکانوں کی زینت بنی ہوئی تھی اور لوگ پیسے خرچ کر کر کے مجھ کو دھڑا دھڑ خرید رہے تھے اور اب میں صرف ایک رات تمہارے پیٹ میں پہنچ کر اس حالت کو پہنچ گئی' حق تو یہ ہے کہ مجھے تم لوگوں سے بھاگنا چاہئے لیکن اس کے برعکس تم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔



قدس کا چراغ

احمد بن عبداللہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا مصاحب رہا اور آپ سے آپ کا ابتدائی حال دریافت کیا اور ملک فانی کو ترک کر کے ملک باقی کی طرف رجوع کرنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' اے بھائی! ایک دن میں اپنی سلطنت کے بلند قصر پر بیٹھا تھا اور خواص میرے سر نزدیک دست بستہ کھڑے تھے' میں نے کھڑکی سے جھانکا تو صحن میں ایک فقیر کو بیٹھے دیکھا' اس کے ہاتھ میں ایک سوکھی روٹی تھی۔ اس نے اسے پانی میں بھگو کر نمک سے کھایا' میں دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کھا چکا پھر کچھ پانی پیا اور اللہ کا شکر اور حمد بجا لایا اور وہیں صحن میں سو گیا۔ میں نے غلام سے کہا کہ جب یہ فقیر جاگے تو اسے میرے پاس بلا لا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو اس سے غلام نے کہا' اے درویش! اس محل کے مالک تجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ درویش اٹھ کر غلام کے ہمراہ میرے پاس آیا۔ مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ میں نے جواب دیا' اور بیٹھنے کی درخواست کی۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ بیٹھ کر مطمئن ہوا تو میں نے درویش سے پوچھا' اے فقیر تو بھوکا تھا۔ روٹی کھانے سے تیرا پیٹ بھر گیا۔ درویش نے کہا' ہاں' اور

شوق سے پانی پیا اور سیراب ہو گیا۔ درویش نے کہا' ہاں' پھر بلا کسی رنج و غم کے سویا اور راحت پائی۔ درویش نے کہا ہاں' اس وقت میں نفس کی طرف متوجہ ہوا اور عتاب کے ساتھ اس سے کہا اے نفس! میں دنیا کو لے کر کیا کروں۔ نفس تو اس چیز پر جو کہ تو نے اس فقیر پر دیکھا ہے' قناعت کر لیتا ہے۔ اسی وقت میں نے اللہ سے توبہ کا عزم کر لیا۔ جب دن گزرا اور رات آئی تو میں نے اونی ٹاٹ پہنا اور ایک اونی ٹوپی اوڑھی اور ننگے پیر اللہ کی طرف سیر کرتا چلا' اتنے میں مجھے ایک خوش پوش خوبصورت نوجوان ملے۔ ان سے خوشبو آ رہی تھی' میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور مصافحہ کیا' انہوں نے جواب دیا اور فرمایا' اے ابراہیم! کہاں کا قصد ہے' میں نے کہا کہ دنیا سے بھاگ کر اللہ کی طرف جاتا ہوں' مجھ سے کہا' کیا تم بھوکے ہو' میں نے کہا ہاں' شیخ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے کہا' تم بھی دو رکعت نماز میری طرح پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی' پھر دیکھا تو ان کے پاس کھانا اور ٹھنڈا پانی رکھا ہوا تھا' مجھ سے کہا' اے ابن ادھم! آگے آؤ اور اللہ کے فضل سے کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ میں نے آگے بڑھ کے کھانا کھایا اور پانی پیا لیکن کھانا اور پانی جوں کا توں تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر مجھ سے شیخ نے کہا' اے ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ عقل و فہم کو کام میں لاؤ' اور جان لو کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں تو اسے اپنے لئے برگزیدہ بناتے ہیں اور اس کے قلب میں اپنے قدس کا چراغ روشن فرماتے ہیں۔



مصلحت خداوندی

حضرت بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی کوششوں اور سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد بہت مشکل سے اپنے مرشد حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی رفع کر کے دوبارہ ان کی خوشنودی حاصل کی اور اس غیر متوقع خوشی کی تقریب میں انہوں نے اپنی منت اتارنے کے لئے اظہار خوشی کے طور پر کافی مقدار

مٹھائی کی تقسیم کرنے کے لئے منگوائی اور انہوں نے بخوشی اس کی اجازت دے دی۔ حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ مٹھائی تقسیم کرنے کے لئے اٹھے تو دریافت کیا' یا پیرو مرشد خدائی تقسیم عمل میں لائی جائے یا محمدیؐ تقسیم۔ شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ اس عجیب سوال کو سن کر جواب دینے میں متامل و متوقف ہوئے۔ آخر دانا بزرگ تھے۔ فرمایا کہ تکریم و تقدیم تو ذات خداوندی کو ہی ہے۔ لہٰذا خدائی تقسیم ہی عمل میں لانا بہتر ہے۔ مٹھائی لینے کے لئے بچے' بوڑھے اور جوان جمع ہو گئے۔ حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجمع کثیر میں سے بغیر کسی امتیاز کے صرف چند بچوں' بوڑھوں کو وہ تمام مٹھائی تقسیم کر دی اور باقی تمام لوگوں کو رخصت ہونے کے لئے کہہ دیا۔ یہ شکات حضرت شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے پاس پہنچی۔ آپ نے اس غلط اور نامکمل تقسیم کا باعث دریافت فرمایا تو بلھے شاہ صاحب نے کہا کہ خود حضور نے ہی خدائی اجازت مرحمت فرمائی تھی سو خدائی تقسیم تو اسی طرح کی ہے جیسا کہ میں نے کی ہے۔ البتہ اگر آپ محمدی ﷺ تقسیم کی اجازت بخشتے تو مساوات اسلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کہ اصول اسلام کا توحید و رسالت کے عقیدہ کے بعد سب سے زیادہ قابل قدر زریں اصول ہے سب کو بحصہ رسدی مساوی تقسیم کر دیتا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک ناراضگی سے تو تم کو خلاصی حاصل کئے ہوئے ابھی دیر نہیں ہوئی۔ لیکن یہ بات کہہ کر تم نے دوسری ناراضگی کا سبب پیدا کر لیا آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ اگرچہ بظاہر دنیا کے تمام معاملات میں یہی تقسیم کار فرما نظر آ رہی ہے۔ لیکن مصلحت خداوندی میں کسی کو چوں و چرا کرنے اور دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہماری فہم ناقص بحر حکمت و مصلحت کی گہرائیوں تک پہنچنا تو درکنار سطح تک پہنچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ آئندہ ایسے معاملات میں ہرگز لب کشائی نہ کرنا۔



بڑے بول کا انجام

حضرت قتادہ بن دعامہ مادر زاد نابینا تھے مگر آپ کا سینہ علوم اسلامیہ کا خزینہ

تھا۔ نہایت ہی بلند پایہ عالم اور جامع العلوم علامہ تھے بالخصوص علم حدیث اور تفسیر میں تو اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ کوفہ تشریف لائے تو ان کی زیارت کے لئے عوام و خواص کا اژدہام عظیم جمع ہو گیا۔ آپ نے اس عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔

مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

حاضرین پر آپ کی علمی جلالت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور لوگ آپ کی عظمت سے اس قدر مرعوب تھے کہ سب دم بخود ساکت و خاموش بیٹھے رہے۔ مگر جب آپ نے بار بار کہا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی کم سن تھے خود تو کمال ادب سے کچھ عرض نہ کر سکے۔ مگر لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ ان سے یہ پوچھئے کہ "وادی نمل میں جس چیونٹی کی تقریر سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس پڑے تھے۔ وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟"

چنانچہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا تو حضرت قتادہ ایسے سٹ پٹائے کہ بالکل لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ پھر لوگوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ چیونٹی مادہ تھی۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت؟ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس چیونٹی کے لئے وقالت نملۃ مونث کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ چیونٹی نر ہوتی تو وقال نملۃ مذکر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہوتا۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دلیل کو تسلیم کر لیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی اور قرآن فہمی پر حیران رہ گئے اور اپنے "بڑے بول" پر نادم ہوئے۔



سو دینار

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت عام تھی اور سب امیر و غریب آپ سے یکساں محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی عقیدت مندی کی وجہ سے

ایک بار والی لاہور نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید شہاب الدین غزنوی کی معرفت سو دینار پیش کئے۔ غزنوی نے پچاس دینار رکھ کر پچاس دینار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام واقعہ کی پوری کیفیت فوراً ہی بتلا دی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بطیب خاطر وہ نذرانہ قبول فرما کر ارشاد فرمایا، تم نے سو دینار میں نصف نصف کی تقسیم تو خوب کی ہے، لیکن درویشوں کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس ارشاد کو سن کر غزنوی بہت ہی شرمندہ ہوئے اور بقیہ دینار بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے وہ دینار ان سے لے کر وہ پورے سو دینار غزنوی ہی کو دے دیئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ خیانت بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کی ظلمت اس طرح دل کو گھیر لیتی ہے کہ خائن خواہ کتنی ہی عبادت کرے، نور حق کی تجلیات سے وہ محروم ہی رہتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کو سن کر شہاب الدین غزنوی تائب ہوئے اور آپ سے دوبارہ بیعت کی۔



خیر خواہی

حضرت عبداللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے کو دو صوفی دور دراز ملک سے آئے۔ جب آپ کی خانقاہ میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے دربار میں گئے ہیں۔ ان دونوں صوفیوں نے دل میں سوچا کہ یہ کیسا ولی ہے جو بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر شہر میں گھومنے لگے۔ جب وہ ایک درزی کی دکان کے پاس پہنچے تو انہوں نے سوچا کہ ہمارا خرقہ پھٹ رہا ہے اسے سی لیں۔ چنانچہ درزی کی دکان پر گئے اور اس سے سوئی طلب کر کے اپنا خرقہ سینے لگے۔ اتفاقاً درزی کی قینچی کھو گئی اور درزی نے گمان کیا کہ میری قینچی انہی دو صوفیوں نے چرائی ہے۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گیا اور کہنے لگا کہ یہ دونوں میری قینچی کے چور ہیں۔ حضرت عبداللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ وہیں تشریف فرما تھے۔ آپ نے بادشاہ سے فرمایا یہ تو دو صوفی منش انسان ہیں ان کا یہ کام نہیں

ہو سکتا انہیں چھوڑ دو۔ بادشاہ نے حضرت کے کہنے پر ان کو چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے ان دونوں صوفیوں سے فرمایا' بھائی تمہاری بدگمانی درست نہ تھی۔ میں ایسے ہی کاموں کے لئے یہاں آتا ہوں۔ یہ بات دیکھ کر دونوں آپ کے مرید ہو گئے۔



سخی وزیر

ایک دفعہ ایک وزیر کو جو بہت سخی تھا' بادشاہ نے کہا "تم اپنا مال کیوں ضائع کرتے ہو؟ اگر تمہیں مال و دولت پسند نہیں تو مجھے دے دو۔ تاکہ میری دولت میں اضافہ ہو۔" وزیر نے کہا "تم مال کو دوست نہیں رکھتے جو جمع کرنا پسند کرتے ہو۔ جبکہ میں اسے راہ خدا میں لٹا کر اپنے ساتھ لے جانے کا بندوبست کرتا ہوں۔"



صوفیوں کی گرفتاری

شیخ ابو علی دقاق نے فرمایا کہ خلیفہ بغداد کے پاس صوفیوں کے بارے میں کسی نے یہ تہمت لگائی کہ یہ لوگ ملحد و بے دین ہیں۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ و ابوالحسن نوری دشحام و رقام وغیرہ گرفتار کر کے حاضر دربار کئے گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تو مفتی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔ مگر باقی لوگوں کو قتل کرنے کے لئے چمڑا بچھایا گیا اور جلاد بلایا گیا۔

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے قتل ہونے کے لئے چمڑے پر کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے پوچھا' آپ سب سے پہلے کیوں قتل ہونے کے لئے کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں کو چند منٹ اور زندگی کا موقع مل جائے۔ جب اس گفتگو کی خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو قاضی کے سامنے پیش

کر کے ان کے عقائد و اعمال کے بارے میں پوری پوری تحقیق و تفتیش کی جائے۔ چنانچہ یہ لوگ قاضی کی کچہری میں لائے گئے اور قاضی نے ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے چند فقہی مسائل پوچھے۔ آپ نے ہر ایک کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ پھر آپ نے قاضی کو چند نصیحت کے کلمات ارشاد فرمائے۔ تو قاضی اس قدر متاثر ہوا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اس نے خلیفہ کے پاس یہ لکھا کہ اے امیرالمومنین! اگر یہ لوگ ملحد و زندیق کہلائیں گے تو روئے زمین پر کون ہو گا جس کو مسلمان کہا جائے گا؟ خلیفہ نے قاضی کا خط پڑھ کر سب کو چھوڑ دیا۔



انکار کر دیا

جب اموی حکومت کا تختہ الٹ کر ابو جعفر منصور عباسی تخت حکومت پر متمکن ہو گیا تو اس نے بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ایک دن خلیفہ ابو جعفر نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دربار میں طلب کیا اور آپ کو ممنون احسان کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ پیش کرتے ہوئے کہا' آپ اس حقیر نذرانہ کو قبول کر لیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا۔ اس کے چند روز بعد ابو جعفر نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پھر طلب کیا آپ دربار میں آ گئے تو اب کی بار اس نے بھاری رقم کے ساتھ ایک حسین و جمیل نو خیز لونڈی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے روپیہ واپس کرتے ہوئے فرمایا' امیرالمومنین! اگر ذاتی ملکیت سے کچھ دیتے تو شاید میں اس کو قبول کر بھی لیتا لیکن یہ بیت المال کا روپیہ ہے جس کا میں خود کو کسی بھی حیثیت سے مستحق نہیں پاتا۔ میں نہ ننگا بھوکا محتاج فقیر ہوں کہ خیرات کی مد سے میرے لئے جائز ہو سکے۔ میں فوجی بھی نہیں ہوں کہ فوجیوں کی امداد کی مد سے ہی میرے لئے جائز ہو سکے جب یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو میں یہ رقم کیونکر قبول کر سکتا ہوں اس سے میری خودداری مجروح ہوتی ہے۔ پھر لونڈی کو واپس کرتے ہوئے فرمایا اس نوجوان

لونڈی کو میں اس لئے قبول نہیں کر سکتا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اگر میں اس بیچاری کو قبول کر لوں تو یہ اس پر بہت بھاری ظلم ہو گا۔ آخر خلیفہ ابو جعفر نے لاجواب ہو کر کہا کہ اچھا تو لوگوں میں اس کا چرچا مت کیجئے گا کہ میں نے خلیفہ کے عطیہ کو قبول نہیں کیا۔



حکمت الٰہی

کسی بادشاہ کا وزیر شاکر تقدیر تھا۔ اور ہر ایک برے بھلے واقعہ پر یہ کہنے کا عادی تھا' کہ بہت اچھا ہوا۔ ایک دفعہ بادشاہ کی انگلی کٹ گئی۔ وزیر نے حسب عادت کہا' بہت اچھا ہوا۔ بادشاہ کو وزیر کے اس بے محل فقرہ کے استعمال پر رنج ہوا اور وزیر کو قید خانہ بھجوانے کا حکم دے دیا۔ وزیر نے اس حکم کو سن کر بھی وہی فقرہ کہا' بہت اچھا ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ شکار میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر اکیلا جنگل میں دور تک نکل گیا۔ چونکہ راستہ معلوم نہ تھا۔ ناچار ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ اتنے میں ایک شیر نمودار ہوا۔ اور بادشاہ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے سانس کھینچ لیا۔ اور مردہ سا بن کر پڑا رہا۔ شیر زخمی انگلی کو سونگھ کر بادشاہ کو اس خیال سے چھوڑ کر چلا گیا کہ یہ پہلے سے کسی جانور کا کھایا ہوا ہے۔

یعنی شیر کتے کا پس خوردہ نہیں کھاتا۔ خواہ بھوک سے غار کے اندر مر جائے اتنے میں بادشاہ کے ہمراہی بھی تلاش کرتے وہاں آگئے اور بادشاہ کو صحیح سلامت پا کر سجدہ شکر بجا لائے۔ اور اس واقعہ کو سن کر بادشاہ کی جان بچ جانے کو نہایت غنیمت اور خدا کی خاص رحمت خیال کیا۔ واپس آکر بادشاہ نے وزیر کو قید خانے سے طلب کر کے انعام سے مالا مال کر دیا اور کہا کہ واقعی اگر کل میری انگلی نہ کٹتی تو آج وہ شیر مجھے ہرگز نہ چھوڑتا اور انگلی کا کٹ جانا واقعی' بہت اچھا ہوا۔ اور وزیر سے کہا کہ تم نے قید خانے کو جاتے وقت بھی بہت اچھا ہوا کہا تھا اس میں کیا مصلحت خیال

کر کے یہ فقرہ کہا گیا تھا وزیر نے جواب دیا کہ لازمی طور پر میں شکار میں آپ کے ہمرکاب رہتا اور شیر آپ کو چھوڑ کر مجھے کھا جاتا۔ نتیجہ یہ کہ قدرت کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا خواہ بظاہر کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔

☆ ☆ ☆

اللہ سے عشق

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ حضرتؒ کا طریقہ عبادت اور مجاہدہ نفس عقل بشری سے بالا تر تھا۔ اس لئے اہل مصر آپؒ کی ولایت کے قائل نہ تھے۔ دربار خلافت میں حضرتؒ کی شکایت کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے حضرتؒ کو مصر سے بغداد لایا گیا۔ اثنائے راہ میں ایک خدا رسیدہ عورت نے حضرتؒ کو ہدایت کی کہ ذوالنونؒ خبردار حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا، خلیفہ بھی تیری ہی طرح خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندہ سے بندہ کا ڈرنا کیا معنی، بندہ ہر وقت مجبور ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

جب حضرتؒ دربار خلافت میں پیش کئے گئے تو خلیفہ نے حضرتؒ کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا۔ چالیس دن حضرتؒ قید میں رہے، اس دوران میں حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرتیں۔ جس دن حضرتؒ کو قید سے رہا کیا گیا تو حضرتؒ کے حکم سے وہ چالیس روٹیاں محافظ زنداں نے فقراء میں تقسیم کر دیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا تو انہیں بے حد صدمہ ہوا۔ دل شکستہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا حضرتؒ آپ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسب حلال کی تھیں۔ خدا گواہ ہے کہ اس ذریعے آپؒ پر کوئی احسان کرنا مقصود نہ تھا۔ پھر آپ نے انہیں کیوں قبول نہیں کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، وہ روٹیاں بے شک حلال تھیں میں جانتا ہوں، مگر وہ داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں اس لئے میرے لئے حلال نہ

تھیں۔

قید سے رہائی کے بعد دوبارہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو دربار عام میں خلیفہ نے چند سوالات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فصاحت جرات و دلیری سے خلیفہ بغداد کے سوالات کا اس طرح جواب دیا کہ خلیفہ اور درباریوں پر رقت طاری ہو گئی۔ خلیفہ نے اسی وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو واپس بھیج دیا۔ سچ ہے جسے اللہ سے عشق ہو اس کی نظر میں دنیا اور دنیا کے تمام خزانے ہیچ ہیں۔



اعلیٰ و ادنیٰ کا سوال نہیں

ابو عبداللہ شیخ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ شیراز کی سیاحت سے فارغ ہو کر میں خوارزم گیا۔ وہاں حضرت شیخ بدرالدین اعظم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ شیخ کے فضل و کمال کی بڑی شہرت تھی وہ شاہی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے جمعہ کے دن میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ جب خطبہ اور نماز کا وقت ہوا تو شیخ منبر پر گئے اس موقع پر سلطان کے ایک معتمد نے حاضر ہو کر کہا کہ اے شیخ آج خطبہ اور نماز میں تاخیر کیجئے۔ یہ سلطان کا حکم ہے۔ یہ الفاظ سن کر فرط غضب سے شیخ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' نماز اللہ کے لئے ہے یا سلطان کے لئے؟ یہ کہہ کر حسب معمول خطبہ پڑھا اور نماز پڑھانے لگے۔ ایک رکعت کے بعد سلطان آیا اس وقت تمام مسجد نمازیوں سے پر تھی سلطان سمٹ کر ایک صف کے گوشے میں کھڑا ہو گیا اور بڑی تکلیف سے نماز ادا کی۔ جب نماز ہو چکی تو سلطان نے جا کر شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا کی ان کو حق پرستی کی تعریف کی کیا اور اپنی غلطی کے لئے معذرت کی۔ شیخ نے فرمایا' اسلام کا مقصد ہر چھوٹے بڑے کو ایک سطح پر لاتا ہے۔ اس جگہ ادنیٰ و اعلیٰ کا کوئی سوال نہیں۔ سلطان نے جزاک اللہ کہا اور شیخ کا ہاتھ چوم لیا۔



سب کو مارا

ایک باغ میں تین آدمی گھس کر پھل توڑ کر کھانے لگے۔ باغبان کو پتہ چلا تو وہ آیا۔ اس نے ان تینوں کو غور سے دیکھا تو ایک حاکم شہر کا لڑکا تھا ایک قاضی شہر کا لڑکا اور تیسرا ایک کاریگر مستری کا لڑکا تھا۔ باغبان نے سوچا کہ میں اکیلا ہوں اور یہ تین ہیں ان سے مقابلہ کسی حکمت سے چاہئے۔ چنانچہ پہلے تو مستری کے لڑکے سے کہا مرحبا! میرے نصیب جاگ اٹھے جو آپ میرے باغ میں تشریف لائے۔ جائیے اس کمرہ سے کرسی لے آیئے اور آرام سے بیٹھ کر پھل کھایئے۔ مستری کا لڑکا کرسی لینے گیا تو باغبان نے ان دونوں سے کہا' جناب! آپ دونوں کا تو حق ہے کہ میرے باغ کا پھل کھائیں ایک حاکم دوسرا قاضی۔ مگر یہ دنیا دار مستری' یہ کون ہوتا ہے جو آپ سے برابری کرے۔ آپ شوق سے مہینہ بھر یہیں رہئے مگر اس کو تو میں مرمت کر کے رہوں گا۔ اس طرح ان دونوں کی تعریف کر کے مستری کے لڑکے کے پیچھے گیا اور کمرے میں جا کر اسے خوب مارا اور بے ہوش کر دیا۔ پھر باغ میں آیا اور قاضی کے بیٹے سے کہنے لگا' بیوقوف یہ تو بھلا حاکم شہر کا دل بند ہے ہمارا سب کچھ انہی کا ہے مگر تو کون؟ جو ان سے برابری کا دم بھرے پھر اسے مارا اور گرا لیا۔ اب حاکم صاجزادے اکیلے رہ گئے' پھر وہ ان کی طرف ہوا اور بولا کیوں جناب! جب آپ ہی یوں ڈاکے مارنے لگے تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ کہہ کر اسے بھی خوب مارا اور اس طرح ایک ایک کر کے سب سے اپنا انتقام لے لیا۔



میں سید ہوں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فنون سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے۔ خصوصاً" پہلوانی میں بڑے نامی گرامی۔ ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا میں

تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا ہمارا پہلوان بہت زبردست ہے تم دبلے پتلے آدمی ہو بھلا اس سے کیا لڑو گے۔ مگر اس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا۔ آخر تنگ ہوا جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ خم ٹھوک کر مقابل آئے اور دونوں کی پکڑ ہونے لگی تو اس شخص نے چپکے سے ان کے کان میں کہا میں سید ہوں۔ اب تم کو اختیار ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ لڑتے لڑتے گر پڑے۔ جب تو بڑا شور و غل ہوا۔ بادشاہ نے نہ مانا۔ دوبارہ کشتی کرائی۔ پھر پچھڑ گئے۔ تیسری بار کشتی ہوئی پھر چاروں شانہ چت آخر بادشاہ نے اس کو انعام دیا۔ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی۔ آپ نے اصل حال بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سید کی عزت گوارا کی۔ فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی۔ اسی شب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ شاباش جنید تو نے ہماری اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ دوسرے روز بادشاہی ملازمت ترک کی اور فقراء کی جستجو میں پھرنے لگے۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔



مہمان نوازی کا صلہ

شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا' ایک شہر میں ایک عورت صالح اور خدا پرست ہے اگرچہ میری عادت کسی عورت کی زیارت کی نہ تھی لیکن اس کی کرامت کی شہرت نے مجھے اس کی زیارت پر مستعد کیا۔ وہ ولیہ فضہ کے نام سے مشہور تھی۔ القصہ میں نے اس شہر میں جا کر اس کی یہ کرامت سنی کہ اس کے پاس ایک بکری ہے جو دودھ اور شہد دیتی ہے۔ میں ایک نیا پیالہ خرید کر اس کے پاس گیا' جا کر سلام کیا۔ سلام کے بعد عرض کیا کہ میں آپ کی بکری کی برکات سے متمتع ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے وہ بکری مجھے دیدی۔ میں نے اس کو دوہا تو واقعی اس نے دودھ اور شہد دیا۔ یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ میں نے

پوچھا یہ بکری تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ کہا اس کا قصہ اس طرح ہے کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی اور ہم لوگ محتاج اور فقیر تھے۔ کچھ ہمارے پاس نہ تھا جب عید کا روز آیا تو میرے شوہر نے جو ایک مرد صالح تھا کہا کہ آج ہم اس بکری کو ذبح کریں۔ میں نے کہا اس بکری کو ذبح نہ کرو کیونکہ قربانی ہمارے ذمہ فرض تو ہے نہیں اگر ہم نہ کریں گے تو ہمیں اجازت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ہمیں اس بکری کی احتیاج رہتی ہے۔ یہ بات میرے شوہر کو پسند آئی اور ذبح نہ کی۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارے یہاں ایک مہمان آگیا میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آج مہمان آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہمان کی مدارت کا حکم فرمایا ہے اس لئے مناسب ہے کہ آج اس بکری کو ذبح کر لو۔ جب اس کے ذبح کا ارادہ ہوا تو یہ خیال آیا کہ اس کے ننھے ننھے بچے اسے ذبح ہوتے دیکھ کر سخت پریشان ہوں گے اس لئے میں نے شوہر سے کہا اسے باہر لے جاؤ اور دیوار کے نیچے ذبح کر لاؤ۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکری دیوار پر کھڑی ہے۔ میں سمجھی کہ شاید بکری قابو میں نہیں آئی اور بھاگ چلی آئی ہے۔ میں اسے دیکھنے کے لئے چلی۔ دیکھا کہ میرا شوہر بکری کی کھال کھینچ رہا ہے۔ میں نے اس دوسری بکری کا قصہ بیان کیا کہا کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ہمیں اچھی بکری عطا فرمائی ہو۔ دیکھا تو وہ نئی بکری دودھ اور شہد دیتی ہے۔ اور وہ پہلی صرف دودھ دیتی تھی۔ مہمان کی مدارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ برکت عطا فرمائی۔ پھر اس عورت نے اپنے معتقدین سے خطاب کر کے فرمایا کہ بیٹو یہ ہماری بکری تمہارے قلوب میں چرتی ہے۔ اگر تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے تو دودھ اس کا عمدہ ہو گا۔ اور اگر تمہارے دلوں میں کچھ تغیر ہو گا تو دودھ میں بھی خرابی ہو گی اس لئے تمہیں چاہئے کہ اپنے دلوں کو سنوارو۔



کم عمر قاضی

قاضی یحییٰ بن اکثم کو خلیفہ بغداد نے بیس برس کی عمر میں بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا تو وہاں کے عوام نے ان کو کم عمر قاضی کہنا شروع کر دیا۔ چنانچہ کسی منہ پھٹ نے بھرے مجمع میں ان سے سوال کر دیا کہ قاضی صاحب! آپ کی عمر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عتاب بن اسید سے بڑا ہوں جن کو حضور اقدس ﷺ نے فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ کا قاضی بنا دیا تھا۔ اور میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی عمر دراز ہوں جن کو حضور اکرم ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیج دیا تھا اور حضرت کعب بن میور رضی اللہ عنہ سے بھی میری عمر کچھ زیادہ ہی ہے جن کو امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی بصرہ کا قاضی بنایا تھا۔

قاضی یحییٰ بن اکثم کا یہ جواب سن کر لوگوں نے آپ کو کم عمر قاضی کہنا چھوڑ دیا اور آپ اہل بصرہ کی نظروں میں معزز و مکرم ہو گئے۔



قحط ختم ہو گیا

کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ہر چند کہ امیر نے فی سبیل اللہ خزانے کا منہ کھول دیا اور غلہ کے انبار وقف عالم کر دیئے لیکن قحط کی مصیبت کم نہ ہوئی۔ اس سبب سے خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی جان شیریں بھی تلخ معلوم ہوئی۔ نہ پیٹ بھر کر کھاتا نہ چین سے بچھونے پر سوتا۔ ایک روز بستر پر حیرت و حسرت زدہ لیٹا ہوا تھا' خادم پاس بیٹھا تھا۔ فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ کہ دل بہلے اور کچھ غم غلط ہو۔ خادم نے کہا کہ غلام کی کہانی شہنشاہ کی سماعت کے کب لائق ہے فرمایا مضائقہ نہیں۔ جیسی تجھے یاد ہو بیان کر۔ خادم کہنے لگا کہ ہندوستان کی سرزمین کے کسی بیاباں میں ایک شیر شیاں رہا کرتا تھا اور سب درندے جنگل کے اس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ایک دن ایک لومڑی نے اس شیر سے کہا کہ تو ہمارا

بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیت کی رعایت۔ بہرصورت لازم و واجب ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر در پیش آیا ہے بغیر جائے بن نہیں پڑتا۔ مشکل یہ ہے کہ میرا ایک بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ بچہ تیرے سپرد کردوں تاکہ تو اس کو اپنی پناہ میں رکھے اور کسی دشمن کا چنگل اس تک نہ پہنچنے پائے۔ شیر نے یہ بات قبول کی۔ لومڑی اپنا بچہ اس کے حوالے کرکے سفر پر روانہ ہو گئی۔ شیر نے اس بچہ کو اپنی پیٹھ پر بٹھالیا تاکہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہنچائے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی نظر ناگاہ اس لومڑی کے بچہ پر پڑی اور شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر اس بچے کو لے اڑا۔ جب لومڑی سفر سے واپس آئی تو بچے کو نہ دیکھ کر شیر سے بولی کہ کیا تو نے یہ عہد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت قرار واقعی کروں گا۔ شیر نے کہا البتہ میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا قصد نہ کرنے پائے گا۔ لیکن جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو تو میرا کوئی ذمہ نہ تھا۔ امیر نے جب یہ کہانی یہاں تک سنی اٹھ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الٰہی جو کچھ فتنہ و فساد زمین سے اٹھے تو اسے دفع کروں مگر قضائے آسمانی و قدرت یزدانی میں بندہ ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے۔ آخر خدا کے فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں ختم ہو گیا۔



نوخیز کنیز

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف میں بلند مقام حاصل تھا۔ خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درباری ہمیشہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اور خلیفہ کے روبرو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کو کرشمہ سازی اور عوام کی گرویدگی کو حکومت کے خلاف بتلاتے تھے۔ خلیفہ کو بھی تشویش ہوئی اور اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش کے لئے ایک ترکیب سوچی' اپنی ایک منتخب حسین و جمیل کنیز سے کہا' جو حسن و جمال اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھی کہ وہ بہترین لباس

اور زیورات سے آراستہ ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائے اور بے نقاب ہو کر ان کے قدموں پر سر رکھ دے اور پھر ان سے کہے کہ میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہے مگر میرا دل دنیا سے بیزار ہو گیا ہے اب میں آپؒ کی کنیز بن کر رہنا چاہتی ہوں' مجھے اپنے قدموں میں جگہ دیجئے۔ اس طرح وہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جانب مائل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ کنیز نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور ایک خدمت گار کے ہمراہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے پر پہنچی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یاد الٰہی میں مستغرق پایا۔ خدمت گار نگاہوں سے اوجھل کھڑا رہا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون شخص حجرے میں داخل ہوا ہے نگاہ اوپر اٹھائی۔ لیکن فوراً" ہی ایک نوخیز مہ جبیں کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ کنیز نے انتہائی شائستگی اور تہذیب کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا۔ اور جب حضرتؒ سے اپنے عشق کا حال کہنا شروع کیا تو حضرتؒ نے سر اٹھایا' دو مرتبہ آہ آہ زبان سے فرمایا اور اس کنیز پر ایک نظر ڈالی وہ زمین پر گر پڑی اور فوراً" اس کا دم نکل گیا۔



برابدلہ

خلیفہ ہارون الرشید عظیم الشان سلطنت کا حکمران تھا۔ وہ اپنے سارے کروفر اور جاہ جلال کے باوجود صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی تھا اور آخرت کے خوف کی وجہ سے ہمیشہ اپنے گناہوں کی معافی بھی مانگا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بغداد کے مشہور ولی اللہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اچانک رات کے وقت خلیفہ ہارون الرشید کے عظیم الشان محل میں داخل ہوئے۔ اور خلیفہ ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے ہارون! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے خود اور تمہارے حکام وغیرہ نے تمہارے اوپر گناہوں کا بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے؟ کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں جب تم اپنے ان امراء' وزراء اور حکام سے ان گناہوں کی ذمہ داری

قبول کرنے کے لئے کہو گے جو ان سے تمہاری زیر سرپرستی شاہی ملازمت کے دوران سرزد ہوئے ہیں تو وہ اپنے ہر فعل کی ذمہ داری تم پر عائد کریں گے اور کسی ایک گناہ کی ذمہ داری بھی قبول کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اے ہارون! آج وہ لوگ جو تم سے سب سے زیادہ وفاداری اور محبت کے دعویدار ہیں کل کو وہی تم سے سب سے زیادہ بیگانہ ہو کر دور بھاگیں گے۔

خلیفہ ہارون الرشید بڑی توجہ کے ساتھ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سن رہا تھا۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا سا توقف کیا اور پھر ارشاد فرمایا اے ہارون! سنو، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ اپنے ایک گورنر کے بارے میں فضول خرچی کی شکایات موصول ہوئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس گورنر کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا۔ اے میرے بھائی! وہ رقم جو عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونی چاہئے وہ تم اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے صرف کر رہے ہو۔ زرا سوچو تو جب تمہاری ان فضول خرچیوں پر تم سے باز پرس کی جائے گی اور تمہیں دوزخ کے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور پھر جب تم ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہو گے تو اس دنیا میں خود کو نمایاں کرنے اور رعایا کے مال کو فضول خرچ کرنے کی پاداش میں تمہاری کیا حالت ہو گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس خط کا اس قدر اثر ہوا کہ اس فضول خرچ گورنر نے خط پڑھنے کے بعد فوری طور پر اپنا بوریا بستر باندھا اور سیدھا خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کی اچانک آمد پر حیرت کا اظہار فرمایا اور اس کی وجہ دریافت کی تو گورنر نے کہا اے امیرالمومنین! آپ کے اس خط نے مجھے اپنا محاسبہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے اس بات پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں واقعی عوام کی فلاح و بہبود اور ملکی تعمیر و ترقی پر صرف ہونے والی رقم کے ضیاع کا مرتکب ہو رہا تھا۔ اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور اب میں کسی بھی صورت میں گورنر یا والی بننا پسند نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس گورنر نے اپنا استعفیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کر دیا اور پھر ساری عمر ایک عبادت گزار بندے کی حیثیت سے بسر کر ڈالی۔

خلیفہ ہارون الرشید نے یہ سنا تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور کہنے لگا۔ حضرت! کچھ مزید ارشاد فرمائیے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے خلیفہ! تمہارے جد امجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا' یا رسول اللہ ﷺ مجھے کسی علاقے کا گورنر بنا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے چچا! اپنے نفس کو زندہ رکھنا اس حاکمیت کی نسبت کہیں زیادہ اچھا ہے جس کا شمار کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ حاکمیت قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث بن جاتی ہے اس لئے اگر حسرت و ندامت سے بچنا چاہتے ہو تو حاکم بننے کی خواہش نہ کرو۔ خلیفہ ہارون الرشید یہ سن کر ایک بار پھر رونے لگا اور بولا' مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ گویا ہوئے' اے ہارون تیری تمام سلطنت میں اگر کسی رات ایک بے نوا بڑھیا کسی گھر میں بھوکی سوئی ہو گی تو وہ قیامت کے دن تیرا دامن پکڑے گی اور تجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس گرانباری اور اپنی لاچاری پر نظر رکھ۔ اگر نجات چاہتا ہے تو رعایا کے ضعیف العمر مسلمانوں کو اپنا باپ' جوانوں کو اپنا بھائی اور چھوٹوں کو اپنا فرزند اور عورتوں کو ماں بہن سمجھ اور ان سے اس طرح معاملہ کر جیسے اپنے ماں باپ' بہن بھائی سے معاملہ کرتا ہے اور ان کے خلاف اپنے دل میں کینہ یا بغض ہرگز نہ رکھ۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید پھر بے اختیار رونے لگا۔ پھر اس نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار دینار پیش کئے جو حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں کئے اور یہ کہہ کر فوراً" شاہی محل سے چل دیئے کہ میں تو تمہیں آخرت کی نجات کے بارے میں بتا رہا ہوں اور تم مجھے اس قدر برا بدلہ دے رہے ہو۔



سرد ہوائیں

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اپنے ارادتمندوں کے ہمراہ ایک

مسجد میں قیام فرما ہوئے اور جب رات کو تیز و تند ہوائیں چلنے لگیں تو آپ مسجد کا دروازہ روک کر کھڑے ہو گئے اور مریدین کے سوال پر فرمایا کہ میں تمہیں اذیت سے بچانے کے لئے کھڑا ہو گیا تاکہ تم سرد ہواؤں سے محفوظ رہ سکو۔



علم کی عزت

خلیفہ بغداد ہارون الرشید نے ایک مرتبہ مشہور عالم حدیث ابو معاویہ محمد ضریر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے جب لوٹا اور چلچی ہاتھ دھلانے کے لئے لائی گئی تو خلیفہ نے چلچی تو خدمت گار کو دی اور خود لوٹا ہاتھ میں لے کر حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ دھلانے لگا اور کہا کہ اے ابو معاویہ! آپ نے پہچانا کہ کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ خلیفہ نے کہا ہارون' یہ سن کر ابو معاویہ کے دل سے یہ دعا نکلی کہ جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی ہی اللہ تعالیٰ آپ کی عزت فرمائے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابو معاویہ! بس آپ کی اسی دعا کو حاصل کرنے کے لئے میں نے یہ کیا تھا۔



رکانہ پہلوان

رکانہ بن عبدیزید قریشی بڑا شہہ زور پہلوان تھا۔ قوم قریش میں سب سے طاقتور تھا۔ ایک دن مکہ کے راستہ میں رکانہ پہلوان حضور ﷺ سے ملا۔ حضور ﷺ نے فرمایا' رکانہ! کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا اور میری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتا؟ رکانہ بولا' اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سچ ہے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں

تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں تو کیا تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے؟ رکانہ نے کہا ہاں تسلیم کر لوں گا کہ آپ سچے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے پکڑتے ہی چاروں شانے چت گرا دیا۔ رکانہ بولا کہ محمد ﷺ آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں لہٰذا جب دوسری مرتبہ کشتی شروع ہوئی تو آپؐ نے دوسری مرتبہ بھی اسے پچھاڑ دیا۔ اس پر رکانہ نے کہا محمد ﷺ خدا کی قسم آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' اگر تو خدا سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لے آئے تو اس سے بھی عجیب امر تجھ کو دکھاتا ہوں۔ رکانہ بولا' وہ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ درخت جسے تو دیکھتا ہے میں اسے بلاتا ہوں اور وہ میرے پاس چلا آئے گا۔ رکانہ بولا کہ آپ اسے بلایئے۔ حضور ﷺ نے اس درخت کو چلے آنے کا حکم دیا اور وہ درخت چلتا ہوا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

رکانہ نے کہا کہ اب آپ اسے حکم دیجئے کہ وہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔ آپؐ نے حکم فرمایا تو درخت واپس چلا اور اپنے مقام پر پہنچ کر حسب سابق کھڑا ہو گیا۔ رکانہ اتنا کچھ دیکھ چکنے کے بعد بھی ایمان نہ لایا۔

جب وہ اپنی قوم میں پہنچا تو انہیں یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ میں نے محمد ﷺ سے بڑھ کر کسی کو جادوگر نہ دیکھا' یہی رکانہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گیا تھا۔



کم قیمت

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو آپ کے والد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجذوب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرتؒ کو دیکھتے ہی مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطی ہند اور ملک الشعراء یگانہ روزگار ہو گا۔ جب حضرت خسرو رحمۃ اللہ علیہ نو برس کے ہوئے تو سلطان المشائخ سے بیعت کی۔ ایک روز ایک فقیر' سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور دست سوال دراز کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ آج جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ اس روز کچھ نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ کل جو کچھ آئے گا تجھ کو

دوں گا۔ کل بھی کچھ نہ آیا۔ حضرتؒ نے اپنے جوتے اس درویش کو دیئے اور رخصت کیا' فقیر جوتے لے کر چلا' اتفاقاً" حضرت خسرو رحمۃ اللہ علیہ راستے میں فقیر سے ملے۔ حضرت خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو' اس نے کہا دہلی سے۔ حضرت خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا سلطان المشائخ کا کیا حال ہے' درویش نے کہا خیریت سے ہیں' حضرتؒ نے کہا' تیرے پاس سے بوئے شیخ آتی ہے۔ شاید کوئی چیز ان کی تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا کہ کفش خواجہؒ میرے پاس ہیں۔ سلطان المشائخ نے مجھے عطا کئے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کو تم فروخت کرنا چاہتے ہو' فقیر نے کہا ہاں' حضرتؒ نے پانچ لاکھ روپے اس درویش کو دے کر کفش خواجہؒ اس سے حاصل کر لئے۔ اور ان کو سر پر رکھے ہوئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خسرو رحمۃ اللہ علیہ یہ کفش تو نے سستی خریدی ہیں۔ آپؒ نے عرض کیا کہ یا حضرتؒ اس درویش نے اسی پر اکتفا کیا تھا' اگر وہ تمام جان و مال اس کفش کے بدلے طلب کرتا تو میں سب کچھ دے کر لے لیتا۔



خدا کی مرضی

بیان کیا جاتا ہے کہ زوزان نامی بادشاہ کا ایک وزیر بہت ہی وفادار' نرم مزاج' نیک اور دانش مند تھا۔ اس کی ان خوبیوں کے باعث بادشاہ بھی اس کی بہت قدر کرتا تھا لیکن تقدیر الٰہی سے کچھ ایسا ہوا کہ دانا وزیر سے کوئی غلطی ہو گئی کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔

بادشاہ کو وزیر کی اس لغزش کا حال معلوم ہوا تو وہ اس قدر ناراض ہوا کہ اس کی ساری جائیداد ضبط کر کے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ یہ بہت بڑی افتاد تھی جو اس وزیر پر آپڑی تھی لیکن اس مصیبت کے زمانے میں اس کی وہ نیکیاں اس کے کام آئیں جو اس نے اقتدار کے دنوں میں لوگوں سے کی تھیں۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ ادنیٰ لوگوں سے بھی میٹھی زبان میں بات کرتا تھا اور جہاں تک ہو سکتا تھا لوگوں کو

فائدہ پہنچاتا تھا اب وہ مصیبت میں مبتلا ہوا تو وہ سپاہی اور اہل کار اس کے مددگار بن گئے جنہیں اس نے کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچایا تھا اور یوں اسے محسوس بھی نہ ہوا کہ وہ قید خانے میں ہے۔

اسی دوران میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ پڑوسی ملک کے بادشاہ نے اپنے خاص آدمی کے ہاتھ اس وزیر کے نام ایک خط بھیجا اور اس میں لکھا کہ یہ جان کر ہمیں بہت زیادہ افسوس ہوا ہے کہ تم جیسے قابل قدر اور نیک وزیر کو تمہارے بادشاہ نے ذلیل کیا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ہم تمہاری رہائی کا انتظام کر سکتے ہیں اور اس بات پر آمادہ ہیں کہ اپنے دربار میں وزارت کی کرسی عنایت کریں۔ اگر تمہیں یہ بات منظور ہے تو فوراً" ہمیں آگاہ کرو۔

دانا وزیر نے پڑوسی بادشاہ کا یہ خط پڑھا تو اس کی پشت پر یہ لکھ دیا کہ حضور نے میرے حال پر مہربانی فرمائی میں اس کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن مجھے یہ بات منظور نہیں کہ معمولی سی تکلیف سے گھبرا کر اپنے آقا سے بے وفائی کروں۔

پڑوسی بادشاہ کے قاصد کے آنے کا حال اتفاق سے ایک ایسے شخص کو بھی معلوم ہو گیا جو اس وزیر کا دشمن تھا اس نے فوراً" بادشاہ کو اطلاع دی کہ قیدی وزیر فلاں بادشاہ سے مل کر حضور کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ بادشاہ نے سپاہی بھیج کر اس قاصد کو گرفتار کرا لیا جو وزیر کا جواب لے کر جا رہا تھا اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگر یہ بات سچ نکلی تو وزیر کو قتل کرا دوں گا۔ لیکن جب دوسرے بادشاہ کا خط اور اپنے وزیر کا جواب پڑھا تو سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس پر وزیر کی وفاداری پوری طرح ظاہر ہو گئی اور اس نے اسی وقت اس کی آزادی کا حکم لکھ دیا۔

وزیر قید خانے سے رہا ہو کر آیا تو بادشاہ نے پہلے سے زیادہ اس کی عزت کی اور خلعت عطا کرنے کے علاوہ اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ غلط فہمی کی وجہ سے اسے ناحق تکلیف پہنچی۔ وزیر نے کہا' حضور خیال نہ فرمائیں مجھے جو تکلیف پہنچی ہے میری تقدیر میں لکھی تھی۔ خدا کی مرضی اور مشیت کے بغیر تو پتا بھی نہیں ہلتا۔



معراج کمال

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کو ترکہ پدری میں ایک ہزار دینار ملے تھے۔ وہ دینار حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کئے اور عرض کیا کہ مجھے مرید کر لیجئے اور یہ دینار خانقاہ کے درویشوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو مرید کیا اور وہ تمام دینار فقرا کو تقسیم کر دیئے۔ ایک دینار بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے دن کے لئے باقی نہیں رکھا۔ چنانچہ اس مرید نے سرد آہ بھر کر کہا' اب ہزار دینار کب میسر ہوں گے' کاش! مجھے آج بھی اتنے ہی دینار میسر آجائیں تو میں اخراجات خانقاہ کے لئے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اضطرابی دعا کو سنا اور فرمایا۔ یہ تین درہم لے کر عطار کی دوکان پر جاؤ اور فلاں دوا خرید لاؤ۔ اس نے تعمیل حکم کی تو شیخ نے فرمایا' اس دوا کو ہاون دستہ میں کوٹ کر روغن میں گوندھو اور تین گولیاں خرمہرہ کے برابر بناؤ۔ اور سوئی سے گولیوں میں سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ وہ حسب ارشاد گولیاں بنا کر لایا' شیخ نے ان گولیوں کو اپنے دست مبارک سے مل کر کچھ کلمات گولیوں پر دم کئے' تینوں گولیاں تین یاقوت سرخ بن گئیں۔ حضرت شیخ نے اس مرید سے فرمایا' ان گولیوں کو بازار لے جاؤ۔ فروخت نہ کرنا۔ صرف قیمت معلوم کر کے واپس آجاؤ۔ مرید گولیوں کو لے کر جوہریوں کی دوکانوں پر گیا۔ انہوں نے ہر یاقوت کی قیمت ایک ہزار دینار بخوشی منظور کی۔ لیکن فروخت نہ کرنے کا حکم تھا۔ اس لئے قیمت معلوم کر کے گولیاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس لے آیا تو آپ نے فرمایا' ان گولیوں کو پھر ہاون دستہ میں ڈال کر کوٹ دو اور چھوٹے چھوٹے ریزے کر کے دریا میں ڈال دو' اور فرمایا' اللہ والے درویش دنیا کے بھوکے نہیں ہوتے' بلکہ ان کے لئے بھوکا رہنا ہی معراج کمال ہے۔



شیطان کا مکر

ایک رات کا ذکر ہے کہ حضور غوث پاک ؒ عراق کے ایک بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا بیٹھے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے کہ یکایک آپ کو ایک روشنی دکھائی دی جس سے یکدم سارا آسمان روشن ہو گیا اور اس میں سے ایک آواز آئی۔ اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں اور تیری عبادت سے راضی ہو کر تجھے اپنی عبادت کی تکلیف سے آزاد کرتا ہوں۔ حضور غوث اعظم ؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو سن کر اپنے ظاہری اور باطنی علوم پر توجہ کی تو مجھے اس صورت کا کوئی بھی جواز دکھائی نہ دیا اور میں نے خیال کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس قدر عظیم مرتبے کے باوجود آپ کو عبادت کی تکلیف سے آزادی نہیں ملی تو پھر دوسرا کوئی کس طرح اس معاملے میں معافی کا حقدار ہو سکتا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی میں نے فوراً بلند آواز سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا تو شیطان اپنی اصل شکل میں آگیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے عبدالقادر! میں نے اس سے پہلے بے شمار عبادت گذاروں کو گمراہ کیا ہے مگر آپ اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے۔ شیطان لعین کی بات سن کر میں نے پھر لاحول پڑھا' اور کہا دفع ہو مردود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف رب تعالیٰ کی مدد اور فضل و کرم کی وجہ سے محفوظ رہا ہوں۔ اس پر شیطان لعین اپنا سر پیٹنے لگا اور بولا' اے عبدالقادر! میں آج آپ سے مایوس ہو گیا ہوں اور آئندہ آپ پر اپنا وقت ضائع کرنا بے کار ہے۔ میں نے کہا۔ اے لعین! مجھے تمہاری کسی بھی بات کا یقین نہیں ہے۔ میں تو ہمیشہ تمہارے مکر سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہتا ہوں۔



قاضی ایاس کی دانائی

قاضی ایاس بن معاویہ نے کم سنی کی حالت میں قاضی دمشق کی کچہری میں

ایک بوڑھے آدمی پر اپنے حق کا دعویٰ کر دیا اور قاضی دمشق کے سامنے یہ کہا کہ اس بوڑھے نے میرے اوپر ظلم کیا ہے اور میرا مال کھا ڈالا ہے۔ قاضی دمشق نے ایاس بن معاویہ کو بڑے زور سے ڈانٹا کہ تم اتنے بوڑھے آدمی کے مقابلہ میں ایک کم عمر لڑکے ہو کر اس زور و شور سے کلام کرتے ہو؟ ایاس بن معاویہ نے عرض کیا کہ قاضی صاحب میں اگرچہ چھوٹا ہوں۔ مگر حق مجھ سے' ان سے' آپ سے' سب سے بڑا ہے۔ قاضی دمشق نے کہا کہ تم چپ ہو جاؤ۔ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ حضرت والا اگر میں چپ ہو جاؤں تو میں اپنے دعویٰ کو کس طرح پایہ ثبوت تک پہنچاؤں گا؟ قاضی دمشق نے غصہ میں بھر کر کہا کہ اچھا تم بولو۔ مگر خدا کی قسم! تم کوئی اچھی بات نہیں کرو گے۔ یہ سن کر ایاس بن معاویہ نے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھا اور کہا کہ قاضی صاحب! آپ کی قسم ٹوٹ گئی۔ لیجئے میں جو بات بولا ہوں یہ کلمہ حق ہے اس سے اچھی اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔ آپ اپنی قسم کا کفارہ ادا کیجئے؟

قاضی دمشق لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ جب خلیفہ دمشق کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نے قاضی دمشق کو معزول کر کے ایاس بن معاویہ کو ان کی جگہ قاضی مقرر کر دیا۔



دو محبتیں

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنے چھوٹے صاجزادے کو گود میں اٹھا کر اس کے منہ کو چوم رہے تھے جیسا کہ عام طور پر باپ اپنے بچے سے پیار کرتا ہے۔ بچے نے آپ کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ اے ابا جان کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! بچے نے کہا۔ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے؟ فرمایا' ہاں! بچے نے یہ سن کر کہا' ابا جان! ایک دل میں دو محبتیں رہ سکتی ہیں؟ حضرت فضیل بن عیاض اب سمجھ گئے کہ یہ بات کس نے کہلوائی

ہے۔ دل پر رقت طاری ہو گئی اور بچے کو زمین پر ڈال دیا اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ پھر فرمایا' اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ تو اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے تو خاموشی اختیار کر لے۔ اگر تو نے انکار کیا تو کافر ہو جائے گا اور اگر ہاں کرے گا تو تیرے فعل اللہ کے دوستوں کے مواقف نہ ہوں گے۔



پاک دامن خاتون

جس عورت کو خدا نے ایمان کی نعمت بخشی ہو وہ جان دے دے گی مگر برائی کے قریب نہیں جائے گی۔ ایک بادشاہ نے اپنے اونچے محل سے نظر دوڑائی تو اسے ایک مکان میں نہایت خوبرو' خوبصورت عورت دکھائی دی۔ اس کا دل بے قرار ہو گیا۔ اس کے حسن و جمال پر مفتون ہو گیا۔ پہلے نامہ و پیام سے کام نکالنا چاہا مگر اس عفیفہ نے اپنی پاکدامنی کی وجہ سے توجہ نہ دی۔ آخر اس نے حکم دیا کہ اس سرکش عورت کو پکڑ کر لاؤ۔ جب وہ محل میں آئی' دلکشی اور ہوشربائی کے سارے سامان جمع کئے تاکہ اس پاکیزہ عورت کو اس کام پر آمادہ کرے' جس کام کی تعلیم بادشاہ کو نفس نے دی تھی۔ عیش و نشاط کے تمام سامان فراہم' نفسانی جذبات اپنے شباب پر اور پیار کی مسلح افواج سامنے' تنہائی کا عالم' سارے دروازے اور کھڑکیاں بند' تمام خطروں اور کل اندیشوں سے بظاہر اطمینان' ایسے وقت میں اپنے دیدۂ پر حسرت کو پرآب کر کے کہا "اے صنم! تیری آنکھوں نے میری نیند کھو دی ہے" عورت نے عرض کیا کہ میں ایک غریب بندی آپ شہنشاہ' بادشاہوں کو فقیروں سے کیا کام؟ بادشاہ نے جواب دیا تو حسن کی شہزادی ہے اور میں گدائے در حسن (یعنی حسن کے دروازے کا فقیر۔ خدا کے لئے مشتاق کی طرف ایک نظر دیکھئے۔

آسمان و زمین اور ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ اس خاتون کا دامن عفت کدھر جاتا ہے۔ برائی کی طرف بلانے میں شیطانی قوت نے کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بندی سب کچھ دیکھتی ہے اور چاہتی تو جو کچھ بادشاہ چاہتا تھا کر

گزرتی۔ لیکن عورت نے کہا بادشاہ سلامت! ذرا صبر کیجئے میں دوسرے کمرے میں آراستہ ہو کر حاضر ہوتی ہوں۔ غرض یہ کہ وہ دوسرے کمرے میں گئی اور اپنی دونوں آنکھیں نکال کر ایک طشت میں رکھیں اور شاہی ملازم کے ہاتھ خدمت میں ارسال کر کے کہلا بھیجا کہ جس چیز کی آپ کو بڑی چاہ تھی وہ پیش حضور ہے۔ ایک کمزور ارادے والی ذات کو اپنی ہوسناکیوں کا تختہ مشق بناتا ہے۔ تو نے یہ جرات کیسے کی؟ رب کا احسان بھول گیا اور اس کی دی ہوئی قوت کو اس کے ہی حکم کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسی کا نام تو شیطانیت ہے' شیطان کا قصور ہی اس کے سوا کیا ہے۔ توانائیوں کا جو ذخیرہ تجھے خالق کائنات کی طرف سے ملا ہے' بجائے مرضی حق کے ان کو تو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ بادشاہ آنکھوں کو دیکھ کر بڑا شرمندہ ہوا اور اس پاک دامن خاتون کو بصد معذرت و عطائے انعام' عزت و احترام کے ساتھ گھر پہنچا دیا۔



فتح نصیب ہوئی

پیر محمد خان نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ سمرقند پر چڑھائی کی۔ باقی محمد خاں حاکم سمرقند کے پاس صرف چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔ حاکم سمرقند گھبرایا ہوا حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کا طالب ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود پیر محمد خان کے پاس جا کر نصیحت کی کہ مخلوق خدا کے قتل و غارت سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ۔ مگر وہ صلح پر راضی نہ ہوا۔ حضرت خفا ہو کر واپس آئے اور باقی محمد خان سے فرمایا کہ اگر تو دل سے توبہ کر لے کہ آئندہ خلق خدا پر کبھی ظلم نہیں کرے گا اور عدل و انصاف سے حکومت کرے گا تو فتح پائے گا۔ باقی محمد نے کہا کہ میں آئندہ ظلم و ستم نہیں کروں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جاؤ اور حملہ کر دو۔ تمہاری سلطنت تمہیں مبارک ہو۔ حضرت نے باقی محمد کی پیٹھ پر دست شفقت رکھا۔ باقی محمد رخصت ہوا اور اس کے

پیچھے حضرت مولانا درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شہر کے کنارے ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو مراقب ہو بیٹھے اور بار بار سر اٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی خاں نے فتح پائی اور پیر محمد مارا گیا۔ اس وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے۔



میرا تو کام یہی تھا

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز مسجد میں تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر مصروف رقص و سرود اور دور شراب سے مخمور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ فرمایا کہ بھاگو مت۔ میں بھی تمہارا ہم مشروب ہوں اور اسی واسطے آیا ہوں ہمارے لئے بھی لاؤ۔ شہر میں تو پی نہیں سکتے۔ پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا افسوس ہے کہ اس وقت شراب باقی نہیں رہی۔ فرمایا تو شہر سے منگوا دی جائے۔

حضرت نے فرمایا کہ تم کو کوئی ایسا طریقہ نہیں آتا کہ شراب خود بخود آ جایا کرے۔ وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں۔ فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایک ایسی بات سکھا دوں کہ شراب خود بخود آ جائے پھر شراب کا مزاہ دیکھو۔ وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتا دیجئے۔ کہا کہ اچھا۔ پہلے نہاؤ۔ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ سب نے غسل کیا۔ کپڑے دھوئے اور پاک و صاف ہو کر آ موجود ہوئے۔ تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی کہ یا اللہ! میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ تیرے حضور میں ان کو کھڑا کر دیا اب تجھے اختیار ہے خواہ ان کو گمراہ کر خواہ ہدایت بخش۔ چنانچہ حضرت کی دعا منظور ہوئی اور وہ سب ہدایت کامل سے مستفیض ہوئے۔



سوئی اور مچھلیاں

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ جب سلطنت چھوڑ کر اطاعت الٰہی میں مشغول ہو گئے تو حضرت کے ایک صاحبزادے نے آپ کو بے حد تلاش کیا۔ آخر ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت دریا کے کنارے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے اپنا خرقہ سی رہے تھے۔ صاحبزادے نے سلام عرض کیا اور عرض کیا۔ یہ کیسی زندگی آپ نے اختیار کر رکھی ہے' اس تنہائی اور وحشت سے کیا حاصل؟ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو شہزادے نے غصے سے سوئی حضرت کے ہاتھ سے لے کر دریا میں پھینک دی اور کہا۔ یا تو آپ مجھے سوئی نکال کر دکھائیں یا پھر گھر چل کر سلطنت سنبھالیں۔ حضرت نے فرمایا۔ بیٹا! سوئی اب کس طرح نکل سکتی ہے' لیکن جب شہزادہ کسی طرح راضی نہ ہوا تو حضرت نے مچھلیوں کو سوئی لانے کا حکم دیا۔ شہزادے نے دیکھا کہ مچھلیاں ہزاروں سوئیاں منہ میں لئے حاضر ہو گئیں۔ شہزادے نے کہا' میں تو وہی سوئی چاہتا ہوں' جو میں نے پھینکی ہے۔ اتنے میں ایک بہت بڑی مچھلی نے نمودار ہو کر کہا۔ میں اس سوئی کو حضرت خضرؑ کے لئے بطور تبرک لئے جا رہی تھی' حضرت کے احترام میں واپس لائی ہوں۔ شہزادہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔ مجھے معاف کیجئے اور اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ بیٹا! تم واپس جاؤ جو اپنے پروردگار عالم کی یاد میں محو ہو اسے کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا۔



ضمیر جاگ گیا

علاقہ غور میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ وہ لوگوں کے گدھے بیگار میں پکڑ لیتا تھا۔ ظلم بر ظلم یہ کہ غریب جانوروں کو گھاس دانہ تو ڈالتا نہ تھا البتہ ان سے بار برداری کا کام اس قدر لیتا تھا کہ بیچارے دو ایک روز میں مرجاتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ شکار کے لئے نکلا اور کسی جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا۔ ادھر سورج غروب ہو گیا اور رات کی سیاہی نے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیئے۔ بادشاہ مجبور ہو کر ایک گاؤں میں اتر پڑا۔ وہاں اس نے ایک عجیب ماجرا دیکھا کہ ایک دیہاتی اپنے مضبوط اور توانا گدھے کو لٹھ مار مار کر لنگڑا کر رہا ہے۔ بادشاہ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس نے خشمناک لہجہ میں دیہاتی سے کہا کہ تو اس غریب جانور پر کیوں اتنا ظلم ڈھا رہا ہے۔

دیہاتی بادشاہ کو نہیں پہچانتا تھا۔ وہ بگڑ کر بولا۔ میاں مسافر اپنی راہ لگ، تجھے کیا معلوم کہ میرے اس کام میں کیا مصلحت ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ نہایت ظالم ہے وہ تندرست اور مضبوط گدھے غریبوں سے چھین لیتا ہے۔ میں اس گدھے کی ٹانگ توڑ رہا ہوں تاکہ بیگار میں نہ پکڑا جائے۔ لنگڑے گدھے کا میرے پاس رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ بادشاہ کے پاس بوجھ ڈھوتا مرجائے۔

بادشاہ کو دیہاتی کی باتیں سن کر غصہ تو بہت آیا لیکن مصلحت اس میں دیکھی کہ چپکا ہو رہے۔ صبح ہوئی تو لشکری تلاش کرتے کرتے اس گاؤں میں آ پہنچے اور ہر طرف بادشاہ سلامت کا شور مچ گیا۔ بادشاہ کو رات والا دیہاتی یاد تھا اس نے حکم دیا کہ گستاخ کی گردن مار دی جائے۔ بے چارے نے جان بخشی کے لئے بہت منت سماجت کی لیکن بادشاہ کا دل نہ پسیجا۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ اب جان بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو دلیر ہو کر بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور گرج کر کہنے لگا کہ اے بادشاہ! موت تو اپنے وقت پر ضرور آ کر رہتی ہے لیکن مجھے مار کر تو بدنامی سے نہیں بچ سکتا۔ تیرے ظلم کا چرچا تو ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے۔ اگر ظالم کو ظالم کہنے کی سزا موت ہے تو پھر ساری رعیت کو مار ڈال۔ اگر تجھے میری

باتیں ناگوار گزری ہیں تو انصاف سے کام لے کر ایسی باتوں کا سبب دور کر دے۔ ایک بے گناہ کو قتل کرنے کی بجائے مخلوق خدا کو ستانا چھوڑ دے۔ تمہارے مظالم کی وجہ سے ایک دنیا رات کو نہیں سوتی۔ معلوم نہیں تجھے نیند کیسے آ جاتی ہے۔ اپنے درباریوں کی تعریف اور خوشامد پر خوش نہ ہو۔ خلق خدا تجھ پر ہر وقت نفرین بھیجتی ہے۔ مظلوموں کی آہ و فریاد سے ڈر اور ظلم سے باز آ جا۔

ان تلخ و تند مگر سچی باتوں نے بادشاہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور اس کا ضمیر بیدار ہو گیا اسی وقت توبہ کر لی اور اس دیہاتی کو نہ صرف عزت کے ساتھ رہا کر دیا بلکہ اپنے گاؤں کا سردار بنا دیا۔



جنت کا ساتھی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ جنت میں جو اس کا رفیق ہے اسے دکھلا دے۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ

فلاں شہر میں جائیے وہاں آپ کو ایک قصاب ملے گا وہی آپ کا جنت میں رفیق ہو گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شہر میں گئے اور ایک دکان پر جا کر اس قصاب کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آخر اس نوجوان قصاب نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے موسیٰؑ! کیا آپ میرا مہمان بننا پسند کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں! چنانچہ وہ نوجوان آپ کو گھر لے گیا اور آپ کے سامنے کھانا چنا اور خود بھی کھانے لگا۔ اس کے قریب ایک بڑا تھیلا پڑا تھا۔ دفعتاً کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ جوان اچھل کر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اس تھیلے کے اندر دیکھا تو اس میں حکمت خداوندی کے تحت ایک بوڑھے اور بڑھیا کو پایا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو دونوں مسکرائے اور ان کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ پھر جب وہ نوجوان آیا اور آ کر دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور عرض کیا۔ آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اللہ تبارک تعالیٰ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا' تجھے کس نے بتایا؟ اس نے کہا ان دونوں نے' پوچھا وہ کیسے؟ عرض کیا حضور! میں ہر وقت ان کی نگہداشت کرتا رہتا تھا اور ان کو کھلائے بغیر کبھی نہ کھاتا تھا اور وہ دونوں اللہ سے روزانہ دعا کیا کرتے تھے کہ ان کی جان نہ نکلے جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت نہ کرلیں اور میری ماں جب شکم سیر ہو جاتی تھی تو کہا کرتی تھی کہ اے اللہ! ہمارے بیٹے کو جنت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین بنائیو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تیری ماں کی دعا قبول ہو چکی ہے اور تجھے جنت میں میرا ساتھ نصیب ہو گا۔



دعا اور بددعا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے کنارے تشریف فرما تھے کہ اس اثناء میں دریائے دجلہ سے ایک کشتی گزری جس میں سوار لوگوں کے پاس شراب اور دیگر عیش و عشرت کا سامان موجود تھا۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ ان کے لئے کیوں نہیں بددعا کرتے؟ آپ نے ارشاد فرمایا' یا اللہ! تو ان لوگوں کو آخرت میں بھی اسی طرح خوش و خرم رکھنا جس طرح کہ یہ اس دنیا میں خوش و خرم ہیں۔ آپ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں نے حیران ہو کر عرض کی کہ یاحضرت! آپ سے تو بددعا کرنے کی درخواست کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے میں کیوں کسی مسلمان کو بددعا دوں۔ بے شک رب تعالیٰ ان لوگوں کو آخرت میں اسی وقت خوش کرے گا جب ان کو اس دنیا میں توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے گا اور یہی اس کی حسن سیاست میں سے ہے۔



سود خور

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں مالدار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بصرہ کو سود پر روپے دیا کرتے تھے اور جن سے کچھ لینا ہوتا تھا جب تک لے نہ لیتے وہاں سے نہ ٹلتے۔ اس سود کی رقم پر آپ گزارہ کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاں جب سود کی رقم وصول کرنے پہنچے تو وہ شخص گھر پر موجود نہ تھا۔ بلکہ اس کی بیوی گھر پر موجود تھی۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر تو باہر گیا ہوا ہے۔ میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ ایک بکری ذبح کی تھی لیکن اس کی سری کے سوا اور کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اگر آپ اسے لینا پسند کریں تو حاضر کر دوں۔ آپ نے کہا چلو یہی دے دو۔ چنانچہ بکری کی سری لے کر گھر واپس آئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے اسے پکاؤ۔ اہلیہ محترمہ نے کہا کہ گھر میں روٹی اور لکڑی بھی تو نہیں ہے۔ آپ نے کہا تم فکر نہ کرو۔ میں روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ باہر گئے اور اسی طرح روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آئے۔ اہلیہ نے سالن چولہے پر چڑھا دیا۔ جب ہانڈی تیار ہو گئی اور آپ نے چاہا کہ اسے برتن میں انڈیلیں کہ عین اسی وقت دروازے پر ایک فقیر نے صدا بلند کی اور کھانے کے لئے کچھ طلب کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جا تجھے کوئی چیز نہیں پہنچتی اور اگر ہم تجھے تھوڑا سا دے بھی دیں اس سے تو کچھ امیر نہ ہو جائے گا۔ بلکہ ہم غریب ہو جائیں گے۔ فقیر ناامید ہو کر واپس چلا گیا۔

آپ کی اہلیہ نے جب ہانڈی میں سے گوشت نکالنا چاہا تو وہ سب خون ہو گیا تھا۔ انہوں نے شوہر کو آواز دی اور کہا کہ دیکھ سختی اور جبر سے حاصل کیا ہوا مال کیا ہو گیا۔ آپ نے جب آکر دیکھا تو دل کی حالت متغیر ہو گئی۔ آپ نے اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میں اپنی سب برائیوں سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسرے روز آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے تاکہ قرض داروں سے جا کر روپیہ واپس نہ لے آئیں اور پھر سود کے لین دین کا خاتمہ کریں۔ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ جب آپ سڑک سے گزرے تو لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا حبیب سود خور آ رہا

ہے۔ آپ نے جب یہ سنا تو دل بھر آیا۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی طرف چلے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے چند کلمات ایسے کہے کہ آپ کے دل کی حالت متغیر ہو گئی اور آپ نے توبہ کر لی۔ جب آپ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے واپس ہوئے تو ایک قرض دار آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا۔ آپ نے اس سے فرمایا مت بھاگو۔ اب تو مجھے تم سے بھاگنا چاہئے۔ لڑکوں نے آپ کو آتے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا۔ حبیب تائب آ رہا ہے دور ہٹ جاؤ تاکہ ہماری گرد اس پر نہ پڑے اور ہم خدا کے نزدیک گنہگار ہو جائیں۔



بدی کے بدلے نیکی

حضرت شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بادشاہ کے ایک امیر دربار نے شکایت کرتے ہوئے کہا، جہاں پناہ! شیخ سیف الدین آپ کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصرف ہے تاکہ آپ کی بادشاہت کو ختم کر ڈالے۔ کیونکہ دراصل وہ سابق بادشاہ کا وفادار ہے جس کو قتل کر کے آپ تخت نشین ہوئے ہیں وہ آپ کو تخت و تاج سے محروم کر کے دوسرے ایسے شخص کو بادشاہ بنانے کی فکر میں ہے جو اس کے اشاروں پر چلنے کو تیار ہو تاکہ حکومت کے کاموں میں اس کی دخل اندازی ہو سکے۔ بادشاہ نے متفکر ہو کر پوچھا کہ پھر اس کے سدباب کے لئے تمہارا کیا مشورہ ہے؟ امیر نے رازداری برتتے ہوئے جواب دیا۔ جہاں پناہ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس فتنہ گر کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کر دوں اور آپ فوراً اس کے قتل کا حکم صادر فرما دیں۔ لیکن یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ بعجلت تمام سرانجام پا جانا چاہئے۔ مبادا اس کے حواریوں کو پتہ چل جائے اور وہ کوئی بڑی شورش بپا کر دیں۔

بادشاہ نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں اس کی اجازت ہے۔ امیر چند مسلح آدمیوں کو لے کر حضرت شیخؒ کے پاس پہنچا اور بڑی بے ادبی اور گستاخی

کے ساتھ حضرت شیخؒ کے سر سے دستار اتار دی اور اسی دستار سے ان کے ہاتھ اور گردن باندھ کر بادشاہ کے پاس لایا تاکہ شیخ کی زیادہ سے زیادہ ذلت ہو۔ جیسے ہی بادشاہ کی نظر حضرت شیخؒ پر پڑی اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ تخت سے یکدم نیچے اتر آیا۔ شیخؒ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور آپ سے معذرت کی۔ بادشاہ نے اس شخص کو ڈانٹ دیا اور کہا میں نے تجھے شیخ کی ایسی بے ادبی کی اجازت نہ دی تھی۔ پھر تو نے حضرت کے ساتھ یہ زیادتی کیوں کی۔ آخر بادشاہ نے حضرت شیخؒ کو اعزاز و اکرام سے رخصت کر دیا اور اپنی غلطی کی معذرت کی۔

دوسرے دن بادشاہ نے اس چغل خور کو باندھ کر حضرت شیخ کے پاس بھیج دیا اور پیغام بھیجا کہ یہ شخص قتل کے لائق ہے آپ جس طرح چاہیں قتل کر دیں۔ شیخ نے فوراً" اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیے۔ اپنے کپڑے پہنائے اور اسے منبر پر اپنے پاس بٹھایا اور یہ کہا۔

جن لوگوں نے میرے ساتھ بدیاں کی ہیں اگر میرا بس چلے تو ان کے ساتھ نیکی ہی کروں گا۔ بندے سے جو فعل بھی سرزد ہوتا ہے اچھا ہو یا برا' اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جو کچھ (نفع و نقصان) پہنچتا ہے وہیں (اللہ کے ہاں) سے پہنچتا ہے' پھر کسی سے ناراض کیوں ہوا جائے۔



قیمتی موتی

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ طریقت کے یوسف اور حقیقت کے کنعان کے یعقوب تھے۔ ذوالنون حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت کشتی میں سوار تھے کہ ایک سوداگر کا قیمتی موتی گم ہو گیا۔ چونکہ حضرتؒ کا لباس پھٹا پرانا تھا' انہوں نے کہا' یہی چور ہے اور سختی کرنی شروع کی' حضرت دریا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے "اے دریا میں رہنے والو! یہ لوگ تو مجھے نہیں جانتے' تم تو پہچانتے ہو۔" یہ فرمانا تھا کہ دریا کی تمام مچھلیاں منہ میں موتی لئے آموجود

ہوئیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سوداگر کا موتی پہچان لیا اور مچھلی سے لے کر سوداگر کو دیا اور کشتی سے اتر کر پانی میں پاؤں رکھا اور گم ہو گئے۔



حاسد کا انجام

خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور عباسی' حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی معتقد تھا اور آپ کو سلطنت بھر کے علماء پر فضیلت دیتا تھا۔ امام ممدوح کا اعزاز دیکھ کر محمد بن اسحٰق (صاحب المغازی) کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے دربار شاہی میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر کہا کہ انشاء اللہ تو کیا اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی؟

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں ضرور طلاق پڑ جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے انشاء اللہ کو اپنے طلاق دینے والے جملے سے الگ کر دیا۔ اس لئے یہ استثناء مفید نہیں ہو گا۔ یہ سن کر محمد بن اسحاق نے کہا کہ اے امیرالمومنین! ذرا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جرات دیکھئے کہ آپ کے دربار میں آپ کے سامنے' آپ کے بدامجد حضرت عبداللہ بن عباس کے مسلک کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آپ کے جدامجد کا یہ قول ہے کہ انشاء اللہ اگر کلام سے الگ کر کے کہا جائے جب بھی یہ استثناء مفید ہوتا ہے۔ یہ سنتے ہی ابو جعفر منصور مارے غصہ کے آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ کیوں جی؟ ابو حنیفہ! تمہاری یہ جرات ہے کہ تم میرے دربار میں میرے جد امجد کے قول کی مخالفت کرتے ہو؟ حضرت امامؒ نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ امیرالمومنین! حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کا مطلب کچھ اور ہے اور محمد بن اسحاق کا منشاء کچھ اور ہے۔ محمد بن اسحٰق یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی بیعت کر کے باہر نکلیں اور انشاء اللہ کہہ دیں تو آپ کی بیعت ختم ہو جائے۔ یہ سنتے ہی ابو جعفر منصور مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور جلادوں کو حکم دے دیا کہ محمد بن

اسحٰق کے گلے میں ان کی چادر کا پھندا ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور ان کو قید کر دو۔



تقدیر الٰہی

دو یار ہم سفر تھے۔ ایک نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے سلطنت عطا فرمائے تو ایسا عدل و انصاف کروں اور جود و کرم کی بارش کروں کہ کبھی کسی نے سنا بھی نہ ہو۔ دوسرا بولا اگر میں بادشاہ ہو جاؤں تو ہر روز ایک آدمی کو قتل کیا کروں۔ اور ایسے ایسے ظلم ایجاد کروں کہ جو کسی کے خیال میں بھی نہ گزرے ہوں۔ خدا کی قدرت کچھ مدت بعد وہ ظلم دوست آدمی صاحب تاج و تخت ہو گیا اور اپنے ارادہ و منشاء کے موافق اس نے ایسے ایسے ظلم شروع کئے کہ تمام ملک میں شور قیامت برپا ہو گیا۔ اتفاقاً" وہ عدل پسند یار بھی وہاں آگیا۔ لوگوں نے اس کے روبرو واویلا کیا کہ بادشاہ تمہارا قدیم دوست ہے کچھ تم ہی ان کو سمجھاؤ کہ ظلم سے باز آئے۔ اس نے تنہائی میں نصیحت کی کہ یار کچھ تو خدا سے ڈر۔ کیوں خلقت کو تباہ کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے احمق! اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں پر رحم کرنا منظور ہوتا تو مجھ کو دولت و سلطنت کیوں دیتا تجھی کو بادشاہ نہ بناتا کیا تجھ کو یاد نہیں کہ میں نے اس سفر میں کیا کہا تھا۔ غرض یہ کہ عدل ہو یا ظلم سب تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں۔ پھر چوں چرا کیسی اور یہ عدل و ظلم انسان کی نسبت سے معتبر ہیں ورنہ دراصل نہ کوئی بات ظلم ہے نہ عدل۔



پر اسرار مہمان

ایک سید بزرگ ایک پہاڑ پر رہا کرتے تھے۔ جہاں دن رات وہ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ عید کا دن آیا تو وہ پہاڑ سے اترے تاکہ نماز عید جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ نماز پڑھ کر وہ واپس پہاڑ پر آئے تو اپنی قیام گاہ پر انہوں نے ایک ایسے نورانی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس پر سفر کا کوئی نشان نہ تھا۔ وہ بزرگ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ کون ہے اور یہاں کیسے اور کب آیا ہے؟ اور پھر دل میں سوچنے لگے کہ آخر یہ مہمان ہے اور آج عید کا دن ہے اور اس مہمان کو کھلانے کو کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہئے مگر یہاں تو ایسی چیز ہے نہیں' پھر کیا کیا جائے۔ اتنے میں اس شخص نے سلام پھیرا اور کہا میری فکر نہ کیجئے' مجھے کھلانے والا خود ہی کھلادے گا اور پھر فرمایا اور اگر ضرور ہی کچھ کھلانا پلانا ہے تو تھوڑا پانی پلا دو۔ میں پانی لانے کے لئے برتن کے پاس پہنچا تو برتن کے پاس دو تازہ روٹیاں اور ساتھ ہی سالن رکھا ہوا دیکھا۔ وہ روٹیاں اور سالن بالکل تازہ اور گرم تھا جیسے ابھی ابھی تیار ہوا ہو۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اتنے میں وہ پراسرا مہمان بولا۔ حیران کیوں ہوتے ہو۔ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو جہاں بھی جو کچھ چاہیں پا لیتے ہیں۔ پھر فرمایا' کھانا لاؤ مل کر کھائیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے وہ کھانا کھایا اور کھانا کھانے کے بعد پھر اس مہمان نے السلام علیکم کہا اور غائب ہو گیا۔



نصیحت کا فائدہ

سکندر کی عالمگیری اور فتح مندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہ دور اندیشی یہ طریق کار اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکر جرار رکھنے کے بغیر کسی قسم کی جنگ کے صلح کے لئے پیش قدمی کی۔ سکندر نے اس کی بے شمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صلح کے لئے آیا ہے تو اس قدر لشکر جرار اور فوج بے شمار کو

ہمراہ لانے کا کیا مطلب شاید کہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا عاجزوں کا شیوہ ہے صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے۔ یہ میرا جزئی لشکر ہے جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے تاکہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا۔ لیکن تیرا اقبال بلند ہے۔ جو کوئی دولت خداداد سے لڑے گا سو گرے گا اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا۔ سکندر نے کہا' بے شک تو لائق احسان ہے میں نے تجھے امان دی۔ اس بادشاہ نے تمام لشکر کو نہایت پر تکلف کھانا کھلایا اور ایک زردوزی خیمہ میں جہاں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا۔ سکندر کو بٹھایا اور ایک بڑے خوان زریں میں بیش بہا جواہرات لعل یاقوت' موتی' ہیرا' زمرد بھر کر سکندر کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ کھایئے۔ سکندر نے کہا' جواہرات انسان کی غذا نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں۔ کہا یہ روٹی جو تمام خلقت کھاتی ہے اس بادشاہ نے کہا' سخت تعجب ہے' کیا یہ روٹی تجھے اپنے ملک میں نہ ملتی تھی کس لئے ناحق اس قدر رنج و مصیبت برداشت کرتا ہے اور اپنے ساتھ بے شمار مخلوق خدا کو بھی مبتلائے مصائب کر رکھا ہے۔ سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا کہ اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز دنیا و آخرت اس سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆ ☆ ☆



تمہیں قبول کر لیا

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں مکتب سے گھر آئے تو باپ کو غمگین دیکھا۔ پوچھنے پر کہنے لگے کہ تمہارے ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زکوٰۃ بھیجی تھی انہوں نے رد کر دی۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' مجھے دیجئے میں لے جاؤں۔ ماموں کو جا کر کہا کہ اس خدا کے حق پر جس نے آپ پر فضل کیا اور میرے والد کے ساتھ عدل' زکوٰۃ قبول فرمایئے۔ پوچھا کہ فضل اور عدل کیسے؟ جواب دیا کہ آپ کو درویشی ملی چاہیں آپ زکوٰۃ لوٹا دیں یا منظور کریں۔ میرا باپ مامور ہے کہ زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرے اور مستحق کو دے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پسند آئی۔ فرمایا کہ

زکوٰۃ سے پہلے میں نے تم کو قبول کیا۔



یہ کہاں سے سیکھی؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سات سال کے تھے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ان کو اپنے ساتھ حج کو لے گئے۔ وہاں چار سو بزرگوں کے درمیان شکر کے مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی رائے بیان کرنے کا اذن دیا۔ کہا شکر یہ ہے کہ جو نعمت خدا نے تمہیں دی اس میں اس کی نافرمانی نہ کرو اور اس نعمت کو سرمایہ معصیت نہ بناؤ۔ تمام حاضرین کبار نے فیصلہ کیا کہ شکر کی سب سے بہتر تعریف ہے۔ پوچھا یہ کہاں سے سیکھی۔ جواب دیا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے۔



سونے میں انسان اپنے مقصد سے بے خبر ہو جاتا ہے

علی بن سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں لکھا کہ نیند غفلت ہے اور محبت میں چاہئے کہ قرار نہ ہو۔ سونے میں انسان اپنے مقصود سے دور' اپنے وقت سے بے خبر اور اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کو وحی ہوئی کہ جھوٹا ہے وہ شخص جس نے خدا کی محبت کا دعویٰ کیا اور رات کو سو گیا۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر کیا کہ راہ حق میں جاگنا ہمارا معاملہ ہے اور سونا ہم پر فعل حق ہے۔ جاگنا اسی وقت تک ہمارے اختیار میں ہے جب تک کہ نیند نہ آئے یعنی سونا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ پس جو چیز ہمارے اختیار کے بغیر واقع ہو اور حق کی طرف سے نازل ہو بہتر ہے اس چیز سے جو ہمارے اختیار میں ہو اور ہماری

طرف سے حق کی جانب ہو۔ لہٰذا نیند محبت کرنے والوں پر خدا کی عنایت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے۔ میری آنکھیں سوتی ہیں نہ کہ میرا دل۔ اگرچہ تھوڑا سونا تھوڑا کھانے کی مانند بزرگوں کا شیوہ رہا ہے۔ مگر جب نیند آئے تو بہرحال سونا ہی لازم ہے۔ کیونکہ اس وقت کوئی کام بخوبی نہیں ہو سکتا اور صحت کے لئے بھی ضروری ہے کہ نیند پوری کی جائے۔ البتہ اس کی عادت منضبط کرنی چاہیے۔



مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادم کے ذریعے اسباب سفر تیار کر کے مع اپنے خاص آٹھ مریدوں کے غزا کو گئے۔ ایک رومی بہادر نے آٹھوں کو شہید کر دیا اور آخر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لڑائی جاری ہوئی۔ نہ صرف ان کی قوت بلکہ روحانی ہیبت سے ایسا متاثر ہوا کہ ترک جنگ کر کے عرض کرنے لگا کہ مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے۔ جب لازمی معلومات حاصل کر لیں تو کہنے لگا کہ آپ بغداد میں جا کر لوگوں کو ہدایت کی راہ بتائیے اور مجھے اپنی بجائے لڑنے دیجئے۔ تاکہ کم از کم آپ کے مریدوں کی تلافی کر لوں۔ پس اسی تلوار سے آٹھ کو مار کر خود شہید ہو گیا۔



دو تلواریں

سید ناصری حج کو جاتے ہوئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے جد امجد دو تلواریں چلاتے تھے۔ ایک دشمنوں کے مقابلے میں دوسری اپنی نفس کے مقابلے میں۔ آپ کون سی تلوار استعمال کرتے

ہیں۔ سید ناصری نے کہا۔ بس میراج یہیں تھا اب مجھے راہ دکھایئے۔ فرمایا۔ آپ کا سینہ خدا کا خاص حرم ہے۔ اس میں غیر کو راہ مت دیجئے۔



مستحق شخص

ایک دولت مند ہمیشہ ایسے فقیروں کو صدقہ دیتا تھا۔ جو علم اور خدمت خلق میں مشغول رہتے تھے۔ بعد ازاں وہ شخص خود محتاج ہو گیا۔ جب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو اپنا مال اس کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ یہ شخص مستحق لوگوں کو بلاقیمت اپنا مال دیتا تھا اسے اس تجارت میں نقصان نہیں ہونا چاہیے۔



قرآن اور علم طب

خلیفہ بغداد ہارون رشید کے درباری حکیموں میں ایک نصرانی طبیب بھی تھا جو بادشاہ کا بہت ہی معتمد اور منہ چڑھا تھا۔ ایک دن اس نے برسر دربار ایک جید عالم علی بن حسین بن واقد سے یہ کہا کہ تمہاری کتاب قرآن شریف میں علم طب کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ تمام علوم میں سب سے زیادہ ممتاز اور بلند مرتبہ دو ہی علم ہیں۔ ایک ہے "علم الادیان" دوسرے "علم الابدان"

علی بن حسین نے اس کے جواب میں برجستہ فرمایا کہ تمہیں کیا خبر؟ کہ پورا علم طب خداوند قدوس نے قرآن مجید کی صرف آدھی آیت میں جمع فرمایا۔ نصرانی طبیب نے حیران ہو کر پوچھا کہ بتایئے وہ کون سی آیت ہے؟ علی بن حسین نے فرمایا کہ

کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ یعنی کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔

یہ سن کر نصرانی طبیب ہکا بکا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ پیغمبر اسلام نے بھی اصول طب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے؟ علی بن حسین نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر اسلام نے تو بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ مگر تم اس وقت صرف ایک حدیث سن لو المعدۃ بیت الداء والحمیۃ راس کل دواء و عود واکل جسم ما اعتاد یعنی معدہ تمام امراض کی کوٹھڑی ہے اور پرہیز تمام دواؤں کا سردار ہے اور ہر جسم سے وہی کام لو جس کا وہ عادی ہے۔ یہ سن کر نصرانی طبیب فرط حیرت سے علی بن حسین کا منہ تکنے لگا اور یہ کہا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے نبیؐ نے تو "جالینوس" کے لئے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں۔



قیدی رہا کر دیا جائے

دکن کے بادشاہ احمد نظام شاہ نے قلعہ کاویل کو فتح کر لیا۔ اگلے روز بادشاہ قیدیوں کا معائنہ کرنے کے لئے قلعہ کے اندر داخل ہوا' اتفاق سے اسے قیدیوں میں ایک حسین و جمیل' غنچہ دہن عورت نظر آئی یعنی وہ عورت اپنی صورت میں بے مثل تھی۔ بادشاہ نے اسے قدرے دلچسپی سے دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔

امراء نے محسوس کیا کہ بادشاہ نے اس عورت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے تو انہوں نے اسے رات کے وقت بادشاہ کے خیمہ میں پہنچا دیا' بے بس حسینہ صدمہ سے نڈھال تھی۔ کثرت گریہ سے آنکھیں سوج رہی تھیں۔ بادشاہ کو اس کی حالت دیکھ کر بڑی ہمدردی پیدا ہوئی لہٰذا اس نے بڑے نرم لہجے میں اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور تیرے عزیز و اقارب کہاں ہیں؟ اس پر عورت نے جواب دیا کہ میں فلاں فوجی افسر کی بیوی ہوں جو آج آپ کی قید میں ہے۔ اس کے بعد وہ زار زار رونے لگی۔ بادشاہ نے اسے ہاتھ تک نہ لگایا اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اسے واپس کیمپ میں بھیج دیا۔ صبح ہوتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ فلاں قیدی اور اس کی بیوی کو رہا کر دیا جائے۔



مال حرام

چار چوروں نے ایک بیش قیمتی گھوڑی چرائی اور وہاں سے دور دراز علاقہ کی نمائش اسپاں میں اسے بغرض فروخت لے گئے۔ دو چور کھانا دانہ خریدنے کے لئے شہر میں چلے گئے اور دو گھوڑی کے پاس موجود رہے کہ اتنے میں ایک اجنبی شخص نے گٹھڑی زمین پر رکھ کر کہا کہ مجھے اس گھوڑی کی چال سوار ہو کر دیکھ لینے دو۔ چوروں نے بخوشی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اجنبی نے سوار ہوتے ہی گھوڑی کو جو ایڑ لگائی تو یہ جا وہ جا نظروں سے غائب ہو گیا۔ چور اپنی اس غلطی سے سخت متاسف ہوئے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اتنے میں وہ دونوں چور شہر سے کھانا وغیرہ خرید کر واپس آئے تو گھوڑی کو موجود نہ پا کر اپنے ہمراہیوں سے دریافت کیا کہ گھوڑی کتنے کی فروخت ہو گئی۔ انہوں نے کہا جتنے میں خریدی تھی اور گٹھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا نفع یہ پڑا ہے۔ انہوں نے گٹھڑی کو جو دیکھا تو بالکل خالی پایا۔



شان عبودیت

کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اسے ساتھ لے کر چلنے لگا۔ تو غلام نے کہا کہ آقا' آج سے میں آپ کا غلام ہوں اور آپ میرے آقا ہیں۔ میں آپ کا ہر حکم بجالاؤں گا۔ آپ کی خدمت کرنا فرض ہو گا۔ آپ جو بھی کام میرے سپرد کریں گے اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ لیکن میری بھی ایک گزارش ہے۔ مجھے کہنے کی اجازت دیجئے۔ غلام کی باتیں سن کر اس شخص نے کہا کہ کہو' کیا کہنا چاہتے ہو۔ غلام نے سر جھکا کر کہا کہ میرے آقا! میں صرف دن کے وقت آپ کی خدمت کیا کروں گا لیکن رات کے وقت میں آپ کا کوئی کام نہ کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آپ مجھے فرض نماز وقت پر پڑھنے دیں گے

اور مجھے اس سے نہ روکیں گے۔ آخری بات یہ ہے کہ رہنے کے لئے مجھے ایک کمرہ الگ عنایت فرمائیں گے۔ اس شخص نے غلام کی تینوں باتیں مان لیں اور کہا کہ تمہیں وقت پر نماز ادا کرنے سے کبھی نہیں روکوں گا۔ رات کو تم سے کوئی کام نہ لوں گا اور رہنے کے لئے تمہاری مرضی کے مطابق ایک کمرے کا بندوبست بھی کر دوں گا۔ غلام نے اپنے مالک کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب وہ اپنے غلام کے ساتھ گھر آیا تو سب سے پہلے اس نے غلام کو کمرے دکھائے کہ جو کمرہ تمہیں پسند ہو اپنے رہنے کے لئے لے لو۔ لیکن غلام کو کوئی کمرہ پسند نہ آیا۔ اس نے اپنے آقا سے پوچھا کہ مالک کوئی اور کمرہ بھی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں ایک کمرہ اور بھی ہے۔ لیکن شکستہ حالت میں ہے وہاں کوئی نہیں رہتا۔ غلام نے وہ کمرہ بھی دیکھنے کی خواہش کی۔ کمرہ دیکھا تو کہنے لگا کہ آقا میں اسی کمرے میں رہوں گا۔ آقا نے کہا کہ تم نے یہ کمرہ کیوں پسند کیا یہ تو شکستہ اور خستہ حالت میں ہے۔ غلام نے جواب دیا کہ۔ آقا آپ خوب جانتے ہوں گے کہ جس جگہ اللہ کا ذکر کیا جائے وہ جگہ تو جنت بن جاتی ہے۔ وہ شخص ایک نیک انسان تھا۔ غلام کی باتیں بڑی حیرت سے سنتا رہا۔ اب غلام دن کو اپنے آقا کی خدمت میں لگا رہتا اور ساری رات اللہ کی یاد میں بسر کرتا۔ کچھ مدت گزر گئی۔ ایک رات مالک اپنے گھر میں پھرتے پھراتے غلام کے کمرے کی طرف جا نکلا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اس کا کمرہ غیر معمولی روشنی سے معمور تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ روشنی دیواروں سے نکل رہی ہے۔ اس کا غلام سجدے میں سر رکھے اللہ کی مناجات میں مصروف تھا اور بڑی عاجزی و انکساری سے کہہ رہا تھا میرے مولا تو میری حالت سے خوب واقف ہے۔ تیرا حق بھی مجھ پر ہے اور میرے آقا کا بھی۔ اس لئے دن میں اپنے آقا کا حق ادا کرتا ہوں اور رات کو تیرے دربار میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ میرے مولا' اگر دن میں میری یہ مصروفیت نہ ہوتی تو میں دن رات تیری عبادت کرتا رہتا۔ میرے مولا! میرا عذر قبول فرما۔ میں مجبور ہوں۔ مالک نے جو کچھ دیکھا سنا تھا۔ اپنی بیوی کو جا سنایا۔ دوسری رات وہ دونوں غلام کے کمرے کے باہر کھڑے تھے کمرہ حسب معمول روشن تھا۔ غلام اپنے اللہ کی حمد و ثنا کر رہا تھا۔ دونوں سنتے رہے اور روتے رہے۔

صبح ہوئی تو اس نے غلام کو بلا کر کہا کہ میں تمہیں اللہ کے لئے آزاد کرتا ہوں تاکہ تم جو عذر پیش کر رہے تھے وہ باقی نہ رہے اور تم اپنی مرضی کے مطابق اللہ کی یاد کر سکو۔



نمازوں کے اوقات

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کو فالج کا مرض ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ جہاں اور بہت سی مصروفیات سے معذور ہو گئے تھے' وہیں آپ وضو سے بھی مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن تمام مجبوریاں تو آپ گوارا فرما سکتے تھے لیکن طہارت کے ساتھ نماز ادا نہ ہو' یہ ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کیا' یہ مرض مجھے قبول ہے۔ میں تیری اس مرضی میں راضی ہوں' لیکن اتنی عنایت فرما کہ نمازوں کے اوقاف میں میرے اعضا تندرست ہو جایا کریں تاکہ وضو کر سکوں اور طہارت تامہ کے ساتھ تیرے عالی مقام دربار میں حاضری دے سکوں۔ گزارش منظور ہوئی۔ شب و روز کے ایک ایک لمحہ میں ان پر فالج کا اثر رہتا تھا۔ لیکن جب بھی نمازوں کے اوقات آتے تو ان کے اعضا بالکل تندرست ہو جاتے تھے اور جب وہ خوب اچھی طرح وضو کر لیتے اور شکر ادا کر چکتے تو پھر تمام اعضا فالج زدہ ہو جاتے۔



نجات اسی میں ہے

کسی بستی میں ایک عورت بڑی صالح' پاکباز اور عبادت گزار ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتی تھی۔ اللہ پاک نے دنیاوی نعمتوں کے ساتھ دین کی دولت سے

بھی خوب نوازا تھا۔ اللہ کی قدرت کہ اس کا نیک خدا ترس شوہر وفات پا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ اس نیک دل عورت نے اس لڑکے کی بڑی اچھی طرح پرورش کی، ناز و نعم سے پالا۔ تعلیم بھی اچھی دلائی۔ لڑکے نے جب دنیا کے میدان میں قدم رکھا تو ہر طرف اس کے حسن سلوک کے چرچے ہونے لگے۔ شریف لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بیوہ عورتیں اس کو دعائیں دیتیں۔ یتیم بچے اس کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے۔ یہ سب اس وجہ سے کہ وہ ہر ایک سے حسب مراتب پیش آتا۔ وہ غریبوں سے ہمدردی کرتا، خیرات کرتا، صدقات دیتا۔ غرض اس کی بستی میں کوئی ایسا فرد نہ تھا جو اس سے خوش نہ تھا۔ اس کی بستی والے ایسے نیک لوگ تھے کہ ہر گھر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آتی تھی۔ مساجد میں درس قرآن اور اللہ کے ذکر کی مجلسیں ہوتی تھیں۔ غرض اس بستی کا ہر گھر جنت کا نمونہ تھا۔ ہر فرد دوسرے کا غمخوار، ایثار اور شرافت کا پتلا تھا۔ یہ لڑکا دیہات سے بڑے شہر میں آنے جانے لگا۔ کچھ عریانی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرنے والی عورتوں پر اس کی نظریں پڑنے لگیں۔ آہستہ آہستہ اس کی دوستی نیکوں سے ہٹ کر بدوں سے بڑھنے لگی، پھر وہ راستہ سے بھٹک گیا۔ بدکردار دوستوں کے مشورہ سے اس نے والدہ کی محبت، دیہات کی پرسکون اور پرمسرت زندگی کو خیرباد کہہ کر شہر کی مسموم فضا میں اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔ اس ڈیرے میں اب ہر قسم کے اوباش دوست اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان بدکردار دوستوں نے اسے راہ حق سے ہٹا دیا۔ ماں مصلے پر بیٹھی ہر وقت اس کے لئے دعائیں کرتی۔ کبھی کبھی ماں سے ملنے شہر سے گاؤں چلا آتا۔ آہستہ آہستہ وہ وقت آیا کہ مہینوں میں ایک چکر لگتا۔ اسی اثنا میں اس کے بدکردار دوستوں کے ذریعے اس کی شناسائی ایک بدکار عورت سے ہو گئی۔ وہ اس قدر اس پر فریفتہ ہوا کہ اپنے باپ کی جائیداد فروخت کر کے اس پر لٹاتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا کہ وہ عورت جس نے اپنے نیک دل شوہر کی زندگی میں کبھی کوئی دکھ نہ دیکھا تھا اب دوسروں کے گھر مزدوری کرنے لگی۔ بیٹا جب کبھی گاؤں آتا تو ماں مزدوری کے پیسوں سے بیٹے کو گھی لے کر دیتی، کوئی چیز بنا دیتی اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتی۔ کافی عرصہ گزر گیا، لڑکا ماں کو ملنے نہ آیا۔ ماں بیٹے کی جدائی میں

اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ جب بھی کوئی بچہ اس کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا وہ دوڑ کر دروازہ پر جاتی اور بے ساختہ کہتی' میرے بیٹے تم آ گئے۔ بیٹے اتنی دیر کیوں لگائی؟ جب معلوم ہوتا کہ گلی کے کسی بچے نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر پھر مصلے پر آ بیٹھتی اور رونا شروع کر دیتی۔ روتے روتے اس نیک دل عورت کی بینائی بھی جواب دے گئی۔ ادھر جب اس لڑکے کے پاس کچھ نہ رہا تو اس عورت نے اس کے یاروں سے مشورہ کیا کہ اب اس سے جان چھڑائی جائے۔ یہ طے ہوا کہ اس سے یہ فرمائش کی جائے کہ میری محبت جب ہی آپ سے رہے گی کہ اپنی ماں کا کلیجہ نکال لاؤ۔ اس طرح وہ فرمائش پوری نہیں کرے گا تو خود ہی جان چھوٹ جائے گی' اس بدکار عورت نے یہی فرمائش کی۔ وہ انسان جو ایک وقت میں فرشتہ تھا آج خواہش نفس کی خاطر شیطان سے بھی بدتر ہو گیا اور یہ فرمائش بھی پوری کرنے پر تیار ہو گیا' خنجر لیا اور گاؤں کی طرف چل دیا۔ عرصہ دراز کے بعد جب یہ بدنصیب گھر کے دروازے پر پہنچا' آواز دی' ماں فرط خوشی سے دروازے کی طرف بڑھی' منہ چوما سینہ سے لگایا۔ اس بدبخت نے خنجر نکالا اور ماں کے سینے پر مارا' ماں کا کلیجہ نکال کر چل دیا۔ آسمان پر اندھیرا چھا گیا' اللہ کا عرش ہل گیا۔ فرشتوں نے دہائی دی ظلم کی انتہا ہو گئی۔ یہ بدکاروں کا یار بدکردار جب فاحشہ عورت کے مکان پر پہنچا۔ ماں کا کلیجہ اس کے سامنے کیا۔ اس عورت نے کہا تو اپنی ماں پر ایسا ظلم کر سکتا ہے تو معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس لئے یہاں سے نکل جا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا' گرا اور مر گیا۔ ماں کا کلیجہ ہاتھ سے چھٹا' دل اس فاحشہ عورت کے کمرے میں پڑی ہوئی چھری پر پڑا' ماں کا دل پھٹا' درد دل سے یہ صدا نکلی' بیٹا کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔ ماں کی عظمت' ماں کی شفقت' ماں کی محبت' ماں کے احسانات کو نظر انداز کر کے عورتوں کے آگے جھکنے والو اور ماں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والو! تم پر خدا کی لعنت' تم پر فرشتوں کی لعنت' تم پر پیغمبروں کی لعنت' تم پر تمام نیک انسانوں کی لعنت' توبہ کر لو' نیکی کی راہ اختیار کر لو' ماں کے قدموں پر سر رکھنا پڑے رکھے رہو' نجات اسی میں ہے۔



نصیحت

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جب تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ میرے دوست تم جانتے ہو کہ میں ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوا ہوں۔ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے اور اپنے ہم نشینان خدا دوست میں سے ایک کو میرے پاس بھیج دیجئے' تاکہ اس کی مصاحبت سے مجھے آسائش حاصل ہو سکے۔ جواب میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ امیرالمومنین کا نامہ مطالعہ سے گزرا اور جو اشارہ اس میں کیا گیا تھا وہ سمجھ لیا۔ آپ نے جو فرمایا ہے کہ اس کی مصاحبت سے آسائش حاصل کروں تو سمجھ لے کہ جیسا شخص تجھ کو چاہئے وہ تیرے نزدیک نہ آئے گا اور تجھ سے اور تمام عالم سے فارغ ہو گا۔ اور جو شخص تیرے پاس آئے گا ایسے شخص کی تجھے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مصاحبت سے تجھے کچھ آسائش و نفع حاصل نہ ہو گا اور جو نصیحت کے واسطے لکھا ہے تو جان لے کہ جو کوئی خدا سے ڈرتا ہے تمام لوگ اس سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی خدا سے شرم رکھتا ہے لوگ بھی اس سے شرم رکھتے ہیں اور جو کوئی خدا کے حضور میں گناہوں پر دلیری کا اظہار کرتا ہے تمام لوگ اس پر دلیر ہو جاتے ہیں اور جو کوئی آج ایمن ہے کل کو مخدوش ہو گا اور جو آج مخدوش ہے کل کو مامون ہو گا اور جو کوئی اپنے آپ پر مغرور ہو گا وہ دنیا اور آخرت میں معزول ہو گا۔ دنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ صبر کرنا ہے اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اپنے تمام کاموں میں خدائے عزو جل کی پناہ اور مدد طلب کر تاکہ تجھ کو مدد ملے او اس پر توکل رکھ تاکہ تیرے کاموں میں تجھے کفایت کرے جو کوئی آنکھ کو آزاد کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو دیکھے اس کا اندوہ دراز ہو جاتا ہے اور جو کوئی زبان کو رہا کر دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو کہے وہ گویا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ غالباً" یہ مختصر کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کے لئے کافی ہیں۔



ترش باتیں

ایک مرتبہ ایک بوڑھا آدمی حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان تھا۔ طرح طرح کی بیماریوں نے اس کو سخت چڑچڑا اور بدمزاج بنا دیا تھا۔ رت بھر کراہتا رہتا اور واہی تباہی بکتا رہتا تھا۔ اہل محلہ اس کی آہ و زاری اور بیہودہ گوئی سے تنگ آ گئے تھے لیکن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دن رات اس کی خدمت گزاری اور دل جوئی میں مصروف رہتے تھے۔ جس دن سے یہ بوڑھا حضرت کے ہاں آیا تھا آپ نے کسی رات کو پل بھر کے لئے بھی آنکھ نہ جھپکائی تھی۔ بتقاضائے بشری ایک رات ان کو تھوڑی دیر کے لئے اونگھ آ گئی۔ بوڑھے نے آپ کو آواز دی اور آپ نہ بولے تو اس نے آسمان سر پہ اٹھا لیا اور آپ کو بے شمار گالیاں دے ڈالیں۔ آپ نہایت صبر و تحمل سے اس کی مغلظات سنتے رہے لیکن آپ کی اہلیہ برداشت نہ کر سکیں اور کہا اس کمینے اور احسان فراموش بوڑھے کو آپ یہاں سے دفع کیوں نہیں کرتے۔ بروں کے ساتھ نیکی کرنا کون سا اچھا کام ہے۔ حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور فرمایا یہ بوڑھا اگر کبر سنی اور بیماری کی وجہ سے بے چین ہے تو ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے تندرستی اور خوشحالی عطا کر رکھی ہے اس کے شکرانہ میں ہمیں چاہئے کہ ضعیفوں کا بوجھ خوش دلی سے اٹھائیں اور ان کی تلخ و ترش باتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔



ہر فن مولا

خلیفہ بغداد مہدی نے ایک مرتبہ اپنی سلطنت کے تمام باکمال ماہرین فنون کو جمع کیا اور ہر ایک کو دس دس ہزار درہم انعام تقسیم کرنے لگا۔ چنانچہ سب سے پہلے قاریوں کو بلایا گیا۔ تو تمام قاریوں کے ساتھ عبداللہ بن مسلم ہزلی بھی حاضر ہوئے

اور دس ہزار درہم لے کر دربار سے باہر نکلے۔ پھر واعظین کو طلب کیا گیا تو عبداللہ بن مسلم ان لوگوں کے ساتھ بھی دربار میں داخل ہوئے اور دس ہزار درہم انعام وصول کیا۔ پھر نشانہ باز تیر اندازوں کی طلبی ہوئی تو عبداللہ بن مسلم اس گروہ کے ساتھ بھی دربار میں گئے اور دس ہزار درہم لائے۔ پھر جب قوالوں اور ستار بجانے والوں کی دربار میں حاضری کی باری آئی تو عبداللہ بن مسلم اس پارٹی کے ساتھ بھی دربار میں جا کر دس ہزار درہم پا گئے۔ غرض ہر فن کے باکمالوں کے ساتھ دربار میں جاتے رہے اور انعام پاتے رہے کیوں کہ یہ ہر فن میں باکمال ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے۔

خلیفہ مہدی، عبداللہ بن مسلم کے اس کمال ہمہ دانی پر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے عبداللہ بن مسلم جیسا ہر فن مولانا آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔



لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار کر دیا

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک دکاندار کا یہ معمول تھا کہ جب وہ آپ کی خانقاہ میں آتا تھا تو اپنے ساتھ کھانے پینے کی کچھ اشیاء بھی لے آتا تھا۔ وہ اکثر فقراء کے ہمراہ کھانے میں شریک بھی ہوا کرتا تھا۔ اس طرح وہ کئی سال تک اپنے پاس سے فقراء کی خدمت کرتا رہا۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب باطن ہے۔ اسی رات آپ نے دیکھا کہ ایک شاندار محل کی چھت پر بہت سے بزرگان دین کا اجتماع ہو رہا ہے لیکن آپ بے حد کوشش کے باوجود اوپر نہیں پہنچ پا رہے۔ اسی دوران وہ دکاندار آ کر کہنے لگا کہ یہ وہ راہیں ہیں جن پر چلتے ہوئے شیر عموماً لومڑیوں سے بھی پیچھے رہ جاتے ہیں یہ کہہ کر اس شخص نے آپ کو اوپر پہنچا دیا۔ اس خواب کے اگلے روز جب شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ منبر پر تشریف فرما تھے تو حسب معمول وہی دکاندار حاضر ہوا آپ نے اسے دور سے دیکھ کر لوگوں سے فرمایا کہ اس کو راستہ دے دو کیونکہ اگر یہ کل

ہماری اعانت نہ کرتا تو ہم شکستہ پائی کا شکار ہو جاتے۔ یہ سن کر اس شخص نے دست بستہ عرض کی کہ حضرت! میں تو ہر شب وہیں ہوتا ہوں لیکن آج تک کسی سے اس کا ذکر اذکار نہیں کیا مگر آپ نے ایک ہی شب میں مجھے لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا۔



کرامات

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے ہمراہ دریا کے کنارے جا رہے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دور سے ایک شخص کو دیکھا اور ہمراہی سے کہا کہ آؤ یہاں بیٹھ جائیں۔ یہ جو آ رہے ہیں ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب وہ قریب آئے تو نہایت خوبصورت جوان تھے۔ ان کے ہاتھ میں لوٹا اور کندھے پر گدڑی تھی۔ حضرت نے ان سے پوچھا "اے جوان! اللہ تعالیٰ کی جانب کیونکر راستہ ملتا ہے۔ بولے اے ابو سعید! جان لو کہ اللہ کی طرف جانے والے دو راستے ہیں' ایک خاص اور ایک عام۔ عام وہ ہے جس پر تم اور تمہارے ساتھی جا رہے ہیں اور خاص راستہ یہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ پانی کے اندر اترے اور تھوڑی دور جا کر غائب ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک میرا مسجد سے گزر ہوا' جہاں چند فقراء بیٹھے کرامات کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ فلاں بزرگ ایسا ہے کہ اگر وہ مسجد کے چوبی ستون پر نظر ڈالے تو یہ ستون آدھا چاندی اور آدھا سونے کا ہو جائے۔ معاً" حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس ستون پر پڑی وہ فوراً" سونے اور چاندی کا ہو گیا۔ حضرت وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

ایک بزرگ فرات کے کنارے جا رہے تھے کہ انہیں مچھلی کھانے کا شوق ہوا۔ ناگاہ پانی سے ایک بڑی مچھلی اچھل کر کنارے پر آ پڑی۔ بزرگ نے سوچا کہ اب اسے پکایا کیونکر جائے کیونکہ وہاں تو ان کے پاس کھانے پکانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ اس وقت ایک شخص دوڑا دوڑا آیا اور مچھلی اٹھا کر بولا۔ میں اسے ابھی پکائے

دیتا ہوں۔ اس شخص نے دیکھتے ہی دیکھتے مچھلی پکا دی اور ان کے سامنے چن دی۔ بلاشبہ اولیاء اللہ کی کرامات کے آثار معجزات حضور سرور کائنات ﷺ سے ہیں اور یہ بحر نبوت کے چشمے ہیں جو اطراف و اکناف میں پھیلے پڑے ہیں اور جن کا اظہار بوقت ضرورت اولیاء اللہ سے ہوتا رہتا ہے۔

☆ ☆ ☆



تم کیوں پوچھتے ہو؟

سلطان محمود غزنوی کے وزیر حسن میمندی سے ایک دفعہ سلطان کے چند درباریوں نے پوچھا کہ آج سلطان نے فلاں معاملہ کے بارے میں آپ سے کیا باتیں کیں؟ حسن میمندی نے کہا کہ سلطان تخلیہ میں میرے ساتھ جو باتیں کرتا ہے وہ اسی اعتماد پر کرتا ہے کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا پھر تم کیوں پوچھتے ہو؟

☆ ☆ ☆



لڑکے کی قبر

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا پیشہ جواہرات کی تجارت تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ تجارت کی غرض سے روم تشریف لے گئے۔ آپ کی ملاقات وہاں ایک وزیر کے ساتھ ہو گئی۔ دوران گفتگو وزیر نے آپ سے کہا کہ ہم آج ایک جگہ پر جا رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تو اچھا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر رضامندی کا اظہار فرمایا اور وزیر کے ساتھ جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ جنگل میں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک انتہائی خوبصورت اور بیش قیمت خیمہ لگا ہوا ہے اور ایک بہت بڑا لشکر خیمے کا طواف کر رہا ہے۔ جب لشکر نے خیمے کا طواف کر لیا تو پھر حکیموں اور فلاسفروں کے ایک

بہت بڑے گروپ نے خیمے کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد بے شمار حسین و خوبصورت عورتیں بیش قیمت لباس پہنے اور قیمتی زر و جواہرات کے تھال اٹھائے خیمے کے طواف میں مصروف ہو گئیں۔ جب ان کا طواف ختم ہوا تو پھر بادشاہ اور وزیر اس خیمہ کے اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر تک اندر ٹھہرنے کے بعد باہر نکل آئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ سارا منظر بڑی حیرت اور انہماک کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ آپ کافی دیر تک سوچتے رہے کہ یہ معاملہ کیا ہے مگر آپ کی سمجھ میں جب کچھ نہ آیا تو وزیر سے اس کے بارے میں پوچھا۔ وزیر کہنے لگا کہ کئی سال گزرے' قیصر روم کا ایک انتہائی خوبصورت نوجوان اکلوتا بیٹا انتقال کر گیا۔ اس خیمہ کے اندر اس کی قبر موجود ہے۔ اس کی وفات والے دن ہر سال کے بعد ہم لوگ اسی شان و شوکت کے ساتھ آتے ہیں اور یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم مرنے والے کو یہ باور کرا دیں کہ اگر تجھے زندہ کرنے میں کوئی بھی کوشش کارگر ثابت ہو سکتی تو ہم ضرور ایسا کر گزرتے۔ ہم تمہیں زندہ کرنے کے لئے اپنی تمام فوج' حکیم' فلاسفر' مال و دولت حتیٰ کہ سب کچھ تجھ پر نچھاور کر دیتے۔ اگر ہم جانتے کہ اس طرح کوشش کرنے سے تو زندہ ہو جائے گا۔ مگر افسوس کہ تیرا معاملہ تو ایسی عظمت والی ذات اقدس کے ساتھ ہے جس کے مقابلہ میں تیرا باپ تو کیا' ساری کائنات کی طاقت و قوت بھی بالکل کچھ نہیں کر سکتی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو آپ کے دل میں انقلاب آ گیا اور آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنا سب کچھ کاروبار وغیرہ چھوڑ چھاڑ کر واپس بصرہ میں آ گئے اور جس قدر بھی بیش قیمت جواہرات تھے وہ سب اللہ کی راہ میں غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیے اور پھر ترک دنیا کی راہ اختیار کر کے اپنا تعلق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے جوڑ لیا اور اس قدر ریاضت و عبادت کی کہ رہتی دنیا تک آپ کا نام زندہ و تابندہ رہے گا۔

☆ ☆ ☆

کاسہ بھر دو

حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک روز گاڑی میں سوار ہو کر جامع مسجد تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ ملتان کے بازار سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سواری گزری حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر کی صدا سنی جو ایک حلوائی کی دکان کے سامنے سے اپنا کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے حلوائی سے کہہ رہا تھا' میرا کاسہ بھر دے ورنہ میں کاسہ اوندھا کر دوں گا اور ملتان شہر اوندھا ہو جائے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر کی صدا سن کر مراقبہ کیا۔ مراقبے میں معلوم ہوا کہ فقیر کی دھمکی بے اثر ہے' اگر حلوائی نے اس کی ضد پوری نہ کی تو اندیشے کی کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سواری آگے بڑھ گئی۔ اتنے میں فقیر نے پھر وہی صدا لگائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مراقبہ کیا' تاکہ معلوم کریں کہ اس کے مرشد میں کیا ایسی روحانی قوت موجود ہے جس کے بل پر یہ فقیر صدا لگا رہا ہے۔ اس مرتبہ بھی مراقبے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہی معلوم ہوا کہ اس کا پیر بھی بالکل خالی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یک گونہ اطمینان ہوا' اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سواری اور آگے بڑھ گئی۔ فقیر نے پھر صدا لگائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گاڑی کو روکنے کا حکم دیا اور پھر مراقبہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس فقیر کا دادا پیر بارگاہ رب العزت میں سر بسجود ہے اور عرض کر رہا ہے باری تعالیٰ میرے مرید کا مرید ایک ضد کر بیٹھا ہے' تجھے سب قدرت ہے اور میری لاج تیرے ہاتھ ہے۔ اجازت عطا فرما کہ ملتان کو اوندھا کر دوں۔

حضرت مراقبے میں یہ کیفیت دیکھ کر فوراً" حلوائی کی دکان پر لوٹے۔ حلوائی حضرت کو دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور مجمع پر خاموشی چھا گئی۔

حضرت اس فقیر کی طرف بڑھے اور اس کے ہاتھ سے کاسہ لے لیا۔ کاسہ لیتے وقت ایک زلزلہ سا محسوس ہوا جس نے ملتان کی ساری زمین ہلا دی۔ حضرت نے حلوائی سے وہ کاسہ بھروا کر فقیر کو دے دیا اور فرمایا آئندہ ایسی حرکت کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ جاؤ توبہ کرو' اور ضد کرنا چھوڑ دو۔



اصل وجہ

ایک مرتبہ چند لوگوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی تلاش میں نکلے کہ آپ ان کا جھگڑا چکا دیں۔ چنانچہ وہ لوگ آپ کے گھر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ آپ گھر پر موجود نہیں۔ البتہ دیکھا کہ ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت وہاں موجود ہے۔ وہ سب حیران ہوئے کہ پیغمبر ہو کر آپ ایسی حسین عورت کے ساتھ عیش کرتے ہیں۔ آخر تلاش کرتے کرتے جب آپ کے پاس پہنچے تو آپ مزدور کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ وہ لوگ اپنا ماجرا بیان کرتے رہے اور آپ کھانا کھاتے رہے لیکن آپ نے ان لوگوں سے اتنا بھی نہ کہا کہ آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ اور پھر جب وہاں سے اٹھے تو ننگے پاؤں اس جگہ سے باہر چلے گئے۔ ان لوگوں کو آپ کی یہ تینوں باتیں تعجب انگیز معلوم ہوئیں۔ ان سے نہ رہا گیا اور حیرت کے ساتھ آپ سے اس کی وجہ دریافت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ حسین و جمیل عورت کو اس لئے گھر والی بنا لیا ہے کہ میرے دین کی محافظ ثابت ہو یعنی میری آنکھ کسی اور پر نہ پڑے اور دل کسی دوسری جانب مائل نہ ہونے پائے اور وہ جو تمہیں کھانے کو نہیں پوچھا تو اس لئے کہ وہ کھانا مزدوری کی اجرت کے طور پر ملا تھا اور مجھے اس لئے دیا گیا تھا کہ مالکوں کا کام اچھی طرح سے کروں۔ اب اگر کھانا کم کھاتا تو ظاہر ہے کہ ان کے کام میں تقصیر سرزد ہوتی۔ اور میرا فرض یہ تھا کہ کام پورا پورا اور تندہی سے کروں۔ باقی رہا ننگے پاؤں باہر آنا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمین کے مالکوں کے درمیان دشمنی پائی جاتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس زمین کی مٹی میرے جوتوں میں لگے اور کسی دوسری زمین تک پہنچ جائے۔ پس ان مثالوں سے واضح ہو گیا کہ تمام امور میں صدق و راستی کو تکلف پر برتری حاصل ہے۔



چند پھول چند رنگ

ایک مرتبہ بادشاہ دہلی، حضرت مولانا فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے دستور کے مطابق اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کے بعد ادنیٰ اعلیٰ جو بھی آتا رہا آپ سب کی تعظیم فرماتے رہے پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت خواجہ مظہر میرزا جانجاناں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچا تو آپ نے اس کی بالکل کوئی تعظیم نہیں فرمائی۔ پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ لیکن بادشاہ کے بعد جب اس کا وزیر آیا تو آپ نے ذرا بھی اس کی تعظیم نہیں فرمائی۔ پھر جب شاہی چوبدار آیا تو آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ نے حیران ہو کر ہر جگہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ توحید وجودی کے مقام میں ہیں۔ اس لئے ہر ادنیٰ و اعلیٰ میں انہیں یار حقیقی کا جلوہ نظر آتا ہے لہٰذا وہ سب کی تعظیم کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ توحید شہودی کی منزل پر فائز ہیں۔ لہٰذا وہ عظمت الٰہی میں مستغرق ہونے کے سبب سے کسی کی بھی تعظیم روا نہیں رکھتے اور فقیر چونکہ پابند شرع عالم ہے اور آپ اولوالامر میں سے ہیں لہٰذا میں نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کا وزیر چونکہ رافضی ہے اس لئے یہ میرے نزدیک بالکل ہی لائق تعظیم نہیں اور آپ کا چوبدار حافظ قرآن ہے اس لئے میں نے اس کی تعظیم کی۔



حصول دنیا

ایک مولوی صاحب ہرچند کہ علم و فضل کے لحاظ سے شبلی دوران اور زہد و ... سے جنید زماں تھے لیکن افلاس و تنگدستی جو کہ طبقہ علماء و فضلا کا

موروثی حصہ ہے وراثت کے اس کلیہ سے وہ بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ دائمی افلاس و تنگدستی سے تنگ آکر ایک روز بیوی صاحبہ نے کہا بے شک دینداری افضل ترین نعمت ہے لیکن کیا ہی خوب ہو تا کہ اگر آپ دینداری کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دنیا داری کا بھی کچھ خیال رکھتے کیونکہ فقر اور کفر ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہیں کاد الفقر ان یکون کفرا تنگدستی کفر کو پہنچا دیتی ہے۔ حقوق نفس کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے اور جائز صورتوں میں زندگی قائم رکھنے کے واسطے حصول دنیا کسی طرح اصول دین کے خلاف نہیں ہے۔ اس تنگدستی نے میرے تو اعتقادات کو متزلزل کر دیا ہے بہتر ہو گا کہ دنیا کی درستی کے لئے بھی آپ بقائی دین ممکن العمل جائز راہ اختیار کریں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ دنیا چند روزہ ہے مشکل یا آسان کسی نہ کسی طرح سے گزر ہی جائے گی۔ ہر حال ہمیں صبر و شکر اختیار کرنا چاہئے اور اسی عارضی فائدہ کو حاصل کرنے کے لئے دینداری ترک کر کے ابدی راحت سے محروم رہنا نہایت خسارے کا سودا ہے نیز الدنیا جیفة و طالبوھا کلاب دنیا ایک مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے۔ بیوی نے کہا کہ دینداری کے ساتھ بھی تو دنیا کمائی جا سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ دنیا ایک مکر ہے اور بغیر مکر و فریب حاصل نہیں ہو سکتی۔

الدنیا زور و لا یحصل الا بالزور۔ مکر و فریب اور دینداری ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر تیری یہی خواہش ہے تو تجربہ کے طور پر میں تجھ کو اس کا نتیجہ بھی دکھلا دوں گا تاکہ تجھے پختگی اعتقاد حاصل ہو سکے۔



دنیا قید خانہ ہے

قاضی سہل محدث ایک دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ناگہاں ایک حمام سلگانے والا یہودی دھوئیں اور غبار کی کثافت سے میلا کچیلا حضرت سہل کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ

قاضی صاحب! آپ کے پیغمبر نے فرمایا کہ "دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے" مجھے اس کا مطلب سمجھا دیجئے کہ آپ مومن ہو کر اس عیش و آرام اور کروفر کے ساتھ رہتے ہیں اور میں کافر ہو کر اتنا خستہ حال اور آلام و مصائب میں گرفتار ہوں۔ میں یہ کس طرح تسلیم کر لوں؟ کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ قاضی سہل نے برجستہ جواب دیا کہ جب تو قیامت کے دن دوزخ میں جلایا جائے گا تو اس عذاب جحیم کے لحاظ سے تیری یہ دنیا تیرے لئے جنت معلوم ہو گی اور میں جب جنت کی بے شمار نعمتوں سے نوازا جاؤں گا تو میری یہی دنیا جنت کی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں میرے لئے قید خانہ محسوس ہونے لگے گی۔



ہدایت

حضرت شیخ کبیر عارف ربانی عکی ہتلار یمنی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ایک رنڈی کے پاس سے گزرے اور اس سے کہا کہ ہم آج رات کو تیرے ہاں آئیں گے۔ وہ یہ مژدہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انتظار کرنے لگی۔ عشاء کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کے ہاں آئے اور کہا ہم دو رکعت نماز ادا کریں گے۔ رنڈی نے فوراً" اس کا بندوبست کر دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ باہر چلے۔ رنڈی بولی "واہ آپ تو مجھ سے بات چیت کئے بغیر ہی چل دیئے میں تو جب سے انتظار کر رہی ہوں۔" فرمایا' ہم جس مقصد کے لئے آئے تھے' وہ حاصل ہو گیا۔ اس لئے اب جاتے ہیں۔ وہ بولی' یہ بات ہے تو ٹھہریئے میں بھی آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتی ہوں اور یہ سب سامان راہ مولا دیتی ہوں۔ اگلے روز حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نکاح ایک درویش سے کر دیا اور فرمایا' ولیمہ میں صرف روٹیاں پکاؤ' سالن کی ضرورت نہیں۔ اس نیک بخت رنڈی نے شیخ کے فرمان پر صرف روٹیوں کا اہتمام کیا۔ اس کے ملنے والوں میں ایک امیر آدمی بھی تھا۔ جب اس نے اس کے

توبہ کرنے اور نکاح کے بارے میں سنا تو اپنے ایک ملازم کے ہاتھ شراب کی دو بوتلیں بھجوائیں کہ دعوت ولیمہ میں چونکہ مہمانوں میں صرف روٹیاں تقسیم ہوں گی میں اپنی طرف سے یہ شراب بھیجتا ہوں' اس سے مہمانوں کی تواضع کی جائے۔
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور وہ بوتلیں لے کر رکھ لیں۔
جب لوگ کھانے بیٹھے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بوتلیں کھانے کے پیالوں میں انڈیل دیں۔ پیالے مہمانوں کے آگے رکھ دیئے گئے۔ دیکھا کہ شراب نہایت ہی عمدہ اور لذیذ روغن بن گئی تھی۔ مہمانوں نے کھانا سیر ہو کر کھایا۔ اس امیر نے جب یہ دیکھا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تائب ہوا اور صالحین میں شامل ہو گیا۔ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔



شہر بھر میں آبروریزی

ایک شخص حضرت داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں صوفی کو دیکھ کر آ رہا ہوں کہ شراب پی کر مدہوش پڑا ہے۔ اس کی پگڑی اور جسم کے کپڑے قے سے لتھڑے ہوئے ہیں اور کتے اس کے گرد جمع ہیں۔ داؤد طائی اس کی باتیں سن کر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بھائی سچا دوست آج ہی کے دن کام آتا ہے۔ جا اور اس صوفی کو وہاں سے لے آ۔ اس نے بہت برا کام کیا ہے اور صوفیوں کے نام کو بٹہ لگایا ہے۔
حضرت کا ارشاد سن کر وہ شخص مخمصے میں پڑ گیا اور پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس کو غلاظت سے لتھڑے ہوئے صوفی کو ہاتھ لگانے سے کراہت آتی تھی لیکن حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بھی نہ ٹال سکتا تھا۔ آخر طوعا" کرہا" جا کر اس مدہوش صوفی کو کندھے پر لاد لیا۔ جب بازار سے گزرا تو سارا شہر اس پر امڈ پڑا۔ لوگ طرح طرح کے طعنے دیتے تھے۔ کوئی کہتا ذرا اس درویش کو دیکھو۔ اس کے تقویٰ' پارسائی اور دینداری کے کیا کہنے۔ کوئی کہتا تھا کہ آج کل کے صوفیوں کو

دیکھو شراب پیے ہوئے ہیں۔ ایک مدہوش ہے دوسرا نیم بے ہوش۔ تف ہے ان کی اوقات پر۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ وہ شخص لوگوں کے طعنے سنتا تھا اور خون کے گھونٹ پیتا تھا۔ خدا خدا کر کے اس صوفی کی قیام گاہ پر پہنچا' اسے وہاں چھوڑا اور خود لوگوں سے منہ چھپائے اپنے گھر گیا۔ آج اس کو جو خفت اٹھانا پڑی تھی رات بھر اس کے تصور سے کروٹیں بدلتا رہا دوسرے دن حضرت داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہنس کر فرمایا۔

گلی کوچہ میں بھائی کی آبرو ریزی نہ کر' ورنہ زمانہ' شہر میں تیری آبرو ریزی کرے گا۔



نذر قبول فرمالی

بادشاہ شاہ جہان لاہور تشریف لائے تو جمعہ کے روز علی الصباح حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو بھی تشریف لے گئے اور پچاس ہزار روپیہ پیش کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم قبول نہ کی۔ اس پر شاہ جہان نے کہا اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے لئے لینے میں کوئی عذر مانع ہے تو اسے اہل خانقاہ میں تقسیم فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مال سلطنت مشکوک ہوتا ہے اور جس چیز کو میں اپنے لئے منظور نہیں کرتا۔ اسے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے کس طرح قبول کر لوں۔ مجبوراً" بادشاہ وہاں سے رخصت ہوا۔ اور ایک بزرگ جو ان دنوں لاہور میں قیام فرما تھے' ان کے پاس گیا اور وہ رقم ان کی نذر کی۔ ان بزرگ نے اپنے خدام سے فرمایا کہ رکھ لو۔ جب دوسرے جمعہ کو پھر شاہ جہان میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو وہ روپیہ قبول نہ فرمایا لیکن فلاں حضرت نے قبول فرما لیا۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ درویش مثل دریا کے ہیں اور میں مثل کوزہ ہوں کہ اگر اس میں ناخن ڈوب جائے تو اس کا پانی مکروہ ہو جاتا ہے۔ الغرض آپ سے رخصت ہو کر بادشاہ پھر ان ہی بزرگ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ

آپ نے میری نذر قبول فرمائی۔ لیکن میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں فرمائی تھی اس میں کیا اسرار ہیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارتقاء بڑھا ہوا ہے۔



سونے کے باٹ

حضرت شیخ حسو تیلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے سے پہلے لاہور میں غلہ فروشی کی دکان کرتے تھے۔ ایک دن شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائے خیر چاہی۔ انہوں نے نصیحت کی کہ غلہ پورے تول سے تولا کرو' چنانچہ آپ نے کم وزنی ترک کر دی اور پورا تولنے لگے۔ یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جو گاہک آتا ترازو اس کے ہاتھ میں دے دیتے کہ خود تول لو۔ چنانچہ جو زیادہ تول کر لے جاتا اس کا غلہ گھر جا کر کم نکلتا اور جو پورا تولتا اس کا بڑھ جاتا۔ کئی سال آپ کا یہی معمول رہا اور کاروبار میں اس قدر ترقی ہوئی کہ آپ نے باٹ سونے کے بنا لئے۔

پھر ایک دن یہ باٹ لے کر شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے اس قدر کشائش اور برکت ہے کہ سنگھائے ترازو بھی سونے کے بنا لئے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ انہیں لے جا کر دریا میں پھینک دو۔ آپ تعمیل حکم کے لئے فوراً" دریا پر گئے اور باٹ دریا میں ڈال دیئے۔ دو روز بعد دیہات سے غلہ فروش لاہور آتے ہوئے دریا سے گزرے تو وہ سنہری باٹ ان کے پاؤں کے نیچے آ گئے۔ ان کو معلوم تھا کہ یہ باٹ شیخ کے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے لا کر انہیں دے دیئے۔ شیخ حسنؒ پھر یہ باٹ شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے کہ دریا سپرد کئے ہوئے پھر میرے پاس آ گئے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ راستی کا معمول تھا۔ جب تو نے کم تولنا چھوڑ دیا تو مال میں برکت آئی اور جو تو نے حلال کمائی سے پیدا کیا تو دریا میں بھی ڈالا تو بھی ضائع نہ ہوا۔ اور تیرے پاس لوٹ آیا۔

یہ بات سن کر حسن رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت تارک دنیا ہو گئے اور اپنی دکان فی سبیل اللہ لٹا دی اور شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت اختیار کر کے زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور چند سال میں کمال کو پہنچ کر ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔



حقیقی راہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک آوارہ مزاج شخص رہتا تھا۔ وہ کسی دکان پر ملازم تھا۔ دن میں وہ دکان پر کام کرتا اور رات کو شراب پی کر اپنے گھر میں خوب رنگ رلیاں مناتا۔ ساز و آہنگ کا وہ طوفان بپا کر دیتا کہ سکون کا سانس لینا دشوار ہو جاتا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم قرآن پڑھتے اور تہجد کے وقت تو ایک خاص قسم کی سرشاری اور خود فراموشی کی کیفیت طاری رہتی۔ معلوم ہوتا کہ مصلیٰ پر آدمی نہیں بلکہ ایک ستون کھڑا ہے۔ یہ محویت اور انہماک اذان فجر تک باقی رہتا۔ وہ اکثر ایک شعر گایا کرتا جس کا مفہوم یہ تھا کہ لوگوں نے مجھے ہاتھ سے کھو دیا اور مجھے کھو کر ایسے شخص کو کھویا جو لڑائی اور فساد کے دن کام آنے والا تھا۔ اگرچہ اس کا یہ ہنگامہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت میں کسی حد تک خلل پیدا کرتا لیکن محض ہمسائیگی کا خیال کر کے امام صاحبؒ اس کی اس ایذا رسانی پر صبر فرماتے اور اسے کچھ نہ کہتے۔ مگر آج رات خاموشی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ تہجد کا وقت ختم ہو گیا۔ موذن نے فجر کی اذان دی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ مگر راستے بھر سوچتے رہے کہ آخر آج میرے پڑوس میں سناٹا کیوں چھایا ہوا ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ اس کے مکان پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک بچی روتی ہوئی باہر آئی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بتلایا کہ آوارہ گردی کے جرم میں کوتوال شہر نے اس کے باپ کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ اس وقت قید میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں بھی لوٹ کر نہیں گئے۔

اسی وقت اپنا خچر منگوایا۔ سوار ہوئے اور ہمسایہ کی ہمدردی کے لئے کوتوالی میں پہنچ کر اطلاع کروائی کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوتوال سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہا امام صاحبؒ کوتوالی تشریف لے گئے تھے۔ یہ اطلاع پا کر کوتوال تو حیران رہ گیا۔ اس نے ماتحت افسروں سے کہا کہ امام صاحبؒ کو ان کے خچر سمیت میرے دفتر میں لے آؤ کہ میرے دفتر کا فرش ان کے خچر کے قدموں سے پامال ہو کر متبرک ہو جائے۔ جب امام صاحبؒ تشریف لے گئے تو اس نے تکلیف فرمائی کی وجہ دریافت کی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میں اپنے پڑوسی کی سفارش کے لئے آیا ہوں۔ کوتوال نے نہ صرف یہ کہ آپ کے پڑوسی کو رہا کر دیا بلکہ اس رات جتنے لوگ گرفتار ہوئے تھے سب کو معاف کر دیا۔ جب اپنے پڑوسی کو رہا کروا کر امام صاحبؒ اپنے ساتھ لا رہے تھے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ بھائی تو اکثر گایا کرتا تھا کہ لوگوں نے مجھے کھو دیا۔ دیکھ! میں نے تجھے ضائع نہیں کیا۔ اب اس اوباش کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں گرا ہوا کہہ رہا تھا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ مجھے ضائع نہ کیا بلکہ مجھ گنہگار کو آج وہ راہ دکھائی ہے جو زندگی کی حقیقی راہ ہے یعنی توبہ اور تقویٰ کی راہ۔ اس کے بعد وہ تقویٰ اور نیکی کی طرف مائل ہو گیا۔



بادشاہ کو جھڑک دیا

شیخ الاسلام علامہ سلفی بڑے بارعب اور جاہ جلال والے محدث تھے۔ مذہبی اختلافات کے باوجود شاہان مصر کے دربار میں آپ کا بڑا اثر و اقتدار تھا۔ حضرت ممدوح کا طریقہ تھا کہ باوجودیکہ عمر شریف سو برس سے زیادہ تھی۔ مگر انتہائی وقار کے ساتھ حدیث بیان فرماتے تھے اور درمیان درس نہ پانی پیتے' نہ تھوکتے نہ پہلو بدلتے۔ نہ کوئی دنیاوی گفتگو کرتے۔ ایک مرتبہ بادشاہ مصر اپنے بھائی کے ساتھ آپ کی درسگاہ میں آگیا اور درس کے دوران بادشاہ نے اپنے بھائی سے کوئی بات کہ

بدی تو آپ کو اس قدر جلال آگیا کہ آپ نے تڑپ کر بادشاہ کو جھڑک دیا اور فرمایا ہم اس لئے حدیث نہیں پڑھتے کہ تم دونوں باتیں کرتے رہو۔

آپ انتہائی مفلسی کی حالت میں اپنے وطن سے اسکندریہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ مگر وہاں کی ایک مالدار خاتون نے آپ سے نکاح کر لیا۔ اس لئے آپ کی مالی حالت قدرے بہتر ہو گئی اور آپ تمام عمر حدیث شریف کے درس اور کتابیں جمع کرنے میں مصروف رہے۔ 576ھ میں ایک سو چھ برس کی عمر پا کر دارالبقا کو روانہ ہو گئے۔



آزمائش

ایک سرد مزاج اور بردبار شخص نے ایک سادھو کی جانچ کرنا چاہی کہ دیکھوں یہ سادھو کیسے ہیں اور پھر ان کا چیلا بن جاؤں۔ چنانچہ وہ ان مہاتما جی کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ اپنی کٹیا میں بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ مہاراج تھوڑی آگ دے دو۔ سادھو نے کہا' بھائی آگ میری کٹیا میں نہیں ہے۔ دراصل آگ تھی بھی نہیں لیکن اس شخص کا مقصود تو انتہا معلوم کرنا تھا اس لئے اس نے پھر کہا کہ مہاراج آگ تھوڑی سی ہی دے دیجئے۔ تب سادھو نے اور منہ بنایا اور غضب ناک ہو کر کہا کہ چلا جا کیسا آدمی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آگ نہیں ہے یہ مانتا ہی نہیں اور مانگے چلا جاتا ہے۔ اس پر اس شخص نے پھر کہا کہ مہاراج دھواں تو اٹھتا ہے۔ تھوڑی سی دے دیجئے۔ اب تو سادھو کو اس قدر غصہ آیا کہ مارے غضب کے منہ اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور سونٹا اٹھا کر مارنے کو دوڑا۔ اس شخص نے ہاتھ جوڑے اور پاؤں پر پڑ گیا۔ اور کہنے لگا' مہاراج اب تو آگ اچھی طرح جلنے لگی۔ میری گستاخی معاف فرمائیں۔ سادھو نے کہا تو مجھ سے بار بار کیوں مانگتا تھا اس شخص نے کہا' مہاراج میں نے آپ کی جانچ کی تھی جو کرودھ آپ کو پہلے آیا تھا وہ آگ کا سلگنا اور دھوئیں کا اٹھنا تھا اور جو کرودھ بعد میں پیدا ہوا وہ آگ کا پورے طور پر بھڑک اٹھنا

تھا۔ یہ آگ آپ کے دل سے پیدا ہوئی اور منہ کی راہ نکلی۔ پہلے یہ اپنے آپ کو پھر دوسرے کو جلاتی ہے۔



عثمان حیری کا انکسار

ایک شخص نے مشہور صوفی عثمان حیری محدث رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ جب آپ اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے کہا کہ حضرت! آپ کی دعوت نہیں ہے۔ آپ واپس جائیے۔ چنانچہ آپ لوٹ گئے اور جب مکان پر پہنچے تو یہی شخص دوڑتا ہوا گیا اور کہا کہ حضرت معاف کیجئے مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آپ کی دعوت ہے۔ چلئے چنانچہ حضرت موصوف پھر اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لائے۔ لیکن یہاں آکر اس نے پھر کہا کہ حضرت آپ کی دعوت نہیں ہے۔ آپ واپس چلے جائیے۔

اسی طرح چار مرتبہ اس شخص نے بلایا۔ پھر واپس کر دیا اور ہر مرتبہ آپ آتے جاتے رہے' مگر آپ کی پیشانی پر ذرا بل نہیں آیا۔

آخری مرتبہ یہ شخص گڑگڑا کر معافی طلب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ واللہ میں آپ کے حلم و اخلاق کا امتحان لے رہا تھا۔ مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ کو حلم و اخلاق اور تواضع و انکسار کا دریا پایا۔ جب بہت زیادہ اس نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے اس حلم و اخلاق کی تم کیا اتنی تعریف کرتے ہو؟ یہ حلم و اخلاق تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے کہ جب اس کو بلایا جائے تو آ جاتا ہے اور جب بھگایا جائے بھاگ جاتا ہے۔



اتفاق کا سبق

اکبر بادشاہ جب ضعیف ہو گیا اور اس نے جانا کہ میں اب نہیں جیوں گا۔ سب امیروں کو جمع کیا اور ریشمی ڈوری سے تیروں کا بڑا مٹھا ایک جگہ کر کے باندھا اور باری باری سب کو دیا کہ اس کو توڑو۔ سب نے لیا اور اپنی ساری طاقت ان کے توڑنے میں صرف کی مگر وہ ایسا مضبوط تھا کہ کوئی بھی اس کو نہ توڑ سکا۔ سب کی قوت کارکردگی ضائع ہوئی۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی ریشمی ڈوری کو جس سے وہ تیروں کا مٹھا بندھا ہوا تھا چاقو سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا اور سب کو ایک ایک تقسیم کر کے حکم دیا کہ انہیں توڑ ڈالو۔ امیروں نے بات کی بات میں سب تیروں کو توڑ ڈالا۔ ایک بھی باقی نہ چھوڑا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا اور سب کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہنے لگا۔ میرے معزز امیرو! اتفاق کی طاقت تم نے دیکھی۔ جب تک یہ تیر ایک دوسرے سے اکٹھے بندھے ہوئے تھے تم میں سے کوئی بھی نہ توڑ سکا۔ جب ڈوری توڑ دی گئی تو وہ جدا جدا ہو گئے تو تم نے ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا سب تیر توڑ ڈالے۔ اسی طرح اگر تم بھی اتفاق کی ڈوری سے بندھے رہو گے تو کسی دشمن کی یہ طاقت نہ ہو گی کہ تم پر غالب آسکے اور سلطنت کو نقصان پہنچا سکے۔ لیکن جب الگ الگ ہو جاؤ گے تو سلطنت تباہ ہو جائے گی۔



کامل اطاعت

سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تھا۔ ارا کین دولت کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو۔ سب نے عذر کیا کہ حضور ایسی نایاب چیز کو توڑنا مناسب نہیں۔ آخر ایاز کو اشارہ کیا۔ اس نے بے تامل چور چور کر دیا۔ اہل دربار نے اس کو ملامت کی کہ آہ ایسی جنس عزیز تو نے ضائع کر دی۔ ایاز نے جواب دیا کہ تم نے پیالے کی نایابی کو مد نظر رکھا۔ اور میں فرمان شاہ کا بندہ ہوں۔ بادشاہ نے بھی مصنوعی ناراضگی سے

اس کو پوچھا کہ تم نے پیالہ کیوں توڑا۔ جب کہ تمام اہل دربار ان کے توڑنے میں متامل تھے۔ ایاز نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور قصور ہو گیا۔ معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اس قسم کی فرمانبرداری نے ہی اس کو دلداری کا رتبہ دیا ہے۔ جس کا تم سب رشک و حسد کرتے ہو۔



علم کا شوق

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کا بچہ انتقال کر گیا ہے۔ اس وقت آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں سبق پڑھ رہے تھے۔ یہ خیال کر کے کہ اگر میں بچے کی تجہیز و تکفین کے لئے چلا گیا تو میرا یہ سبق چھوٹ جائے گا۔ آپ نے ایک دوسرے شخص کو بچے کے کفن دفن کا انتظام سونپ دیا اور خود درسگاہ سے نہیں اٹھے اور ایک سبق کا بھی ناغہ نہیں کیا۔



شہید کون ہے؟

تیمور لنگ بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ وہ جب کسی شہر کو فتح کرتا تو وہاں کے علماء کو اپنے دربار میں بلا کر کچھ خاص قسم کے سوالات کرتا اور ان کے جوابوں کو بہانہ بنا کر انہیں قتل کرا دیتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے حلب کو فتح کیا تو شہر میں قتل عام کرایا' اور ہزاروں مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر علماء شہر کو قلعہ میں بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے درباری مولوی عبدالجبار بن علامہ نعمان الدین حنفی سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ان علماء سے کہہ دیجئے کہ میں ان سے ایک ایسا مسئلہ پوچھوں گا جو میں نے سمرقند بخارا اور ہرات وغیرہ کے عالموں سے بھی دریافت

کیا۔ مگر ان لوگوں نے اس کا شافی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا ان علماء کی طرح یہ لوگ بھی میرے سوال کا مجمل اور گول مول جواب نہ دیں بلکہ صاف صاف وضاحت کے ساتھ جواب دیں۔ اور ان علماء میں جو سب سے زیادہ صاحب علم ہو وہی جواب دے۔

چنانچہ درباری عالم عبدالجبار نے کہا کہ ہمارے سلطان آپ لوگوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کل کی جنگ میں ہمارے اور تمہارے آدمی بکثرت قتل ہوئے تو آپ لوگ یہ بتائیں کہ ہماری فوج کے مقتولین شہید ہوئے یا تمہاری فوج کے؟ یہ سوال سن کر تمام علماء گھبرا گئے۔ مگر علامہ ابن شحنہ جواب دینے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آگئی ہے۔

ایک اعرابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص مال غنیمت کے لالچ میں جنگ کرتا ہے اور ایک شخص شہرت اور ناموری کے لئے قتال کرتا ہے اور ایک شخص خدا کی راہ میں کلمۃ اللہ کی بلندی کے لئے لڑتا ہے تو ان میں سے شہید کون ہے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خدا کی راہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جنگ کی وہی شہید ہے۔ لہٰذا اے بادشاہ ہماری فوج کے مقتولین ہوں یا آپ کی فوج کے جنہوں نے خدا کی راہ میں کلمۂ حق کی بلندی کی نیت سے جنگ کی ہو گی وہ شہید ہوں گے اور جو مال غنیمت یا ناموری کے لئے لڑتے ہوئے مارے گئے ہوں گے وہ شہید نہیں ہوں گے۔ علامہ ابن شحنہ کا یہ مسکت اور شافی جواب سن کر تیمور حیران رہ گیا۔ اور بے اختیار تیمور کی زبان سے نکلا: خوب! خوب!

درباری عالم عبدالجبار نے بھی یہی کہا کہ ما احسن ماقلت یعنی آپ نے کیا ہی اچھا جواب دیا۔



عدالت کی سچائی

حضرت شیخ عثمان زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو شخص ایک ہندو اور ایک مسلمان حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے باہمی نزاع کے متعلق انصاف فرمائیں۔ آپ نے دونوں فریقین کے بیانات سنے اور جو فیصلہ فرمایا وہ مسلمان جاٹ کے حق میں تھا۔ اس پر ہندو فریق بہت چلایا کہ آپ نے اپنی ملت کا پاس کیا ہے اور مجھے کافر ہونے کی وجہ سے نظرانداز کر دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر مراقبہ فرمایا اور اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ تم دونوں کی بیویاں اس وقت حاملہ ہیں۔ جو سچا ہے اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہو گی۔ دونوں نے منظور کر لیا۔ تھوڑے دن بعد ہندو فریق کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اور مسلمان فریق کے لڑکا۔ اس وقت دونوں کا جھگڑا ختم ہوا اور اس عدالت کی سچائی اور انصاف پروری کا سکہ بیٹھ گیا۔



سات مرتبہ

سلطان اولیاء حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے وطن بسطام سے سات دفعہ لوگوں نے ذلیل کر کے باہر نکالا۔ کیونکہ ان کی مرضی کے مطابق باتیں نہیں کرتے تھے۔ جتنی کسی جگہ خرابی اخلاق ہو اتنی ہی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے اور اتنا ہی مصلح رسوا ہوتا ہے۔



آپ کا مسافر

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مسافرت سے لوٹ کر گھر کے دروازے پر آئے جو بند تھا اور اندر ماں کہہ رہی تھی کہ خدایا میرے مسافر کو اچھی طرح رکھ۔ بزرگوں کے نزدیک اسے پسندیدہ بنا اور کاروبار میں اسے کامیاب کر۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا آپ کا مسافر۔



ماں

ایک رات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے پانی طلب کیا۔ آپ نہر سے جا کر پانی لائے تو والدہ سو گئی تھیں۔ موسم سرما تھا۔ آبخورہ لئے یہاں تک کہ ہاتھ سن ہو گیا۔ جب جاگیں تو پانی پیا اور دعا کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو مقصد ریاضت' مجاہدات اور غربت میں ڈھونڈتا تھا۔ اس رات پا لیا۔



روشنی

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسایہ ایک گبر تھا۔ اس کا ایک شیر خوار لڑکا تھا۔ وہ تمام رات اندھیرے کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔ کیونکہ اس کے گھر میں چراغ نہ تھا۔ آپ ہر روز چراغ اس گبر کے گھر لے جاتے اور وہ لڑکا چراغ کی روشنی میں خاموش ہو جاتا۔ جب وہ گبر سفر سے واپس آیا تو اس لڑکے کی ماں نے آپ کے متعلق ہر شب چراغ کا لانا بیان کیا۔ اس گبر نے کہا جب شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی آ گئی تو افسوس کہ ہم اپنی تاریکی میں رہیں وہ گبر آپ کی خدمت میں آیا اور مسلمان

ہو گیا۔



صرف چار روپے

حضرت شاہ سلیمان قادری رحمۃ اللہ علیہ جب موضع منجر میں رہتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ایک موچی کے یہاں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت مراقبے میں رہتے تھے۔ اس موچی کا ایک ہمسایہ تھا جو مسخرے پن سے اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کہیں چلے جا رہے تھے۔ وہ شخص بھی مسخرے پن سے گردن جھکائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھا اور کہا کہ فقیروں کے حال کی نقل کرنا اور پھر مسخرہ پن کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس حرکت سے باز آ ورنہ سزا پائے گا۔ اس نے گستاخی سے کہا کہ تجھ سے فقیر بہت دیکھے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طرح تو میرے پیچھے نقل کرتا ہے اگر اسی طرح روبرو بھی کرے تو دیکھوں۔ اس نے بے باکی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مراقبے کی نقل کی۔ پھر جو گردن اٹھانا چاہی تو نہ اٹھ سکی۔ تمام زندگی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی۔

اس قصبے میں ایک سردار تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سنی تو خدمت میں حاضر ہوا اور چالیس روپے نذرانہ کے طور پر پیش کئے۔ جب اس کے باپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بیٹے کو جھڑکتے ہوئے کہا تو نے اسے چالیس روپے کیوں دیئے۔ وہ تو موچی کے ہاں رہتا ہے۔ اگر دینے بھی تھے تو چار روپے دے دیتا۔ جب وہ لڑکا دوبارہ خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار روپے رکھ کر باقی لوٹا دیئے اور فرمایا کہ تیرے باپ کی اجازت صرف چار روپے کی ہے۔



تلوار کے نیچے سر رکھ دیا

625ھ میں تاتاریوں نے تمام عالم اسلام کو تہہ و بالا کر ڈالا۔ وحشی تاتاری 627ھ میں بلاد اسلام کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے نیشا پور بھی آ پہنچے۔ خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ وہیں مقیم تھے۔ ایک تاتاری سپاہی نے ان کو بھی پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے چلا۔ برابر سے ایک دوسرے سپاہی نے کہا کہ اس بڈھے کو ہزار روپے میں میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سپاہی سے کہا کہ اتنی قیمت پر مجھے مت بیچنا میری قیمت ہزار روپے سے کہیں زیادہ ہے۔

سپاہی انہیں کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ راستے میں ایک اور سپاہی نے اس سپاہی سے کہا کہ اس بڈھے کو گھاس کے ایک گٹھے کے عوض مجھے دے دو۔ اب خواجہ صاحب نے سپاہی سے کہا کہ بھئی اب مجھے ضرور بیچ دو۔ میری قیمت تو اس گھاس کے گٹھے سے بھی کم ہے۔ سپاہی یہ سن کر جھلا اٹھا اور اس نے تلوار کے ایک وار سے خواجہ صاحب کو شہید کر ڈالا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تاتاری نیشاپور کی اینٹ سے اینٹ بجاتے جب خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں گھسے تو آپ ستر درویشوں کے ہمراہ یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ تاتاریوں نے بے گناہ درویشوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ خواجہ صاحب کا دل ان کی مظلومی پر تڑپ اٹھا اور وہ پکار اٹھے یہ کیسی تیغ قہاری ہے! یہ کیسی تیغ قہاری ہے؟ جب تاتاری خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ سبحان اللہ! یہ کتنا بڑا کرم' عزت افزائی اور احسان ہے۔ یہ کہہ کر تلوار کے نیچے سر رکھ دیا اور جام شہادت نوش فرمایا اس وقت آپ کی عمر ایک سو چودہ برس کی تھی۔



مرد حق

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔ اتفاق سے حجاج بن یوسف ننگی تلوار ہاتھ میں پکڑے اپنے محافظوں کے ہمراہ اس طرف آ نکلا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں ایک شخص ایسا بھی بیٹھا ہوا تھا کہ جس نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ آج حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان کرنا چاہئے کہ دیکھتے ہیں وہ حجاج بن یوسف کے سامنے بھی وعظ میں مشغول رہتے ہیں یا اس کی تعظیم کے لئے وعظ کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی اثناء میں حجاج بن یوسف حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل نزدیک آگیا اور اس نے چاہا کہ آپ اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں مگر آپ نے حجاج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور حسب سابق وعظ فرماتے رہے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ واقعی اللہ کے ولی ہیں۔ پھر جب آپ وعظ فرمانے سے فارغ ہو گئے تو حجاج بن یوسف نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اے لوگو! اگر تم کسی مرد حق کو دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو۔



اصلاح نفس

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں۔ میں شروع سے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اگر کبھی نفس نے شرارت کی تو میں نے فوراً" اس کی اصلاح کر دی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ رات کے آخری حصے میں آنکھ کھلی، میں نے چاہا کہ تہجد کی نماز پڑھوں، نفس نے کاہلی کی۔ کچھ دیر کے بعد پیاس محسوس ہوئی۔ کوزے میں ٹھنڈا پانی رکھا ہوا تھا، اٹھ کر خوب سیر ہو کر پیا، ایک آواز سنائی دی۔

ہماری یاد میں یہ سستی اور کاہلی اور اپنے کام میں یہ مستعدی' میں نے عہد کیا کہ سال بھر تک ٹھنڈا پانی نہیں پیوں گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے سال بھر تک ایسا ہی ہوا' میں نفس کی خواہش پر غالب رہا۔

گرمی کے شدید موسم میں جب پیاس سے جاں بلب ہونے کے قریب ہوتا تو ذرا سا گرم پانی لے کر حلق میں ڈال دیتا' اس اصلاح نفس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ادائے فرض میں نفس نے کاہلی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب انسان ریاضت اور مجاہدے کے بعد اصلاح نفس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور انعام و اکرام کی بارش مسلسل ہوتی ہے۔ انسان اپنے نفس پر قابو پا کر اس مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں' عابدوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔



دنیوی تعلق

ایک مجذوب مادر زاد ننگے رہا کرتے تھے۔ دو چار دنیا دار معتقد ہو گئے اور خدمت کرنے لگے۔ چند روز کے بعد ان سے کہا' میاں صاحب برہنہ رہنا خلاف شرع ہے لنگوٹی باندھ لو۔ خیر انہوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی۔ ایک دن چوہوں نے لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے۔ میاں صاحب کا حال دیکھا تو خیال آیا کہ بلی پالنی چاہئے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے۔ غرض ایک بلی لائے۔ دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے۔ ایک روز عرض کیا کہ میاں صاحب اس روز کے بکھیڑے سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آویں۔ اس کے دودھ سے بلی پلتی رہے گی۔ غرض بکری بھی لا باندھی۔ چند روز تو بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے۔ ہر روز کی خدمت کون کرتا۔ دنیا داروں کا اعتقاد گھڑی میں موم گھڑی میں فولاد۔ قہر درویش برجان' اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارہ لاتے۔ ایک روز درخت پر چڑھ گئے کہ پتے توڑیں۔ پاؤں پھسلا

دھم سے نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا۔ گھر جا کر مرہم پٹی کی۔ مریدان ست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کو آئے اور حال دریافت کیا۔ مجذوب نے لنگوٹی کھول کر ان کے منہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے۔ خبردار جو آئندہ میرے پاس آئے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا سے جس قدر زیادہ تعلق ہو گا اتنا ہی مبتلائے مصیبت ہو گا۔



اصمعی کی یادداشت

خلیفہ ماموں رشید کا وزیر حسن بن سہل جب عراق میں آیا تو اس نے عراقی علماء اور ادباء سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ اصمعی' ابوعبیدہ' ابوبکر نحوی وغیرہ بارگارہ وزارت میں حاضر کیے گئے۔ وزیر نے پہلے تو حاجت مندوں کی پچاس عرضیوں پر دستخط کیے۔ پھر ان علماء کی طرف متوجہ ہوا۔

جب گفتگو چلی تو دوران گفتگو میں امام زہری اور امام قتادہ وغیرہ کی بے پناہ قوت حافظ کا ذکر چھڑ گیا کہ لاکھوں احادیث اور لاکھوں اشعار عرب ان کو زبانی یاد تھے اور یہ لوگ ایک مرتبہ جو مضمون پڑھ لیتے یا سن لیتے تھے تو وہ عمر بھر کے لئے ان لوگوں کو یاد ہو جاتا تھا۔ یہ سن کر ابوعبیدہ نے کہا کہ یہ تو ان علمی جواہرپاروں کے تذکرے ہیں جو خزانہ زمین بن چکے اس وقت یہاں اور اسی مجلس میں ایسے ایسے قوت حافظہ کے بادشاہ موجود ہیں کہ کسی کتاب کو ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد عمر بھر دوبارہ انہیں اس کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی اور ایک مرتبہ جو بات ان کی قوت حافظہ کے خزانے میں محفوظ ہو گئی پھر کبھی نہیں نکلی۔ اتنے میں اصمعی بول اٹھے کہ عزت مآب! یہ میری طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ میں بڑے بول کا عادی نہیں۔ لیکن ابوعبیدہ نے میرا پردہ فاش کر دیا ہے تو میں اس مجلس میں ان کے دعویٰ کو اس طرح ثابت کرتا ہوں کہ اگر اجازت ہو تو آپ نے اب تک جتنی عرضیوں پر دستخط فرمائے ہیں۔ میں ان سب عرضیوں کا مضمون لفظ بہ لفظ زبانی سنا دوں۔ چنانچہ سب عرضیاں واپس لوٹائی گئیں اور اصمعی نے ایک ایک عرضی کا ترتیب وار پورا

پورا مضمون لفظ بہ لفظ زبانی سنانا شروع کر دیا اور بتانے لگا کہ فلاں عرضی کے سائل کا نام یہ ہے۔ کام یہ ہے اور اس پر وزارت کا یہ حکم ہے۔ اسی طرح جب وہ چالیس عرضیوں کا مضمون سنا چکا تو حاضرین میں سے ابونصر نے کہا کہ اصمعی! کیا کرتے ہو بس کرو اپنی جان پر رحم کرو۔ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ یہ سن کر وہ چہکتا بلبل خاموش ہو گیا اور حسن بن سہل حیرت و استعجاب کا مجسمہ بن کر بڑی دیر تک اصمعی کا منہ تکتا رہا۔



عمل خیر

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کچھ لوگ صرف اس غرض سے آتے ہیں کہ دیکھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کہاں کہاں وعظ میں غلطی کرتے ہیں یا وہ چاہتے ہیں کہ محض بیکار سوال کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرما کر اس شخص سے کہا کہ ان لوگوں کی باتوں کا برا نہ مانو کیونکہ میں انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کا خالق و رازق ہونے کے باوجود دنیا کی بدگمانی و بدزبانی سے نہیں بچا تو پھر میں کیونکر بچ سکتا ہوں۔ بس یہ ایک عمل خیر ہے جسے نیک نیتی سے کر رہا ہوں۔ دنیا چاہے کچھ بھی کہے میں کرتا رہوں گا۔



تین دوست

تاریخ کے مشہور امام علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ ہم تین گہرے دوست تھے۔ ایک میں دوسرا ہاشمی' تیسرا نبطی۔ میں ایک مرتبہ عید کے موقع پر انتہائی تنگ

دستی میں مبتلا ہو گیا۔ گھر والی نے بچوں کے کپڑے اور عید کے سامان کا سخت تقاضا کیا۔ میں نے مجبور ہو کر اپنے دوست ہاشمی کو امداد کے لئے خط لکھا۔ اس نے فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی میرے پاس بھیج دی۔ لیکن جیسے ہی یہ تھیلی مجھے ملی۔ فوراً میرے دوست نبلی کا خط ملا کہ میں ان دنوں انتہائی افلاس کا شکار ہو گیا ہوں۔ میری مدد کرو۔ میں نے فوراً وہ تھیلی اپنے دوست نبلی کے یہاں بھیج دی۔

پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا دوست ہاشمی وہی تھیلی لئے ہوئے میرے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے کہ یہ تھیلی جو میں نے تمہارے پاس بھیجی تھی وہ نبلی کے پاس کیسے پہنچ گئی؟

میں نے کہا' دوست کیا عرض کروں۔ جیسے ہی تمہاری تھیلی میرے یہاں آئی نبلی کا خط آیا کہ میں انتہائی فاقہ مستی میں ہوں تو میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ یہ تھیلی موجود ہوتے ہوئے ایسے وقت میں اپنے دوست کی مدد نہ کروں۔ اس لئے یہ تھیلی میں نے اس کے پاس بھجوا دی۔ یہ سن کر ہاشمی کہنے لگا کہ میرے پیارے دوست! میں کیا بتاؤں؟ جب تمہارا خط آیا تو میرے پاس بس یہی ایک تھیلی رہ گئی تھی۔ میں نے تمہارے پاس بھیج دی۔ چونکہ پھر میں بالکل تہی دست ہو گیا۔ میں نے نبلی دوست کے پاس امداد کے لئے قاصد بھیجا تو اس نے یہ تھیلی میرے پاس بھیج دی۔

اس طرح یہ تھیلی تمہارے اور نبلی کے پاس سے ہوتی ہوئی پھر میرے پاس بھیج دی گئی۔ اچھا اب بہتر یہ ہے کہ اس سے ایک سو دینار تم اپنی بیوی کے عید کے اخراجات کے لئے دے دو۔ باقی نو سو دینار ہم تینوں دوست تقسیم کر لیں۔ چنانچہ تینوں دوستوں نے تین تین سو دینار بانٹ لئے۔

علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ اچانک ہم تینوں دوستوں کی خبر خلیفہ بغداد کو پہنچ گئی تو اس (مامون) نے مجھے دربار میں طلب کیا اور خزانہ شاہی سے سات ہزار دینار یہ کہہ کر دیے کہ ایک ہزار دینار تم اپنی بیوی کو خرچ کر لئے دے دو اور دو دو ہزار تم تینوں دوست لے لو۔



پیش گوئی سچ ثابت ہوئی

جس زمانے میں شاہ جہان ایام شہزادگی میں ملکہ نور جہاں کی مخالفت کی وجہ سے پریشان تھا۔ حضرت شہباز بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت طلباء کو درس دے رہے تھے۔ شہزادے کی جانب متوجہ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر ناخوشگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ شاہ جہاں نے ہمت کر کے عرض کیا' حضرت! میں ایک حاجت لے کر حاضر ہوا ہوں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بیزار معلوم ہوتے ہیں کیا میں سبب پوچھنے کی جرات کر سکتا ہوں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم سلطنت کی آرزو رکھتے ہو لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری قبا کا دامن حد شریعت سے بڑھا ہوا ہے اگر تم شریعت محمدیؐ کے پابند نہ رہے تو دنیا کی گمراہی کا سبب بن جاؤ گے۔ شاہ جہاں نے عرض کیا جو حکم ہو بجا لاؤں گا' حضرت نے فرمایا' جس قدر تمہارا دامن حد شرعی سے زیادہ ہے' اس کو پھاڑ کر طلباء کے حوالے کر دو تاکہ وہ ٹوپیاں بنا لیں۔ شاہ جہاں نے فوراً" اسی وقت دامن چاک کر دیا اور عرض کیا کہ میں سلطنت کی تمنا رکھتا ہوں۔ جنگ کے اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر سلطنت میری قسمت میں ہے تو اس کے لئے جدوجہد کروں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آثار تو ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ پا کر سلطنت کے حصول میں کوشاں ہو گیا اور ایک دن وہ آیا کہ نور جہاں کی انتہائی مخالفت کے باوجود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی کے مطابق وہ تخت و تاج کا مالک بن گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد شاہ جہاں نے ہرچند کوشش کی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی خدمت میں باریابی کی اجازت دیں مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ پہلے تم شہزادے تھے تو تم سے ملاقات جائز تھی۔ اب تم بادشاہ ہو اس لئے تم سے ملاقات جائز نہیں۔ بس یہی کافی ہے کہ میں تمہارے حق دعا کرتا رہوں۔



نماز کا اعادہ

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حج کے لئے روانہ ہوئے اور بارہ سال میں کعبہ پہنچے۔ راستے میں چند قدم چلتے اور جاء نماز بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں کہ یکبارگی وہاں پہنچ سکیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حج سے فارغ ہو کر واپس آ گئے اور مدینہ منورہ میں حاضر نہ ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زیارت روضہ منورہ کو حج کا تابع بنانا خلاف ادب ہے' اس لئے آئندہ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے علیحدہ احرام باندھا۔

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھتے تو ہیبت حق اور تعظیم شریعت کے سبب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سینے کی ہڈیوں سے اس قدر چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگ اس آواز کو بخوبی سن لیتے۔ ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

اے شیخ! آپ رحمۃ اللہ علیہ کوئی کسب نہیں کرتے اور نہ کسی سے سوال کرتے ہیں' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کھاتے کہاں سے ہیں؟

حضرت نے فرمایا' ٹھہرو میں نماز کا اعادہ کر لوں' کیونکہ جو شخص روزی دینے والے کو نہیں جانتا اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے امام شرمندہ ہوا اور اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت سے متاثر ہو کر عرض کیا' میں اب تک غافل تھا اور اب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش مند بنا دیا ہے۔



زور سے کہو

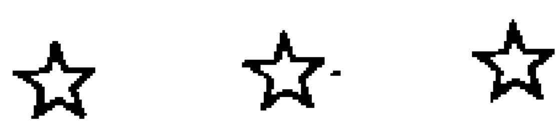
حضرت حاتم اصم کا واقعہ ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس کوئی مسئلہ پو

آئی تو اتفاق سے اس کی ریح خارج ہو گئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی لیکن آپ نے فرمایا کہ زور سے بات کہو میں بہرہ ہوں۔ پھر اس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ مگر درحقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ اس عورت کی شرمندگی دور کرنے کے لئے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے اور جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ مسلسل بہرے بنے رہے۔ اسی مناسبت سے آپ کو اصم کہا جاتا ہے۔



کھانے کا اضافہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بغداد میں زعفرانی کے ہاں فروکش تھے اور زعفرانی روزانہ مختلف کھانوں کی فہرست بنا کر باورچی کے حوالے کر دیتے کہ فلاں فلاں قسم کے کھانے تیار کرے۔ ایک دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے اس فہرست میں ایک خاص قسم کے کھانے کا اضافہ کر دیا۔ زعفرانی نے وہ تحریر کنیز کے ہاتھ میں دیکھی تو اس قدر خوش ہوئے کہ شکرانے کے طور پر اس کنیز کو آزاد کر دیا۔



غیر اللہ سے مدد نہ مانگو

بخت نصر بادشاہ ابتداء میں نہایت نیک بخت و صالح تھا۔ حضرت زکریا و یحیٰی علیہما السلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی۔ جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ اس کی بہار حسن دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ اس کی ماں کو

پیغام دیا وہ بہت خوش ہوئی۔ مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے اور یہ نکاح پیغمبران خدا کی شریعت کے خلاف ہے۔ وہ کاہے کو اس کام کی اجازت دیں گے اس لئے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہرادا نہ کر سکو گے اس نے دریافت کیا ایسا کتنا مہر ہے۔ جو کچھ کہو میں دوں گا۔ عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے۔ اگر تم یہ مہرادا کر سکو تو لڑکی حاضر ہے۔ ورنہ اس کا نام مت لو۔ بادشاہ نے کہا یہ بیچارے مسکین خدا کے دوست اور بیت المقدس کے مجاور ہیں۔ کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ ہمارے خیر خواہ اور دعاگو ہیں ان کو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے سوا جو کچھ مانگو جو مہر کہو مجھے منظور ہے اس نے کہا اس کے سوا کوئی مہر نہیں ہے۔ بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر کاٹ لاؤ۔ حکم کے بموجب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا تو حضرت زکریا یہ حال دیکھ کر بھاگ نکلے۔ فوج پیچھے ہوئی اور شیطان نے ان کی رہنمائی کی۔ جب سپاہیوں نے آدبایا اور گھیر لیا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک درخت سے التجا کی کہ تو مجھ کو اس وقت پناہ دے وہ درخت پھٹ گیا۔ یہ اس کے اندر سما گئے وہ پھر بند ہو گیا لیکن قدرے کپڑا باہر رہ گیا فوج متحیر ہو گئی کہ کہاں غائب ہو گئے۔ شیطان نے نشان دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں اور یہ کپڑا ان کے موجود ہونے کی علامت ہے۔ پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتلائی۔ درخت چیرا گیا۔ جب آرہ سر تک پہنچا۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام نے سسکی بھری۔ حکم الٰہی نازل ہوا کہ اگر اف کرو گے تو پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے۔ تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی۔ اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے۔ اب اس کا مزہ چکھو اور چپ چاپ سر پر آرہ چلنے دو۔

غرضیکہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت زکریاؑ نے دم نہ مارا۔ جب دونوں پیغمبر اس طرح طرح بیدردی سے قتل کئے گئے تو غضب الٰہی نازل ہوا۔ دن تاریک ہو گیا۔ ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور اس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون بند نہ ہوتا تھا۔ جب قبر میں رکھتے تو قبر

خون سے لبریز ہو جاتی تھی۔ بادشاہ لشکر کش نے قسم کھائی۔ کہ جب تک خون بند نہ ہو گا۔ میں قتل سے باز نہ رہوں گا۔ ہزار ہا آدمی تہ تیغ کر دیئے لیکن خون بند نہ ہوا۔ اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰؑ کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو یا ظالم۔ ایک خون کے بدلے ہزارہا آدمی قتل ہو چکے۔ اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے اتنا کہنا تھا کہ ان کا خون بند ہو گیا۔

جامع دمشق میں حضرت کی قبر ہے غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہیے۔



قوت حافظہ کا کمال

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس بیان کرتے ہیں کہ میں بریلی میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مزاج ناساز ہے اور ڈاکٹروں نے زیادہ ملاقات اور بات کرنے سے منع کر دیا ہے لیکن میں جب پہنچا تو مجھے ملاقات کا شرف بخشا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز مغرب پڑھ کر اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے اور ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور جناب مولانا حشمت علی صاحب بریلوی اور ایک کوئی اور صاحب تشریف لائے اور پلنگ کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے خطوط کی ایک گڈی حضرت مولانا امجد علی صاحب کو دے کر یہ فرمایا کہ آج تیس خطوط آئے تھے۔ ایک میں نے کھول لیا ہے۔ یہ خطوط ہیں گن لیجئے۔ انہوں نے گن کر لفافہ کھولا جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب پڑھ کر انہوں نے اعلیٰ حضرت کو سنائے۔ اعلیٰ حضرت نے پورا خط سن کر جواب تحریر کرانا شروع فرما دیا اور پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرما دیا۔ وہ لکھنے لگے اور لکھ کر کہا جی حضور۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے آگے کا فقرہ فرما دیا۔ وہ لکھ کر پھر جی حضور کہتے اور

اعلیٰ حضرت اس کے آگے کا فقرہ فرما دیا کرتے۔ اسی جی حضور کہنے کے درمیان ایک دوسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کر دیا۔ جب یہ جی حضور کہتے وہ رک جاتے اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا اور ان کو بھی ان کے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا وہ ارشاد فرمایا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ لکھ لینے کے بعد جی حضور، جی حضور کہتے اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کر دیتے اسی حالت میں ان دو، جی حضور۔ جی حضور کے درمیان جتنا وقت بچتا اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کر دیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین جی حضور۔ جی حضور کے درمیان جو وقت بچتا اس میں اپنا خط شروع کر دیا اور اسی طرح خط سنا کر انہوں نے بھی جواب لکھنا شروع کر دیا۔ اب اسی حالت میں چار چار آدمیوں کو مختلف مسائل کے جوابات اعلیٰ حضرت تحریر کرا رہے تھے۔

اتنے میں ایک صاحب نے زبانی کچھ مسائل پوچھنے شروع کر دیئے۔ مجھے ان پر بڑا غصہ آیا کہ اس حالت میں بھلا سوال پوچھنے کا کیا موقع تھا؟ مگر اعلیٰ حضرت کو ذرہ برابر ملال نہیں ہوا اور بہت اطمینان سے ان کے سوالوں کا بھی جواب دیتے رہے اسی طرح خطوط کے جوابات اعلیٰ حضرت نے تحریر کرائے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے پسینہ آ گیا کہ میں نے تمام عمر میں کبھی ایسے قوی حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا۔



نفس میں غرور

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے۔ یہاں ایک بزرگ جو صاحب اسرار و کشف تھے، کھیتی باڑی پر اپنا گزارا کرتے تھے۔ اپنی بزرگی اور نیک دلی کے لئے خلق میں اس قدر عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے کہ انہیں کھیتوں اور زمینوں کا کوئی محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ لاہور میں کوئی سخت گیر حاکم آ گیا اور اس نے ان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آپ

اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہے ہیں یا تو پچھلے سالوں کا محصول ادا کیجئے یا پھر کوئی کرامت دکھایئے۔

بزرگ نے کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں۔ مجھے کشف و کرامت سے کیا تعلق۔

لیکن حاکم نے ایک نہ سنی اور اپنے اصرار پر قائم رہا۔ تب بزرگ نے مجبور ہو کر اس سے کہا کہ اچھا بتاؤ' پھر کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو۔ حاکم نے کہا کہ پانی پر چل کر دکھا سکتے ہو۔ بزرگ ایک دریا پر پہنچے اور انہوں نے تمام دریا پیدل چل کر عبور کر لیا۔ جیسے کہ خشکی کے اوپر چل رہے ہوں۔ جب وہ دوسرے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے کشتی کے لئے آواز دی تاکہ واپس آ سکیں۔ اس پر حاکم نے کہا کہ جس طرح آپ گئے ہیں اس طرح واپس کیوں نہیں آ سکتے؟

بزرگ نے فرمایا کہ اس واسطے کہ نفس میں غرور پیدا نہ ہو جائے۔



دو شخص نہیں آئے

عبداللہ بن طاہر حاکم نیشاپور ایک مرتبہ شہر نیشاپور میں وارد ہوا تو سارا شہر اس کے استقبال کو نکل آیا اور تین روز تک شہر کے سب چھوٹے بڑے اس کے سلام کو آتے رہے۔ حاکم نیشاپور نے دریافت کیا کہ کوئی شخص باقی تو نہیں رہا جو میرے سلام کو نہ آیا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ صرف دو شخص نہیں آئے۔ ایک تو حضرت احمد حرب رحمۃ اللہ علیہ' دوسرے حضرت اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس نے کہا کہ کیوں نہیں آئے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ دونوں اولیاء حق اور علماء ربانی ہیں اور بادشاہوں کے سلام کو نہیں جاتے ہیں۔ عبداللہ بن طاہر نے کہا کہ اگر وہ ہمارے سلام کو نہیں آئے تو ہم ان کے سلام کو جائیں گے۔ پھر اس نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائے' لوگوں نے حضرت کو خبر دی کہ حاکم شہر آپ کی خدمت میں آ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہمیں اس کے ملنے سے ناچاری ہے۔ الغرض

عبداللہ بن طاہر آیا تو حضرت نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ پھر کافی دیر کے بعد اپنا سر انور اٹھایا اور حاکم شہر کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ میں نے سنا تھا کہ تم بہت خوبصورت ہو' اب مجھے دیکھنے سے پتہ چلا کہ واقعی تم بہت خوبصورت ہو۔ اے عبداللہ! دیکھ اپنی اس خوبصورتی کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اور نافرمانی کے ساتھ بگاڑ مت لینا۔ حاکم شہر اجازت لے کر پھر اسلم طوسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت طوسی رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ بند تھا اور آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت نہ دی اور پتہ چلا کہ حضرت نماز کے وقت باہر نکلیں گے۔ حاکم شہر دروازے پر اسی طرح سوار کھڑا رہا اور حضرت کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا' نماز کا وقت ہوا تو حضرت کا دروازہ کھلا اور آپ باہر تشریف لائے۔ جوں ہی عبداللہ بن طاہر حاکم شہر کی آپ پر نظر پڑی' گھوڑے سے اتر پڑا اور آپ کے پاؤں چومنے لگا اور کہا الٰہی اس سبب سے کہ میں برا ہوں یہ تیرا مقبول بندہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور اس سبب سے کہ یہ نیک اور تیرا مقبول بندہ ہے میں اس سے دوستی رکھتا ہوں۔ تو اس برے کو اس نیک کے طفیل میں نیک بنا دے۔ پھر حضرت نے بھی حاکم شہر کے لئے دعا کی اور محبت کے ساتھ اسے رخصت کیا۔



لباس محبوبیت

حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے مشہور ولی اللہ تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کا گزر بغداد کے ایک محلّہ سے ہوا۔ آپ کو شدت سے پیاس محسوس ہوئی۔ ایک نزدیکی مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور گھر والوں سے پانی طلب فرمایا۔ اندر سے ایک لڑکی پانی کا گلاس پکڑے ہوئے آئی اور آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے اس لڑکی سے پانی کا گلاس لے کر پی لیا۔ عین اس وقت آپ کی نگاہ اس پانی لانے والی لڑکی کے چہرہ پر پڑ گئی۔ وہ لڑکی انتہائی حسین و جمیل تھی۔ اسُ کا حسن دیکھ کر آپ کا دل اس پر فریفتہ ہو گیا۔ وہ لڑکی تو پانی پلا کر واپس اندر چلی گئی مگر

آپ وہیں اس گھر کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گھر کا مالک آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا' میاں میرا دل ایک گلاس پانی میں قید ہو کر رہ گیا ہے۔ تیرے گھر والوں نے مجھے ایک گلاس پانی دیا اور اس کے عوض میں میرا دل لے لیا ہے۔ گھر کے مالک نے کہا' یاحضرت! وہ لڑکی جس نے آپ کو پانی پلایا میری بیٹی ہے۔ میں خوشی کے ساتھ اسے آپ کے نکاح میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور آپ کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کر دیا گیا۔

اس گھر کا مالک بغداد کا ایک رئیس ترین آدمی تھا اور اولیاء اللہ کی بڑی عزت و قدر کرتا تھا اس نے حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کو حمام میں بھیج دیا۔ ساتھ ہی ایک بیش قیمت پوشاک بھی پہننے کے لئے دی۔ آپ نے نہانے کے بعد وہ خرقہ جو کہ آپ زیب تن کیا کرتے تھے الگ رکھ لیا اور بیش قیمت پوشاک پہن لی۔ جب شام ہوئی اور عشاء کی اذان ہوئی تو حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ نماز عشاء کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس بات کا ارادہ فرمایا کہ اپنے روزانہ کے معمول کے اوراد اور وظائف سے فارغ ہو کر پھر دلہن کی طرف توجہ کروں گا ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ یکدم آپ نے بلند آواز سے فرمایا' جلدی سے ہمارا خرقہ لاؤ۔ گھر والوں نے حیران ہو کر پوچھا حضرت! کیا بات ہو گئی؟ ارشاد فرمایا ابھی ابھی مجھے غیب سے ایک ندا آئی ہے کہ اے مرتعش! وہ پہلی نظر جو تو نے ہمارے سوا غیر پر ڈالی تھی۔ اس کی سزا کے طور پر ہم نے تیرے جسم سے لباس محبوبیت اتار لیا ہے اب اگر تو نے دوسری نظر پھر ڈالی تو ہم لباس آشنائی بھی سلب کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بیش قیمت لباس اتارا اور وہی پہلے والا خرقہ زیب تن کر کے نکل کھڑے ہوئے۔



خالی ہاتھ

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز ایک قبرستان ے پاس سے گزرے' ساتھیوں سے فرمایا۔ یہاں سب جھوٹے لوگ سوئے پڑے ہیں۔ ساتھی متعجب ہوئے اور بولے۔ حضرت یہ کیسے؟ فرمایا۔ یہ لوگ زندگی میں کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس مال ہے اور ہمارا بال بچہ ہے اگر یہ سب درحقیقت ان کی ملکیت ہوتے تو ان میں سے کسی ایک کو ہی اپنے ساتھ لاتے۔

سکندر نے مرتے وقت حکم دیا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے دونوں ہاتھ تابوت سے باہر نکال دینا' لوگوں نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے' اس نے کہا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں جاتے وقت خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے کسی درویش کو کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کر' درویش نے کہا۔ کیا تم اپنے مال کو دوست رکھتے ہو' یا اپنے دشمن کو؟ بادشاہ نے کہا' اپنے مال کو۔ درویش بولے' پھر یہ کیا معاملہ ہے کہ تم مال کو تو اس جہان میں چھوڑتے ہو' اور اپنے دشمن کو ہمراہ لے جاتے ہو۔ انصاف تو یہ ہے کہ دشمنوں کو یہاں چھوڑو' اور مال کو ہمراہ لے جاؤ۔



حقیقی نیکی

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے اپنے بیٹے کے غم سے نڈھال ہو کر بڑی بے قراری کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ اپنے سر کے تمام بال کاٹ دیئے۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی داڑھی مں چونا مل لیا جس کی وجہ سے داڑھی کے تمام بال جھڑ گئے۔ بغداد کے باسیوں کو جب اس بات کا پتہ چلا تو ان کو حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حرکت انتہائی ناگوار محسوس ہوئی۔ چنانچہ آپ کی اس حرکت کی وجہ سے کوئی بھی آپ کے پاس لڑکے کی

تعزیت کے لئے نہیں گیا۔ آپ کے دوستوں میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ یا حضرت! آپ نے یہ کیا حرکت فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا' موافقت۔ پوچھا گیا کہ وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ حقیقت سے آگاہی ہو۔ ہمیں آپ کے اس جواب سے تسلی نہیں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو کوئی دوسروں کو وعظ اور نصیحت کرتا ہے اور خود غافل ہوتا ہے وہ لعنت کا مستحق بنتا ہے۔ پس میں نے نہیں چاہا کہ لوگ میرے پاس تعزیت کے لئے آئیں اور رسم دنیا کے مطابق مجھے تسلیاں دیں پھر اناللہ و انا الیہ راجعون پڑھیں۔ حالانکہ ان کے دل اور وہ خود رب تعالیٰ سے غافل ہوں گے اور قول و فعل میں تضاد ہونے کے باعث لعنت کے مستحق ہوں گے اور یقیناً اس کا سبب میں ہی بنوں گا۔ اس لئے یہ سوچ کر میں نے اپنی داڑھی کو صاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ہلاکت سے باز رکھا۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ میرا یہ کام صدق اور نیکی پر مبنی ہے یا نہیں اور کیا میں نے اپنی اس حرکت سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور احسان نہیں کیا۔



ایثار

ایک مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور ایک سال تک یہاں مقیم رہے۔ اس زمانہ میں لاہور میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ لوگوں کی پریشانی اور مصیبت کو دیکھ کر بیقرار ہو ہو جاتے۔ آپ کے سامنے جب کھانا لایا جاتا تو فرماتے۔ یارو یہ انصاف سے بعید ہے کہ مخلوق خدا بھوکی پیاسی گلیوں میں تڑپتی پھرے اور ہم گھروں میں بیٹھ کر اطمینان سے کھائیں۔ چنانچہ جس قدر کھانا ہوتا آپ قحط زدوں کو بھجوا دیتے اور خود فاقہ کرتے۔ البتہ روح و بدن کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے کبھی کبھی سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ غرض قحط سالی کا تمام زمانہ آپ نے اسی طرح گزارا اور پھر دہلی تشریف لے گئے۔



اطاعت خالق

ابو منصور جو کہ سلطان طغرل کا وزیر تھا۔ خدا ترس اور مرد دانا تھا۔ ہر صبح نماز فجر پڑھتا اور سجادہ پر بیٹھ جاتا اور طلوع آفتاب تک درود و وظیفہ پڑھتا رہتا۔ پھر خدمت سلطان میں حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ بادشاہ کو ایک مہم درپیش آگئی سلطان نے وزیر کو بہ تعجیل طلب کیا۔ آدمی بلانے آیا۔ تو وہ سجادہ پر بیٹھا تھا اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ حاسدوں کو بات ہاتھ آگئی اور شکایت کا موقع مل گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو بھکایا کہ وزیر نے ایسے ضروری فرمان شاہی پر توجہ نہیں کی اور معتبر نہ سمجھا۔ بادشاہ کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی۔ جب وزیر اپنے معمول کے وظائف سے فارغ ہو گیا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کو سختی سے پوچھا کہ اتنی دیر سے کیوں آیا۔ اس نے کہا' اے بادشاہ میں خدا کا بندہ ہوں اور تیرا چاکر۔ جب تک اس کی بندگی سے فارغ نہ ہو جاؤں تیری چاکری پر حاضر نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ اس کے اس دلیرانہ سچے جواب سے آبدیدہ ہو گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ خدا کی بندگی کو میری چاکری پر مقدم رکھ تاکہ اس کی برکت سے ہمارے سب کام درست ہو جائیں۔



چھت پر اونٹ

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ آپ شاہی تخت پر سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کے وقت آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی چھت پر چل رہا ہے۔ آپ نے رات کی تنہائی میں کھڑکی کھول کر چھت کی طرف منہ کر کے پکارا کون ہے؟ آواز آئی' میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا' اے بھلے

مانس! اونٹ چھت پر کیسے آ سکتا ہے؟ آواز آئی' اے غافل! تو اطلس کے کپڑے پہن کر اور سونے کے تخت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرتا ہے یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے بھی زیادہ عجیب بات ہے۔



الزام

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک صحرا میں گزر ہوا۔ دیکھا کہ چند اولیائے خدا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں۔ یہ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر بیٹھ گئے اور مشغول مراقبہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ازراہ باطن منکشف ہوا کہ جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور باد مخالف کے سخت جھونکے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز غرق ہونے کے قریب ہے اور اہل جہاز بصد عجز و نیاز گریہ و زاری کرتے ہیں۔ یہ کیفیت مشاہدہ کر کے براہ تراحم ان کا جی بھر آیا اور ازراہ باطن جہاز کی مدد کی اور اس کو صحیح و سلامت طوفان سے نکال دیا۔ وہ تمام اولیائے بزرگ بہم بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم میں سے کس نے کی۔ سب نے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم بولے کہ صاحبو! مجھ کو ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ میں نے یہ کام کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سنو صاحب سرکار کو تو خود اس جہاز کا بچانا منظور تھا اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا۔ تم نے دخل دے کے مفت اپنے ذمہ ایک الزام لے لیا۔ ہماری تمہاری صحبت راس نہ آئے گی۔ یہ کہہ کر سب غائب ہو گئے۔



حق پر استقامت

سہل بن مزاحم محدث رحمۃ اللہ علیہ بڑی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے۔ بار بار دنیا ان کے قدموں پر گری۔ مگر ہر بار انہوں نے دنیا کو اپنی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیا اور دنیاوی جاہ و جلال کو قبول نہیں فرمایا اور کوڑوں کی ضرب شدید کو گوارا فرمالیا۔ دو مرتبہ آپ کو کوڑے لگائے گئے مگر حق پر استقامت سے آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

ایک مرتبہ اموی دور حکومت میں کوفہ کے گورنر عمر بن ہبیرہ نے آپ سے عہدہ قضا (جج کا عہدہ) قبول کرنے پر اصرار کیا۔ آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ اس عہدہ کو ٹھکرا دیا تو اس ظالم نے آپ کو سو کوڑے لگوائے۔ بالاخر ہار مان کر آپ کو چھوڑ دیا۔ دس دن تک روزانہ جلاد آپ کو دس دس کوڑے مارتا رہا۔ اور آپ ہر روز یہی فرماتے رہے کہ میں ایک ظالم حکومت کا جج بن کر اس کے ظلم میں شریک ہونے کا گناہ عظیم ہرگز ہرگز اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں۔ دوسری مرتبہ جب عباسی سلطنت کے زمانے میں خلیفہ بغداد منصور نے آپ کو دربار میں طلب کر کے عہدہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) پیش کیا تو آپ برابر انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے جھلا کر کہا کہ خدا کی قسم تمہیں یہ عہدہ قبول کرنا پڑے گا۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

ربیع دربان نے کہا کہ اے ابو حنیفہ! کیا غضب کرتے ہو؟ تم امیرالمومنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ امیرالمومنین کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرلینا مجھ سے زیادہ آسان ہے۔ خلیفہ منصور نے غضب ناک ہو کر آپ کو قید کر دیا اور جلاد کو حکم دیا کہ جب تک یہ عہدہ قضا قبول نہ کریں روزانہ ان کو دس کوڑے لگائے جائیں۔ دوران قید ایک دن دربار میں بلا کر پھر منصور نے کہا کہ ابو حنیفہ! اپنی جان پر رحم کرو اور یہ عہدہ قبول کرلو۔

آپ نے فرمایا کہ خدا امیرالمومنین کا بھلا کرے میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔ منصور نے بگڑ کر کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ امامؒ نے جواب دیا کہ اب تو

امیرالمومنین نے خود ہی میرے قول کی تصدیق کر دی کہ مجھ کو جھوٹا کہا۔ اگر واقعی میں جھوٹا ہوں تو ایک جھوٹا آدمی بھلا قاضی القضاۃ بننے کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر میں سچا ہوں تو میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔ منصور نے آپ کا جواب سن کر پھر آپ کو جیل بھیج دیا۔ چنانچہ آپ اسی قید خانہ میں چھ دن بیمار رہ کر 150ھ میں ستر برس کی عمر پا کر وصال فرما گئے۔

امام الحدیث ابن جریج کو جب آپ کی وفات کی خبر ملی تو ایک سرد آہ کھینچ کر انہوں نے اناللہ پڑھا اور کہا کہ ای علم ذھب ہائے! کیسا علم اٹھ گیا۔



کھانے میں اسراف نہیں ہوتا

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دعوت میں بہت سارا کھانا مہمانوں کے سامنے لا کر رکھ دیا تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خدا سے ڈرو' یہ تو سراسر اسراف ہے۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کھانے میں اسراف نہیں ہوتا (یعنی جو بچ رہے وہ حساب میں داخل نہیں ہوتا تو پھر کیوں بخل سے کام لیا جائے)

چاہیے کہ گھر والوں کا حصہ پہلے ہی علیحدہ کر لیا جائے تاکہ ان کی آنکھ دستر خوان پر نہ لگی رہے۔ کیونکہ اس صورت میں عین ممکن ہے کہ جب دستر خوان پر باقی کوئی چیز نہ رہے' تو وہ مہمانوں کے خلاف ہی زبان درازی سے کام لینے لگیں (سامنے نہ سہی بعد میں ان کے بارے میں باتیں بنانے لگیں) اور یہ مہمانوں کے ساتھ خیانت ہے۔



شراکت

دو اشخاص نے ایک ساتھ سفر کیا۔ ایک جگہ سرائے میں اترتے' ایک جگہ کھانا پکواتے۔ ایک دن چلتے چلتے ایک نے اشرفیوں کی تھیلی پڑی پائی وہ تھیلی کو اٹھا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ دیکھو بھائی! میں نے یہ تھیلی پائی۔ دوسرا بولا' یہ تم نے کیا کہا کہ میں نے پائی۔ یوں کہو کہ ہم نے پائی۔ اس واسطے کہ ہم تم دونوں ساتھ ہیں۔ یہ ہم دونوں کا حق ہے۔ غرض تھیلی پر لڑتے جھگڑتے چلے جاتے تھے۔ اتنے میں پیچھے سے کچھ لوگوں کی آہٹ سی معلوم ہوئی۔ کان لگا کر سنا تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے لپکے چلے آرہے تھے کہ تھیلی کے چور وہ دونوں آگے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ تھیلی پانے والا اپنے ساتھی سے کہنے لگا کیوں بھائی کیا علاج اب تو ہم مارے گئے۔ دوسرا بولا یہ تم نے کیا کہا کہ ہم مارے گئے۔ یوں کہو کہ میں مارا گیا۔ جب تم نے تھیلی کے پانے میں مجھ کو شریک نہیں کیا تو اب آفت میں بھی تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ نتیجہ یہ کہ جو لوگ فائدے میں کسی کو شریک نہیں کرتے مصیبت میں بھی ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوتا۔



طلباء کے لئے عطیات

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ بھی اللہ کے لئے خرچ کرتے تو اس کا مصرف صرف طلبا اور اہل علم ہوتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ان عطیات کا سلسلہ عام و وسیع کر دیں تو بہت سے لوگوں کو اس سے یکساں فائدہ پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم دین سیکھنا اور سکھانا ضروریات دین میں شامل ہے۔ اگر اہل علم اور طلبا کو ضروریات دنیوی پریشان خاطر کر دیں اور وہ سکون سے علم میں مشغول نہ رہ سکیں تو یہ ایک بہت بڑا نقصان ہو گا' جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اپنا مال خصوصیت کے ساتھ اہل علم کو دے کر میں دین کے اس اہم سلسلے کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔



فرشتوں کے سوال

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ حالت نزع میں تھے اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ انہیں پنکھے سے ہوا دے رہے تھے' فرمایا بظاہر تو ہمیں راحت پہنچاتا ہے لیکن ہمارے سینے میں شوق الٰہی کی آگ روشن ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تیری راحت کی کوشش سے یہ آگ کہیں زیادہ راحت بخش ہے۔

عالم فقر کے دولت مند کہتے ہیں کہ اصل دولت درویشی ہے۔ مال و زر کے دولت مند کو یہ چار چیزیں ملتی ہیں: بدنی تکلیف' دنیا سے دل کی مشغولی' دین کا نقصان اور قیامت کا حساب۔ جب کہ درویشوں کو یہ چار چیزیں عطا ہوتی ہیں: بدنی راحت' دنیا سے دل کی بیزاری' دین کی سلامتی اور قیامت کی خلاصی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں انہیں دیکھا اور پوچھا کہ "کہئے آپ رحمۃ اللہ علیہ منکر نکیر سے کیونکر نبٹے؟" فرمایا "یوں کہئے کہ انہوں نے مجھ سے کیونکر خلاصی پائی۔ جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا خدا کون ہے' میں نے کہا اے فرشتو! میرا خدا وہ ہے جس نے سب فرشتوں سے میرے باپ کو سجدہ کرایا اور میں اس وقت اپنے باپ کی پیٹھ میں تم کو دیکھ رہا تھا۔ فرشتے حیران ہو کر بولے' ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہئے' ہم اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ آدمؑ کی نسبت جواب دیتا ہے۔



اللہ دیکھ رہا ہے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بغداد کے ایک بازار مین ایک بدمعاش آدمی نے زبردستی کرتے ہوئے ایک شریف عورت کو پکڑ لیا اور اس کو گھسیٹتے ہوئے لے جانے لگا۔ عورت نے اس بلائے ناگہانی پر چیخنا شروع کر دیا اور لوگوں کی مدد کے لئے

آوازیں دینا شروع کیں۔ جب لوگ اس شریف عورت کو بدمعاش کے پنجے سے چھڑانے کے لئے آگے بڑھے تو بدمعاش نے یک دم چاقو نکال لیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ وہیں رک گئے اور ڈر کے مارے کوئی بھی آگے نہ ہوا۔

اتفاق سے عین اس وقت حضرت بشر بن حرث رحمۃ اللہ علیہ ادھر سے گزرے۔ آپ نے اس شور کو سنا تو معاملے کو سمجھ گئے اور انتہائی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اس بدمعاش کے کندھے کو اپنے کندھے سے ٹھوکر لگائی۔ ٹھوکر لگتے ہی وہ بدمعاش یکدم زمین پر گر پڑا اور خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اتنی دیر میں وہ عورت وہاں سے بھاگ کر چلی گئی اور حضرت بشیر بن حرث رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں سے تشریف لے گئے۔

سب لوگ اس بدمعاش کے گرد اکٹھے ہو گئے اور اس کو زمین سے اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

وہ بدمعاش کہنے لگا کہ اور تو کچھ نہیں جانتا لیکن اتنا معلوم ہے کہ جب حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ نے میرے کندھے کو ٹھوکر لگائی تو مجھے صرف یہ فرمایا کہ خبردار! تیرے اس برے عمل کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یہ جملہ سننا تھا کہ میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اور میں دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور اب میں نے سچے دل سے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔



آبِ شیریں

سلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے۔ اس بادشاہ کو خاندان چشتیہ سے کمال اعتقاد تھا' ظاہر میں گو بادشاہ تھا مگر دل فقیر تھا۔ ان کا قاعدہ تھا کہ کم کھاتے' کم سوتے' تمام شب بیدار رہتے' اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور نوکروں کو تکلیف نہ دیتے' رات کو ڈول رسی زیر پلنگ رہتی تھی تاکہ

ادائے نماز تہجد کے لئے جب وضو کرنے کی ضرورت پڑے تو خود پانی بھر سکیں۔ نوکروں کی نیند خراب اور وہ بے آرام نہ ہوں۔ آخر شب گدڑی اوڑھ کر شہر میں گشت کرتے۔ جس کو تکلیف ہوتی اس کی تکلیف رفع کرتے۔ علماء کو بہت کچھ دیتے تھے۔ اشرفیوں سے تھیلیاں بھر کر ان کے گھر میں پھینک آتے۔

سیرالعارفین سے نقل ہے کہ ایک دن سلطان شمس الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ درگاہ معلیٰ حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک حوض تیار کرایا جائے بشرطیکہ شیریں پانی نکل آئے۔ چونکہ سلطان شمس الدین بہ برکت انفاس حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ صاحب ولایت اور اہل کرامت تھے' جب کسی بات کی ان کو فکر لاحق ہوتی تو حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور اس کی ترکیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تو ان کے تمام کام خودبخود پورے ہو جاتے۔ جس دن سلطان نے حوض کی تعمیر کا خیال کیا اسی شب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار چند صحابہؓ کو ہمراہ لئے میدان حوض میں پہنچے اور سلطان کو طلب فرمایا' سلطان نے حاضر ہو کر پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم حوض بنانا چاہتے ہو' بنیاد چشمہ شیریں کی ڈالو گے؟ سلطان نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس جگہ حکم ہو وہاں حوض بنا دوں' اسی وقت گھوڑے نے سم زمین پر مارا اور اس جگہ سم کے برابر گڑھا ہو گیا اور اس میں سے آب شیریں جاری ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جگہ حوض بنایا جائے۔ جب التمش نیند سے جاگے اور نماز سے فراغت پائی' تو اس جگہ حاضر ہوئے جہاں اب حوض ہے۔ گھوڑے کے سم کا نشان پایا جس میں سے آب شیریں جاری تھا۔ اسی وقت حوض کی تعمیر شروع کی' سم کی جگہ کے اوپر ایک چبوترہ بنا کر اس کے اوپر ایک گنبد بنایا جو اب تک موجود ہے۔ یہ حوض عجیب نورانی جگہ ہے' اکثر بزرگوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس حوض پر عالم ارواح شہدا سیر کناں آتے ہیں۔



فرمائش پوری کردی

ایک شخص حضرت سلمان کے ہاں وارد ہوا۔ انہوں نے جو کی روٹی اور نمک اس کے سامنے رکھا۔ اس شخص نے کہا کہ اگر اس کے ساتھ ستہ (ایک خاص قسم کی پتی) ہوتی تو اس نمک سے بہتر رہتی۔ سلمان کے پلے میں اس وقت کچھ بھی نہ تھا (لیکن اس کی دلداری بہرحال لازمی تھی اس لئے) آفتابہ گروی رکھ کر اس کی فرمائش پوری کردی۔ اس شخص نے کھانا کھا کر کہا الحمدلله الذی قنعنا بما رزقتنا۔ (یعنی شکر ہے حق تعالیٰ کا جس نے مجھے دیے ہوئے رزق پر قناعت عطا فرمائی) سلمان نے کہا اگر تو قانع ہوتا تو مجھے آفتابہ گروی رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ البتہ اگر مہمان کو معلوم ہو کہ فرمائش میزبان پر دشوار ہو گی بلکہ اس کی شادمانی کا موجب ہو گی تو جائز ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز اس سے مانگ لے۔



تین بھوکے طلبہ دربار رسولؐ میں

امام طبرانی' علامہ ابن المقری اور امام ابوالشیخ یہ تینوں شیوخ حدیث جو آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔ ان تینوں پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ یہ تینوں ایک ہی زمانہ میں مدینہ منورہ کی درسگاہ حدیث میں پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان تینوں ہونہار طلبہ پر مفلسی کا ایسا حملہ ہوا کہ ایک دانہ بھی کھانے کے لئے ان کے تینوں کے پاس نہیں رہا۔ روزہ پر روزہ رکھتے رہے مگر جب بھوک کی شدت نے بالکل ہی مضطرب کر دیا اور طاقت جواب دینے لگی تو ان تینوں نے رحمت عالم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر فریاد کی کہ یارسولؐ اللہ! ہم لوگ بھوک سے بے تاب ہیں۔ یہ عرض کر کے امام طبرانی تو آستانہ مبارکہ ہی پر بیٹھ رہے اور کہا کہ اس در پر یا موت آئے گی یا روزی۔ اب یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ مگر ابن المقری اور ابوشیخ لوٹ کر اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ تھوڑی دیر کے

بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دونوں نے جو دروازہ کھول کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ علوی خاندان کے ایک برگزیدہ بزرگ دو غلاموں کے ساتھ کھانا لے کر تشریف فرما ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ آپ لوگوں نے دربار رسولؐ میں بھوک کی شکایت کی تو رحمت دو عالم ﷺ نے ابھی ابھی مجھے خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرما کر حکم فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے پاس کھانا پہنچا دوں۔ چنانچہ جو کچھ بروقت مجھ سے ہو سکا حاضر ہے، اس کو آپ لوگ قبول فرمائیے۔



چوری نہیں کروں گا

حضرت خواجہ خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر بزرگ تھے' ایک مرتبہ آدھی رات تک عبادت کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ نیم خوابی کی حالت تھی کہ ایک کھٹکے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہوشیار ہو گئے۔ دیکھا کہ ایک چور دیوار پھاند کر اترا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے لیٹے ہوئے اس چور کی تمام حرکات دیکھتے رہے۔ چور نے یہ سمجھ کر کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سو رہے ہیں' دبے پاؤں ادھر ادھر مال و دولت کی تلاش شروع کی' کمرے کے اندر گیا' بہت ڈھونڈا' کچھ نہ ملا' گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر کوئی چیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے اس کے ہاتھ نہ لگی' ناچار مایوس ہو کر واپس جانے کے لئے بڑھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے آواز دی' وہ گھبرا کر لوٹا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ خدا کے بندے تمہیں بہت افسوس ہوا ہو گا۔ جو ایسے گھر میں آئے جہاں سے نامراد واپس جا رہے ہو' مگر میں نہیں چاہتا کہ تم خالی ہاتھ جاؤ۔ لوٹ کر آؤ کنوئیں سے پانی نکالو اور وضو کر کے نماز پڑھنی شروع کر دو تاکہ اس عرصہ میں کوئی خدا کا بندہ اگر میرے لئے کچھ لے آئے تو وہ سب کا سب میں تمہیں دے دوں۔

چور بہت حیران ہوا اور سوچنے لگا کیا کروں' کچھ دیر سوچنے کے بعد لوٹا اور ڈول میں پانی لینے کنوئیں پر چلا گیا۔ وضو کیا اور نماز میں مصروف ہو گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ علی الصبح کسی

شخص نے دروازہ پر آ کر دستک دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چور سے کہا' جاؤ دیکھو دروازے پر کون آیا ہے۔ چور دروازے پر گیا اور ایک شخص کو ہمراہ لے کر واپس آیا' یہ شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدت مند تھا' اس نے آتے ہی سو دینار کی تھیلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چور سے فرمایا' لو یہ رقم لے لو' تمہارا خالی ہاتھ واپس جانا ہمیں ناگوار گزر رہا تھا' چور جو خاموشی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ رہا تھا' حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور رقم لینے سے انکار کر دیا اور بولا' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کا صلہ ایک سو دینار کی صورت میں مل رہا ہے' جو عمر ضائع ہو چکی اس کا افسوس ہے آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں کہ چوری نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر چور نے بیعت کر لی اور مریدان خاص میں اس کا شمار ہوا۔



بامراد

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی نے حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضور! آپ کبھی اپنی مراد کو بھی پہنچے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں! مجھے دو مرتبہ مراد ملی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سوار جا رہا تھا۔ کشتی میں سوار لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے نہیں جانتا تھا۔ میرے کپڑے بہت ہی میلے کچیلے تھے اور سر کے بال بھی بڑھے ہوئے تھے۔ میری اس حالت کو دیکھ کر کشتی میں سوار لوگ میرا مذاق اڑانے لگے۔ وہ مجھ پر طرح طرح کی حجت کرتے تھے۔ ہر شخص میری تحقیر کرنے میں پیش پیش تھا۔ ان میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے مذاق کرتے کرتے میرے سر کے بال نوچنا شروع کر دیے۔ ان لوگوں کی پوری توجہ میرا تمسخر اڑانے میں لگی ہوئی تھی۔ وہ میرا مذاق اڑانے میں مشغول تھے اور میں اپنے دل میں بہت خوش ہو رہا تھا کیونکہ میں دلی مراد پا رہا

تھا ان لوگوں کا تمسخر اس قدر حد سے بڑھا کہ ان میں سے ایک مسخرے نے اٹھ کر مجھ پر پیشاب کر ڈالا اس کی اس حرکت سے میری خوشی انتہا کو پہنچ گئی۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ پھر فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ میں اسوقت مراد کو پہنچا کہ جب بارش انتہائی موسلادھار ہو رہی تھی اور میں بارش میں بھیگتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ ٹھنڈ کی زیادتی کی وجہ سے میں کانپ رہا تھا اور میرا خرقہ پانی میں پوری طرح بھیگ چکا تھا۔ میں قریب ہی واقع ایک مسجد میں چلا گیا۔ وہاں پر موجود لوگوں نے مجھے وہاں پر رہنے نہ دیا اور نکال کر باہر کیا۔ سخت سردی کی وجہ سے میرے دل پر لرزہ طاری تھا۔ میں وہاں سے نکل کر دو اور مسجدوں میں گیا مگر وہاں پر بھی مجھے لوگوں نے رہنے نہ دیا اور نکال باہر کیا۔

ایک جگہ پر مجھے حمام نظر آیا میں اس کے چولہے پر گیا اور اس پر میں نے اپنا خرقہ تان دیا تاکہ سوکھ جائے۔ اس چولہے کے دھوئیں نے میرا خرقہ اور میرا منہ بھی سیاہ کر دیا۔ اس وقت بھی میں اپنی مراد کو پہنچا۔



خلق خدا کی خدمت

خواجہ القاسم حکیم سرخس کے بزرگ تھے۔ جب حضرت ابو سعید ابوالخیر کا شہرہ وہاں پہنچا تو تجسس پیدا ہوا۔ مریدین سے کہا کہ حضرت ابو سعید کا پتہ کرنا چاہئے کون ہیں اور ان کا مقام کیا ہے۔ مریدین نے اپنے اپنے قیاس و گمان کے مطابق اظہار خیال کیا' یحییٰ ترکی نے کہا خواہ مخواہ اس کام میں وقت ضائع کرنے سے فائدہ۔ میں مینہ میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔ چنانچہ جب وہ منزل مقصود پر پہنچا تو اس وقت حضرت صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ یحییٰ کی شکل دیکھتے ہی فرمایا۔ مرحبا آؤ ہمیں خوب دیکھ لو' تمہارے درویش تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ اب بتاؤ' انہیں جا کر کیا کہو گے؟

حضور جو فرمائیں وہی کہوں گا۔ یحییٰ نے عرض کیا۔
جا کر کہنا میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کی جیب کبھی بند نہیں رہتی اور خلق خدا کی خدمت سے نہیں رکتا۔
یحییٰ نے سنا تو نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گیا' ہوش میں آنے کے بعد واپس سرخس آگیا اور دوستوں کو بتایا تو سب آپ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔



لڑکا اٹھ بیٹھا

حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد حجرہ شریف میں وظیفہ ادا کر رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا کہ یاحضرت رحمۃ اللہ علیہ! میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر گیا۔ اب میں کیا کروں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبر کر۔ لیکن اس ضعیفہ کی گریہ و زاری دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم کو بے حد ترس آیا اور اس نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک بیماری سکتہ کی ہوتی ہے۔ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ازراہ کرم چل کر اس بچے کو ملاحظہ فرمالیں تو شاید کچھ تسلی ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس ضعیفہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ضعیفہ کا لڑکا مردہ حالت میں بستر کے اوپر پڑا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے۔ اس پر خادم نے پھر عرض کیا کہ یا حضرت! سکتہ کی کیفیت بھی بالکل موت کی طرح ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی نبض ملاحظہ فرمائیں۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکے کی نبض پر ہاتھ رکھا تو وہ ساکن تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبض میں تو حرکت ہی نہیں ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ذرا غور سے نبض کو ملاحظہ فرمایئے۔ جیسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ قلبی نبض کی جانب مرکوز ہوئی۔ نبض حرکت میں آگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' ہاں نبض چلتی تو ہے۔ خادم نے عرض کیا پھر غور سے دیکھئے۔ دوسری بار جب پھر توجہ مرکوز ہوئی تو نبض بالکل قدرتی عمل کے ساتھ چلنے لگی اور لڑکا بالکل تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔ ضعیفہ نے

لڑکے کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا تاکہ خدمت گزاری کر کے دین و دنیا میں سرخرو ہو۔



ایک لاکھ روپیہ

حضرت شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اتفاق سے ایک بار سلطان علاقہ ہانسی کا دورہ کر رہا تھا۔ جب ہانسی کے قریب قیام کیا تو اپنے ایک مصاحب مخلص الملک نظام الدین کو ہانسی کے معائنے کے لئے بھیجا۔ نظام الدین جب شہر میں داخل ہوا تو لوگوں کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ جب شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے قریب پہنچا تو اہل شہر سے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ اہل شہر نے بتایا کہ یہ مکان شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ سن کر وہ کہنے لگا' تعجب ہے کہ سلطان وقت نے اس جگہ نزول فرمایا ہے اور خلیفہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کے لئے نہیں آئے۔ نظام الدین شہر کا دورہ ختم کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ خلیفہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ رہتا ہے بڑا مغرور ہے پہلے اس نے عطیہ سلطانی کو لوٹایا' اب سلطان سے ملنے بھی نہیں آیا۔ سلطان نے اسی وقت حسن کو حکم دیا کہ تم جا کر قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لاؤ' جب وہ حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر پہنچا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے باہر آئے۔ حسن نے کہا' شیخ صاحب سے کہہ دو کہ سلطان آپ کو طلب کرتے ہیں۔ شیخ نے حسن سے فرمایا' تم کو کچھ اختیار ہے۔ حسن نے کہا مجھ کو کچھ اختیار نہیں بلکہ یہ حکم ملا ہے اسی وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان کے روبرو پیش کرو۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل خانہ کو خدا کے سپرد کیا' مصلی بردوش پیدل روانہ ہوئے' ہرچند حسن نے عرض کیا' گھوڑا حاضر ہے مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں کیا۔

جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا اور والد کے مقبرے کے قریب پہنچے تو

حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر وجد طاری ہوا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو بزرگوں کی زیارت کر لوں۔ حسن نے کہا شوق سے کیجئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مزارات کے قریب جا کر با آواز بلند کہا' میں سلطان کی خدمت میں جا رہا ہوں' اہل خانہ تنگ دست ہیں ان کے لئے پیچھے کچھ بھی نہیں۔ اسی وقت غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا اور ایک تھیلی روپوں سے بھری ہوئی پیش کی' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو میرے گھر پہنچا دو تاکہ گھر کے اخراجات چلتے رہیں۔ اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ لشکر سلطان میں پہنچے۔ حسن نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ آگئے ہیں۔ سلطان نے ازراہ غرور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے روبرو طلب نہیں کیا۔ بدستور دورہ کرتا ہوا بہت دنوں بعد دہلی میں آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی لشکر کے ہمراہ تھے۔ دہلی میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دربار میں طلب کیا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی اس پر ایسی ہیبت الٰہی چھائی کہ اٹھ کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں آ رہا۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کو ایسی باتیں سنائیں کہ سلطان بہت خوش ہوا اور کہا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہو پورا کروں' جو خدمت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمائیں گے دل سے بجا لاؤں گا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا مقصد یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گوشے میں جاؤں۔ سلطان نے بخوشی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کیا اور ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب بہت مجبور کیا گیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار روپیہ لے کر آستانہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ پر بھیج دیئے۔ تاکہ راہ خدا میں تقسیم کر دیئے جائیں اور خود ہانسی تشریف لے گئے۔



بیٹا کس کا تھا؟

ایک بار دو عورتیں اپنا اپنا بچہ لے کر سفر کو نکلیں تو ایک جگہ قیام کے دوران ایک کے بچہ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا پھر دونوں عورتیں جھگڑنے لگیں کہ تیرے ہی بچے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے۔ فیصلہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان

علیہما السلام پر ٹھہرا۔ حضرت داؤد علیہ السلام فرمانے لگے' بڑی کو دے دو۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ چھری لاؤ اور میں اس بچہ کو چیر دیتا ہوں۔ چونکہ تم دونوں دعویدار ہو' آدھا آدھا لے لو۔ یہی فیصلہ ہے' چھوٹی بولی خدا کے پیارے نبی! ایسا نہ کیجئے یہ اس کا بیٹا سہی پس اسی کو دے دیجئے۔ بس اس کی شفقت اور مامتا سے معلوم ہو گیا کہ یہ اسی کا بیٹا ہے۔



دلجوئی

ایک بادشاہ نے اپنا ایلچی ایک دوسرے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس سلطنت کی ترقی کے اسباب و وسائل پر غور کر کے اپنے ملک میں بھی انہی قوانین کو ترویج دے۔ ایلچی نے بادشاہ کے پاس پہنچ کر اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے چراغ میں تیل ڈالنے لگ گیا۔ ایلچی نے کہا کہ غلام کو کیوں نہیں کہہ دیتے۔ بادشاہ نے کہا اس کی آنکھ لگ گئی ہے اور ابھی اس کی کچی اور پہلی نیند ہے۔ اس وقت جگانا مناسب نہیں۔ میری سلطنت کی ترقی کا تمام راز رعایا کی اسی طرح دلجوئی کرنے میں ہے۔ آپ کا بادشاہ بھی اسی فروتنی اور دلجوئی کو اختیار کرے تو سلطنت خود بخود ترقی پذیر ہو سکتی ہے۔



حدیث کا کوئی معاوضہ نہیں

خلیفہ ہارون رشید جب حج کے لئے روانہ ہوا اور کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے امام ابو یوسف سے کہا کہ آپ کوفہ کے تمام محدثین کو دربار میں بلایئے تاکہ وہ

یہاں آکر مجھے احادیث سنائیں۔ چنانچہ کوفہ کے تمام محدثین احادیث سنانے کے لئے دربار شاہی میں تشریف فرما ہو گئے۔ مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس یہ دونوں محدثین دربار شاہی میں نہیں گئے۔ خلیفہ نے اپنے دونوں شہزادوں امین و مامون کو ان دونوں محدثین کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں پہلے عبداللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور محدث ممدوح نے ان دونوں کے سامنے ایک سو حدیثیں سنائیں۔ جب آپ خاموش ہو گئے تو مامون نے کہا کہ چچا جان اگر اجازت ہو تو یہ سو حدیثیں میں زبانی آپ کو سنا دوں۔ چنانچہ اجازت پا کر مامون نے تمام حدیثوں کو زبانی سنا دیا۔ عبداللہ بن ادریس مامون کی قوت حافظہ پر حیران رہ گئے۔ پھر یہ دونوں عیسیٰ بن یونس کی درسگاہ میں پہنچے تو انہوں نے بھی ایک سو احادیث شہزادوں کے سامنے بیان فرمائیں۔ مامون احادیث سن کر بے حد متاثر ہوا اور دس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا۔ عیسیٰ بن یونس نے لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ حدیث سنانے کے بدلے میں تمہارا ایک گھونٹ پانی بھی قبول نہیں کر سکتا۔



غلام آزاد کر دیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو سارا دن کھانے کے لئے کچھ بھی نہ ملا۔ آپ نے اس کے شکرانے کے طور پر چار رکعت نفل نماز ادا فرمائی۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا اور کھانے کو کچھ نہ ملا۔ آپ نے پھر شکرانے کے طور پر چار رکعت نفل ادا فرمائے۔ تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا اور آپ میں بہت زیادہ کمزوری واقع ہو گئی۔ تیسرے دن جبکہ نقاہت بہت بڑھ گئی تھی۔ آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا' اے اللہ! عبادت کرنے کی طاقت باقی رہنے کے لئے اگر کچھ عطا ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔

عین اس وقت جبکہ آپ دعا مانگ رہے تھے۔ ایک جوان آپ کے پاس آیا

اور کہنے لگا کہ میرے گھر چلیں۔ میں آپ کو کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمایا اور اس کے ساتھ اس کے گھر چلے گئے۔ گھر پہنچ کر جب اس نوجوان نے آپ کو ذرا غور سے دیکھا تو یکدم زور سے چیخ مارتے ہوئے بولا' میں تو آپ کا غلام ہوں اور اس وقت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب آپ کا ہی ہے۔

چونکہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ رجوع الی اللہ ہونے سے قبل بلخ کے بادشاہ تھے اور یہ نوجوان اس وقت آپ کا غلام تھا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوان سے فرمایا' میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ اور جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب تجھے بخش دیا۔ اب تو مجھے اجازت دے تاکہ میں واپس جاؤں۔ چنانچہ آپ اس سے اجازت لے کر چل دیے۔ اس کے بعد آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا' یا اللہ! میں نے تو تجھ سے روٹی کا ایک ٹکڑا مانگا تھا لیکن تو نے میرے سامنے اتنی دنیا پیش فرما دی۔



خوف کیا ہے؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہو گا' جس نے اس دنیا میں اس کا خوف کیا۔ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے پوچھا کہ خوف کیا ہے؟ اس نے کہا' خلقت سے بیزاری اور اللہ تعالیٰ سے رغبت۔ دنیاوی مشغولیت سے اندوہ غم حاصل ہوتے ہیں' جبکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے میں راحت ہی راحت ہے۔



حدیث کی برکت

مشہور محدث ہدبہ بن خالد کو خلیفہ بغداد مامون رشید نے اپنے دسترخوان پر مدعو کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دسترخوان اٹھایا گیا تو طعام کے دو ٹکڑے جو زمین پر گر گئے تھے۔ محدث موصوف نے اٹھا اٹھا کر کھانا شروع کر دیے۔ مامون نے حیران ہو کر کہا کہ اے شیخ! کیا آپ ابھی آسودہ نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں! لیکن مجھ سے حماد بن سلمہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے۔ جو شخص دسترخوان کے نیچے گرے ہوئے ٹکڑوں کو چن چن کر کھائے گا۔ وہ مفلسی و فاقہ کشی سے بے خوف ہو جائے گا۔ میں اسی حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مامون بے حد متاثر ہوا اور اپنے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا تو اچانک ایک ہزار دینار رومال میں باندھ کر لایا۔ مامون نے اس کو ہدبہ بن خالد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیا۔ ہدبہ بن خالد نے فرمایا کہ اسی حدیث پر عمل کی برکت ہے۔



سفارش

ایک دفعہ ایک شخص حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ بادشاہ کے پاس میری سفارش کر دیجئے۔ اس وقت سلطان غیاث الدین بلبن حکمران تھا جو آپ کا ارادت مند تھا۔ آپ نے قلم اٹھایا اور اسی وقت سلطان کے نام یہ سفارش لکھ دی۔

میں نے اس شخص کا مقصد حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر آپ نے اسے کچھ عطا کر دیا تو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی دین ہو گی اور آپ شکریہ کے مستحق ہوں گے اور اگر آپ اسے کچھ نہ دیں گے تو درحقیقت روک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گی اور آپ معذور ہوں گے۔



حسن سلوک

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ لوگوں نے عرض کی کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا تھا تو آپ نے بطور تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے تم نے اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں درج کروا دی ہیں اس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔



عہد

سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کسی شہر کا حاکم تھا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ نیا کمبل پہنے رہتا۔ پا پیادہ پھرتا' گھر کا سودا سلف اپنے ہاتھ سے لاتا۔ کسی امیر نے ایک بوری آٹے کی خریدی اور اس انتظار میں تھا کہ کسی کو بیگار میں پکڑے۔ سلمان کو جاتے دیکھ کر بیگار میں پکڑ لیا اور نہ پہچانا کہ یہ حاکم شہر ہے۔ بوری اس کے سر پر رکھی اور لے چلا۔ ایک شخص نے راہ میں دیکھ کر کہا' اے امیرو حاکم شہر! یہ بوجھ کہاں لئے جاتے ہو۔ وہ کلام سنتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ اور عذر کرنے لگا کہ بندہ سے نادانستہ یہ حرکت ہوئی۔ معاف کیجئے اور یہ بوجھ سر سے اتار ڈالئے۔ آپ کے قدم کی خاک جو سرمہ کروں تو بجا ہے۔ سلمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کیا میں نے یہ قبول نہیں کیا ہے کہ یہ گٹھڑی تیرے گھر تک پہنچا دوں آخر نہ اتاری اور اس کے گھر میں پہنچا کر کہا کہ میں نے تو تیرا کام کیا اب تو بھی مجھ سے عہد کر کہ پھر کسی کو بیگار میں نہ پکڑے اور اتنا لے جو اٹھا سکے اور کسی سے بے مروت نہ ہونا پڑے۔



قصور معاف کیا

حضرت فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ ایک بار مجلس سماع میں مریدان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وجد ہوا' اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی جام وحدت سے مدہوش تھے' دو بدعقیدت آدمی بھی اس وقت موجود تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا' میاں دیکھنا یہ بچہ کس طرح ناچتا ہے' اتفاقاً یہ آواز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں پڑی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا' ان پر اسی وقت کیفیت طاری ہوئی اور وہ بھی وجد کرنے لگے۔ جب ہوش آیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر کر اپنی گستاخی کی معافی مانگی اور بیعت کی آرزو کی' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا قصور معاف کیا اور مریدان خاص میں داخل کر لیا۔



عظمت کا مقام

حضرت ابو سعید بن ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے رہنے والے تھے اور مشہور ولی اللہ تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے آپ کو بتایا کہ فلاں ولی اللہ تو پانی پر بھی چلتا پھرتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو بہت ہی آسان کام ہے۔ ہمارے ہاں تو مینڈک بھی پانی میں تیرتے پھیرتے ہیں۔

یہ جواب سن کر اس شخص نے پھر کہا کہ فلاں ولی اللہ ہوا میں اڑنا جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی بہت آسان کام ہے بیشمار پرندے ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔

اس شخص نے کہا حضرت صاحب! فلاں ولی اللہ ایک قدم ایک شہر میں اور دوسرا قدم دوسرے شہر تک اٹھاتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا' یہ کون سی عجیب بات ہے۔ یہ کمال تو شیطان میں بھی پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو سعید بن ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

اقدس میں ان چیزوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ عظمت کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ رہے اور دنیاوی امور میں حصہ لے۔ بیوی بچوں کے ساتھ زندگی گزارے۔ مخلوق خدا کے ساتھ میل ملاقات رکھے۔ لیکن ایک لحظہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو اور ذکر باری تعالیٰ کو فراموش نہ کرے۔



راستہ بھول گئے ہیں

موسم گرما میں ایک مرتبہ ایک بزرگ سفر پر روانہ ہوئے۔ اتفاق سے راستہ بھول گئے۔ جنگل میں ایک جگہ قیام کیا اور رات کو نوافل شروع کر دیئے۔ روزے سے تھے' طبیعت پریشان ہو گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے' پھر دو رکعت نماز شروع کی۔ پہلی رکعت میں سورۂ بقرٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی۔ نفس کو یہ بات بے حد شاق گزری۔ اس نے کہا' گرمی کا یہ شدید موسم' طویل سفر' روزہ' یہ محنت و مشقت اور بھوک پیاس۔ بزرگ نے کہا' صبر سے کام لو۔ یکایک ایک شخص نمودار ہوا۔ کھانے کا خوان اور سرد پانی اس کے ساتھ تھا۔ السلام علیکم کے بعد اس نے کھانا سامنے رکھ دیا۔ بزرگ نے کہا' یہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں سو گیا تھا۔ خواب میں حکم ہوا کہ اٹھ اور جو کچھ کھانا موجود ہے اسے لے کر فلاں مقام پر حاضر ہو کہ ایک خاص بندہ خدا نے ابھی تک روزہ افطار نہیں کیا۔ پس جو کچھ حاضر تھا لے کر آ گیا۔

بزرگ نے روزہ افطار کیا کھانا کھایا۔ اس شخص نے کہا' شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ راستہ بھول گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان بزرگ کو ان کی منزل پر چھوڑ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ بزرگ نے منزل پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ باری تعالیٰ تو مجھے اپنے نفس پر قابو دے تاکہ میں اپنی منزل سے نہ بھٹکنے پاؤں۔



ارادۂ خداوندی

نظام الملک وزیر ملک شاہ کا پہلے نہایت مفلس تھا۔ باورچی خانہ کے داروغہ کے پاس آکر نوکر ہوا تھا۔ وہ اسے حساب کرنے کے واسطے دیوان کے ہاں بھیجا کرتا۔ دیوان نے جب اس کی چال ڈھال اچھی دیکھی اپنے نزدیک پیش کاری پر رکھا۔ پھر چند روز میں اسے اپنا نائب بنایا۔ اتفاقاً" دیوان سخت بیمار پڑا اور بادشاہ کو سفر درپیش ہوا۔ فرمایا کہ اس کا نائب اس کے بدلے ہمارے ساتھ چلے۔ نظام الملک کے پاس کچھ اور لوازمہ سفر مہیا نہ تھا اور نہ دیوان سے اس کی حالت کی وجہ سے کچھ کہہ سکتا تھا نہایت متحیر ہوا۔ اسی حیرانی میں ایک مسجد میں جاکر نماز پڑھ کے ایک ستون سے لگ کر سر زانو پر دھرے سوچ میں بیٹھا تھا کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتے ہوئے مسجد میں آیا اور پکارا کہ مسجد میں کون ہے۔ یہ چپ رہا۔ اسی طرح اس نابینا نے کئی مرتبہ آواز دی لیکن اس نے زبان نہ ہلائی۔ پھر اندھے نے عصا پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی۔ لیکن یہ اپنے تئیں بچاتے ہوئے ادھر ادھر کھسک جاتا۔ جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اور یہاں کوئی بھی نہیں۔ مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور محراب کے نزدیک سے فرش الٹ اور اینٹ سرکا کر ایک لوٹا زمین میں سے نکالا۔ اس میں ہزار اشرفی تھی۔ انہیں انڈیل کر تھوڑی دیر ان سے کھیلتا رہا۔ پھر اسی لوٹے میں وہ اشرفیاں ڈال کر اسی جگہ رکھ کر اس پر اینٹ بٹھا اور بوریے میں چھپا کر آپ باہر چلا گیا۔ نظام الملک وہ تمام زر نکال کر بار برداری اونٹ' گھوڑے' خیمہ و دیگر سامان تیار کر کے سلطان کی رکاب سعادت میں روانہ ہوا اور ہر وقت کی حضور باشی سے روشناس ہو گیا۔ جب سفر سے مراجعت کی۔ دیوان کی رحلت ہو چکی تھی۔ اسی کے نام دیوانی مقرر پائی۔ اس میں کچھ اور خیر خواہی بن پڑی تو درجہ وزارت کو پہنچا۔ ایک روز شہر کے بازار میں چلا جاتا تھا کہ اسی اندھے کو رستہ پر گدائی کرتے ہوئے شکستہ حال بیٹھے دیکھا۔ اپنے ساتھ لا کر خلوت میں اس سے پوچھا کہ تیرا مال جو جاتا رہا تھا تو نے پایا نہیں۔ اندھے نے یہ سنتے ہی کود کر وزیر کا دامن پکڑ لیا اور کہا ہاں

ہاں ابھی پایا۔ پوچھا کیونکر۔ وہ بولا اس لئے کہ میں نے یہ بھید کسی سے نہ کہا تھا۔ تو نے جو ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام تیرا ہی ہے۔ تب وزیر نے وہ زر اسے دلوایا اور اپنی طرف سے ایک گاؤں اس کی ملک کر دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کو دولت بخشے تو اس کے اسباب بے رنج و سعی میسر کر دیتا ہے۔



گدڑی میں لعل

داؤد ظاہری کا بیان ہے کہ ایک روز میری مجلس میں ایک نہایت ہی شکستہ حال انسان انتہائی بوسیدہ لباس پہنے ہوئے آیا اور دفعتہ "بغیر میری اجازت کے میری مسند پر براجمان ہو گیا۔ اپنا نام ابو یعقوب بصری بتایا اور میری طرف مخاطب ہو کر فخریہ لہجے میں کہا کہ اے جوان! جو تیرے دل میں آئے مجھ سے پوچھ لے۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ مجھے اس کے اس فخر آمیز لب و لہجہ پر بڑا غصہ آیا اور میں نے طنز کے طور پر کہہ دیا کہ اگر حجامت (پچھنا لگانے) کے بارے میں جناب کو کچھ معلومات ہوں تو ارشاد فرمایئے؟ یہ سن کر ایک دم وہ شخص سنبھل کر بیٹھ گیا اور حدیث کی تمام روایات کو بیان کر کے بتانے لگا کہ کن کن سندوں سے یہ حدیث مسند ہے اور کن کن سندوں سے یہ حدیث موقوف و مرسل ہے اور کون کون سے فقہا کا اس پر عمل ہے۔ پھر اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پچھنا لگانے کے مختلف مقامات' مختلف طریقے' پچھنا لگانے والوں کے نام' پچھنا لگانے کی اجرتوں اور ان کے احکام کا مفصل بیان کیا۔ حدیث اور فقہ کی تمام بحثوں کے بعد وہ اطباء کے اقوال کی طرف رجوع ہوا تو ان تمام طبیبوں کے اقوال بیان کرنے لگا۔ جو مختلف زمانوں میں مختلف اطباء کہتے رہے۔ پھر حجامت کے فوائد اس کے مختلف طریقوں' اس کے مختلف آلات پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تاریخ کا نمبر آیا۔ تو اس نے بہت سے شواہد اور دلائل سے یہ ثابت کر دیا کہ عمل حجامت کے مواجد اہل اصفہان ہیں۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ اس شخص کی معلومات کی وسعت' اور اس کے سیلاب تقریر

کی جولانی و روانی دیکھ کر میں دریائے حیرت و استعجاب میں غرقاب ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ اے شخص! بس کر۔ مجھے معاف کر دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ خدا کی قسم اب تیرے بعد میں کسی شخص کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔



قناعت کا سلطان

ایک دن کوہستانی علاقہ کے بادشاہ امیر ابو دلف کا شہزادہ دلف اپنے خدم و چشم کے ساتھ قبیصہ بن عقبہ (امام بخاری کے استاد) کے دروازے پر ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ مگر قبیصہ نے مکان سے نکلنے میں بہت دیر لگا دی تو خادموں نے انہیں پکارا اور یہ کہا کہ ملک الجبال (پہاڑی بادشاہ) کا شہزادہ دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور آپ ہیں کہ گھر میں سے نکلتے ہی نہیں۔ یہ سن کر قبیصہ اپنے مکان سے اس حال میں نکلے کہ خشک روٹی کے چند ٹکڑے ان کے تہبند میں بندھے ہوئے تھے۔ ان ٹکڑوں کو دکھا کر فرمایا کہ جو شخص دنیا میں بس اتنے پر ہی قناعت کر کے راضی ہو چکا ہو اس کو ملک الجبال سے کیا کام؟ میں خدا کی قسم اس سے بات بھی نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔



امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بے نیازی

ایک مرتبہ ہارون رشید اپنے شہزادوں امین و مامون کو ساتھ لے کر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں حاضر ہوا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ احادیث سنائیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! میں نے کچھ دنوں سے قرات کا طریقہ چھوڑ دیا

ہے لوگ مجھ کو احادیث سناتے ہیں اور میں سن لیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ خیر میں پڑھتا ہوں آپ سن ہی لیجئے۔ مگر شرط یہ ہے کہ عام آدمیوں کو درسگاہ سے باہر نکال دیجئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا' یہ ناممکن ہے۔ میں عوام کو درسگاہ سے باہر نکال دوں اور صرف خواص کو اپنے حلقہ درس میں شامل رکھوں۔ ایسا کرنے سے خواص کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ علم نبوت ہے اس میں شاہ و گدا سب برابر کے حقدار ہیں۔ یہ فرمایا اور اپنے شاگرد ابن عیسیٰ کو فوراً" سبق شروع کر دینے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ابن عیسیٰ نے قرات شروع کر دی۔

خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے دونوں شہزادے حیرت سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا منہ تکتے رہ گئے۔



مردم شناسی

ایک سید صاحب راجہ بھرت پور کے ہاں سواروں میں نوکر تھے۔ عیدالاضحیٰ کے روز گائے کی قربانی کی کسی مخبر نے راجہ کو خبر دی اور پکڑے گئے۔ حکم ہوا کہ کل صبح کو توپ سے باندھ کر اڑا دو۔ غریب سید نے حوالات میں دیوان حافظ منگوا کر فال دیکھی تو یہ مصرع نکلا۔ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔" یعنی غیب سے کوئی مرد باہر آئے گا اور کام بنا دے گا۔" خیال کیا کہ ایسا کون غیب سے آئے گا جو مجھ کو موت کے پنجہ سے چھڑائے گا۔ خدا کی شان کہ نصف شب کے بعد راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ راجہ پہلے بے اولاد تھا۔ صبح دم سید کے قتل کی خبر مشہور ہوئی رانی کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑی۔ اس نے جلدی سے راجہ صاحب کو بلوا کر کہا کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ایسا مبارک دن ہم کو دکھایا ہے کہ جس کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر آج تمام خزانہ خالی کر دیں اور سارے قیدیوں کو اس خوشی میں رہا کر دیں تو بھی کم ہے۔ لیکن بڑے حیف کی بات ہے کہ آج کے دن ایک آدمی کی ہتیا اور اشرف المخلوقات ایک حیوان کے بدلے مارا جائے۔ یہ

بدشگونی اور ناشکری تو ہرگز مناسب نہیں۔ راجہ نے اسی دم سوار دوڑا دیئے اور سید کو بلا کر فہمائش کی کہ جاؤ پھر ایسا کام نہ کرنا۔ جب اگلے برس عیدالاضحیٰ آئی تو سید صاحب نے پھر گائے ذبح کی۔ پکڑے گئے اور مثل سابق حکم قتل صادر ہوا۔ پھر فال دیکھی وہی مصرع برآمد ہوا۔ اب سید صاحب کو انتظار ہوا کہ دیکھئے اب کی دفعہ کون آتا ہے اور ہم کو رہائی دلاتا ہے۔ قدرت خدا اسی صبح کو نواب لکھنؤ بھرت پور میں داخل ہوئے۔ یہ ماجرا سنا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ حیوان کے بدلے انسان کا قتل ہو۔ خیر تمہارے سواروں میں ایک گستاخ بھی سہی مگر یہ شخص بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی قدر کرو۔ شاید کسی وقت کام آئے۔ اور اس کے جوہر کھلیں۔ راجہ نے خون معاف کیا اور سید صاحب سے کہا کہ جاؤ تم کو عید کے دن قربانی معاف ہے۔ عید آئی تو سید صاحب نے گائے کی قربانی نہ کی۔ راجہ نے بلا کر سبب پوچھا تو کہا کہ جب آپ نے نفسانیت اور ضد چھوڑ دی تو میں نے بھی انسانیت اختیار کر لی۔ یہ بات راجہ کو پسند آئی۔ اس کو اپنے محلات کا داروغہ مقرر کیا اور معتمدین میں داخل فرمایا۔ جب بھرت پور پر جنگ ہوئی تو وہ سید بھی ایک حصہ لشکر کا سردار تھا۔ نہایت جوانمردی سے لڑا۔ جب تک زندہ رہا بھرت پور کو فتح ہونے نہ دیا۔ آخر کار جب توپ کے گولہ سے اڑ گیا تو قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ حقیقت میں بڑا بہادر آدمی تھا اور نواب صاحب کی مردم شناسی درست نکلی۔



مکھی کیوں پیدا کی گئی؟

ایک دن خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور اپنے تخت شاہی پر انتہائی متکبرانہ ادا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک مکھی بار بار اس کی ناک پر بیٹھتی رہی اور وہ بار بار اڑاتا رہا۔ جب تنگ آگیا تو اس نے جھلا کر ابن سلیمان مفسر سے پوچھا کہ آخر مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت تھی؟ اس حق گو عالم حقانی نے برجستہ جواب دیا کہ خلاق عالم نے متکبروں کا غرور اور گھمنڈ توڑنے کے لئے مکھی پیدا فرمائی ہے۔ خلیفہ

منصور یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا اور حیرت سے ابن سلیمانؒ کا منہ تکنے لگا۔



بخدا نہیں' بخدا نہیں

بنی اسرائیل کے زمانے میں چار سال تک بارش نہ ہوئی اور کسی کی بھی دعا قبول نہ ہوئی' لوگوں نے کہا' اے پروردگار! یہ کیا بات ہے کہ کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس زمانے کے نبی کو حکم ہوا کہ انہیں کہہ دو کہ یہ لوگ نجاست سے پاک ہوئے بغیر مسجد میں آتے ہیں اور مسجد کو آلودہ کرتے ہیں' اس سبب سے ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پہلی امتوں میں بعض شخصوں کے مسجد میں آنے سے مسجد آلودہ ہوتی تھی' لیکن اس امت میں بفضلہ تعالیٰ اور بسبب اتباع حضور نبی کریم ﷺ ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی عبادت گاہ میں چلے جائیں تو وہ ان کے قدموں سے پاک ہو جاتی ہے۔

ایک روز حضرت خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کے چند مرید ایک گرجا گھر دیکھنے کے لئے گئے' جب وہاں سے لوٹے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ گرجا میں کیا دیکھا؟ وہ بولے' حضرت! وہاں کیا دیکھا جا سکتا تھا۔ فرمایا' آؤ میرے ساتھ آؤ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں لے کر گرجا پہنچے' دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ کی تصویریں دیواروں سے لٹک رہی ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تصویر سے کہا۔ کیا تو ہی ہے' جس نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دو خدا سمجھو۔ اتنا کہنا تھا کہ دونوں تصویریں نیچے گر پڑیں اور گرجا میں یہ آواز گونج گئی۔ بخدا نہیں! بخدا نہیں!



حرام سے پرہیز

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جب ولایت کے بلند پایہ پر مرتبہ فائز ہوئے تو کسی میں یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرتا۔ آپ کی کرامات کی شہرت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کی اس شہرت کی وجہ سے اس وقت کے علماء کا ایک طبقہ آپ سے حسد کرنے لگا اور ان لوگوں نے آپ کو زندیق کے نام سے مشہور کر دیا اور ساتھ ہی عباسی خلیفہ متوکل کو آپ کے خلاف برگشتہ کیا۔ آخرکار خلیفہ نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈال دینے کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کے حکم پر آپ کو جیل میں قید کر دیا گیا اور آپ چالیس دن تک قید میں رہے۔

اس بات کی خبر جب حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ محترمہ کو ہوئی تو آپ ہر روز روٹی پکا کر جیل میں بھیج دیا کرتیں اور چالیس دنوں کے بعد جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ قید سے رہا ہوئے تو وہ چالیس روٹیاں بالکل اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ اس واقعہ کا سن کر اس نیک بی بی کو بڑا دکھ ہوا اور فرمایا' یاحضرت! آپ اچھی طرح یہ جانتے تھے کہ میں نے حلال رزق سے روٹیاں پکا کر آپ کو بھیجی تھیں مگر پھر بھی آپ نے نہیں کھائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا' اصل میں بات یہ تھی کہ جس پلیٹ میں روٹی رکھ کر بھیجی جاتی تھی اس کی پشت پاک نہیں تھی اور پھر یہ قیدیوں کے ہاتھوں مجھ تک پہنچتی تھی۔

جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو قید سے رہائی ملی تو جیل کے گیٹ سے باہر نکلتے ہی زمین پر دھڑام سے گر گئے۔ آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی اور خون ٹپکنے لگا۔ لیکن خون کے قطرے زمین پر گرتے ہی جذب ہو جاتے۔ آپ کو خلیفہ کے دربار میں لایا گیا۔ خلیفہ کو چونکہ اپنی زیادتی کا احساس ہو چکا تھا اس لئے خلیفہ اور اس کے امراء نے آپ کے سامنے سخت شرمندگی کا اظہار کیا اور معذرت کے طلبگار ہوئے۔ خلیفہ آپ کا معتقد ہو گیا اور آئندہ کے لئے آپ کی ہر ممکن عزت و مرتبہ کا خیال

رکھا۔

☆ ☆ ☆

اپنے ساتھی کو لے آؤ

دو اجنبی شخص قبیلہ قریش کی ایک خاتون کے پاس آئے اور بولے ہم محنت مزدوری کے لئے فلاں شہر کو جا رہے ہیں آپ ہمارے ایک سو دینار بطور امانت رکھ لیں۔ جب ہم دونوں اکٹھے واپس آئیں گے تو آپ سے اپنی امانت واپس لے لیں گے۔

دو سال بعد ان میں سے ایک شخص واپس آیا اور خاتون سے کہا۔ میرا ساتھی وفات پا چکا ہے آپ سو دینار مجھے واپس کر دیں۔ یہ کہہ وہ شخص رونے لگا گویا کہ وہ اپنے ساتھی کا ماتم کر رہا ہے۔ رونے کی آواز سن کر خاتون کے ہمسائے اور رشتہ دار جمع ہو گئے۔ لوگوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کس لئے روتے ہو؟ اس نے غمگین صورت بنا کر کہا کہ میرا ساتھی وفات پا گیا اس کے لئے بیقرار ہوں۔ ہم دونوں نے اس خاتون کے پاس سو دینار امانت رکھے تھے وہ لینے آیا ہوں۔

سب نے افسوس کا اظہار کیا' پھر خاتون سے کہنے لگے' جب کہ اس کا ساتھی فوت ہو چکا ہے تو آپ امانت کی رقم اسے واپس کر دیں۔ خاتون نے سب کے سامنے اس شخص کو سو دینار دے دیئے۔ چند ماہ بعد دوسرا شخص اس خاتون کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا ساتھی مجھ سے بچھڑ چکا ہے۔ معلوم نہیں وہ کہاں ہے' زندہ بھی ہے یا مر چکا ہے۔ آپ ہماری امانت کی رقم سو دینار مجھے عنایت کر دیں۔ خاتون حیران ہو کر بولی کہ چند ماہ پہلے تمہارا ساتھی آیا تھا اس نے کہا کہ تم مر چکے ہو اور وہ امانت کی رقم لے جا چکا ہے۔ وہ شخص خاتون سے جھگڑنے لگا۔ خاتون کے ہمسائے اور رشتہ دار بھی جمع ہو گئے۔ سب نے تصدیق کی تمہارا ساتھی سو دینار لے گیا ہے۔ وہ شخص نہ مانا اور شور مچانے لگا۔

لوگ اس خاتون اور اس مدعی کو لے کر امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے ان دونوں کا بیان سنا۔ پھر لوگوں سے گواہی لی۔ وہ شخص بولا' یاامیرالمومنین! میں حق پر ہوں' انصاف چاہتا ہوں۔ حضرت علی مرتضیٰ ﷜ نے فرمایا بے شک غلطی اس خاتون کی ہے کہ اس نے تمہارے ساتھی کو رقم دے دی۔ تم حق پر ہو۔ خاتون پر لازم ہے کہ تمہاری رقم ادا کرے۔ وہ شخص خوش ہو کر بولا۔ جزاک اللہ! بے شک آپ نے عدل سے فیصلہ کیا۔ خاتون آپ کا فیصلہ سن کر بے حد پریشان تھی۔

آپ نے خاتون سے فرمایا' بیشک تم ایک سو دینار ادا کرو گی مگر اس وقت جب یہ شخص اپنے ساتھی کو ہمراہ لے کر آ جائے۔ پھر اس شخص سے فرمایا' جاؤ اپنے ساتھی کو لے کر آؤ اور دونوں اکٹھے آ کر اپنی امانت واپس لو۔ حضرت علی مرتضیٰ ﷜ نے ان دھوکہ بازوں کے فریب سے خاتون کو بچالیا۔



غضب سلطانی کا سامان

خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان ایک شخص پر انتہائی غضب ناک ہو گیا اور یہ کہہ دیا کہ خدا کی قسم اگر مجھ کو اس شخص پر قابو مل گیا تو میں اس کو ہلاک و برباد کر ڈالوں گا۔ وہ غریب جب حضور سلطانی میں گرفتار ہو کر پیش ہوا تو خلیفہ اس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور سلطانی ہیبت سے تمام درباری لرزہ براندام ہو کر خاموش بیٹھ رہے۔ مگر ایسی حالت میں مشہور محدث رجاء بن حیوہ نے خلیفہ کو متوجہ کر کے فرمایا' اے امیرالمومنین! اس کی گرفتاری جو آپ کو پسند تھی وہ تو خداوند تعالیٰ نے کر دی کہ یہ شخص پابہ زنجیر آپ کے دربار میں حاضر ہے۔ اب آپ کو وہ کرنا چاہئے جو خداوند تعالیٰ کو پسند ہے' یعنی مجرم کو معاف کر دینا۔ امام ممدوح کے کلمات سن کر خلیفہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور جوش پر ہوش غالب آ گیا۔ خلیفہ نے اس کا قصور معاف فرما دیا اور شاہانہ عطیہ سے اس کو مالا مال بھی کر دیا۔



کمال علوم

ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے وزراء سے ایک روز کہا کہ نیرنگی زمانہ ' انقلاب دہر اور دنیا کے ہر ساعت تغیر و تبدل کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی اولاد کو کوئی ایسا ہنر سکھلاؤں کہ ان قوانین قدرت کے ماتحت اگر سلطنت زوال پذیر بھی ہو جائے تو وہ کسی ہنر و پیشہ سے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے شکم پری کر سکیں اور حصول معاش کے لئے وہ کسی کے دست محتاج نہ ہوں۔ آخرکار تمام وزراء کے اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ولی عہد کو تو علم سکھلایا جائے جو کہ تمام ہنروں سے افضل و اعلیٰ ہے اور دوسرے شہزادوں کو بخاری' زرگری' کفش دوزی اور آہنگری وغیرہ کا پیشہ سکھلایا جائے اور ایک مقررہ میعاد کے بعد ان سب کا امتحان لیا جائے کہ ان سب میں کون سا پیشہ و ہنر روپیہ کمانے کے لئے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ چنانچہ انقضائے میعاد مقررہ پر ان سب کو بادشاہ کے روبرو برائے امتحان پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے سب شہزادوں کو حکم دیا کہ ایک ایک روپیہ پیدا کر کے لاؤ۔ چنانچہ یہ سنتے ہی اس کے سب شہزادے ایک ایک روپیہ پیدا کرنے کی فکر میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد سب اپنے اپنے پیشوں کے ذریعے ایک ایک روپیہ حاصل کر کے لے آئے۔ سوائے ولی عہد کے جس نے علم حاصل کیا تھا وہ بے چارہ صبح سے شام تک بازاروں میں یہ کہتا پھرا کہ جو کوئی مجھے ایک روپیہ دے گا میں اس کو ایسے علمی مسائل بتلاؤں گا جو کہ دین و دنیا میں اس کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہوں گے۔ جو کوئی اس کے اس فقرہ کو سنتا وہ ہنس دیتا یا اس کو دیوانہ قرار دیتا۔ آخرکار صبح سے شام تک اپنی پوری کوشش صرف کرنے کے بعد ناکام' خدمت شاہ میں حاضر ہوا اور نہایت مایوسی کے عالم میں بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ نے میرے متعلق علم حاصل کرانے کی غلط رائے اختیار کی جس کی قدر و قیمت اتنی بھی نہیں کہ میں اپنی روزی کا کچھ حصہ بھی کما سکوں۔ سوائے اس کے کہ خلق مجھ پر خندہ زن ہو۔ بادشاہ نے اس کو ایک بیش قیمت جوہر دیا کہ تم اس

کو فروخت کر کے کل کو روپیہ حاصل کر کے لانا۔ چنانچہ وہ بیچارہ دوسرے روز صبح سے شام تک پھرتا رہا لیکن ایک روپیہ میں بھی اس بیش قیمت جوہر کو فروخت کرنے میں ناکامیاب رہا اور سب نے یہی جواب دیا کہ یہ کانچ تو ایک کوڑی قیمت کا بھی نہیں۔ کل تم مسلکے فروخت کرتے پھر رہے تھے آج اس کوڑی کے کانچ کو ایک روپیہ میں فروخت کرتے پھر رہے ہو۔ شاید کہ دیوانے ہو۔ ولی عہد نہایت غمگین اور مایوس ہوا اور روتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا کہ اس لاکھوں روپیہ کے جوہر کا کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا۔ بادشاہ نے کہا' جان پدر مایوس مت ہو۔ جس طرح اس جواہر کی قدر و قیمت کسی نے نہیں پہچانی اس طرح تیرے علم کی قدر بھی سوائے تیرے کوئی قدر دان ہی کر سکے گا۔ تیرا کمال علم خود تیری اور دوسروں کی روحانی اصلاح کرنے میں تو کامیاب ہو سکے گا لیکن حصول دولت دنیوی کے لئے علم کو ذریعہ گرداننے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ کمال اور اقبال یکجا جمع نہیں ہوتے۔



دو دروازے

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے خیال سے ایک عقیدت مند چل پڑا۔ جب بوندی میں آیا' وہاں ایک شیخ مومن رحمۃ اللہ علیہ بزرگ تھے' ان کی زیارت کو گیا۔ شیخ مومن رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا' کہاں جائے گا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو دہلی جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا' شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو میرا سلام کہنا کہ وہ شب جمعہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کعبہ میں ملتا ہے۔ وہ مجھ کو پہچان لیں گے۔ یہ شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان درویش کا پیام دیا۔ آپ نے آزردہ ہو کر فرمایا کہ وہ درویش عزیز ہے مگر زبان نہیں رکھتا' اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے۔

نقل ہے کہ سلطان علاء الدین بڑا مدبر اور فاضل' پابند شریعت تھا۔ اس نے بائیس سال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ایک بار امتحان کے ارادے سے

چند باتیں امور سلطنت کے متعلق تحریر کر کے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام عالم کے مخدوم ہیں۔ دین و دنیا کی حاجتیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات برکات سے بر آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکت دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امور سلطنت کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ سے چند مشورے لوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے مشورے سے نوازیں اور ہر حکم کے نیچے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کریں۔

یہ تحریر سلطان نے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خان کو دی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جا کر اس کا جواب لاؤ۔ خضر خاں اپنے باپ کا حکم بجالاتے ہوئے سلطان کا خط لے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مطالعہ فرما کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے کاروبار سے کیا دلچسپی' میں درویش ہوں' شہر کے ایک کونے میں پڑا ہوں' بادشاہ اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر میں مشغول ہوں' اگر بادشاہ نے کاروبار سلطنت کے سلسلے میں ہم سے دوبارہ رجوع کیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔

جب یہ جواب لے کر خضر خاں سلطان کے پاس پہنچا تو سلطان بہت خوش ہوا اور معتقد ہو کر دوبارہ اطلاع بھجوائی کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلطان کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دعائے غیب میں مشغول ہیں۔ غیب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ میرے مکان کے دو دروازے ہیں' اگر سلطان ایک دروازے سے داخل ہوا تو میں دوسرے دروازے سے چلا جاؤں گا۔



مہمان نوازی

حضرت ابو اسحاق بن شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔

آپ کی شہرت ہر سو عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ آپ ابتدائی عمر ہی سے انتہائی مہمان نواز تھے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر روز مزیدار قسم کے کھانے پکاتے اور درویشوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ آپ کی اس عادت کو دیکھتے ہوئے ایک دن آپ کے والد محترم نے آپ سے فرمایا کہ بیٹا! تم میں اس قدر خرچ کرنے کی استطاعت نہیں ہے کہ جو بھی مسافر آئے تم اس کی مہمانی کرتے رہو۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلے گا۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم اس کام سے تنگ آ جاؤ گے۔

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم کی یہ بات سنی تو خاموشی اختیار کر لی۔ اتفاق سے اسی دن مسافروں کی ایک بہت بڑی جماعت آن وارد ہوئی۔ یہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا' افطار کا وقت ہو رہا تھا۔ سورج غروب ہونے میں ابھی چند لمحے باقی تھے کہ اچانک ایک شخص حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ایک بہت بڑا تھال اٹھایا ہوا تھا جس میں باداموں کا حلوہ اور انجیر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے یہ تھال آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے مہمانوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ یہ سب مہمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ آپ کے والد محترم نے یہ دیکھا تو حیران رہ گئے اور پھر کبھی آپ کو اس بارے میں کچھ نہ کہا۔



سلطنت کی قیمت

ایک بادشاہ کو ریاح خارج نہ ہونے کے باعث سخت تکلیف رہتی تھی اور شکم ہمیشہ ابھرا رہتا تھا۔ ہر چند شاہی طبیبوں نے علاج معالجہ میں بہت کوشش کی لیکن بجائے کم ہونے کے مرض تقویت ہی پکڑتا گیا۔ آخر کار اطبائے دربار سے مایوس ہو کر ایک گرانقدر انعام اس مرض کے دفعیہ کے واسطے عوام میں مشتہر کر دیا۔ رعیت کے طبیبوں نے بہت کچھ اپنی اپنی حکمت آزمائی لیکن سب بے سود۔

جوں جوں مرض بڑھتا جاتا تھا موعودہ و مشتہرہ رقم انعام بھی بڑھتی جاتی حتیٰ

کہ انعام کی یہ مقدار نصف سلطنت تک مقرر کر دی گئی لیکن پھر بھی اس انعام کے حاصل کرنے میں کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک خدا رسیدہ فقیر کو بھی یہ حال معلوم ہوا۔ اس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر پوری سلطنت دے دے تو علاج کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے ایسے تکلیف دہ مرض کی موجودگی میں بادشاہت کے مقابلہ میں بحالت صحت محنت مزدوری کرنے کو بدرجہا ترجیح دی اور پوری سلطنت دینے پر رضامند ہو گیا۔ فقیر نے دعا کی اور بظاہر کوئی دوا بھی دے دی۔ بادشاہ کو ریاح خارج ہونے سے شفائے مطلق حاصل ہو گئی اور اس موذی مرض سے کلی طور پر نجات پالی تو حسب وعدہ فقیر کو تاج و تخت سنبھالنے کے واسطے بلایا۔ فقیر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے بادشاہ تاج و تخت تجھی کو مبارک ہو۔ میں ایسی بے حقیقت اور ناکارہ چیز کو لینا نہیں چاہتا کہ جس کی قیمت صرف ہوائے شکم کا خارج ہونا ہے۔



بیس ہزار درہم کا گھوڑا

حضرت ربیع ابن خثیم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گھوڑا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بندھا ہوا تھا' ایک چور آیا اور گھوڑے کو کھول کر اس پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دیکھ رہے تھے' لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نماز نہ توڑی۔ یہ گھوڑا بیس ہزار درہم کا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب آئے اور افسوس کرنے لگے اور کہنے لگے۔ یہ کس قدر نادانی ہے کہ چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھتے اور پھر خاموش رہے۔ اس وقت نماز توڑ کر گھوڑا لوٹا لیتے پھر نماز پڑھ لیتے تو کیا حرج تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے کام میں مصروف تھا اور وہ کام مجھے گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ بلکہ لاکھوں گھوڑوں سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ میں نے گھوڑے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قربان کر دیا۔



درندے کھا گئے

بنی اسرائیل قوم میں ایک شادی شدہ آدمی تھا جس کی ماں اور ساس دونوں زندہ اور نابینا تھیں۔ وہ شخص اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا تھا۔ اس کی ماں بہت نیک سیرت عورت تھی جب کہ ساس بدعورت تھی اور اپنی بیٹی کو داماد کے خلاف بھڑکاتی تھی۔ ایک دن وہ شخص اپنی ماں کو بیوی کی خاطر بے آب و دانہ جنگل میں اکیلا چھوڑ آیا۔ بڑھیا بیچاری اکیلی جنگل میں ٹھوکریں کھانے لگی۔ درندے اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ اتنے میں ایک فرشتہ اس کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں جو تیرے چاروں طرف سے سنائی دے رہی ہیں؟ اس نے جواب دیا' اچھی آوازیں ہیں' گائے بکری اونٹ کی آوازیں ہیں۔ اس نے کہا' اچھا انشاء اللہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ فرشتہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ جب اگلا دن ہوا تو میدان اونٹوں بکریوں اور گائیوں سے بھر گیا۔ ادھر بیٹے کے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں ماں کس حال میں ہے' چنانچہ جب وہ آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سارا میدان اونٹوں' بکریوں اور گائیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اپنی ماں سے پوچھنے لگا ماں یہ کیا ہے؟ ماں نے کہا تو نے تو مجھے ستایا تھا اور بیوی کے کہنے پر مجھے یہاں چھوڑ گیا۔ بہرحال میں تو ماں ہی ہوں۔ لڑکا بڑا نادم ہوا۔

اس کے بعد وہ اپنی ماں کو اٹھا کر لے گیا اور جو کچھ خدا نے دیا تھا سب کچھ ہنکا کر مع اپنی ماں کے بیوی کے پاس پہنچا۔ اس کی بیوی کہنے لگی کہ ہرگز نہ مانوں گی جب تک میری والدہ کو بھی وہاں چھوڑ کر نہ آؤ گے جہاں اپنی ماں کو چھوڑ کر آئے تھے۔ چنانچہ وہ اس کو بھی لے گیا۔ جب شام ہوئی تو درندوں نے اسے آگھیرا اور وہی فرشتہ جو اس شخص کی ماں کے پاس آیا تھا پھر آیا اور کہنے لگا اے بڑھیا مائی! یہ کیسی آوازیں ہیں؟ وہ کہنے لگی یہ درندوں کی آوازیں ہیں یہ مجھے کھا جائیں گے۔ اس فرشتے نے کہا' ایسا ہی ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور ایک درندہ اسے کھا گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کی بیوی نے کہا' جاؤ ذرا دیکھو تو میری ماں کا کیا حال

ہوا؟ وہ گیا تو وہاں جو کچھ درندے کھا کے چھوڑ گئے تھے اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس شخص نے اپنی بیوی کو اس کی ماں کی ہڈیاں لا کر دیں۔ جونہی اس نے اپنی ماں کا برا حشر دیکھا تو غم کے مارے مر گئی۔



رضاء خلق

حجاج نے ایک دن خطبہ پڑھا اور بہت لمبا کر دیا تو لوگوں میں سے ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا' اے حجاج! نماز پڑھو کیونکہ وقت انتظار نہیں کرے گا اور خدا تجھے معذور نہیں رکھے گا۔ اس پر حجاج نے اسے قید کرنے کا حکم دے دیا تو اس قیدی کی قوم کے لوگ حجاج کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے اور درخواست کی کہ وہ اس قیدی کو چھوڑ دے۔ حجاج نے کہا کہ اگر وہ دیوانگی کا اقرار کرے گا تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔ پس اس قیدی سے اس بارے میں کہا گیا کہ کہہ دو میں دیوانہ ہوں' تو اس نے کہا معاذ اللہ میں تو یہ ہرگز نہ کہوں گا کہ خدا نے مجھے کسی مرض میں مبتلا کیا ہے حالانکہ اس نے مجھے تندرستی عطا کی ہے۔ آخر یہ بات حجاج کو پہنچی تو اس نے اسے راستی کے باعث معاف کر دیا۔ غرض یہ کہ تجھے صدق لازم پکڑنا چاہئے۔ اگرچہ وہ تجھے وعید کی آگ سے جلا دے اور خدا تعالیٰ کی رضامندی طلب کر کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ بیوقوف وہ شخص ہے جس نے خدا کو خفا اور لوگوں کو راضی کیا۔



کلمہ حق کی تاثیر

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ایک سال حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں رات کو میرے سو جانے کے بعد اچانک خلیفہ ہارون رشید نے مجھ کو بیدار کیا اور فرمایا کہ تم مجھے ابھی ابھی کسی عالم ربانی کے پاس لے چلو کیونکہ میرے دل میں اس وقت ایک خیال کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اور اس کو عالم ربانی کے سوا کوئی بھی میرے دل سے نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ میں خلیفہ کو سفیان بن عیینہ محدث کے پاس لے گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو وہ باہر نکلے۔ امیرالمومنین کو ناگہاں رات گئے اپنے دروازے پر کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہا۔ آپ نے ناحق تکلیف گوارا فرمائی۔ کاش مجھے اطلاع دے دیتے تو میں خود حضور سلطانی میں حاضر ہو جاتا۔ خلیفہ نے تھوڑی دیر گفتگو کی پھر دریافت کیا کہ آپ مقروض بھی ہیں؟ سفیان نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ خلیفہ نے حکم دیا۔ اے فضل! تم ان کا قرض ادا کرو۔ پھر ہم وہاں سے واپس لوٹے تو خلیفہ نے کہا کہ اے فضل! تم مجھے کسی دوسرے عالم کے پاس لے چلو یہاں میرا کام نہیں بنا۔ میں نے فوراً محدث عبدالرزاق کے مکان کا رخ کیا۔ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ بھی امیرالمومنین کا نام سن کر گھبرائے ہوئے مکان سے نکل پڑے اور کہا۔ امیرالمومنین نے بڑی تکلیف فرمائی ہے مجھے یاد فرمالیا ہوتا تو میں خود حاضر ہو جاتا۔ پھر ان سے بھی خلیفہ نے تھوڑی دیر بات چیت کی اور پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض کا بار ہے؟ عبدالرزاق محدث نے فرمایا کہ جی ہاں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اے فضل! تم ان کا قرض ادا کر دو۔

پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ خلیفہ نے کہا۔ یہاں بھی میرا مقصد پورا نہیں ہوا۔ اے فضل! کسی دوسرے عالم کا دروازہ دیکھو۔ پھر ہم فضیل بن عیاض محدث کے گھر پہنچے تو مکان کے اندر سے تلاوت قرآن مجید کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے نہایت ہی قہر و غضب بھری آواز میں فرمایا کہ تم کون ہو اور رات کے وقت یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا' امیرالمومنین آپ سے ملنے

کے لئے دروازے پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے اور بھی غصہ میں زور سے جواب دیا کہ مجھ کو امیرالمومنین سے اور امیرالمومنین کو مجھ سے کیا کام؟ میں نے کہا' سبحان اللہ! کیا امیرالمومنین کی اطاعت آپ پر لازم نہیں؟

یہ سن کر وہ اٹھے اور دروازہ کھول کر فوراً" ہی چراغ بجھا دیا اور اوپر کی منزل میں جا کر کوٹھری کے ایک کونے میں دبک گئے۔ میں اور خلیفہ دونوں اندھیرے مکان میں داخل ہوئے۔ کوٹھری میں پہنچ کر ٹٹولنے لگے تو خلیفہ کا ہاتھ فضیل کے بدن پر پڑا۔ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' واہ واہ کتنا نرم نازک ہاتھ ہے۔ کاش یہ ہاتھ اللہ تعالٰی کے عذاب سے نجات پا جاتا۔ پھر انہوں نے گفتگو شروع کی تو فرمایا۔

اے امیرالمومنین! تمہارے بڑے سے بڑے دوست جو دنیا میں ہیں۔ اگر قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ تمہارے گناہوں کا ایک ذرہ سا حصہ اپنے سر اٹھالیں تو وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگیں گے اور ہرگز ہرگز وہ تمہارے کام نہیں آئیں گے۔

اے امیرالمومنین! تمہیں معلوم نہیں' جس دن حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے سالم بن عبداللہ' محمد بن کعب قرظی اور رجاہ بن حیوہ تینوں جلیل القدر عالموں کو بلایا اور عرض فرمایا اے علماء امت! میں ایک بلا میں مبتلا کر دیا گیا ہوں لہذا آپ لوگ مجھے اس حکومت کے چلانے میں دینی مشورہ دیتے رہیں۔ اے امیرالمومنین! تم نے غور کیا؟ عمر بن عبدالعزیز اس خلافت کو ایک بلا اور مصیبت سمجھتے تھے اور تم اس کو ایک نعمت جان کر اس سے چمٹے ہوئے ہو۔ پھر ان تینوں علماء نے عمر بن عبدالعزیز کو ایسی ایسی نصیحتیں کیں کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حضرت سالم بن عبداللہ نے فرمایا۔ اے عمر بن عبدالعزیز! اگر تم اس بلا سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا سے روزہ رکھو اور موت سے افطار کرو۔ حضرت کعب نے فرمایا' اے عمر بن عبدالعزیز! نجات اسی میں ہے تم اپنے سے بڑوں کو باپ' اپنے برابر والوں کو بھائی اور اپنے سے چھوٹوں کو بیٹا سمجھ کر باپ کے ساتھ نیک سلوک اور بھائی کے ساتھ رحم اور بیٹے کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرو اور حضرت رجاء بن حیوہ نے ارشاد فرمایا' اے عمر بن عبدالعزیز اگر تمہیں نجات کی

طلب ہے تو اپنے لئے جس چیز کو پسند کرتے ہو وہی ساری مخلوق کے لئے پسند کرو اور اپنے لئے جس چیز کو برا سمجھتے ہو اس کو تمام مخلوق کے لئے بھی برا سمجھو۔

پھر فضیل نے خلیفہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے امیرالمومنین! سچ سچ بولو! کیا تمہارے اردگرد بھی ایسے حقانی علماء ہیں؟ جو تمہیں ایسی نصیحتیں کرتے رہتے ہیں۔

اے امیرالمومنین! خدا کی قسم مجھے قیامت کے لئے تمہارے لئے بڑا خطرہ نظر آ رہا ہے کہ تم کس طرح نجات پاؤ گے؟ فضیل جوش میں بھرے ہوئے یہ کلمہ الحق ارشاد فرما رہے تھے اور خلیفہ کا یہ حال تھا کہ خوف الہٰی سے اس کے جسم کے رونگٹے اور بدن کا بال بال لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ خلیفہ چیخ مار کر رونے لگا اور روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں۔ میں نے گھبرا کر کہا۔

اے فضیل رحمۃ اللہ علیہ! تم نے تو امیرالمومنین کو قتل ہی کر ڈالا' تو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے غضب ناک ہو کر ڈانٹا اور تڑپ کر فرمایا کہ چپ۔ اے ربیع کے بیٹے! میں نے امیرالمومنین کو قتل نہیں کیا ہے۔ بلکہ امیرالمومنین کے قاتل تم اور تمہارے ساتھی ہیں۔

پھر جب خلیفہ کو ہوش آیا تو وہ سنبھل کر بیٹھا۔ عرض کیا' اے فضیل رحمۃ اللہ علیہ! کچھ اور زیادہ مجھے نصیحت فرمایئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین! سنو عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک گورنر کے نام یہ فرمان تحریر کیا تھا کہ اگر تو اپنی نجات چاہتا ہے تو راتوں کو جاگ اور جہنمیوں کی بیداری ان کی بیقراری کو یاد رکھ۔ یہ سن کر پھر خلیفہ کی چیخ نکل گئی اور وہ خوب رویا۔ جب کچھ سنبھلا تو پھر عرض کیا' اے فضیل بن عیاض! کچھ اور فرمایئے؟ تو آپ نے ایک حدیث سنائی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اے چچا! امارت و حکومت' قیامت کے دن حسرت و ندامت کا سامان ہو گی۔ خلیفہ پھر کچھ دیر روتا رہا اور پھر عرض کیا' آپ کچھ اور ارشاد فرمایئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے خوبصورت چہرے والے! قیامت کے دن خداوند عالم تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں

پرستش فرمائے گا لہٰذا تم اس حسین جمیل چہرے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اس حالت میں صبح و شام کرو کہ اپنی رعیت میں کسی کی طرف سے کوئی بغض و کینہ تمہارے دل میں نہ رہے۔

خلیفہ پر پھر گریہ و زاری کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ بہت دیر تک چلا چلا کر روتا رہا جب اس کو کچھ سکون ہوا تو آنسو پونچھتے ہوئے عرض کیا کہ اے فضیل! کیا آپ پر کچھ قرض بھی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میرے اوپر میرے خالق کا بہت کچھ قرض ہے۔ کسی مخلوق کا مجھ پر کوئی قرض نہیں۔ چلتے وقت خلیفہ نے ایک ہزار دینار بطور نذرانہ پیش کیے تو آپ نے انتہائی برافروختہ ہو کر فرمایا کہ افسوس! میں نے تم کو ہدایت کا راستہ بتایا اور تم مجھے اس کا یہ بدلہ دیتے ہو۔ مجھے دنیا کے حرص و لالچ میں گرفتار کرتے ہو۔ یہ کہہ کر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بالکل خاموش ہو گئے اور ہم لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ فرمائیں مگر پھر وہ ایک حرف بھی نہیں بولے۔ مجبوراً" ہم لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔

راستے میں خلیفہ ہارون رشید نے فرمایا کہ اے فضل! اگر مجھے کسی عالم کے پاس لے چلا کرو تو ایسے ہی لوگوں کے پاس لے جایا کرو۔ میرے خیال میں یہ آج کل رتبہ "سید السالکین" پر ہیں۔



اجر کی خواہش

حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا' اسے آگ سے عذاب نہیں دیا جائے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا' اس کو آگ سے عذاب دیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے کیونکر غافل ہو جاؤں جو مجھ سے ایک لحہ بھی غافل نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا' پس وہ آگ کے لئے عذاب ہے اور جس نے اسے نہیں پہچانا آگ اس کے لئے عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے ایک مرد نے چاہا' کہ بازار سے کوئی چیز خریدے۔ ایک دینار جس کا وزن اس نے کر رکھا تھا' جب بازار میں لا کر تولا گیا تو وہ اصل وزن سے کم نکلا۔ نیک مرد نے رونا شروع کیا۔ استفسار پر بولا' جب کہ آج گھر کی بات بازار میں درست نہیں نکلی تو کل دنیا کی بات آخرت کے بازار میں کس طرح صحیح ثابت ہو گی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے آج کی باتیں کل کو نیکی بن جائیں' تو تمہیں اس کام کے نیک عوض کی آج ہی امید رکھنی چاہئے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ کس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ جو عمل میں کرتا ہوں اس کے اجرا کی خواہش نہیں رکھتا۔ ایک صاحب عقل کا قول ہے۔ اگر تم نیکی کرو تو اس کا اجر تم پر ہے اور اگر تم برائی کرو تو اس کا وبال تم پر ہے۔



یتیم سے محبت

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ عید کے روز میں نے حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کو کھجوریں چنتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ کس لئے اکھٹی فرما رہے ہیں؟ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک لڑکے کو آج کے روز روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اس لڑکے نے جواب دیا کہ میں یتیم ہوں۔ آج عید کا دن ہے سب لڑکوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس لئے کھجوریں چن رہا ہوں کہ ان کو بیچ کر اس کو اخروٹ لے دوں۔ تاکہ وہ ان کے ساتھ کھیلے اور روئے نہیں۔

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ اس خدمت کو میں سرانجام دے لوں گا آپ اس بارے میں ہرگز فکرمند نہ ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اس یتیم بچے کو اپنے ہمراہ لیا اور اس کو نئے کپڑے خرید

کر پہنا دیے۔ پھر میں نے اس کو تھوڑے سے اخروٹ بھی لے کر دیئے تاکہ وہ ان سے کھیلتا رہے۔ اس حسن سلوک سے لڑکے کا دل بہت خوش ہو گیا اور مجھے اس کام کا یہ فائدہ ہوا کہ میرے دل میں ایک ایسا نور پیدا ہو گیا جس نے میرے دل کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور مجھے معرفت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔



مظلوم کی حمایت

ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ کے وزیر خان جہان نے ایک نوجوان کو ذاتی عداوت کی بنا پر قید میں ڈال دیا تھا اور اس کو نت نئی اذیتیں پہنچاتا تھا۔ اس نوجوان کا باپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ میرے ساتھ چل کر وزیر کے پاس سفارش کیجئے کہ وہ میرے فرزند کو رہا کر دے اور ناحق اس کو اذیتیں نہ دے۔ مخدوم جہانیاں کا دل اس مظلوم کی مصیبت پر تڑپ اٹھا۔ فوراً" وزیر کے مکان پر پہنچے۔ اس نے آپ سے ملنے سے ہی انکار کر دیا۔ حضرتؒ واپس آ گئے لیکن اس شخص کا فرزند چونکہ بہت تکلیف میں تھا' وہ بار بار آپ کی خدمت میں آتا اور آپ بار بار وزیر کے پاس جاتے لیکن وہ اس نوجوان کو رہا کرنے سے صاف انکار کر دیتا تھا۔ شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ سیر العارفین میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم اس مظلوم کی سفارش لے کر انیس بار وزیر کے پاس گئے اور ناکام واپس آئے۔ جب بیسویں مرتبہ گئے تو وزیر نے جھلا کر کہا اے سید! تم کو شرم نہیں آتی کہ صاف جواب پا کر بھی بار بار میرے پاس دوڑتے چلے آتے ہو۔

آپ نے فرمایا' اے عزیز! مجھے تمہارے پاس آنے جانے میں دوہرا ثواب ملتا ہے' ایک تو اس بات کا کہ ایک مظلوم کو مصیبت سے بچانا چاہتا ہوں۔ دوسرا اس بات کا کہ تجھے نیکوں کے گروہ میں داخل کرنے کی سعی کرتا ہوں۔

وزیر آپ کا ارشاد سن کر کانپ اٹھا اور آپ کے قدموں پر گر کر معافی مانگی پھر اس نے مظلوم کو نہ صرف رہا کر دیا بلکہ بہت کچھ انعام و اکرام بھی دیا۔



امام شعبی قیصر کے دربار میں

خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان کو ایک مرتبہ قیصر بادشاہ روم کے دربار میں سفیر بھیجنے کی ضرورت پڑی تو اس نے پوری سلطنت کے دانشمندوں میں سے ملا مشہور امام حدیث حضرت شعبیؒ کو اس مہم کے لئے منتخب کیا۔ چنانچہ امام شعبیؒ نے قیصر کے دربار میں پہنچ کر اپنی مدبرانہ سیاسی گفتگو سے قیصر کے دل پر ایسا سکہ بٹھا دیا کہ وہ حیران رہ گیا بلکہ اس کو حسد ہونے لگا کہ اسلامی سلطنت کو ایسے ایسے ہوشمند اور دانا افراد مل گئے ہیں۔ چنانچہ قیصر نے عبدالملک بن مروان خلیفہ کو جو خط تحریر کیا اس میں یہ لکھ دیا کہ اے عبدالملک! مجھے تعجب ہے کہ امام شعبیؒ جیسے سیاسی مدبر کے ہوتے ہوئے تجھ کو مسلمانوں نے کس طرح امیرالمومنین بنا لیا؟ عبدالملک بھی بڑا ہی ہوشمند اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے جب قیصر کا خط پڑھا تو ہنستے ہوئے امام شعبیؒ کو بلا کر فرمایا' اے امام شعبیؒ! کیا آپ کو پتہ ہے کہ قیصر نے آپ کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ جی نہیں مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔

عبدالملک نے قیصر کا خط پڑھ کر سنایا تو امام شعبیؒ سناٹے میں آ گئے۔ مگر سنبھل کر فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ اے امیرالمومنین! قیصر نے مجھے تو دیکھا مگر آپ کو نہیں دیکھا اس لئے ایسا لکھا ہے۔ اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو ہرگز کبھی ایسا نہیں لکھ سکتا تھا۔ عبدالملک نے ہنستے ہوئے کہا' اے امام شعبیؒ! آپ نے قیصر کا مطلب نہیں سمجھا اس نے مجھے اشتعال دلایا ہے کہ میں غصہ میں آ کر آپ جیسے باکمال انسان کو قتل کروا دوں۔ تاکہ اسلامی سلطنت کے تاج کا ایک نہایت قیمتی اور چمک دار ہیرا برباد ہو جائے۔

چنانچہ جب قیصر کو معلوم ہوا کہ خلیفہ عبدالملک نے اس خط کا یہ مطلب سمجھا ہے تو اس نے اقرار کر لیا کہ خدا کی قسم! جو کچھ خلیفہ عبدالملک نے سمجھا بالکل یہی میرے دل میں تھا۔



کرامات

حضرت اشرف جہانگیری ؒ کی مجلس میں ایک دفعہ علی قلندر مع پانچ سو قلندران کفن پوش آئے اور کہا کہ جہانگیری" آپ نے کہاں سے حاصل کی ہے۔ حضرت ؒ نے فرمایا' اپنے پیرو مرشد سے۔ علی قلندر نے کہا اس کی تصدیق کیونکر ہو' یہ سن کر حضرت کو جلال آیا اور فرمایا کہ میں جہانگیر ؒ ہوں۔ یہ فرماتے ہی علی گرا اور مر گیا۔ اس کے ہمراہی اپنا قصور معاف کرا کے حضرت ؒ کے مرید ہوئے۔

ایک دن چند ہندو جوگیوں کی آپ ؒ سے بحث ہوئی' حضرت ؒ نے انہیں نصیحت کی کہ وہ بت پرستی چھوڑ دیں اور اللہ کی عبادت کریں جو سب کا خالق ہے' جوگیوں نے کہا' ہم کیونکر آپ کی بات مان لیں۔ حضرت ؒ نے کہا' ہم تم کو ابھی بتاتے ہیں' یہ کہہ کر حضرت ؒ نے ایک بت کو طلب کیا وہ فورا" حاضر ہوا اور اپنی زبان سے حضرت ؒ کی تعریف کی' یہ کرامات دیکھ کر وہ سب مسلمان ہو گئے۔



نجات

حضرت ابو حمزہ خراسانی ؒ کا شمار اللہ تعالٰی کے ولیوں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰی پر توکل کے معاملے میں آپ بڑے سخت تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ تنہا کہیں جا رہے تھے کہ اچانک ویرانے سے گزرتے ہوئے ایک کنویں میں جا گرے۔ تین دن تک اسی کنویں میں گرے رہے۔ اتفاق سے ایک قافلہ ادھر آ پہنچا۔ آپ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ ان کو مدد کے لئے آواز دوں۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ آپنے دل سے فرمایا' یہ اچھی بات نہیں ہے کہ اپنے پروردگار کے

سوا کسی سے مدد مانگی جائے بلکہ یہ تو اپنے رب تعالیٰ کی شکایت ہے کہ جو کسی غیر سے کی جائے۔ اس لئے کہ مجھے یہ کہنا پڑے گا کہ مجھے میرے پروردگار نے کنویں میں پھینک دیا ہے اور اب تم مجھے اس کنویں سے نکالو۔

کہا جاتا ہے کہ اس قافلہ کے لوگوں میں سے کسی نے اس ویرانے میں یہ کنواں دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کنواں راستے کے عین بیچ میں بنا ہوا ہے اور اس کا کوئی مصرف بھی نہیں ہے۔ اگر ہم اس کنویں کو بند کر دیں تو ہمیں ثواب حاصل ہو گا۔ اس بات پر سب قافلے والے متفق ہو گئے۔ حضرت ابو حمزہ خراسانی ؒ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی آوازیں مجھے کنویں میں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اب مجھے کچھ پریشانی اور بے چینی محسوس ہوئی اور میں مایوس سا ہو گیا۔ اسی اثناء میں ان لوگوں نے کنویں کا منہ بند کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر میں ہی سارا کنواں پاٹ دیا اور پھر وہ چلے گئے۔

اب مجھے یقین ہو چلا کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے۔ میں اس بند کنویں میں بیٹھ کر اپنے پروردگار کے حضور مناجات میں مصروف ہو گیا۔ میں تمام مخلوق سے ناامید ہو چکا تھا۔ میں اپنے رب کی رضا اسی میں سمجھ کر اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ مجھے کنویں کے اوپر ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ کوئی کنویں کی چھت کو کھول رہا ہے۔ تھوڑا سا غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک سانپ طرح کا جانور ہے اور اس نے اپنی دم کنویں کے اندر لٹکا رکھی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آن پہنچی ہے اور اس کنویں سے میری نجات اس جانور کے ذریعہ سے مقرر ہوئی ہے۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی دم پکڑ لی' اس نے مجھے فوراً" اوپر کھینچ لیا۔

جب میں باہر نکلا تو مجھے غیب سے ایک ندا سنائی دی۔ اے ابو حمزہ! تیری نجات بڑی ہی اچھی نجات ہے کیونکہ تجھے ایک بڑی ہلاکت کے بعد نجات ملی ہے۔



بغداد کا ایک مفلس طالب علم

حافظ الحدیث حجاج بغدادی جب حضرت شبابہ محدث کے یہاں علم حدیث پڑھنے کے لئے جانے لگے تو ان کی پونجی کی کل کائنات اتنی ہی تھی کہ ان کی غریب ماں نے ایک سو کلچے پکا دیئے تھے جن کو وہ ایک مٹی کے گھڑے میں بھر کر اپنے ساتھ لے گئے۔ روٹیاں تو ماں نے پکا دی تھیں ہونہار طالب علم نے سالن کا خود انتظام کر لیا اور سالن بھی اتنا کثیر و لطیف کہ سینکڑوں برس گزرنے کے باوجود کبھی کم نہیں ہوا اور ہمیشہ تازہ ہی رہا۔ وہ کیا؟ دریائے دجلہ کا پانی۔ روزانہ ایک کلچہ دریا کے پانی میں تر کر کے کھا لیتے اور شبانہ روز انتہائی محنت کے ساتھ سبق پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ جب کلچے ختم ہو گئے تو مجبوراً استاد کی درسگاہ کو خیرباد کہنا پڑا۔



جواب دوں گا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ عمائدین و اراکین دولت کے ہمراہ سلطان جلال الدولہ شکار کے لیے نکلا ہوا تھا' سرکاری مصاحبوں اور افسروں کی اچھی خاصی تعداد بھی ساتھ تھی۔ ایک جنگل میں پڑاؤ ہوا۔ سلطان شکار کی تلاش میں نکلا تو سرراہ اس نے ایک دیہاتی کسان کو روتے ہوئے دیکھا۔ سلطان نے سواری روکی اور گھوڑے سے اتر کر کسان کے پاس گیا۔ پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ کسان نے کہا حضور! میں اپنے کھیت سے خربوزے نکال کر لا رہا تھا۔ خیال تھا کہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا کچھ سامان کروں گا۔ راستے میں تین نوجوان لڑکے ملے اور میرے سارے خربوزے چھین کر رفوچکر ہو گئے۔ یہی خربوزے میرا سارا اثاثہ تھا۔ اب میں گھر کیا لے کر جاؤں گا۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' گھر میں ایک دانہ بھی موجود نہیں۔ بیٹھا اپنی قسمت کی خرابی پر آنسو بہا رہا ہوں۔ سلطان معاملے کی نوعیت کو سمجھ گیا اور

اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے۔ اس نے کسان سے کہا کہ تم سیدھے چلے جاؤ۔ آگے جا کر تمہیں ایک۔میدان میں بہت سے خیمے نظر آئیں گے۔ ان خیموں میں جو سرخ رنگ کا خیمہ ہو اس کے دروازے پر بیٹھ رہنا۔ میں تھوڑی دیر کے بعد آ کر انشاء اللہ تمہاری پریشانی کو رفع کرنے کی کوئی تدبیر کروں گا۔ سلطان جلال الدولہ کی ہدایت کے مطابق کسان گیا اور سرخ رنگ کے خیمے کے دروازے پر چپکا بیٹھا رہا۔ دو تین گھنٹے کے بعد سلطان شکار سے واپس آیا اور اپنے سیکرٹریوں کو بلا کر کہا کہ مجھے خربوزہ کھانے کی خواہش ہو رہی ہے۔ شہر تو یہاں سے کافی دور ہے۔ آنے جانے میں خواہ مخواہ تکلیف ہو گی۔ تلاش کرو اگر کسی ساتھی کے پاس خربوزے ہوں تو لے آؤ' یہ سن کر تمام سیکرٹری گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد ایک حاجب نے تین چار خربوزے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہاں جنگل میں خربوزے کہاں سے مل گئے' حاجب نے بتلایا کہ میرے ساتھ میرے تین بیٹے بھی ہیں۔ آج صبح وہ خربوزے لائے تھے۔ اتنا سننا تھا کہ سلطان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ حکم دیا کہ فوراً" اپنے بیٹوں کو حاضر کرو۔ حاجب سمجھ گیا کہ بیٹوں کے ساتھ کیا ہو گا کیونکہ سلطان کا معمول تھا کہ عمال حکومت یا ان کے قریبی عزیزوں سے اگر کوئی جرم یا ظلم کرتا تو وہ عام مجرموں کے مقابلے میں انہیں نہایت سخت سزا دیتا۔ اس لئے اس کے لڑکے بھاگ گئے۔ سلطان نے کسان کو بلا کر دریافت کیا' پہچانو! یہی تمہارے خربوزے ہیں؟ کسان نے کہا' جی ہاں! سلطان نے کہا' اپنے خربوزے سنبھالو۔ اتنے میں حاجب نے آ کر جواب دیا کہ لڑکے خیمے میں موجود نہیں ہیں۔ سلطان آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے حاجب کا ہاتھ پکڑا اور دیہاتی کے حوالے کیا' کہا یہ آج کے دن سے تیرا غلام ہے جب تک کہ خربوزے چھیننے والے نوجوان حاضر نہیں ہوتے۔ خدا کی قسم اگر تو نے اس حاجب کو چھوڑا تو میں تیرا سر قلم کر دوں گا۔ کسان جب حاجب کو لے کر خیمے سے نکلا تو حاجب نے رہائی کے بدلے کسان کو تین سو اشرفیوں کی پیش کش کی۔ وہ دوبارہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی' عالیجاہ! مجھے تین سو اشرفیاں مل رہی ہیں۔ اس لئے میں نے اس غلام کو فروخت کر دیا۔ سلطان نے دریافت کیا کہ تو اس

پر راضی ہے؟ دیہاتی نے کہا' جی ہاں! اس نے کہا اچھا تو پھر تین سو اشرفیاں لے اور اپنا راستہ لے۔ یہ سلطان جلال الدولہ کی حکومت ہے اس میں کسی پر ظلم نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ظلم ہوا تو حشر کے دن میں جواب دہ ہوں گا۔



یہی موتی ہیں

حضرت شیخ ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ نیشاپور میں وعظ فرما رہے تھے۔ فرمایا' ہماری خانقاہ میں اوپر سے لے کر نیچے تک موتی ہی موتی بھرے ہوئے ہیں' آپ لوگ کیوں نہیں اٹھاتے' لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا' کوئی موتی دکھائی نہ دیا تو عرض کیا' یا شیخ! یہاں تو کوئی موتی نہیں' آپ نے فرمایا' خدمت خلق کرو یہی موتی ہے۔



تیس ہزار اشرفیاں

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے استاد ربیعۃ الرائے ابھی اپنی والدہ کے شکم میں ہی تھے کہ ان کے والد عبدالرحمان فروخ جہاد کے لئے خراسان چلے گئے اور مسلسل ستائیس برس تک جہاد میں رہے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو شکم میں چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ بڑا ہو کر اپنے دور کا امام الحدیث بن چکا تھا۔

عبدالرحمٰن فروخ ستائیس برس کے بعد جہاد سے لوٹ کر مدینہ منورہ اپنے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب ربیعۃ الرائے نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھا کہ ایک فوجی گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے جو دروازہ کھلتے ہی میرے مکان میں بے تکلف داخل ہونے لگا۔ ربیعہ نے ڈانٹا تو کون ہے اور تو کس طرح مکان میں گھسا پڑتا ہے؟ عبدالرحمٰن فروخ نے نیزہ تان کر کہا کہ یہ میرا مکان ہے یہاں تیرا کیا کام؟ غرض بات بڑھ گئی تو پڑوسی جمع ہو گئے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ بھی استاد کا

معاملہ سمجھ کر دوڑ پڑے اور نہایت نرمی سے سمجھانے لگے کہ بڑے میاں! اگر آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو کسی اور مکان میں ٹھہر جایئے۔ عبدالرحمٰن فروخ نے جواب دیا کہ جناب! یہ میرا ہی مکان ہے اور میرا نام عبدالرحمٰن ہے۔

ربیعہ کی والدہ نے نام سن کر جو اندر سے دیکھا تو پہچان کر بولیں کہ ارے یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔ پھر تو کیا تھا؟ باپ بیٹے دونوں گلے مل کر خوب روئے اور دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ عبدالرحمٰن فروخ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں جو جہاد کے لئے روانگی کے وقت بیوی کو سونپ گئے تھے۔ چنانچہ بیوی سے پوچھا کہ میری امانت کہاں ہے؟ ہوشیار بیوی نے کہا' گھبرایئے مت! میں نے ان کو ضائع نہیں کیا ہے۔ ربیعہ اس عرصے میں مسجد نبوی پہنچ کر اپنے حلقہ درس میں بیٹھ چکے تھے اور تلامذہ کا ایک ہجوم جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ شامل تھے۔ شیخ کو گھیرے ہوئے تھا۔ عبدالرحمٰن فروخ جو نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں گئے تو یہ منظر دیکھ اور بڑی دیر تک شوق کی نگاہوں سے اس نورانی مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہ کے سر پر ایک اونچی ٹوپی تھی اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے اس لئے عبدالرحمٰن فروخ انہیں پہچان نہیں سکے اور حاضرین سے پوچھا' یہ شیخ الحدیث کون ہیں؟ سامعین نے جواب دیا کہ ربیعہ بن عبدالرحمٰن فروخ۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن فروخ کو جو خوشی حاصل ہوئی ہو گی اس کو عالم الغیب کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے؟ فرط مسرت میں ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ خدا نے میرے بیٹے کو بہت بلند مرتبہ بنا دیا۔ خوش خوش بیوی کے پاس آئے اور جو کچھ مسجد نبوی میں دیکھا تھا سارا ماجرا بیان کیا۔ اس وقت بیوی نے کہا کہ سچ سچ بتایئے؟ آپ کو کیا پسند ہے۔ بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیاں؟ عبدالرحمٰن فروخ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اپنے نور نظر کی شان کو لاکھوں اشرفیوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ میں نے تمہاری وہ تیس ہزار اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دی ہیں۔ شوہر نے خوشی سے اچھل کر کہا کہ قسم خدا کی تم نے ان اشرفیوں کو ضائع نہیں کیا۔



عمر کے چند سال

حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کیے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نماز جمعہ مکہ مکرمہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہو تو کبھی پانی پت میں اور کبھی مکہ مکرمہ میں نماز ادا کروں۔ اسی شب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے جلال رحمۃ اللہ علیہ! تیرا کعبہ تیرے پاس ہے' یعنی میرے فرزند سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس روز سے حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے۔ ایک روز فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی عمر میں سے کچھ' مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کو دے دوں کیونکہ ان کی عمر ختم ہو چکی ہے۔ تمہاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟ فرزندوں نے عرض کیا کہ ہم کیونکر یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کسی دوسرے کو مل جائے۔ مگر خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا' اگر فرمان حق اسی طرح ہو تو تامل نہ ہونا چاہئے۔ دوست کا حکم رد نہ ہونے پائے۔ یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور صاجزادہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لیا اور فرمایا کہ میرے پیر پر اپنے پیر رکھ دو' اور آنکھیں بند کر لو' صاجزادے نے والد محترم کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آنکھیں کھولنے کا حکم دیا تو آنکھیں کھول دیں۔ صاجزادے نے خود کو دہلی میں مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پایا۔ اس وقت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ حالت نزع میں تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور سلام علیک کی۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر سلام کا جواب دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اٹھو' وہ فوراً" اٹھ بیٹھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو کرو۔ جب وہ وضو سے فارغ ہوئے' فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بحکم خدا میں نے اپنی عمر کے چند سال تم کو دیئے۔ یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس پانی پت آئے۔

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کو صحت کلی ہو گئی۔ سلطان اس واقعہ کو سن کر اپنے پیرو مرشد مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حقیقت حال دریافت کرنے آیا۔ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ پانی پت سے آئے تھے' انہوں نے میرے حق میں دعا فرمائی اور اپنی عمر سے دس سال مجھے بخش کر چلے گئے ہیں۔



روتے کیوں ہیں؟

شیخ علاؤ الدین علاؤالحق بنگالی لاہوری (۱۳۹۸ء) کے فرزند شیخ نورالحق المعروف نور قطب عالم نے اپنے والد محترم کی خانقاہ کے تمام درویشوں کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ وہ ان کے کپڑے دھوتے' ان کے لئے پانی گرم کرتے' کوئی بیمار ہوتا تو رات دن اس کی تیمارداری میں مصروف رہتے۔ آٹھ سال تک وہ اس خانقاہ کے لئے لکڑیاں کاٹتے رہے۔ ایک روز والد محترم نے فرمایا کہ نورالحق! جس جگہ کنویں سے عورتیں پانی نکالتی ہیں وہاں پھسلن ہو گئی ہے۔ عورتوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں اور ان کے برتن ٹوٹ جاتے ہیں تم اپنے سر پر انہیں پانی نکال دیا کرو۔ حضرت نور قطب عالم چار سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ وہ پانی نکال کر چوبچہ میں ڈال دیتے اور وہاں سے ضرورت والے لے جاتے۔ آپ کے بڑے بھائی اعظم خان وزیر حکومت تھے وہ چھوٹے بھائی کو اس طرح کام کرتے دیکھتے تو کہتے تم کس جنجال میں پڑے ہوئے ہو۔ میرے پاس آ جاؤ' تمہیں کوئی اعلیٰ منصب دلا دوں گا۔ آپ ہنس کر ٹال دیتے اور فرماتے کہ خانقاہ کی خدمت میرے لئے وزارت سے بہتر ہے۔ والد کی وفات کے بعد وہ مرجع خلق بن گئے۔ ایک روز کہیں جا رہے تھے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ جوق در جوق آ کر آپ کے راستہ پر دو رویہ کھڑے ہو گئے آپ لوگوں کو دیکھ کر زار و قطار روتے جاتے تھے۔ پوچھا گیا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا آج اللہ تعالیٰ نے اس قدر لوگوں کے دل ہمارے لئے مسخر کر دیے ہیں اور وہ حد سے زیادہ احترام کرتے ہیں لیکن معلوم نہیں آخرت میں

ہمارا کیا حال ہو۔ خدا کرے کل ہمیں ان لوگوں کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے۔



بڑھیا کی جائیداد

ایک شکستہ حال بڑھیا خلیفہ مامون کے دربار میں آئی اور شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائیداد چھین لی ہے۔ مامون نے کہا' کس نے؟ اور وہ کہاں ہے۔ مامون کو بڑھیا نے اشارے سے بتایا کہ وہ شخص آپ کے پہلو میں موجود ہے۔ مامون نے دیکھا تو وہ خود اس کا بیٹا عباس تھا۔ وزیر کو حکم دیا کہ شہزادہ کو بڑھیا کے برابر لے جا کر کھڑا کر دو۔ پھر دونوں کے اظہار سنے۔ شہزادہ عباس رک رک کر آہستہ گفتگو کرتا تھا لیکن بڑھیا بے دھڑک بلند آواز سے مسلسل گفتگو کرتی تھی۔ وزیر نے بڑھیا کو روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر بولنا بے ادبی ہے۔ مامون نے کہا نہیں جس طرح چاہے اسے آزادی سے بولنے دو۔ سچائی نے اس کی زبان تیز کر دی اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔ جب دونوں کے اظہار ختم ہو گئے تو مامون نے فیصلہ بڑھیا کہ حق میں کیا اور جائیداد اسے واپس دلا دی اور معقول رقم عباس سے بطور جرمانہ وصول کر کے بڑھیا کو دلا دی تاکہ اس کی تکلیف کا کچھ معاوضہ ادا ہو سکے جو کہ بڑھیا کو اس کی جائیداد عباس کے قبضہ میں چلے جانے اور انصاف حاصل کرنے کے لئے اٹھانا پڑی تھی۔

خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعویٰ دائر کیا جس کی جوابدہی کے لئے اس کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لا کر بچھایا کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہو۔ قاضی نے حکم دیا کہ قالین اٹھا دو۔ عدالت کے روبرو خلیفہ اور مدعی دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے کچھ برا نہ مانا بلکہ بہت خوش ہوا۔



بادشاہ گر عالم

جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ دمشق بہت سخت بیمار ہو گیا تو اس کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی۔ چنانچہ اس نے ایک دستاویز میں اپنے ولی عہد کا نام لکھ دیا۔ مگر سلطنت کے اس انقلاب آفریں کام میں مشورہ کرنے کے لئے ایک مشہور عالم جاء بن حیوہ محدث شامی کو بلایا۔ حضرت رجاء نے جو دستاویز پڑھی تو اس پر خلیفہ کے ایک نابالغ لڑکے کا نام درج تھا۔ آپ نے فرمایا کہ امیرالمومنین! اگر آپ اپنی قبر میں سکون اور آسودگی چاہتے ہیں تو کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین بنائیے جو اس سلطنت کے حسن و خوبی کو چار چاند لگا دے۔ یہ نابالغ بچہ بھلا کیا حکومت سنبھالے گا؟ حضرت رجاء کا یہ کلمہ حق تاثیر کا تیر بن کر خلیفہ کے دل میں چبھ گیا اور اس نے فوراً ہی دستاویز کو پھاڑ کر پرزے پرزے کر ڈالا۔ پھر کہا کہ میرے بیٹے داؤد کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔

حضرت رجاء نے فرمایا کہ وہ اس وقت دارالخلافہ سے سینکڑوں میل دور قسطنطنیہ کے جہاد میں مصروف ہے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ پھر کس کو میں اپنا ولی عہد بناؤں؟ حضرت رجاء نے فرمایا کہ آپ کا بھتیجا عمر بن عبدالعزیز بہت ہی صالح، فاضل اور سلیم الطبع ہے میرے خیال میں وہ آپ کی جانشینی کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہے۔ خلیفہ نے فوراً ہی عمر بن عبدالعزیز کے لئے ولی عہدی کی دستاویز لکھ دی اور اس کو لفافہ میں بند کر کے کوتوال کو حکم دیا کہ خاندان خلافت کے کل ارکان دربار میں حاضر کئے جائیں۔ چنانچہ جب سب لوگ دربار میں آ گئے تو حضرت رجاء نے خلیفہ کے حکم سے اس سربمہر لفافہ پر سب سے بیعت لے کر سب کو رخصت کر دیا۔ اس دستاویز کی تکمیل کے چند گھنٹے بعد خلیفہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت رجاء نے دروازے پر پہرہ بٹھا دیا کہ خبردار! کوئی اندر نہ جانے پائے۔ نہ اندر سے باہر نکلے۔ تاکہ خلیفہ کی موت کا حال کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ پھر کوتوال کو بھیج کر خلافت کے خاندان کے تمام ذمہ داروں کو بلایا اور دوبارہ اس مہربند لفافہ پر سب سے بیعت لے کر خلیفہ کی وصیت

پڑھ کر سنائی اور اس پر عمل درآمد کروایا۔



غلام اور عبودیت

حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اہل آخرت' بلا کے درجوں کا معائنہ کریں گے تو یہی چاہیں گے کہ اپنا گوشت اور چمڑا لوہے کی قینچی سے ادھیڑ دیں' درویش کی ظاہری آلودہ حالت کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ اس کی باطنی صفائی کا خیال کرنا چاہئے' اس امت میں ایسے لکڑہارے بھی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہیں کہ ان کی لکڑیوں کا گٹھا سونے کا ہو جائے تو فوراً" ہو جائے۔

ایک دفعہ ایک بوڑھا لکڑہارا سر پر لکڑیوں کا گٹھا رکھے جا رہا تھا۔ ایک بزرگ اسے دیکھ کر بولے' اے بوڑھے کیا تجھے رازق مطلق پر بھروسہ نہیں جو ایسی سخت مشقت کرتا ہے۔ بوڑھے نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر لکڑیوں کی طرف' وہ فوراً" سونا بن گئیں۔ اس بزرگؒ نے جب یہ حال دیکھا تو کہا۔ جسے یہ مرتبہ حاصل ہو اسے لکڑیاں اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ بوڑھے نے کہا۔ یہ کام میں نفس کو تعلیم دینے کی خاطر کرتا ہوں۔ کیونکہ میں غلام ہوں اور غلام کو عبودیت کی حد سے گزرنا نہیں چاہئے۔

درویشی دنیا سے قطع تعلقی کا نام نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر ملک دیا تھا کہ زمین اور ہوا پر ان کی حکومت تھی' لیکن اپنے آپ کو گودڑی میں چھپاتے تھے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے کہ اے پروردگار! مجھے بحالت مسکینی زندہ رکھ اور مار' حضور نبی کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے مسکینی کے ملتجی رہے۔ حالانکہ ادنیٰ اشارے پر پہاڑ سونا اگلنے پر تیار تھے' لیکن حضور سرور کائنات ﷺ نے تمام دینی و دنیوی جاہ و حشمت پر اختیار و تصرف کے باوجود کالی کملی اور نان جویں پر اکتفا فرمایا اور اسی سادگی و درویشی میں اپنی اور اپنی امت کی بہتری سمجھی۔



حاکم وقت سے بے پروائی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیوستان کا حاکم حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی نیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ دھوپ میں ایک پتھر کے اوپر عالم استغراق میں ڈوب کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حاکم وقت آپ کے نزدیک جا کھڑا ہو گیا اور اس کا سایہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ پر پڑنے لگا۔ جب حاکم وقت کا سایہ آپ پر پڑا تو آپ استغراق کی حالت سے باہر نکل آئے اور اپنا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا' پھر فرمایا کہ تو کس طرح آیا ہے؟ حاکم نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ مجھے کوئی خدمت بتائیں اور میں اس کو بجا لا کر سعادت حاصل کروں۔ یہ بات حاکم وقت نے انتہائی عجز اور انکساری کے ساتھ کہی۔

حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی خدمت تو یہ ہے کہ اپنا سایہ مجھ سے ہٹا دو اور دھوپ کو میرے تک پہنچنے دو۔ یہ سن کر حاکم وقت فوراً ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پھر عرض کی' حضور! آپ میرے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وہ وقت کبھی بھی نہ لائے کہ اس کے سوا کسی اور کا خیال میرے دل میں آئے سیوستان کے حاکم نے یہ جواب سنا تو وہ خفگی کا اظہار کرتا ہوا واپس چلا گیا۔



دنیاوی مصیبت

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا کیا کہا' ان لوگوں نے کہا' ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے بخش دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کی وجہ سے ہمیں جنت میں داخل کر کے ہمیں جنت میں

مقامات دکھائے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کہنے والوں کا چہرہ غمگین تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میں تمہیں غمگین پاتا ہوں' حالانکہ تم جنت میں داخل ہو چکے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے ہو۔ انہوں نے ایک زور کی سانس لی اور کہا' اے ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ! قیامت تک ہم اسی طرح غمگین رہیں گے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں؟ انہوں نے کہا' جب ہم جنت میں داخل ہوئے تو ہمیں مقامات علیین دکھائے گئے۔ ویسے ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' اتنے میں ایک منادی نے آواز دی کہ اسے یہاں سے لوٹا کر لے جاؤ یہ جگہ اس کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستے میں جاری کرتے ہیں۔ یعنی جب ان پر دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ پھر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر تم بھی اس راستے پر چلتے تو تمہیں بھی یہ رتبہ حاصل ہوتا۔



غلامان اسلام

امام محمد بن مسلم (متوفی ۱۲۴ھ) جو عام طور پر "ابن شہاب" اور "امام زہری" کے لقب سے مشہور ہیں۔ دور تابعین کے انتہائی جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدث ہیں اور امام مالک اور امام قتادہ جیسے آئمہ فقہ و حدیث کے استاد ہیں یہ اپنی علمی جلالت کے ساتھ ساتھ حق گوئی میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عبدالملک خود بھی بہت زیادہ صاحب علم تھا۔ لیکن نہایت ہی متعصب عرب تھا اور عجمی غلاموں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا۔ دربار میں عبدالملک اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا۔ وہ درج ذیل ہے۔

عبدالملک : کیوں امام زہری! کہئے اس وقت آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

امام زہری: مکہ مکرمہ سے۔
عبدالملک: آج کل اہل مکہ کا پیشوا کون ہے؟
امام زہری: عطاء بن رباح محدث
عبدالملک: یہ عربی ہیں یا عجمی؟
امام زہری: یہ ایک عجمی غلام ہیں جنہیں کسی عرب نے خرید کر آزاد کر دیا ہے۔
عبدالملک: تو پھر مکہ کے اشراف عرب نے انہیں اپنا سردار کیسے بنا لیا؟
امام زہری: اس لئے کہ وہ دینداری اور روایت حدیث میں تمام اہل مکہ سے بڑھ کر ہیں۔
عبدالملک: بجا ہے۔ واقعی اہل دیانت و روایت اسی قابل ہیں کہ انہیں سردار بنایا جائے۔ اچھا! یمن کا مذہبی پیشوا کون ہے؟
امام زہری: طاؤس بن کیسان محدث!
عبدالملک: یہ کون ہیں؟ عرب ہیں یا عجمی غلام؟
امام زہری: یہ بھی عجمی غلام ہیں۔
عبدالملک: ان کی سرداری کا راز کیا ہے؟
امام زہری: وہی دینداری اور روایت حدیث کا کمال جس نے عطا بن رباح کو مکہ مکرمہ کا سردار بنا دیا۔
عبدالملک: واقعی ایسے لوگوں کو قوم کا سردار ہی ہونا چاہئے۔ اچھا مصر کا حال کہئے وہاں کس کے سر' سرداری کا سہرا ہے؟
امام زہری: یزید بن حبیب محدث
عبدالملک: یہ عربی النسل ہیں یا عجمی غلام؟
امام زہری: یہ بھی عجمی غلام ہیں۔
عبدالملک: ان کو مصریوں نے کس بناء پر اپنا سردار بنا لیا۔
امام زہری: جس بنا پر اہل مکہ نے عطاء بن رباح کو اور اہل یمن نے طاؤس کو اپنا امام بنا لیا۔
عبدالملک: اچھا اہل شام کا امام قوم کون ہے؟

امام زہری: مکحول محدث!
عبدالملک: یہ کون ہیں؟
امام زہری: یہ ایک عجمی ہیں جن کو قبلہ ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کر دیا تھا۔
عبدالملک: اچھا اہل جزیرہ کا مقتدیٰ کون ہے؟
امام زہری: میمون بن مہران محدث
عبدالملک: ان کا حال بتایئے؟
امام زہری: جی! یہ بھی غلام ہی ہیں۔
عبدالملک: ارے امام زہری! یہ تو بتاؤ کہ اس وقت حرم محترم مدینہ منورہ کی سرداری کا تاج کس کے سر پر ہے؟ غالباً" یہاں کا پیشوا تو ضرور کوئی عرب ہی ہو گا۔
امام زہری: جی نہیں۔ مدینہ منورہ کے پیشوا بھی غلام ہی ہیں۔ جن کا نام ضحاک بن مزاحم ہے۔
عبدالملک: اچھا بصرہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہاں کسی عرب کو مذہبی قیادت، اشرف حاصل ہے؟
امام زہری: بصرہ کے پیشوا تو خواجہ حسنؒ بصری ہیں جو غلام خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔
عبدالملک: ہائے افسوس! کوفہ کا حال بتایئے؟ وہ لوگ کس کی امامت کا دم بھرتے ہیں؟
امام زہری: کوفہ میں تو ابراہیم نخعی امامت قوم کے تاجدار ہیں۔
عبدالملک: ان کا حسب نسب بتایئے؟
امام زہری: یہ عرب ہیں!
عبدالملک: امام زہری خدا کی قسم! تم نے میرے دل کے بند دریچوں کو کھول دیا۔ واللہ! مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ مستقبل میں یہی عجمی غلام امام و مقتدیٰ بن کر منبروں پر خطبہ پڑھیں گے اور اشراف عرب منبروں کے نیچے بیٹھے ہوں گے۔ ہائے افسوس! یہ کتنا بڑا انقلاب ہو گا۔
امام زہری: امیرالمومنین! اس میں تعجب یا افسوس کی کون سی بات ہے؟ تعلیم اسلام

خدا کا دین ہے۔ جو علم دین حاصل کر کے اسلام کی خدمت و حفاظت کرے گا وہ یقیناً بلند مرتبہ ہو کر سرداری کا تاج پہنچے گا اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ بلاشبہ ذلت و پستی کے عمیق غار میں گر کر ذلیل و خوار ہو جائے گا۔



علم و ہنر

ایک مولوی صاحب برسات کے موسم میں اپنے بیوی بچوں کے پاس جا رہے تھے۔ راستہ میں دریا پڑتا تھا۔ کشتی میں سوار ہوئے جب کشتی چھوڑ دی گئی تو مولوی صاحب نے ملاح سے کہا کہ ملاح بھائی تو نے کچھ پڑھا بھی ہے۔ اس نے کہا نہیں مولوی صاحب نے کہا کہ تو نے اپنی عمر برباد کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد کشتی گرداب دریا میں آگئی۔ ملاح نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب کشتی ڈوبتی ہے تم کو تیرنا بھی آتا ہے۔ مولوی صاحب نے انکار کیا۔ ملاح نے کہا مولوی صاحب آپ نے عمر برباد کی۔

غرض جوں توں کر کے کشتی پار ہوئی۔ ملاح نے کہا' مولوی صاحب' ہر ایک آدمی کو خداوند کریم نے ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ اپنے اپنے کام میں ہر شخص ولی اور مولوی ہے۔ پس جس طرح مولوی ملاح نہیں ہو سکتا اسی طرح ملاح مولوی نہیں بن سکتا۔



دوسری گھوڑی

حضرت سید محمد اعظم روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار روپڑ سے دوسرے گاؤں جا رہے تھے کہ ایک اجاڑ جگہ پر رہزنوں کی ٹولی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر

لیا اور گھوڑا لینا چاہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان رہزنوں سے کمال حلم اور مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ یہ گھوڑی جس پر میں سوار ہوں' دبلی اور بہت کم قیمت کی ہے۔ دوسری گھوڑی جو میرے مکان پر موجود ہے' نہایت تندرست اور بہتر ہے' اگر تم لوگ اس وقت ٹھہرو تو میں وہ گھوڑی لا کر تم کو دوں۔ رہزنوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات مان لی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے واپس گھر آئے اور دوسری تندرست اور توانا گھوڑی کو لے کر واپس پہنچے اور رہزنوں کے حوالے کر دی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

دوسرے روز وہ تمام رہزن اپنے بال بچوں سمیت حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حاضر ہوئے اور گھوڑی واپس کر کے اپنے گناہوں کے لئے معذرت کی اور ایک اور گھوڑی بطور نذرانہ پیش کی۔



قرض معاف کرنا

ایک دن کا ذکر ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک دوست حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوفہ کے بازار میں جا رہے تھے۔ اتنے میں کیا ہوا کہ دور سے ایک آدمی نظر آیا جو اسی طرف آ رہا تھا جس طرف حضرت امام صاحب اور آپ کے دوست تھے۔ جب تک اس آدمی نے ان دونوں کو نہ دیکھا تھا اپنے دھیان میں چلتا رہا لیکن جیسے ہی امام صاحب پر نظر پڑی' جلدی سے ایک گلی میں مڑنے لگا۔

اتفاق سے امام صاحب نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اسے گلی کی طرف رخ کرتے ہوئے محسوس کیا تو اونچی آواز میں بولے کہ تم جس راستے پر آ رہے تھے اسی پر چلے آؤ تم نے دوسرا راستہ کیوں اختیار کیا۔

امام صاحب کی یہ بات سن کر وہ آدمی کھڑا ہو گیا قریب جا کر آپ نے پھر یہی کہا: "کیوں بھائی تم نے اپنی راہ کیوں بدلی؟" وہ شرمندہ سا ہو رہا تھا۔ یہ سوال سن کر بولا:

" قبلہ بات یہ ہے کہ کچھ دن پہلے میں نے آپ سے دس ہزار درہم قرض لیے تھے میں نے حد سے زیادہ کوشش کی لیکن ابھی تک اس قابل نہیں ہوا کہ آپ کی یہ رقم ادا کر سکتا۔ اب آپ کو دیکھا تو دل میں شرمندہ ہوا۔ سوچا آپ نے اپنا قرض مانگ لیا تو کیا جواب دوں گا۔ بس اسی وجہ سے منہ چھپا کر نکل جانا چاہتا تھا۔"

یہ بات سن کر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نرمی سے فرمایا۔

سبحان اللہ! بس اتنی سی بات کے لئے تم نے مجھے دیکھ کر راستہ بدل دیا اور مجھ سے چھپنے کی کوشش کی' جاؤ میں نے یہ رقم تمہیں معاف کر دی۔

آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بات سن کر اس غریب آدمی کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ اتنی رقم کے قرض کا بھاری بوجھ اس کے سر سے اتر گیا اس نے سچے دل سے امام صاحب کو دعائیں دی ہوں گی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب وہ چلنے لگا تو اس پر احسان جتانے کی جگہ حضرت امام نے فرمایا۔

بھائی مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں شرمندگی' خوف یا جو کیفیت پیدا ہوئی تھی خدا کے لئے اس کو معاف کر دو۔

آپ نے دیکھا اسے کہتے ہیں سچی شرافت اور نیکی' عام انسانوں کی حالت تو یہ ہے کہ اگر کسی کے سر قرض کا ایک روپیہ بھی ہوتا ہے تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ غلاموں کی طرح ان کے آگے سر جھکائے اور جس طرح بھی ہو سکے ان کا قرض ادا کر دے۔ بلکہ بہت سے ظالم تو اصل رقم کے ساتھ سود بھی وصول کرتے ہیں اور ان کے دل میں ذرا خیال نہیں آتا کہ اس برے سلوک سے غریب قرضدار کو کتنی تکلیف ہو گی لیکن ہمارے ان عزت دار بزرگ نے نہ صرف دس ہزار درہم کی بڑی رقم معاف کر دی بلکہ اس بات کے لئے الٹی معافی چاہی کہ انہیں دیکھ کر وہ غریب آدمی شرمندہ ہوا ہو گا۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے انہی بزرگوں کے راستے پر چلیں۔



مچھر کا خون

تابعی محدث یزید بن حبیب ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو مصر کا گورنر ابن سہیل ان کی عیادت کے لئے آیا۔ درمیان گفتگو میں گورنر نے یہ مسئلہ پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگ گیا ہو وہ کپڑا پہن کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام ممدوح گورنر کا یہ سوال سن کر غصہ میں بھر گئے اور انتہائی غضب میں ہو کر حقارت کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب گورنر چلنے لگا تو اس کی طرف قہر بھری نگاہوں سے دیکھ کر فرمایا کہ تو روزانہ خدا کے بندوں کا خون ناحق بہاتا رہتا ہے اور آج مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے۔



بارش ہو گئی

حضرت میاں گھوڑا شاہ رحمۃ اللہ علیہ سالک مجذوب تھے۔ حالت جذب میں مثل گھوڑے کودتے پھاندتے' اگر راستے میں کنواں یا نالہ آجاتا تو پھاند کر پار ہو جاتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک بار ٹونک کی طرف جانکلے اور اندر گڑھ پہنچ کر راجہ کے محل میں مقیم ہوئے۔ ان دنوں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تمام مالوہ پریشان تھا۔

ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھوڑے کو پانی پلانے چلے' لوگوں نے عرض کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تکلیف نہ کریں' نوکر پانی پلا لائیں گے۔ تالاب خشک پڑا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کی نہ سنی گھوڑا لئے ہوئے تالاب کے بیچ میں جا پہنچے اور باگ تھام کر بیٹھ گئے۔ تمام شہر میں شہرت ہو گئی کہ ایک فقیر اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے تالاب میں بیٹھا ہے' لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو واپس لانے کی کوشش کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تالاب سے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن ایک بادل آیا اور ایسا پانی برسا کہ تالاب بھر گیا۔ گھوڑا تیر کر کنارہ پر آیا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ تالاب کے بیچ غوطہ

کھانے لگے۔ راجہ اپنے مصاحبین کی مدد سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تالاب سے نکال کر محل میں لے آیا اور عزت سے محل میں ٹھہرایا۔



دونوں تائب ہو گئے

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قبرستان سے تشریف لا رہے تھے کہ ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا تو آپ نے اس کو دیکھ کر لاحول پڑھی اور اس نوجوان نے بربط کو اتنے زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ سر پھٹ گیا' اور بربط ٹوٹ گیا لیکن آپ نے گھر واپس آکر اس نوجوان کی ہمدردی کے پیش نظر بربط کی قیمت اور کچھ حلوہ وغیرہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ وغیرہ خوب کھاؤ تاکہ شکستہ بربط کا غم دور ہو جائے۔ اس کے بعد اس نوجوان نے حاضر ہو کر معذرت طلب کی اور ہمیشہ کے لئے وہ اور اس کا ایک ساتھی دونوں تائب ہو گئے۔



نیک مزاجی

قاضی یحیٰی ایک دفعہ خلیفہ مامون رشید کے ہاں بطور مہمان مقیم تھا اور خلیفہ اور قاضی دونوں ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد قاضی صاحب کی آنکھ کھل گئی اور پیاس لگی۔ چاہتے تھے کہ اٹھ کر پانی پئیں۔ خلیفہ مامون یہ دیکھ کر خود پلنگ پر سے اٹھا۔ دوسرے کمرے میں گیا اور پانی کی صراحی اٹھا کر لے آیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ خدام کو ارشاد کیا ہوتا۔ خلیفہ نے کہا۔ سب سو رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں خود پانی پی آتا۔ آپ

نے کیوں تکلیف کی۔ مامون نے کہا۔ مہمان کو تکلیف دینی کس نے بتلائی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے سیدالقوم خادمھم قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کی موجودگی میں خلیفہ مامون نے ایک دفعہ ایک غلام کو آواز دی مگر کوئی نہ بولا۔ پھر پکارا تو ایک ترکی غلام حاضر ہوا اور آتے ہی بڑبڑانے لگا کہ کیا غلام کھاتے پیتے نہیں جب ذرا کسی ضرورت کے لئے باہر گئے تو آپ غلام غلام چلانے لگتے ہیں۔ آخر یا غلام کی کوئی حد بھی ہے۔ یہ سن کر مامون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد قاضی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا نیک مزاجی میں یہ بڑی آفت ہے کہ نوکر اور غلام شریر اور بدخو ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے نیک خو کرنے کے لئے بدمزاج بن جاؤں۔



پیسے ختم ہو گئے

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ جہاں گشت کا واقعہ ہے کہ ایک عرب لکھنؤ جا رہا تھا کہ اس کے پاس راستے کے اخراجات ختم ہو گئے۔ وہ بہت پریشان ہوا کہ پردیس میں کس کی مدد طلب کرے۔ اس کو مخدوم جہانیاں کے متعلق لوگوں سے پتہ چلا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تکلیف عرض کی۔ آپ نے فوراً اس عربی کے لئے ایک مصری کا طشت منگوایا اور اس کو تحفہ پیش کیا۔ اپنا لباس اور ٹوپی اس کو دیدی اور زاد راہ کے لئے بھی کچھ عنایت کر کے رخصت کیا۔



بادشاہوں کا کھلونا

خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ

میری تمنا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی کا تعمیر کیا ہوا کعبہ شریف منہدم کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر کے بنائے ہوئے کعبہ کے مطابق تعمیر کرا دوں جس کی حضور اقدس ﷺ نے خواہش فرمائی تھی۔ یہ سن کر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جرات و جلال کے ساتھ فرمایا کہ اے امیر المومنین! میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ خبردار آپ ہرگز ہرگز کعبہ مکرمہ کو کھلونا نہ بنائیں گے۔ اگر یہ دستور نکل پڑا تو آنے والا بادشاہ کعبہ کو توڑتا اور بناتا رہے گا۔ اس طرح کعبہ معظمہ کی ہیبت و عظمت لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے گی۔ امام ممدوح کا یہ جواب سن کر ہارون الرشید کا حوصلہ پست ہو گیا اور اس نے تعمیر کعبہ کا خیال چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد سے آج تک کسی بادشاہ کی یہ ہمت و جرات نہیں ہوئی کہ کعبہ مقدسہ کو منہدم کر کے اس کی تعمیر کرتا۔



اللہ کی عنایات

حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور شیخ نظام الدین بلخی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ حج کیا۔ ایک مرتبہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ اپنے چند مریدوں کے ساتھ۔ تیسری مرتبہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو راستہ بھٹک گئے۔ ایسی جگہ جہاں پانی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو پیاس کی شدت ستانے لگی' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی' ایک تیتر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سے گذرا' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس کیا کہ قرب و جوار میں پانی ضرور ہے۔ چند قدم چلے تھے کہ پانی کا چشمہ ملا' سب نے غسل کیا۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ پیر زہدی رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور کہنے لگا کہ آج حج کا دن ہے۔ کتنا مبارک ہے۔ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں خانہ کعبہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گا اور ایک ہم ہیں کہ اس دولت سے

محروم ہیں۔ حضرت ؒ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ حاجیوں کے ساتھ شریک ہو جائے تو آنکھیں بند کر لے۔ اس شخص نے آپ ؒ کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے پاؤں حضرت ؒ کے پیروں پر رکھے۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو حضرت ؒ کے ہمراہ میدان عرفات میں پایا۔ مناسک حج ادا کئے اور اسی طرح حضرت ؒ کے ہمراہ واپس چلا آیا۔ وہ شخص حضرت ؒ سے بہت خوش ہوا اور اس نے حضرت ؒ کی ان بے پناہ مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت ؒ نے فرمایا۔ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ اور لوگ حج کا ثواب کما رہے ہیں اور ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن حقیقت میں خداوند تعالیٰ نے ہم پر اپنی مہربانیوں اور عنایات کی اتنی بارش کی ہے کہ جب ہم آنکھ بند کر لیتے ہیں در کعبہ ہمارے سامنے ہوتا ہے اور جب ہم آنکھیں کھولتے ہیں تو لوگوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن ہم نہیں چاہتے تھے کہ خدا کی یہ عنایت سب پر آشکار ہو' جب تمہیں بے قرار دیکھا تو دل بے قرار ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

برف و باراں

اسمٰعیل سامانی بادشاہ کے خصائل حمیدہ میں سے ایک عادت یہ تھی کہ ایام برف و باراں میں باہر بیٹھتا اور میدان میں کھڑا رہتا۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہوتی تو اس کی حاجت روائی کرتا اور اگر کوئی مظلوم ہوتا تو اس کی داد رسی کرتا اور ضعیفوں کو صدقہ دیتا اور ان کی فارغ البالی کے لئے پوری کوشش کرتا اور بوقت مراجعت دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتا اور کہتا الحمد اللہ کہ آج کا دن میرا بقدر وسعت و طاقت خدمت خلق میں صرف ہوا۔ لوگوں نے کہا اے امیر! برف و باراں کے دن امراء گھروں سے باہر بھی نہیں نکلتے۔ ایسے تکلیف وہ ایام میں امیر گھر میں نہیں بیٹھتا اور رنج و تکلیف اٹھاتا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے؟ فرمایا کہ ایسے ایام میں غربا اور بیکس تنگ دل تر ہوتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں ایک بھی توفیق خدمت گزاری کی مجھے حاصل ہو جائے تو اس کی دعا اجابت سے نزدیک تر ہوتی ہے۔

☆ ☆ ☆

خلیفہ سلیمان رو پڑا

خلیفہ دمشق سلیمان بن عبدالملک اموی بڑے کروفر کا بادشاہ تھا۔ اس نے ایک مرتبہ مشہور محدث امام طاؤس کو دربار میں بلایا تو امام ممدوح نے فرمایا کہ امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ عذاب کس کو ہو گا؟ خلیفہ نے کہا۔ آپ ہی ارشاد فرمایئے۔ تو آپ نے یہ حدیث پڑھ کر سنائی۔
جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سلطنت میں بادشاہی عطا فرمائی۔ پھر اس نے ظلم کیا تو اس شخص کو قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا۔ یہ سن کر خلیفہ لرز گیا اور چیخ مار کر رونے لگا۔ یہاں تک کہ روتے روتے تخت پر چت لیٹ گیا۔ اس کے تمام ہم نشیں اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔



مرید کا حق

ایک مرید اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ شیخ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ چند روز بعد وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا تو شیخ نے حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ وہ مرید فوراً کسی طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا۔ اس شہر کا حاکم بھی اسی بزرگ کا مرید تھا۔ اس پر اس مرید مسافر کا حال منکشف ہوا۔ اس شخص کو بلا کر حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہاں جا رہا ہوں۔ حاکم نے کہا تم کو میرے ہی پاس بھیجا گیا ہے۔ چند روز میرے پاس ٹھہرو۔ چند روز کے بعد اس شہر کے حاکم نے ایک ہزار روپیہ دے کر اسے رخصت کیا۔ اثنائے راہ میں وہ شخص ایک شہر میں پہنچا تو وہاں ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی' دل و جاں سے فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ ایک ہزار پر ملاقات طے ہوئی۔ جب خلوت میں جا کر ارادہ فاسد کیا تو غیب سے زوردار طمانچہ منہ پر لگا۔ تین بار یہی معاملہ گزرا۔ عورت نے

پوچھا تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو اور یہ معاملہ کیا ہے؟ اس شخص نے ساری سرگزشت بیان کی۔ وہ بولی معلوم ہوتا ہے تمہارا شیخ مرد کامل ہے۔ اس خیال باطل کو چھوڑ دو۔ آؤ ہم دونوں ان کی خدمت میں چلیں۔ یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو۔ دونوں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے افعال بد سے توبہ کی شیخ نے اس عورت کا نکاح اسی مرید سے کر دیا اور وہ ہزار روپے بھی ان کو عطا فرمائے۔ چند روز بعد اس مرید نے پھر اپنے مرشد سے وہی پرانا سوال کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے بے چون و چرا ادا کیا اور مرید کا حق وہ تھا جو فلاں شہر میں تجھ پر اس عورت کے ساتھ گزرا تھا۔



تسلیم و رضا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جب جنگل میں پہنچا تو مجھے شدت کی پیاس لگی' میں قبیلہ مخزوم میں چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک چھوٹی سی خوب صورت حسین و جمیل لڑکی دیکھی۔ وہ گنگنا کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں ان کے اس فعل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ ابھی بچی تھی۔ میں نے اس لڑکی سے کہا' اے لڑکی! کیا تجھے ایسے اشعار پڑھتے شرم نہیں آتی۔ اس نے کہا چپ رہ اے ذوالنون! میں نے رات شراب محبت خوشی کے ساتھ نوش کی ہے اور صبح کے وقت مولا کی محبت میں مخمور اٹھی ہوں۔ میں نے کہا' اے لڑکی! میں تجھے عقل مند پاتا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت کر۔ لڑکی نے کہا' اے ذوالنون! سکوت کو لازم پکڑو اور دنیا سے تھوڑی روزی پر راضی رہو تو تم جنت میں اس حی قیوم کی زیارت کرو گے جو کبھی نہیں مرتا ہے۔ میں نے کہا تیرے پاس کچھ پانی ہے۔ لڑکی نے کہا میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔ میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے پانی کا کنواں یا چشمہ بتائے گی' میں نے کہا' بتاؤ۔ لڑکی نے کہا' لوگ قیامت کے دن چار فریق ہو کر پانی پئیں گے' ایک فرقے کو فرشتے پلائیں گے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ شراب سفید ہو گی اور اپنے پینے والوں کو لذت بخشے گی اور ایک فرقے کو داروغہ جنت پانی پلائیں گے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں' اس شراب میں تسنیم کا پانی ملایا جائے گا اور ایک فرقے کو حق جل جلالہ پلائیں گے۔ پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پر اپنے مولا کے سوا ظاہر نہ کرو تاکہ آخرت میں حق تعالیٰ تمہیں اپنے ہاتھ سے پلائیں۔



اصل وجہ

حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شہر لاہور سے باہر ایک ویران مکان میں پندرہ دن تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا۔ اس قدر تنہائی میں عبادت کرنے کے باوجود بھی میرے قلب کو کوئی اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اس پر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اس مکان کی بجائے کسی دوسری جگہ پر جا کر ذکر فکر کروں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے میں اس ویران مکان سے باہر نکلا۔ نزدیک ہی ایک کنواں تھا۔ جس کے نزدیک ایک سقہ رہتا تھا اسے اس بات کا علم تھا کہ میں نے پندرہ روز اس ویران مکان میں گزارے ہیں۔

وہ سقہ میرے پاس آیا اور مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ آپ نے کس وجہ سے اس مکان کو چھوڑ دیا۔ میں نے کہا' میں نے اس مکان کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس میں قیام کے دوران میرے دل کو اطمینان حاصل نہیں ہو سکا۔

میری بات سن کر اس سقہ نے کہا کہ آپ کے اس مکان میں قیام فرمانے سے ایک دن تک قبل ایک برات کہیں باہر سے لاہور شہر کی طرف آ رہی تھی کہ ان کو اس جگہ پر رات ہو گئی اور تمام براتی ساری رات اس مکان میں قیام پذیر رہے اور وہ ساری رات کھیل تماشہ میں مشغول رہے۔

سقہ کی بات سن کر میں بخوبی سمجھ گیا کہ ان لوگوں کے کھیل تماشہ اور لہو و لعب میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اس مکان کی نحوست کے آثار پیدا ہو گئے ہیں جس

کی وجہ سے مجھے قلبی سکون حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے عبادت کے لئے ایک اور جگہ ڈھونڈھ لی اور وہاں جا کر اوراد و وظائف میں مشغول ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

صاحب کمال

حضرت شیخ ابو سعید چشتی صابری گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بندگی جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے۔ کچھ عرصہ تک خود کو دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھا' جب عشق کا غلبہ ہوا تو اپنے نانا شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ طلب حق میں آیا ہوں' مگر قوت ریاضت و مجاہدہ نہیں رکھتا۔ چاہتا ہوں کہ نظر کیمیا کے اثر سے مجھے خدا تک پہنچا دیجئے۔" حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عصا ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں طالب خدا کو تین ضرب میں خدا رسیدہ کرتا ہوں' یہ کہہ کر اس شخص کے سر پر عصا مارا اور اس پر عالم ملکوت منکشف ہوا۔ دوسری مرتبہ عصا مارا اس پر عالم جبروت کھل گیا۔ تیسری مرتبہ عصا مارا عالم شہود سے بہرہ مند ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تین روز مست اور بے خود رہا۔ جب ہوش آیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو کر صاحب کمال ہوا۔

روایت ہے کہ ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کرامت کے متعلق شیخ محمد صادق نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی بصیرت دی ہے اس کا شکر ادا کرو اور اسی کی عبادت میں مشغول رہو۔

☆ ☆ ☆

موت کے اسباب

ایک سوداگر نے اپنے دوست سے جو ایک جہاز کا ناخدا تھا پوچھا' تمہارے والد بزرگوار نے کیونکر وفات پائی۔ ناخدا نے کہا' آپ میرے والد کی نسبت خاص کر کیا پوچھتے ہیں۔ میرے آباء و اجداد سب ڈوب کر مرتے آئے ہیں اس واسطے کہ صد ہاپشت سے جہاز رانی کا پیشہ ہمارے خاندان میں ہے۔ سوداگر نے کہا' کیا تم کو ڈر نہیں تھا کہ تم بھی باپ دادا کی طرح ڈوب کر ہی مرو گے۔ ناخدا نے کہا' بے شک ڈوبنے کا خوف تو ہے لیکن موت سے گریز کہاں ہو سکتا ہے۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے آباؤ اجداد کیونکر مرے۔ سوداگر نے کہا گھر میں مرے اور کہاں مرے۔ ناخدا نے کہا آپ نہیں ڈرتے کہ اسی گھر میں آپ کو بھی مرنا ہو گا۔ آدمی خشکی میں رہے یا دریا میں موت سے کسی جگہ نجات نہیں۔



عالمانہ فراست

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں جامع مسجد میں تھے کہ ناگہاں ایک اجنبی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری فراست یہ کہتی ہے کہ یہ شخص "لوہار" ہے۔ میری فراست یہ کہتی ہے کہ یہ شخص "بڑھئی" ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

یہ شخص جب نماز سے فارغ ہو گیا تو لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا پیشہ کیا ہے تو اس نے بتایا کہ سال گذشتہ تک تو میں بڑھئی کا کام کرتا رہا۔ مگر امسال سے میں نے لوہاری کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔



اللہ بڑا رحیم ہے

روایت ہے کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں بڑی عابدہ تھی اور وہ ان کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔ ایک شہزادے نے اس سے منگنی کی درخواست کی۔ اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا' پھر اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے واسطے ایک عابد و زاہد نیک آدمی تلاش کر' جو فقیر ہو۔ لونڈی عابد اور زاہد آدمی کی تلاش میں نکلی اور ایک عابد زاہد کو شہزادی کی خدمت میں لے آئی۔ شہزادی نے اس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمہارے ساتھ قاضی کے پاس چلوں۔ فقیر نے اس بات میں رضامندی کا اظہار کیا اور یہ دونوں قاضی کے پاس پہنچے اور نکاح ہو گیا۔ شہزادی نے فقیر سے کہا' مجھے اپنے گھر لے چلو' فقیر نے کہا' واللہ اس کمبل کے سوا کوئی چیز میری ملک نہیں ہے۔ اس کو رات کے وقت اوڑھتا ہوں اور یہی دن میں پہنتا ہوں۔ اس نے کہا میں تیری اس حالت پر راضی ہوں۔ چنانچہ فقیر شہزادی کو اپنے گھر لے گیا۔ وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا لے آتا تھا جس سے افطار ہو جائے۔ شہزادی دن کو روزہ رکھتی تھی اور شام کو افطار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھی اور کہتی تھی اب میں عبادت کے واسطے فارغ ہوئی۔ ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی' جو شہزادی کے واسطے لے جاتے۔ اس سے انہیں شاق گزرا اور وہ بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے میری بی بی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں ان کے لئے کچھ لے آؤں گا۔ یہ سوچ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر دعا مانگی' اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے واسطے کچھ نہیں طلب کرتا۔ صرف اپنی نیک بی بی کی رضامندی کے لئے مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما۔ تو ہی سب سے اچھا رازق ہے۔ اسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔ فقیر موتی لے کر اپنی بی بی کے پاس گئے' جب انہوں نے اسے دیکھا تو ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لائے ہو۔ ایسا قیمتی موتی تو میں نے اپنے باپ کے پاس بھی نہیں دیکھا۔ درویش نے کہا' آج میں نے رزق کے واسطے محنت کی لیکن کہیں نہ ملا تو میں نے سوچا میری نیک بی بی افطار کے لئے گھر میں میرا انتظار

کر رہی ہوں گی۔ میں خالی ہاتھ کیسے جاؤں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو حق تعالیٰ نے یہ موتی عنایت فرمایا اور آسمان سے نازل فرمایا۔ شہزادی نے کہا اسی جگہ جاؤ' جہاں تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور اس سے گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرو۔ اور کہو' اے اللہ! اے میرے مالک! اے میرے مولا! اگر یہ موتی تو نے ہمیں دنیا میں روزی کے طور پر عطا فرمایا ہے تو اس میں ہمیں برکت دے۔ اور اگر ہماری آخرت کے ذخیرے میں سے عطا فرمایا ہے تو اسے واپس لے لے۔ درویش نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے موتی واپس لے لیا۔ فقیر نے واپس آ کر اس کے واپس لینے کی حقیقت سے شہزادی کو آگاہ کر دیا تو شہزادی نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور کہا' اے اللہ! تو بڑا رحیم اور کریم ہے۔



پانی کیسے گرم ہوا؟

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو اس کے بیٹے کے ساتھ جیل بھیج دیا۔ اس شخص کی عادت تھی کہ گرم پانی سے ہی وضو کرتا تھا۔ داروغہ جیل نے قید خانہ میں آگ لے جانے کی ممانعت کی تو لڑکے نے رات کو قندیل میں پانی رکھ کر اپنے والد کے لئے پانی گرم کیا۔ جب صبح ہوئی تو اس شخص کو ذرا گرم پانی ملا۔ اس نے بیٹے سے پوچھا' یہ پانی کہاں سے آیا ہے؟ اس کے بیٹے نے جواب دیا کہ اس قندیل پر گرم کیا ہے۔ جب یہ خبر داروغہ جیل کو پہنچی تو اس نے قندیل کو اونچا کر کے لٹکا دیا۔ تب لڑکے نے یہ کیا کہ رات بھر پانی کے برتن کو اپنے سینے سے لگائے دل پر رکھے رہا۔ کسی قدر اس میں گرمی آ گئی اس کے باپ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ اس نے اصل صورتحال بیان کر دی۔ تب باپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! اس کو جہنم کی گرمی نہ چکھائیو۔



خچر مل گیا

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ ایک تاجر نے ان سے بیان کیا کہ میں مسافر تھا۔ ایک خچر پر تجارت کا سامان لاد کر مصر میں داخل ہوا اور کاروباری لوگوں سے ملا۔ لیکن جب خچر کو تلاش کیا تو وہ کہیں گم ہو گیا تھا۔ میں نے لوگوں سے اپنے خچر کے سلسلے میں دریافت کیا۔ لیکن کسی نے اس کے متعلق صحیح اطلاع نہ دی۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ۔ شاید تمہارے لئے دعا کریں۔ میں شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا۔ ان کی خدمت میں جا پہنچا اور سلام کر کے سارا واقعہ سنایا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میری بات پر کوئی توجہ نہیں کی۔ بلکہ مجھ سے کہا ہمارے پاس دو مہمان آئے ہیں ان کے واسطے آٹا' گوشت اور چند چیزیں لے آؤ۔ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے اٹھا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ اب میں دوبارہ ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ یہ فقیر لوگ اپنی ہی ضرورتوں کو جانتے ہیں۔ دوسروں کی مصیبتوں کا انہیں احساس نہیں۔ یہ سوچتا ہوا میں جا رہا تھا کہ راستے میں مجھے میرا ایک قرض دار مل گیا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ جب تک تم قرض ادا نہیں کرو گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے مجھے ساٹھ درہم دیئے۔ جب ساٹھ درہم مجھے مل گئے تو میں نے دل میں سوچا' مجھے آج شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش کرنی چاہئے۔ اگر میرا مال مل گیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے ساتھ ساتھ یہ ساٹھ درہم بھی اللہ کی راہ میں چلے جائیں گے۔ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حسب فرمائش تمام چیزیں خرید کر ان کی خدمت میں پہنچا۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر پہنچا تو دیکھا کہ میرا خچر کھڑا ہے اور اس پر تمام مال لدا ہوا ہے۔ میں نے خانقاہ کے اندر داخل ہوا اور تمام چیزیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک چیز دیکھ کر کہا' یہ شیرینی کیوں لائے ہو۔ میں نے تو نہیں کہا تھا۔ میں نے عرض کیا' یا شیخ! کچھ درہم بچ گئے تھے۔ سوچا کہ شیرینی بھی لیتا چلوں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' تم تیسار یہ جا کر اپنا مال فروخت کرو۔ مال فروخت کرتے ہوئے جلدی نہ کرنا۔ جتنا مال بیچو دام نقد لینا۔ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے

ارشاد کے مطابق تیسار یہ پہنچا' میرا تمام مال ہاتھوں ہاتھ گراں قدر قیمت پر بک گیا اور میں خوش خوش خشکی کے راستے وطن پہنچا۔



جنتی حور

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال قصد کیا کہ تجرید کے ساتھ بیت الحرام کا حج اور حضور رسول اللہ ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کروں۔ دوران سفر مجھے راستے میں ایک عراقی ملا' وہ بھی اسی جذبے کے تحت سفر کر رہا تھا۔ جب سب رفیق چلتے تھے تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا اور جب منزل پر اترتے تھے تو وہ نماز پڑھتا تھا اور باوجود اس کے دن کو روزہ رکھتا تھا' اور تہجد پڑھا کرتا تھا۔ اسی حالت سے وہ مکہ مکرمہ تک پہنچا' اس کے بعد اس جوان نے مجھ سے جدا ہونا چاہا اور مجھے خدا حافظ کہا' میں نے کہا اے بیٹے! کس چیز نے تجھے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہے' نوجوان عراقی نے کہا' اے ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ! مجھے ملامت نہ کرو۔ میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا ہے' وہ ایک ایک چاندی کی اور ایک ایک سونے کی اینٹ سے بنا ہے۔ اسی طرح اس کے بالاخانہ اور درمیان بالاخانوں کے ایک ایک ایسی حور تھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال اور رونق والی صورتیں کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ وہ زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں۔ ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت روشن ہو گئی اور کہا' اے جوان! اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور کوشش کر تاکہ میں تیری ہو جاؤں اور تو میرا ہو جائے۔ پھر میں بیدار ہوا۔ یہ میرا قصہ ہے اور یہ حال ہے۔ مجھے اے سلیمان! اس لئے ضرورت ہے کہ میں کوشش کروں اور زیادہ کوشش کروں۔ کوشش کرنے والا ہی کچھ حاصل کرتا ہے۔ یہ جو کچھ مجاہدہ میں نے دیکھا وہ ایک کی منگنی کی غرض سے تھا۔ میں نے اس سے دعا کی درخواست کی۔ اس نے میرے واسطے دعا کی اور مجھ سے دوستی کی اور رخصت ہو کر چلا گیا۔ حضرت

ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا اے نفس بیدار ہو جا اور یہ اشارہ سن لے جو ایک بشارت ہے، جب ایک عورت کی طلب میں اتنی کوشش اور مجاہدہ ہے، تو اس شخص کو جو حور کے رب کا طالب ہے، کس قدر مجاہدہ اور کوشش کرنی چاہیے۔



دیوار کا سایہ

ایک شخص حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقروض تھا۔ جس محلہ میں وہ رہتا تھا وہاں آپ کا ایک شاگرد فوت ہو گیا۔ آپ اس کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔ تمازت آفتاب زوروں پر تھی اور وہاں کوئی سایہ نہ تھا۔ صرف اسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی جو آپ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ایک ساعت اس دیوار کے سایہ میں آرام فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اس صاحب دیوار پر میرا کچھ قرض ہے اس لئے میرے لئے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں۔ اگر میں اس سے کچھ منفعت حاصل کروں تو وہ ربوا یعنی سود میں شمار ہو گا۔



اٹھارہ شیطان

محمد بن حسن نہایت صاحب جمال تھے۔ جب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اس کو دیکھا تو پھر اس کے بعد کبھی نہ دیکھا۔ جب اس کو درس دیتے تو دیوار کے پیچھے بیٹھاتے کہ کہیں اس پر نظر نہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے لیکن بے ریش لونڈے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں۔ جو اسے لوگوں میں آرائش دیتے رہتے ہیں۔



حیا جاتی رہی

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا اور اس مدت میں میں نے خیال رکھا کہ آپ کبھی اپنا سر برہنہ ہو کر نہ بیٹھے اور نہ کبھی استراحت کے لئے پاؤں دراز کئے۔ میں نے آپ سے عرض کیا' کہ اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کریں تو کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا خلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ مؤدب رہنا نہایت اچھا ہے۔

ایک دفعہ آپ حمام تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک شخص کو ننگا دیکھا۔ بعض لوگوں نے اس کو فاسق کہا۔ بعض نے کہا ملحد ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسی مرد نے کہا' اے امام آپ کی آنکھوں کی بینائی کب سے جاتی رہی۔ آپ نے فرمایا جس وقت سے تمہاری حیا جاتی رہی۔



ہوش سے چلو

ایک دفعہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے۔ راہ میں ایک لڑکے کو کیچڑ میں چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے ذرا ہوش سے چل کہیں پھسل نہ جائے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اگر میں گروں گا تو تنہا گروں گا۔ لیکن آپ ہوش کریں کہ اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا تو تمام مسلمان بھی پھسل جائیں گے۔ جو آپ کی متابعت کرتے ہیں اور پھر سب کا اٹھنا دشوار ہو گا۔ آپ کو اس لڑکے کی عقلمندی پر تعجب ہوا اور آپ رو پڑے اور اپنے مریدوں سے فرمایا اگر تم کو کسی مسئلہ میں شبہ ہو اور کوئی روشن دلیل موجود نہ ہو۔ تو اس میں میری متابعت نہ کرو اور میری تقلید کی وجہ سے اپنی تحقیق سے باز نہ رہو۔ یہ شان کمال انصاف ہے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف نے بہت سے مسائل میں

باوجود شاگرد ہونے کے اختلاف کیا ہے۔



تقویٰ اور فتویٰ

ایک روز حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بازار جا رہے تھے۔ ایک ناخن بھر مٹی آپ کے جامہ پر آپڑی۔ آپ اسی حالت میں دجلہ کے کنارے پر گئے اور جامہ کو دھو ڈالا۔ لوگوں نے کہا' اے امام آپ نے نجاست کی ایک معین مقدار کو جائز رکھا ہے پھر اس مٹی کو آپ کیوں دھوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' ہاں وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو آدھی روٹی جمع کرنے کی بھی اجازت نہ دی تھی۔ حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے لئے ایک سال کا ذخیرہ رکھا۔



خدا کے واسطے

صالحہ حضرت سفوانہ رحمۃ اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ اس کی اچھی طرح سے تربیت کی۔ جب وہ بڑا ہوا' اور جوان ہوا تو کہا' اے اماں! میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا کہ مجھے خدا کی راہ پر چھوڑ دو اور ہبہ کر دو۔ حضرت سفوانہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا' اے بیٹے! قاعدہ یہ ہے کہ بادشاہوں اور رئیسوں کو ایسا ہی ہدیہ دیا جاتا ہے جو ادب حاصل کیا ہوا ہو اور تقویٰ والا ہو' اور تو اے میرے بیٹے! سیدھا لڑکا ہے' نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اور ہنوز اس کا وقت بھی نہیں آیا۔ وہ چپ ہو رہے اور انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ ایک روز لکڑیاں لانے کے واسطے پہاڑ پر گئے اور ساتھ جانور بھی لے گئے تھے' جس پر لکڑیاں لاد کر لایا کرتے تھے۔ پہاڑ کے درمیان پہنچ کر اس پر سے اترے اور لکڑیاں جمع کر

کے رسی پر اکٹھی کرتے رہے' یہاں تک کہ ایک گٹھا ہو گیا' اسے باندھا اور جانور کو ڈھونڈنے لگے' تاکہ اس پر لاد کر لائیں۔ تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پہنچے' دیکھا کہ ان کے جانور کو شیر پھاڑ کر جا چکا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیر کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا' اے خدائی درندے! قسم ہے مالک کی کہ تجھی پر یہ لکڑیاں لادوں گا' جیسا کہ تو نے میرے جانور پر ظلم کیا ہے۔ یہ کہہ کر اس کی پیٹھ پر لکڑیوں کا بوجھ لادا' اور اسے کھینچتے ہوئے لے گئے۔ اور وہ بلاچوں وچرا راستہ طے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے پوچھا کون ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں تمہارا بیٹا اللہ کی رحمت کا محتاج۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ جب انہوں نے لکڑیوں کا بوجھ شیر کے اوپر لدا دیکھا تو فرمایا :بیٹا! یہ کیا ہے' انہوں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ خوش ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بدد کی اور اسے اپنی خدمت کے لئے پسند فرمایا ہے۔ پھر کہا اب بیٹے تو بادشاہوں کی خدمت کے قابل ہو گیا۔ جاؤ میں نے تمہیں خدا کے واسطے ہبہ کر دیا۔ تو اس کے پاس میری امانت ہے' پھر اپنے لڑکے کے لئے دعا فرمائی۔



باطنی طہارت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ مسجد جانے کے لئے طہارت فرما رہے تھے کہ غیب سے ایک ندا آئی' اے شبلی! تو نے ظاہری طہارت تو کر لی مگر باطنی طہارت کہاں ہے؟ یہ آواز سن کر حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے اور اپنی تمام جائداد اور مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا اور ایک سال تک صرف ایک کپڑے میں رہے جس سے کہ نماز ادا ہو سکے۔

اس کے بعد آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے کہا' اے ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ! جو طہارت تم نے اختیار کی ہے وہ بہت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ باطہارت ہی رکھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر

شبلی رحمۃ اللہ علیہ تاوقت وصال کبھی بھی بغیر طہارت کے نہ رہے۔ جب وصال کا وقت انتہائی نزدیک آیا تو آپ کے طہارت جاتی رہی۔ آپ نے فوراً" ایک مرید کو اشارہ کیا کہ مجھے طہارت کرا دو۔ جب مرید نے آپ کو طہارت کرائی تو ریش مبارک خلال کرنا بھول گیا۔ اس وقت آپ میں کلام فرمانے کی سکت نہ رہی تھی۔ اس لئے مرید کا ہاتھ پکڑ کر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا تو اس نے خلال کیا۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی رات بغیر طہارت کے بسر نہیں کی اور اگر سہواً" کبھی طہارت نہ رہی تو میرے باطن نے مجھے یاد دلا دیا۔



قاضی کو شیراز بھیج دیا

مشہور سیاح ابن بطوطہ کی چشم دید شہادت ہے کہ عراق کے بادشاہ سلطان خدا بندہ نے مذہب میں کچھ فساد کرنا چاہا۔ اور ایسی باتیں اختیار کرنے کی کوشش کی جو تعلیمات اسلامی کے خلاف تھیں اور اس نے شاہی حکم جاری کیا کہ ہماری مملکت کے تمام افراد عراق عرب' عراق عجم' فارس' آذربائیجان' اصفہان' کرمان' خراسان وغیرہ کے لوگ ان امور کی پابندی کریں۔ چنانچہ یہ فرمان شاہی بغداد' شیراز اور اصفہان پہنچا تو یہاں کے مسلمانوں نے اس کی سخت مخالفت کی اور بغداد شریف کی جامع مسجد میں بارہ ہزار مسلمان مسلح ہو کر پہنچے تاکہ اس خلاف شرع حکم کے خلاف جہاد کیا جائے اور انہوں نے سلطان کے قاصد کو واضح الفاظ میں متنبہ کر دیا کہ اگر اس بدعت کے نفاذ کی کوشش کی گئی تو حامیان سلطان کے خلاف جہاد شروع کر دیا جائے گا۔

اصفہان اور شیراز میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ سلطانی قاصد جب تینوں شہروں سے واپس ہو کر دربار شاہی میں پہنچے اور وہاں کی روداد سنائی تو سلطان خدا بندہ قہر و غضب میں آگ بگولا ہو گیا اور فوراً" حکم نافذ کیا کہ بغدا' شیراز اور

اصفہان کے قاضی گرفتار کر کے بارگاہ سلطانی میں حاضر کیے جائیں۔ سب سے پہلے شیراز کے قاضی حضرت مجدد الدین کو پیش کیا گیا۔ سلطان نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ جب کسی مجرم کو پھانسی کا حکم دیتا تھا تو جلاد تنہا مجرم کو ایک میدان میں لے جاتا تھا اور وہاں اس کی بیڑیاں کاٹ دیتا تھا' اسی وقت اس پر شکاری کتے چھوڑ دیئے جاتے تھے اور چشم زدن میں یہ شکاری کتے مجرم کو چیر پھاڑ کر تکہ بوٹی کر ڈالتے تھے۔ عام لوگ اس سزا کا تماشا دیکھتے تھے اور اس سے عبرت حاصل کرتے تھے۔ حضرت مجدد الدین قاضی اپنے وقت کے اولیائے کاملین میں سے تھے۔ جب ان کو میدان میں بیڑیاں کاٹ کر چھوڑا گیا تو آپ نے تیمم کر کے فوراً نماز کی نیت باندھ لی' دوسرے مجرم تو کتوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر جان بچانے کے لئے بھاگتے تھے مگر قاضی صاحب عبادت الٰہی میں اس طرح مشغول ہوئے کہ خبر بھی نہ رہی۔ کتے جب قاضی صاحب پر چھوڑے گئے تو قاضی صاحب کو مطلق گزند نہ پہنچا۔ صدہا لوگ قاضی صاحب کی یہ کرامت دیکھ کر اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوئے اور صدہا غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ قصر شاہی سے باہر نکلا اور عالم وارفتگی میں حضرت قاضی صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنا تمام لباس قاضی صاحب کو پہنانے لگا۔ اس زمانے میں سب سے بڑا شاہی اعزاز یہ تھا کہ بادشاہ کسی کو اپنا لباس عطا کر دے' لیکن قاضی صاحب شاہی لباس پہننے سے احتراز کرنے لگے۔ مگر بادشاہ انتہائی خوشامد و لجاجت سے اپنا لباس قاضی صاحب کو پہنانے پر اصرار کرتا رہا۔ قاضی صاحب راضی ہو گئے اور سلطان قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملبوس شاہی پہنا کر اپنے محل سرا میں لے گیا اور شاہی خاندان کو حکم دیا کہ وہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم و تکریم بجا لائیں اور فیوض و برکات حاصل کریں۔ خود بادشاہ عقائد باطلہ سے تائب ہوا شاہی خاندان اور مشیران سلطنت نے اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی اور سچے مسلمان بنے اور نہایت تعظیم و تکریم سے قاضی صاحب کو شیراز واپس بھیج دیا گیا۔



دعا

جعفر خدری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے خلوت میں یوں مناجات کرتے سنا۔

خدایا! گنہگاروں کو عذاب دے گا۔ حالانکہ وہ تیری اپنی مخلوق ہیں۔ تیرے علم قدرت اور ارادے سے سب کام ہو رہے ہیں۔ جب دوزخ لوگوں سے بھرے گا تو قادر ہے کہ ان کی بجائے مجھے سزا دے۔ اور ان کو بہشت میں داخل کر دے۔ خدری رحمۃ اللہ علیہ نے اس رات خواب دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے نوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس تعظیم و شفقت کے سبب جو ان کی خلقت کے ساتھ تھی ان کی مغفرت فرما دی۔



سکوت

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے جو اس خاموشی اور سکوت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ بال ان کے بدن پر حرکت نہیں کرتا تھا۔ پوچھا یہ مراقبت کس سے سیکھی۔ جواب دیا کہ بلی سے جو چوہے کے سوراخ پر مجھ سے زیادہ ساکن بیٹھی تھی۔



اللہ کا شکر ہے

ایک آدمی نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو حق تعالیٰ کی داڑھی سے علیحدہ رکھ۔ لوگوں نے یہ بات خلیفہ تک پہنچا دی۔ تمام فقہا نے اتفاق کیا کہ وہ اس بات سے کافر ہو گیا اور واجب

القتل ہے۔ آپ کو خلیفہ کے سامنے کیا گیا۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ایسا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں کہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بندہ کس کی ملکیت ہے۔ خلیفہ نے کہا حق تعالیٰ کی۔ آپ نے فرمایا بھلا پھر داڑھی کا مالک کون ہوا۔ خلیفہ نے کہا جس کی ملکیت بندہ ہے اسی ملکیت ہوئی۔ پھر خلیفہ نے کہا حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ایک بے گناہ کے قتل سے محفوظ رہا۔



کیوں وقت ضائع کروں

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس دینار میراث میں پائے تھے۔ ان کو آپ بیس سال تک کھاتے رہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس پر اس لئے نگاہ رکھتا ہوں کہ یہ میری فراغت کا سبب ہے' تاکہ مرنے تک اس سے سامان کروں۔ آپ روٹی کو چبا کر نہ کھاتے تھے۔ بلکہ پانی میں گھول کر پی لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ روٹی چبا کر کھانے میں جس قدر وقت صرف ہوتا ہے اتنی دیر میں قرآن شریف کی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہوں کیا ضرورت ہے کہ وقت کو ضائع کروں۔



پانی کا کوزہ

ایک شخص حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ پانی کا ایک کوزہ دھوپ میں رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا اسے سایہ میں کیوں نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا' جب میں نے اس جگہ رکھا تھا۔ تو اس وقت سایہ تھا۔ اب مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ نفس کی خاطر تنعم کروں۔



دنیا کی عمارت

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا مکان بہت بڑا تھا۔ اس کا ایک حصہ خراب ہو گیا۔ آپ دوسرے حصہ میں جا بیٹھے۔ لوگوں نے کہا آپ مکان کیوں نہیں بنواتے۔ آپ نے فرمایا' میں نے خدا تعالٰی کے ساتھ عہد کیا ہے کہ دنیا کی عمارت نہ بنواؤں گا۔ دوسرے دن مکان کا وہ حصہ بھی گر گیا اور صرف ایک دہلیز باقی رہ گئی۔ جس رات آپ نے وفات پائی اس رات وہ دہلیز بھی گر پڑی۔ ایک شخص نے کہا کہ مکان کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور گرا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا' بیس سال سے میں نے اس کی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔



دس درہم

خلیفہ ہارون رشید نے ایک روز امام ابو یوسف سے کہا کہ مجھے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے لے چلو۔ جب خلیفہ اور امام ابو یوسف دونوں آپ کے دروازہ پر پہنچے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ خلیفہ نے آپ کی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہماری باریابی کی سفارش کیجئے۔ انہوں نے سفارش کی۔ لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو بھی قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے ظالموں اور دنیا داروں سے کیا غرض۔ میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا۔ پھر آپ کی والدہ نے کہا کہ الٰہی کیا تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے۔ اور میری رضامندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں جو اپنی والدہ کی رضا کے طالب نہیں۔ آپ نے جب اپنی والدہ کے یہ کلمات سنے تو خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر کی۔ اور عرض کیا کہ یہ

حلال ہے قبول فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اٹھا لیجئے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا مکان حلال روپوں کے عوض میں فروخت کیا ہے۔ اور میں اسی روپیہ کو خرچ کرتا ہوں۔ اور میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ جس وقت یہ روپے خرچ ہو جائیں تو مجھے موت دے دے تاکہ میں مخلوق کا محتاج نہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہو گی۔ پھر دونوں واپس ہو گئے۔ امام یوسف نے پوچھا کہ آپ کا نفقہ کس قدر رہ گیا ہے۔ فرمایا' دس درہم چاندی کے رہ گئے ہیں اور ایک درہم روزانہ خرچ ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ امام یوسف محراب میں پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آج داؤد طائی نے وفات پائی ہے۔ جب دریافت کیا گیا تو درست نکلا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح جانا۔ ابو یوسف نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے نفقہ کی مقدار سے حساب کیا کہ اب باقی نہیں رہا ہے۔ اور یہ کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہو گی۔



ظاہری اسباب

کلکتہ کے نواح میں ایک بزرگ تھے۔ بارہ بیگہ زمین ان کا ذریعہ معاش تھی جبکہ بندوبست زمین شروع ہوا تو حاکم نے اس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا۔ فقیر صاحب نے بہت واویلا کیا مگر کسی نے نہ سنی۔ تب حاکم کے لئے بددعا کی تو وہ مر گیا۔ دوسرا حاکم آیا تو اس کے سامنے اپنا رونا رویا۔ اس نے بھی کچھ نہ سنا جو حکم ہو چکا تھا وہی بحال رہا۔ اس کے واسطے بھی بددعا کی وہ بھی مر گیا۔ تیسرا حاکم بھی اسی طرح بددعائے فقیر کا شکار ہوا۔ جب چوتھے حاکم کو کرسی حکومت ملی تو اس نے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے وہ مرجاتا ہے کچھ اس کا سبب خاص ہے۔ پوچھا تو کسی نے تمام حال سنا دیا۔ نئے حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا' سنو! صاحب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ میں اس حکم ضبطی کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ لیکن تم صبر کرو۔ میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں تمہارے لئے معافی زمین کی سند

منگوا دوں گا۔ اس وعدہ سے فقیر کو تسلی ہو گئی۔ حاکم نے حسب وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگوائی اور جا کر اس کے حوالے کی۔ اور کہا اپنی زمین کی سند لیجئے۔ لیکن مجھ کو اس بات کا جواب دیجئے کہ یہ تین خون 12 بیگہ زمین کے واسطے آپ نے کئے۔ یہ کس کے سر ہوئے؟ گو عدالت ظاہری اس کا مواخذہ نہ کرے۔ لیکن خدائے غیب داں کے سامنے تو اس کی باز پرس ضرور ہو گی اور آپ فقیر خدا پرست ہیں۔ خدا پر توکل نہ ہو سکا۔ کیا اسی بارہ بیگہ زمین کو اپنا رزاق سمجھتے ہو۔ جس کے واسطے مخلوق خدا میں سے تین آدمیوں کو غارت کر دیا۔ اس فقیر کی آنکھیں کھلیں رونے لگا اور بولا کہ صاحب ہم سے بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھول کر اس زمین پر رکھی۔

درحقیقت تم تو ہمارے رہنما ہی نکلے کہ ہم کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ انسان کو ظاہری اسباب چھوڑ کر صرف خداوند کریم پر ہی نظر رکھنا چاہئے۔



صرف ایک کپڑا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بغداد میں ایک مرد خدا رہا کرتا تھا' جو سردی میں صرف ایک ہی کپڑا پہنتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ایک ہی کپڑا پہنتے ہیں' اس کا سبب کیا ہے؟ وہ بولے اس سے پہلے میں بھی آپ لوگوں کی طرح دوہرے کپڑے پہنتا تھا' لیکن ایک رات خواب میں میں نے بہشت کو دیکھا۔ اس میں بہت سے دوست بیٹھے تھے' دستر خوان ان کے آگے چنا ہوا تھا۔ میں نے چاہا کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر وہ پر تکلف کھانے کھاؤں کہ فرشتوں نے مجھے وہاں سے ہٹا دیا۔ میں نے پوچھا' آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں یہ لوگ میرے دوست ہیں۔ بولے' تم میں اور ان میں فرق ہے۔ یہ بدن پر ایک قمیص رکھتے ہیں اور تم دو پہنتے ہو۔ میری آنکھ کھلی تو عہد کر لیا کہ آئندہ صرف ایک ہی کپڑا پہنوں گا۔ اہل

اللہ زر و مال کو دولتمندی خیال نہیں کرتے' بلکہ باطنی نعمت کو دولت سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں ارسطالیس سے کسی نے پوچھا کہ فلاں شخص غنی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ اس کے پاس مال ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ غنی بھی ہے کہ نہیں۔ کیونکہ اس بات کی کسوٹی عمل ہے نہ کہ زر و مال۔



میں محتاج نہیں ہوں

ہارون رشید نے فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور کہا امیرالمومنین ہے۔ جواب ملا' مجھے اس سے اور اسے مجھ سے کیا کام؟ کہا اجازت ہے یا حکم سے اندر آئیں؟ جواب ملا' اجازت نہیں حکم سے آتے ہو آؤ۔ ہارون نے نصیحت کی درخواست کی۔ فرمایا تمہارے جد عم رسول نے امارت مانگی تھی۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا' تمہیں تمہارے نفس پر امیر مقرر کیا۔ عمر بن عبدالعزیز کو ایک بزرگ نے ہدایت کی تھی کہ بوڑھوں کو باپ' جوانوں کو بھائی' لڑکوں کو بیٹے' عورتوں کو ماں' بہن کی طرح جانو۔ ملک اسلام تمہارا گھر ہے اور مسلمان تمہارے گھر کے آدمی۔ بوڑھوں کے ساتھ لطف' بھائیوں کے ساتھ کرم' بیٹوں کے ساتھ احسان کرو۔ فرمایا کہ یہاں کے کئی امیر وہاں امیر ہوں گے۔ تم سے ہر ایک شخص کی بازخواست ہو گی اور ہر ایک کا انصاف تم سے چاہیں گے۔ اگر کسی رات ایک بیوہ اپنے گھر میں احتیاج کی حالت میں سوئی ہو گی تو تمہارا گریبان پکڑا جائے گا۔ فضیل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے گئے حتیٰ کہ ہارون روتے روتے گر پڑا۔ فضل برمکی نے کہا۔ بس اے فضیل! تم نے امیرالمومنین کو مار ڈالا۔ فرمایا' چپ اے ہامان! تم نے اس کو مارا ہے نہ کہ میں نے۔ ہارون نے اسے کہا کہ تم ہامان اس لئے بنے کہ میں فرعون ہوں۔ پس ہارون نے ایک ہزار سونے کے سکے نذر کئے کہ یہ حلال ہیں۔ میری والدہ کی میراث میں ہیں۔ فرمایا کہ میری نصیحتوں کو بھلا بیٹھے اور ظلم کرنے لگے۔ میں تمہاری نجات چاہتا ہوں اور تم میری ہلاکت کے درپے ہوتے ہو۔ میں محتاج

نہیں ہوں۔ اسے محتاجوں کو دو۔ یہ کہہ کر اٹھے اور ہارون مجبوراً" رخصت ہوا۔



امین

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اوائل میں قزاق تھے۔ پھر قزاقوں کے سردار ہوئے اور بدمعاشوں کے تجربے سے آخر ان کو ہدایت دینے میں کامیاب ہوئے۔ قزاقوں نے ایک قافلہ لوٹا۔ ایک آدمی سب نقدی اٹھا کر بھاگا اور دور ایک خیمہ دیکھ کر پناہ کے لئے اندر جا گھسا۔ وہاں ایک شخص موٹا کپڑا پہنے تسبیح لئے بیٹھا تھا۔ اس کے پاس روپیہ امانت رکھ کر واپس چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد لوٹا تو وہی شخص ڈاکوؤں کے درمیان قافلے کا مال بانٹ رہا تھا۔ سر پٹک کر رہ گیا۔ مگر اس شخص نے بلا کر سب روپیہ اس کے سپرد کر دیا۔ ڈاکوؤں نے کہا اس قافلے میں نقدی ہم نے بالکل نہیں دیکھی تھی۔ آپ نے کیوں واپس کر دی۔ کہا اس آدمی نے مجھے امین سمجھا تھا اور میں ویسا ہی ہوں۔ فضیل کسی عورت پر عاشق تھے اور لوٹ مار کر کے اس کو خوش کرتے۔ مگر چونکہ طبیعت میں نیکی اور لیاقت موجود تھی توبہ کر کے ولایت کو پہنچے۔



رحیمی کا جلوہ

حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے باکمال بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہوں کے ساتھ رہ کر بہت کچھ مال دنیا جمع کیا۔ جب جذبہ حق سے سرشار ہوئے تو تمام مال و متاع راہ مولیٰ میں لٹا کر شیخ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں گجرات میں تشریف لائے۔ سلطان بہاء الدین والئ گجرات نے قدم بوسی کی اجازت چاہی' لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے

اسے اجازت نہیں دی۔ دوبارہ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سندھی' سلطان کا پیغام لے کر حاضر ہوئے۔ مجبوراً" حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی درخواست منظور فرمائی۔ جب سلطان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو ایک کروڑ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روپیہ قاضی عبداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو دے کر فرمایا کہ تمہاری وجہ سے یہ دولت ہمیں نذرانہ میں ملی ہے' میں یہ تم کو دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت نے وہ تمام رقم قاضی عبداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی۔

بادشاہ کے ایک وزیر نے اپنے گھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میں اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ جہاں میں چاہوں بیٹھوں گا جو چاہوں کھاؤں گا اور جب دل چاہے چلا جاؤں گا۔ وزیر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط منظور کر لیں۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ دعوت میں چلے تو ایک ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں رکھ لیا۔ وزیر کے مکان پر پہنچے' زمین پر بیٹھ گئے۔ وزیر نے درخواست کی کہ اوپر تشریف رکھئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے میری شرطیں منظور کی ہیں۔ تب میں اس دعوت میں شریک ہوا ہوں۔ وزیر خاموش ہو رہا۔ جب کھانا آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خشک روٹی جیب سے نکال کر کھانی شروع کی۔ وزیر نے پھر اصرار کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میرا جو جی چاہے کھاؤں گا۔ اور پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان میں چلے آئے۔

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کشتی پر سوار تھا اور کشتی دریائے شور کو عبور کر رہی تھی۔ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی ٹوٹ گئی۔ ہم کئی فقیر ایک تختہ پر رہ گئے۔ پانی کے تلاطم سے جو کتابیں میرے پاس تھیں' بھیگ گئیں۔ جب ہم کنارے پر پہنچے تو میں نے تمام کتابوں کو دھوپ دی۔ ان کے اوراق جدا ہو گئے لیکن خدا کے فضل و کرم سے ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہاں سے ہم خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں پیاس کی شدت سے نڈھال ہو گئے۔ لیکن دور دور تک پانی کا نشان نہ تھا۔ ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی۔ اس نے اپنی رحیمی کا جلوہ دکھایا اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور پھر تازہ دم ہو کر خانہ کعبہ کی

طرف روانہ ہوئے۔



کیا حاصل؟

سلطان بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے تین درجے بڑھ کر ہیں کیونکہ اہل و عیال کی پرورش کرتے ہیں۔ درخت لگاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ باوجود اس رائے کے جب بو علی سینا آپ سے ملنے آئے تو ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے یہ رائے ظاہر کی کہ میرے جھوٹے اور بے دین خاوند کے ساتھ ملاقات کرنے سے کیا حاصل؟



ملائم گفتگو

جب ابوالحسن حرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور بو علی سینا میں ملاقات ہوئی تو حکیم نے ظاہر بینی سے مقدس کلام کی تاثیر سے انکار کیا۔ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے غصے میں آ کر برا بھلا کہا۔ ابو علی بھی متغیر ہو گئے اور چہرہ سرخ ہو گیا بلکہ لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت چاہی اور نرم باتیں کیں تو ابو علی کی طبیعت قرار پائی۔ پھر کلام کی تاثیر کا ذکر چھیڑا تو ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس معاملے کو دلیل میں پیش کیا کہ میری سخت باتوں نے آپ پر برا اور ملائم گفتگو نے اچھا اثر کیا۔



شائستہ آدمی

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے مریدوں سے کہا کہ ایک مدت سے میں تمہارا رنج کھینچتا ہوں بھلا یہ تو بتلاؤ کہ تم میں سے کوئی بھی جیسا کہ چاہئے شائستہ ہوا ہے؟ ایک نے کہا' فلاں شاگرد نے اس قدر جہاد کئے۔ آپ نے فرمایا وہ تو غازی ہو گا اور میں تو شائستہ چاہتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ فلاں شاگرد نے اس قدر حج کئے ہیں آپ نے فرمایا وہ حاجی ہے۔ ایک نے کہا کہ فلاں مرید شب و روز عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عابد ہے اور مجھے شائستہ درکار ہے۔ مریدوں نے کہا بھلا آپ ہی فرمایئے کہ آدمی شائستہ کیسے ہو گا۔ آپ نے فرمایا شائستہ وہ ہے جو حق تعالیٰ سے ڈرے اور بغیر اس کے کسی سے امید نہ رکھے۔



زمین کی روزی

ایک شخص حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے پاس بہت سا مال ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اس میں سے دوں۔ آپ نے فرمایا' میں ڈرتا ہوں کہ جب تو مرجائے گا۔ تو مجھے کہنا پڑے گا کہ اے آسمان کی روزی دینے والے زمین کی روزی دینے والا مرگیا۔



اللہ کے حکم سے

حضرت شیخ محمد سعید صابری شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تجارت کا غلہ لے کر دریائے راوی کے قریب سے گزر رہے تھے کہ اچانک بیل کا پیر الجھا اور گر پڑا۔

بیل ٹانگوں سے معذور ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ وہ اس بوجھ کو اپنے بیلوں پر لاد لیں لیکن وہ نہ مانے اور سکھوں کے خوف سے وہاں سے چلے گئے۔ جب رات ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ کوئی سبب پیدا ہو جائے کہ یہ غلہ صحیح سلامت لاہور پہنچ جائے۔

جب تقریباً" نصف شب گزر چکی تو دور سے ایک سوار کے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آنے کی آواز آئی۔ انہوں نے نزدیک آکر آواز دی کہ تو کون ہے۔ جو اس ویرانے میں اور اندھیری رات میں غلہ لئے پڑا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمجھے کہ یہ کوئی رہزن ہے اور لوٹنے آیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نرمی سے فرمایا کہ میں ایک غریب مسافر ہوں۔ میرا نام سعید (رحمۃ اللہ علیہ) ہے۔ میرے پاس اس غلے کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایک بیل تھا سو وہ لنگڑا پڑا ہے۔ سوار نے کہا کہ غلے کی بوری اٹھا کر میرے پاس آؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اتنی وزنی مجھ سے نہیں اٹھ سکتی۔ بیل لنگڑا ہے۔ وہ بھی اسے اٹھانے سے معذور ہے۔ سوار نے کہا کہ تم سہارا دے کر اسے کھڑا کرو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب بیل کو سہارا دیا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا لنگ بھی جاتا رہا۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ امداد منجانب اللہ ہے اور یہ سوار رہزن نہیں بلکہ رہنما ہے۔ پھر انہوں نے کہا یہ گون بھاری ہے اور میں تنہا اٹھا نہیں سکتا۔ سوار نزدیک آیا اور بھالے کی نوک سے اسے اٹھا لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سوار کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت تو نصیب ہوئی اب اسم مبارک بھی بتا دیجئے۔

سوار نے بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں علی (رضی اللہ عنہ) ہوں اور خدا کے حکم سے تیری امداد کے لئے آیا ہوں۔

یہ فرما کر نظروں سے غائب ہو گئے۔



نعمت کا شکر

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک گاؤں میں ایک ولی اللہ کی زیارت کرنے کے ارادے سے گیا۔ جب میں گاؤں میں پہنچا اور اس کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ یہ گھر اولیاء اللہ کے گھروں کی طرح صاف ستھرا ہے۔ اس گھر کے ایک کمرے میں دو محراب بنے ہوئے تھے۔ ایک محراب میں وہ بزرگ ولی اللہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسری محراب میں ایک انتہائی روشن چہرے والی پاکیزہ بوڑھی خاتون عبادت میں مصروف تھی۔ عبادت و ریاضت کی کثرت کی وجہ سے دونوں کافی ضعیف ہو چکے تھے۔ مجھے اپنی خدمت میں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے تین دن تک وہاں قیام کیا۔ جب میرا واپسی کا ارادہ ہوا تو جاتے وقت میں نے بزرگ سے پوچھا کہ اس روشن چہرہ پاکدامن بی بی کا آپ سے کیا تعلق ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک رشتے سے تو میرے چچا کی بیٹی ہیں اور ایک رشتے سے میری زوجہ محترمہ ہیں۔

یہ سن کر میں نے کہا کہ تین دن تو مجھے بھی یہاں پر رہتے ہوئے ہو گئے ہیں مگر میں نے ان تین دنوں میں آپ دونوں کو آپس میں بالکل بیگانہ دیکھا ہے۔ بزرگ نے فرمایا کہ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ ہم دونوں کی یہ حالت گذشتہ پینسٹھ برس سے ہے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ ہم دونوں بچپن میں ایک دوسرے کے عاشق تھے۔ ان کے والد گو میرے چچا تھے مگر وہ ان کا نکاح میرے ساتھ کرنے پر رضامند نہ تھے اور انہیں ہماری محبت کے بارے میں علم ہو چکا تھا۔

میں ایک عرصے تک غمزدہ رہا۔ حتیٰ کہ ایک دن ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ تھوڑی مدت کے بعد میرے والد نے میرا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ سہاگ رات کے وقت جب ہم دونوں اکٹھے ہوئے تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہمارے پروردگار نے ہم پر کس قدر انعام فرمایا ہے کہ ہم دونوں کو آپس میں ملا دیا اور ہمارے دلوں سے غم و رنج کی کیفیت کو ختم کر دیا ہے۔ اپنی بیوی کی یہ بات

سن کر میں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر بڑا کرم ہوا ہے۔

اس پر میری بیوی نے کہا کہ اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو نفسانی خواہش سے روکیں اور صبر سے کام لیں۔ آج کی رات میں سب سے پہلے اپنے نفس کو روک کر اپنی خواہش نفسانی کو پاؤں تلے روندتی ہوں اور جو فضل و کرم اللہ تعالیٰ نے ہم پر نازل فرمایا ہے اس کے شکرانے کے طور پر رب تعالیٰ کی عبادت کرتی ہوں۔ میں نے اس کی اس بات سے اتفاق کیا اور اثبات میں سرہلا دیا۔ چنانچہ یہ ساری رات عبادت میں مصروف رہی۔

جب دوسری شب آئی تو اس نے پھر وہی بات کی۔ میں نے اس رات بھی اس کی اس بات سے اتفاق کیا اور اس نے رات پھر عبادت میں گزار دی۔ جب تیسری رات آئی تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ دو راتیں تو تمہاری وجہ سے عبادت میں گزریں۔ آج کی رات میری خاطر شب بیداری ہونی چاہئے۔ یہ سن کر میری بیوی بہت خوش ہوئی اور ہم دونوں پھر عبادت میں مصروف ہو گئے اسی طرح ہر روز ہوتا رہا۔ آج پینسٹھ برس گزر گئے ہیں۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف کبھی توجہ بھی نہیں کی اور ایک دوسرے کو چھوا تک نہیں اور اپنی ساری عمر اس نعمت اور فضل و کرم کے شکر میں بسر کر رہے ہیں۔



سر چوم لیا

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ مکہ شریف لے گئے۔ وہاں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا یہاں روزی کی تلاش کرنا جہالت ہے اور روزی کے لئے کام کرنا حرام ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا' اے ابراہیم! معاش کے بارے میں تم کیا کرتے ہو۔ فرمایا' اگر کوئی شے مل جاتی ہے تو شکر کرتا ہوں اگر نہیں ملتی تو صبر کرتا ہوں۔ آپ کہنے لگے کہ ہماری گلی کے کتے بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر کوئی چیز انہیں مل جاتی ہے تو قناعت کرتے ہیں اور دم

ہلاتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھلا پھر تم کیا کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا اگر ہمیں کچھ چیز مل جاتی ہے تو ایثار کرتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھم اٹھے اور آپ کا سر چوم لیا۔



عقل مند کون؟

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے سات سو علماء سے دریافت کیا کہ عقل مند کون ہے؟ دولت مند کون ہے؟ دانا کون ہے؟ درویش کس کو کہتے ہیں اور بخیل کون ہوتا ہے؟ ان سب یعنی سات سو نے ایک ہی جواب دیا' عقل مند وہ ہے جو دنیا کو دوست نہ رکھے اور دانا وہ ہے کہ دنیا اس کو فریب نہ دے سکے اور دولت مند وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو اور درویش وہ ہے جس کے دل میں زیادتی کی طلب نہ ہو اور بخیل وہ ہے جو حق تعالیٰ کے مال کا حق ادا نہ کرے۔



وصیت

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے وصیت چاہی۔ ایسی وصیت جو نہایت ہی نافع ہو۔ آپ نے فرمایا' اگر وصیت چاہتے ہو تو زبان کی نگاہ رکھو اور اس وقت تک جواب نہ دو۔ جب تک کہ اپنی عقل کے ترازو میں اس کا جواب نہ دیکھو اور اگر خاص وصیت چاہتے ہو تو دیکھو کہ اس وقت تک بات نہ کہو جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ اگر تم نہ کہو گے تو جل جاؤ گے یا اس کے نہ کہنے سے کوئی زبردست فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔



میرے لئے دعا کرنا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بغرض حج کے لئے روانہ ہوا لیکن راستے میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ صرف چار یوم حج میں باقی رہ گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں حج سے محروم رہ جاؤں گا لہٰذا کیا شکل اختیار کرنی چاہئے۔ اسی فراق میں ایک بڑھیا نے آکر مجھ سے کہا کہ میرے ہمراہ چل' میں تیرے ساتھ ہمدردی کروں گی اور تجھے عرفات تک پہنچائے دیتی ہوں۔ چنانچہ میں چل پڑا اور جب راہ میں کوئی دریا آجاتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں بند کرلو اور جب میں اس پر عمل کرتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ میں صرف کمر کمر تک پانی میں چل رہا ہوں اور جب دریا عبور کرلیتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں کھول دو۔ غرضیکہ اسی طرح اس نے مجھے عرفات تک پہنچا دیا اور حج سے فراغت کے بعد بڑھیا نے کہا کہ چلو میں اپنے بیٹے سے تمہاری ملاقات کراؤں اور جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت ہی کمزور سا نوجوان نورانی صورت کا بیٹھا ہوا ہے اور ماں کو دیکھتے ہی قدموں میں گر کر کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے میری تجہیز و تکفین کے لئے بھیجا ہے کیونکہ میری موت کا وقت بہت قریب ہے۔ یہ کہتے ہی وہ فوت ہو گیا اور میں نے غسل دے کر اس کو قبر میں اتار دیا۔ لیکن بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ اب تم رخصت ہو جاؤ کیونکہ میں اپنی زندگی بیٹے کی قبر پر گزارنا چاہتی ہوں اور آئندہ سال جب تم آؤ گے تو میں تمہیں نہ مل سکوں گی لیکن میرے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہنا۔



کبھی گوشت نہ کھایا

بصرہ میں صوفیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت ابو اسحٰق گاذرونی رحمۃ اللہ علیہ کو

کھانا کھانے کا اتفاق ہوا دستر خوان پر گوشت بھی موجود تھا۔ آپ نے گوشت نہ کھایا صوفیوں نے خیال کیا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھایا کرتے جب آپ تنہا ہوئے تو آپ نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا کہ شاید لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں گوشت نہیں کھاتا۔ اب مجھے ان کے گمان کو غلط نہیں کرنا چاہیۓ۔ یہاں تک کہ آپ نے اس دن کے بعد تمام عمر گوشت نہ کھایا۔ آپ نے مریدوں کو وصیت کی تھی کہ کبھی کچھ تنہا نہ کھائیں۔



توکل کا مفہوم

چھوٹا بھائی جنگل میں بھیڑوں کو اکیلے چرتا ہوا چھوڑ کر خود کسی کام کے واسطے شہر میں آگیا جہاں پر اتفاق سے بڑا بھائی اس کو مل گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ جنگل میں بھیڑوں کو کس کے حوالے کر کے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ توکل برخدا چھوڑ آیا ہوں۔ بڑے بھائی نے کہا کہ تم نے یہ سخت غلطی کی۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ خدا کے توکل پر بھیڑوں کے چھوڑ آنے کو غلطی بتلانا سخت کفر کا کلمہ ہے۔ ایسا مت کہو۔ بڑے بھائی نے کہا کہ کم بخت اگر بھیڑیں خدا کے توکل پر چھوڑ آیا ہے تو بھیڑیئے بھی تو خدا کے توکل پر ہی پھر رہے ہیں۔ تم نے توکل کے مفہوم کو نہایت غلط طور پر استعمال کیا ہے۔ توکل اختیار کرتے وقت رسول خدا ﷺ کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیۓ کہ اونٹ کو اکیلا چرنے کے لئے گھٹنا باندھ کر توکل پر چھوڑو اور ایسے موقعوں پر ممکن العمل تدابیر سے درگزر نہ کرو۔



علم کے لئے مالی قربانی

مسند العراق علی بن عاصم جب علم حدیث پڑھنے کے لئے چلے تو ان کے والد نے ایک لاکھ درہم دے کر فرمایا کہ نور نظر! یہ ایک لاکھ درہم لے لو اور علم کی طلب میں یہ سب خرچ کر ڈالو۔ مگر یاد رکھو کہ ان ایک لاکھ درہموں کا معاوضہ تم کو اس طرح ادا کرنا ہو گا کہ ان کے بدلے ایک لاکھ حدیثیں اپنے سینے میں محفوظ کر کے مجھے منہ دکھانا۔ ہونہار اور اطاعت شعار بیٹے نے اپنے باپ کی امیدوں کو برباد نہیں کیا۔ بلکہ اتنی محنت اور عرق ریزی سے علم حاصل کیا کہ ایک لاکھ سے زیادہ احادیث کو زبانی یاد کر لیا اور اپنے محدثانہ علمی کمال کی بدولت تمام دنیائے اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا اور "مسند العراق" کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔



قاتل کی تلاش

شیر شاہ سوری کا دور نظم و نسق کے لحاظ سے ایک مثالی دور تھا۔ اس کے دور میں کوئی جاگیردار یا زمیندار کسی بھی کاشتکار پر زیادتی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے امراء اور اعیانِ سلطنت کو ہر لمحہ عدل و احسان کی تلقین کرتا اور رعایا کو حقیر جاننے سے روکتا رہتا۔ جونہی کوئی مظلوم، کمزور اور بے بس آدمی اس سے فریاد کرتا تو وہ ہر کام چھوڑ کر اس کی فریاد سنتا۔ اس نے اپنے پہرہ داروں کو یہ مستقل حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی کوئی مظلوم ہمارے دروازے پر آئے اور ہمیں پکارے خواہ کوئی بھی وقت ہو اور ہم کیسے بھی مصروف ہوں اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ کہا کرتا کہ میرے نزدیک ظالم سب سے بڑا مجرم ہے اور سب سے بڑا گنہگار ہے۔ بادشاہ رعایا کا نگہبان ہوتا ہے اور اس پر اپنی رعایا کے ایک ایک فرد کی حفاظت لازم ہے۔

اگر میں یہ ذمہ داری نہ نباہوں گا تو خدا کے ہاں کیا جواب دوں گا۔ اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے اس نے پوری قلمرو کو ایک لاکھ سولہ ہزار پرگنوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر پگنہ کی دیکھ بھال کے لئے ایک فرض شناس' شقدار' ایک افسر مال' ایک محتسب' ایک بڑے قاضی اور ایک بڑے حساب دان کو مقرر کیا تھا۔ کیا مجال تھی کہ ان حکام میں سے کوئی حاکم رعایا کے ساتھ زیادتی کر پاتا۔ اس نے قابل اعتماد پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے جو اسے ہر حاکم کی ہر حرکت سے باخبر رکھتے تھے۔ اس نے ہر علاقہ میں وہاں کے معتبر آدمی کو بحیثیت مقدم کے مقرر کیا تھا۔ جو علاقے میں امن و امان برقرار رکھنے کے ذمہ دار تھے۔ اگر کسی جگہ قتل ہو جاتا یا ڈاکہ پڑ جاتا تو قاتلوں اور ڈاکوؤں کا سراغ لگانا ان کی ذمہ داری تھی۔ اس سختی اور انتظام نے ملک سے قتل و راہزنی کا نام و نشان مٹا دیا تھا اور لوگ چین اور اطمینان سے زندگی گزارتے تھے۔ ایک دن شیر شاہ سوری کے سامنے ایک قتل کا مقدمہ پیش ہوا جس میں قاتل کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ یہ قتل اٹاوہ کے کسی علاقے میں ہوا تھا۔ شیر شاہ سوری نے مقدمے کی سماعت کی۔ اس نے اٹاوہ کے شقدار کو حکم بھیجا کہ جس علاقہ میں قتل ہوا ہے اس کے آس پاس واقع کسی درخت کو دو آدمی بھیج کر کٹوائے اور جو سرکاری عامل اس درخت کے کاٹنے کی اطلاع پا کر آئیں انہیں پکڑ کر ہمارے پاس بھیج دو۔ شقدار نے شاہی فرمان کے مطابق دو آدمی درخت کاٹنے کے لئے موقعہ واردات پر بھیجے۔ وہ ابھی درخت کاٹ ہی رہے تھے کہ علاقے کے مقدموں اور معتبروں نے انہیں موقع پر آن پکڑا۔ سادہ کپڑوں میں ملبوس اشخاص نے درخت کاٹنا چھوڑ دیا اور ان معتبروں کو شاہی فرمان کے مطابق پکڑ کر بادشاہ کے حضور لے گئے۔ صبح کے وقت جب شیر شاہ سوری دربار میں آیا تو ان معتبروں کو پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہیں درخت کٹنے کی خبر تو ہو گئی لیکن ایک انسان کی گردن کٹ گئی اور تم اس سے بے خبر رہے۔ میں اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تین دن کے اندر اندر قاتل کو پیش کر دو ورنہ سزا میں تم قتل کر دیے جاؤ گے۔ معتبروں کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور تیسرے دن کا سورج ابھی طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ قاتل شاہی دربار کے دروازے پر زنجیر و سلاسل میں جکڑے ہوئے

حاضر تھے۔

عدل و انصاف کی اس پاسداری کی وجہ سے برصغیر کا ہر دیانت دار مورخ شیر شاہ سوری کا نام ادب سے لیتا ہے۔



ہاتھی نہیں دیکھا

امام یحییٰ بن یحییٰ (ناقل موطا شریف) ایک دن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر تھے کہ ایک دم یہ شور مچ گیا کہ ہاتھی آیا! ہاتھی آیا۔ غوغا سنتے ہی درسگاہ سے تمام طلبہ درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے مگر امام یحییٰ اسی سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنا سبق لکھتے رہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یحییٰ! تمہارے ملک اندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ امام یحییٰ نے عرض کیا کہ حضرت! میں اندلس سے آپ کو دیکھنے اور علم حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ ہاتھی دیکھنے کے لئے میں نے اپنا وطن نہیں چھوڑا ہے۔



اللہ ہمارا محافظ ہے

حضرت مولانا غوث علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی جناب سید قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک انگریز افسر سے شکر رنجی ہو گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سنگین پہرے میں نظر بند ہونا پڑا۔ دو دن تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گزار دیئے۔ تیسرے دن رائفل بدوش پہرہ داروں سے کہنے لگے 'اب تو اس قید سے جی گھبرا گیا ہے' یہاں سے جاتے ہیں اور فوراً" ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پہرے دار سناٹے میں آ گئے۔ انگریز افسر

کے خوف سے ان کا جسم کانپنے لگا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آواز آئی۔ دیکھا تو کچھ فاصلے پر کھڑے کہہ رہے ہیں' ہم جا رہے ہیں اگر ہمارے تعاقب کا حوصلہ رکھتے ہو تو آؤ کوشش کر دیکھو۔ پہرے دار دوڑے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے۔ انگریز افسر کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلح سپاہیوں کے ایک دستے کو گرفتاری کا حکم دے کر روانہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔ سپاہیوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کا دائرہ کم کرنا شروع کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کیا جا سکے۔ قریب پہنچے تو حلقے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نہیں تھے اور وہاں خود رو جھاڑیوں کا ایک جھنڈ کھڑا تھا۔ اسی طرح دوسری بار محاصرہ کیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے ببول کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ سپاہی تھک گئے۔ پیاس لگی تو سامنے کے دریا سے پانی پینے لگے۔ نظریں اٹھیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس دریا کے پار کھڑے تھے۔ سپاہیوں نے مایوس نگاہوں سے دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' کیوں تعاقب کرتے ہو' اب ہم نہیں چاہتے کہ گرفتار ہوں تو بتلاؤ ہمیں کون پکڑ سکتا ہے۔ ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا ہمارا محافظ ہے اور جس کی خدا حفاظت کرتا ہے کس کی مجال ہے کہ اسے گرفتار کر سکے اور حضرت غائب ہو گئے اور اس طرح خدا کے اس برگزیدہ بندہ کے سامنے مسلح سپاہیوں کی طاقت مفلوج ہو گئی اور انگریز افسر کا انتظام اور حکومت ناکارہ و ناکام بن کر رہ گئی۔



فراق کی طاقت

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے۔ جب کوئی مسافر آتا تو آپ اس سے دریافت فرمالیتے کہ مسافر ہے یا مقیم۔ اگر مقیم ہو تو اس خانقاہ میں آ جاؤ اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں ہے کیونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائے گا اور پھر اس وقت تم جانا چاہو گے تو مجھے اس سے تکلیف ہو گی اور مجھ میں تمہارے فراق کی طاقت نہیں۔



نکتہ چینی

ایک نوجوان مصور نے اپنا کمالِ فن ظاہر کرنے کی غرض سے ایک تصویر نہایت محنت و کوشش کے ساتھ کافی عرصہ لگا کر تیار کی اور ایک بارونق بازار کے چوک میں اس تصویر کو ایک تختہ پر آویزاں کر دیا۔ جس کے نیچے یہ عبارت لکھی۔

"اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو وہاں پنسل سے نشان لگا دیا جائے۔"

نوجوان کو اپنے کمال فن پر بہت ناز تھا اور خیال تھا کہ تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ ہو گا۔ لیکن نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے شام کو جا کر دیکھا کہ تمام تصویر پنسل کے نشانوں کے نیچے اپنی موجودگی کو بھی مشتبہ بنا رہی ہے۔ نوجوان نہایت افسردہ خاطر اور مایوس ہوا۔ اس کے باپ نے افسردگی کا باعث پوچھا تو اس نے سب ماجرا اپنی شکستہ دلی کا کہہ سنایا۔ باپ نے کہا کہ ایک تصویر اسی طرح کی اور تیار کرو۔ نوجوان نے پھر اسی طرح کافی محنت اور وقت خرچ کر کے تصویر تیار کی اور باپ کے روبرو پیش کی۔ باپ نے اس کے نیچے لکھ دیا۔

"اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو اس کو درست کر دیا جائے۔"

اسی جگہ وہ تصویر لٹکا دی گئی۔ شام کو آکر نوجوان نے تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ دیکھا تو بہت خوش ہوا اور باپ کو بھی یہ واقعہ بتلایا۔ باپ نے کہا۔ عیب نکالنا اور الزام دینا تو آسان ہے مگر اس سے بہتر کر کے دکھلانا مشکل ہے۔



حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک روز مسجد قوت الاسلام میں وعظ فرما رہے تھے کہ اس کے دوران ایک فقیر مسجد کے دروازے پر آیا اور باآواز بلند کہا "شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ تو جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہ بھول گیا ہے۔" یہ کہہ کر فقیر

چل دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں جذبہ محبت الٰہی پیدا ہوا' اور رہبر کی تلاش کی فکر ہوئی۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ تمام کتابیں دریا میں ڈال کر بارہ برس دریا میں کھڑے رہے' یہاں تک کہ مچھلیوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پنڈلیوں کا گوشت کھا لیا' اسی حالت میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' جب بارہ برس ہو گئے تو غیب سے آواز آئی کہ "شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ! تیری عبادت ہم نے قبول کی' مانگ کیا مانگتا ہے؟" عرض کیا "اے پروردگار! تو عالم الغیب ہے' مجھ کو تیرے سوا اور کچھ درکار نہیں' اسی جگہ تیری محبت میں جان دے دوں گا۔" پھر غیب سے ندا آئی کہ پانی سے نکل' تجھ سے بہت کام لینا ہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ تو اپنے ہاتھ سے نکال لے' میں تو ازخود دریائے محبت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔ یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو استغراق ہو گیا۔ اس وقت دیکھا کہ ایک بزرگ نے گود میں اٹھا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کنارے پر ڈال دیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھول کر کہا۔ اے شخص! یہ تو نے کیا کیا' میری اتنے دنوں کی محنت بیکار ہو گئی۔ اگر تھوڑی دیر اور دریائے محبت میں رہتا تو اپنی مراد کو پہنچ جاتا۔ بزرگ نے ارشاد فرمایا' میں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ ہوں' تو نہیں جانتا کہ مجھ کو "یداللہ" کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ شکر پروردگار عالم بجا لائے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قدم بوسی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند نکات وحدت تعلیم فرما کر روپوش ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت سے مست الست ہو گئے۔ تمام علوم دین و دنیا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر روشن ہو گئے۔ اس دن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ شرف الدین بو علی شاہ قلندر مخاطب ہوئے۔



دعا قبول نہیں ہو گی

بنی اسرائیل میں ایک بار سات برس کی خشکی ہوئی۔ یہاں تک کہ لوگ مردار اور لکڑیاں کھا گئے اور پہاڑوں پر جا جا کر روتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبر

پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلو کہ تمہارے گھٹنے تک گھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کے بادلوں کو لگ جائیں اور دعا کرتے کرتے زبانیں تھک جائیں تب بھی میں نہ کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کروں گا نہ کسی رونے والے پر ترس کروں گا۔ جب تک کہ حقداروں کے حقوق ان کو نہ پہنچا دو گے۔ جب سب اس امر کے بموجب کاربند ہوئے تو اسی روز مینہ برسا۔



دنیوی سامان

ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ آکر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے۔ ایک بیوی تھی اس غریب کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلا بنا۔ گلے میں کفنی ڈال کر ہاتھ میں کاسہ لے کر دربدر بھیک مانگنی اختیار کی۔ ایک دن پھرتا پھرتا اسی بستی میں آنکلا جہاں اب اس کی بیوی رہتی تھی۔ حسب عادت صدا کی' بھلا ہو مائی کچھ بھیجو فقیر کو۔ مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی۔ جھانک کر دیکھا کہ وہی ذات شریف ہیں۔ خیر ان کو مٹھی بھر آٹا دیا اور کہا' شاہ جی گو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ تو قطع ہو گیا۔ لیکن لاؤ تمہاری روٹی تو پکا دیں۔ کہا اچھا مگر آٹا' دال' نمک' مرچ اور لوٹا' کونڈا' توا' چولھا کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں۔ یہ سامان لو اور پکا دو۔ تب تو اس عورت نے زور سے ایک دوہتڑ ماری اور کہا کہ کم بخت سارا سامان دنیا تو اپنی بغل میں مارے پھرتا ہے کیا جورو ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا۔



قرض معاف کر دیا

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی شخص آتا تو اس کا حال پوچھتے اور حاجت روائی کرتے۔ شاگردوں میں جو تنگ حال تھے ان کی ضروریات خانگی کی بھی کفالت فرماتے' تاکہ بہ اطمینان علم کی تحصیل و تکمیل کر سکیں۔ ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک مقروض آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آتا دیکھ کر کترا کر دوسری طرف چلنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی اور کترانے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دس ہزار درہم میرے ذمہ واجب ہیں جو ہنوز ادا نہ ہو سکے اس سبب سے آنکھ ملاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ سن کر حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سب قرض معاف کر دیا' اور وہ شخص وہاں سے خوش و خرم چلا گیا۔



پرچم نہیں چھوڑا

جھیل بیکال سے منگولوں کے فتنے نے عالم اسلام کو بے حد متاثر کیا۔ بخارا اور سمرقند خس و خاشاک کی طرح اس سیلاب کی نذر ہو گئے۔ حضرت نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ منگولوں کے ظلم سے بچنے کے لئے تم لوگ کسی ایسے مقام پر چلے جاؤ جو منگولوں کے دست ظلم سے باہر ہو۔ آپ کے مریدوں نے آپ کو اکیلا چھوڑ کر خود محفوظ مقام پر جانے سے اعتراض کیا۔ مگر آپ نے اپنے مرید خاص شیخ مجدد الدین اور دیگر مریدوں کے علاوہ سب کو ہجرت کا حکم دیا اور خود منگولوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

آپ کے مریدوں نے عرض کی کہ حضرت! اگر آپ منگولوں کو بددعا دیں تو تب بھی وہ تباہ و برباد ہو جائیں پھر یہ جنگ کرنے کا ارادہ چہ معنی وارد؟

آپ نے فرمایا کہ ان منگولوں کو بددعا کی بجائے تلوار کے ذریعے واصل جہنم

کیا جائے گا۔ اس طرح آپ نے کافر منگولوں کے ساتھ جنگ کا فیصلہ کیا۔ آپ کے مرید اور آپ سامان جنگ سے لیس ہو کر میدان کارزار میں آ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ آپ نے جو خرقہ پہن رکھا تھا وہ آگے سے کھلا ہوا تھا۔ اس کو آپ نے دونوں اطراف سے باندھ لیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ شہادت کا اس سے بہتر کوئی موقعہ نہیں مل سکتا۔

اس کے بعد آپ نے منگولوں پر حملہ کر دیا' آپ اور آپ کے مریدوں پر تیروں کی بارش کر دی گئی۔ ایک تیر آپ کے سینے میں پیوست ہو گیا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور بڑی پامردی سے منگولوں کے یاک کی نودموں والے پرچم پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے واصل حق ہو گئے۔ آپ کی روح پرواز کر گئی مگر آپ نے پرچم نہ چھوڑا۔ منگولوں نے پرچم چھیننے کی بہت کوشش کی مگر بڑے بڑے زور آور بھی پرچم واپس نہ لے جا سکا۔ آخر کار یہ طے پایا کہ جتنا پرچم آپ کے ہاتھ میں ہے اس سے بقیہ حصہ کاٹ لیا جائے۔ پھر ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت نجم الدین کبریٰؒ شہید ولی اللہ ہیں۔ آپ کی شہادت ۶۱۸ھ (۱۲۲۱ء) میں ہوئی۔



خربوزہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی ﷺ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ خربوزہ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ نے خربوزہ تناول فرمایا ہے تو پھر اس چیز کو کیونکر کھا سکتا ہوں جس کے متعلق مجھے علم نہیں' کہ میرے محبوب ﷺ نے اسے کھایا ہے یا نہیں۔



اللہ مجھے معاف کردے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خادم سے فرمایا کہ روزہ افطار کرنے کے لئے بازار سے مچھلی کے کباب اور روٹی لے آؤ۔ خادم نے اسی وقت آپ کے فرمان کی تعمیل کی اور جب افطاری کا وقت ہوا تو اس نے یہ چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کردیں۔ آپ نے روٹی اور مچھلی کے کبابوں کی طرف دیکھا اور خادم سے فرمایا۔ یہ کباب اور مزے دار کھانا' اس کا مجھ سے کیا واسطہ؟

خادم نے دست بستہ عرض کیا' آپ نے خود ہی تو ارشاد فرمایا تھا۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنا سر جھکا لیا۔ پھر بارگاہ ایزدی میں عجز و انکساری کا دامن تھامتے ہوئے عرض کیا' یااللہ! بیشک مجھ سے بھول ہوئی ہے۔ میں نے دنیاوی نعمتوں کی طرف توجہ دی' یااللہ! مجھے معاف کردے۔ میرا نام درویشوں کی فہرست سے مٹا نہ دینا۔



دشمن سے سلوک

ایک بوڑھے نے اپنے تینوں بیٹوں کو روبرو بلا کر اپنی تمام نقد رقم اور جائیداد کا حصہ مساوی طور پر تقسیم کردیا اور ایک بیش قیمت جوہر ان کو دکھلا کر کہا کہ اس کا مستحق وہ بیٹا ہوگا جو میری زندگی کے بقیہ چند ایام میں سب سے زیادہ اچھا کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکے نے آکر کہا کہ اب وہ جوہر مجھے دے دیجئے۔ بوڑھے نے پوچھا کہ کس نیکی کے عوض تم یہ جوہر طلب کرتے ہو۔ لڑکے نے کہا کہ ایک شخص نے پانچ ہزار روپیہ میرے پاس بطور امانت رکھا۔ جس کے متعلق نہ کوئی نوشت تھی اور نہ ہی کوئی گواہ شاہد تھا۔ اس شخص کے واپس آنے اور امانت طلب کرنے پر میں نے اسے پانچ ہزار روپیہ کی امانت اس کو واپس

کر دی۔ حالانکہ اگر میں انکار کر دیتا تو وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا' اس سے بڑھ کر نیکی کا اور کیا کام ہو سکتا ہے۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ نیکی کا یہ ایک معمولی کام ہے۔ جس کو زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ اگر دوسرے دونوں لڑکوں نے میری زندگی میں اس سے زیادہ اچھا کام نہ کیا تو مرتے وقت یہ تم کو دے دیا جائے گا۔

چند روز کے بعد دوسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہ جوہر طلب کیا۔ بوڑھے نے پوچھا کس نیکی کے عوض۔ لڑکے نے جواب دیا کہ دریا نہایت طغیانی پر تھا۔ اتفاقاً" ایک لڑکا پل پر سے دریا میں گر گیا۔ اس کے ماں باپ اور دیگر سینکڑوں اشخاص میں سے کسی کو اسے نکالنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر بڑی مشکل کے ساتھ اس لڑکے کو زندہ نکالا۔ اس سے بڑھ کر نیکی اور قربانی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ بوڑھے نے ہنس کہ کہا کہ ہمدردی اور انسانیت کا یہ ایک معمولی فعل ہے۔ اور اگر تیسرے بیٹے نے اس سے بہتر کوئی کارنامہ نیکی کا نہ دکھلایا تو یہ جوہر تم کو دے دیا جائے گا۔

چند روز بعد تیسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بخلاف پہلے دونوں بھائیوں کے جوہر تو نہ طلب کیا۔ البتہ اپنی کارگذاری یوں بیان کی کہ میرا جانی دشمن شراب سے مخمور پہاڑ کے ایک غار کے منہ پر اس طریقے سے بیہوش پڑا تھا کہ ادھر ادھر ذرا سی حرکت کرنے پر وہ اس قدر بلندی سے گر کر ضرور مر جاتا۔ باوجود اپنا جانی دشمن جاننے کہ میں نے اس کو اٹھایا اور اپنے منہ کو میں نے کپڑے سے ڈھانپ لیا تاکہ وہ جاگ جائے تو میری صورت پہچان کر شرمندہ نہ ہو اور رات کی تاریکی میں اپنی پشت پر اٹھا کر اس کو اس کے گھر پر چھوڑ کر آیا۔ بوڑھے نے بلا تامل وہ جوہر اس لڑکے کے حوالے کیا اور کہا کہ درحقیقت تیری نیکی قابل صد ہزار ستائش اور حقیقی نیکی ہے اور اس جوہر کا تجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ کہ نیکی وہی ہے جو دشمنوں اور برے لوگوں کے ساتھ کی جائے۔



ایک ساعت کی دیر

حضرت میاں میر ؒ کے ایک خادم فاضل ملانگی تھے۔ ایک بار میاں صاحب ؒ نے فرمایا کہ تم بائیس سال سے ہندوستان میں ہو ایک بار تم کو اپنے وطن ضرور جانا چاہئے اور متعلقین کی خبر لینی چاہئے۔ اگرچہ فاضل ملانگی کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے آقا سے لحہ بھر کے لئے بھی جدا ہوں مگر ارشاد کی تعمیل ضروری تھی۔ اس لئے وہ بدخشاں کے لئے اسی وقت روانہ ہو گئے۔

جب وہ اپنے وطن عزیز میں داخل ہوئے تو آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں۔ مشعلیں روشن ہیں۔ دیگیں پکی ہوئی تیار ہیں۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ اور اہتمام کس سلسلے میں کیا جا رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یہاں ایک ملانگی نامی ایک شخص رہا کرتا تھا۔ بائیس برس ہوئے کہ وہ ہندوستان چلا گیا تھا۔ اب اس کے مرنے کی خبر آئی ہے اور اس کی اہلیہ کا عدت کی مدت گذارنے کے بعد عقد ثانی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اتنے میں بعض عزیز و اقارب نے آپ کو پہچان لیا۔ سب لوگ ملے۔ وہ معاملہ درہم برہم ہوا۔ ملا ایک مدت تک گھر میں رہے۔ ایک فرزند تولد ہوا۔ چند سال بعد پھر واپس ہندوستان تشریف لائے اور حضرت میاں میر ؒ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی حضرت ؒ نے ارشاد کیا کہ ملا اگر ایک ساعت کے لئے بھی دیر کر دیتے تو بہت مشکل ہوتی۔ ملا نے حضرت ؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور شکریہ ادا کیا۔



بیٹا مل گیا

حضرت حبیب عجمی ؒ اللہ کے فضل و کرم سے مستجاب الدعوات تھے۔ حضرتؒ کے پاس اکثر ضرورت مند لوگ آتے۔ حضرت ان کے لئے دعا فرماتے اور

اللہ تعالیٰ کے کرم و احسان سے ان کی مشکلیں آسان ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ ایک غریب عورت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ میرا بیٹا عرصہ سے لاپتہ ہے آپ میری مدد فرمائیے اور خدا سے دعا فرمائیے کہ میرا گمشدہ بیٹا مجھے مل جائے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس چاندی ہے؟ عورت نے عرض کیا میرے پاس صرف دو درہم ہیں۔ حضرت نے وہ درہم لے کر خیرات کر دیئے اور فرمایا' جاؤ تمہارا بیٹا گھر پہنچ گیا ہے۔ عورت پریشانی کے عالم میں گھر پہنچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ اپنے بیٹے سے لپٹ گئی اور اس سے حالات پوچھنے لگی۔ لڑکے نے بتلایا' میں کرمان میں تھا اور تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک ضرورت سے بازار آیا کہ یکایک تیز آندھی آئی اور ہوا کے اس طوفان میں میرے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے۔ اسی وقت میں نے ایک پروقار آواز سنی' کہنے والا کہہ رہا تھا اے ہوا اس لڑکے کو اٹھا کر اس کے گھر لے جا۔ میں ہوا کے بازوؤں پر تیر رہا تھا۔ جب آندھی کا زور کم ہوا اور میرے پاؤں زمین پر لگے تو میں نے دیکھا کہ اپنے مکان کے قریب کھڑا ہوں۔ یہ دیکھ کر میری مسرت و حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں فوراً بھاگ کر گھر میں آگیا۔

اس عورت نے جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغام مسرت سنایا تو حضرت نے ارشاد فرمایا جو کچھ ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ خدا نے تم پر احسان کیا ہے۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کبھی کسی اور کا تصور بھی اپنے دل میں نہ لانا اور ہمیشہ اسی کی اطاعت و فرمانبرداری اور رضاجوئی کی کوشش کرنا۔



قناعت میں حلاوت

عبداللہ خان والی توران نے خواب دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے جس میں حضور رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ایک بزرگ بارگاہ کے

دروازے پر ہاتھ میں عصا لئے کھڑے ہیں اور خلائق کی معروضات حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے جواب لا رہے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس بزرگ کے ہاتھ ایک تلوار عبداللہ خان کو بھیجی ہے اور انہوں نے آ کر اس کی کمر میں لٹکا دی' اس خواب کے بعد عبداللہ خان کی آنکھ کھل گئی۔ خان موصوف نے اس بزرگ کا حلیہ بتا کر تلاش شروع کی۔ آخرکار اس کے ایک مصاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ حضرت مولانا امکنگی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا' اور بڑے شوق سے گراں بہا تحفے لے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ وہی پایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ نہایت تواضع اور نیاز مندی سے نذرانہ قبول کرنے کی التماس کی مگر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور قناعت میں ہے۔



غلطی نہیں ہو سکتی

حضرت ابوالحسن بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز صوفیاء کے مجمع میں جا رہے تھے کہ ناگاہ ایک ترک نے آپ کی گردن پر ایک تھپڑ لگایا اور چلا گیا۔ لوگوں نے اس ترک سے کہا کہ یہ تو فلاں مشہور و معروف شیخ ہیں تم نے ایسی بے ادبی کیوں کی۔ ترک نے معذرت کی۔ آپ نے فرمایا۔ خوش رہو۔ میں نے یہ فعل تم سے نہیں دیکھا اور جہاں سے ہے وہاں غلطی نہیں ہو سکتی۔



نیت نہ بدل جائے

ایک روز حضرت ابوالحسن بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ طہارت خانہ میں تھے۔ اس وقت

آپ کے دل میں خیال آیا کہ پیراہن فلاں درویش کو دے دینا چاہیے۔ اسی وقت آپ نے خادم کو بلایا کہ یہ میرا پیراہن لے جاؤ اور فلاں درویش کو دے دو۔ خادم نے کہا طہارت خانہ سے باہر آنے تک توقف فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ شیطان مجھ کو دھوکا دے اور میری اس نیت کو بدل ڈالے۔



پاؤں سکیڑنے کی حاجت

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک پہاڑ پر گیا' جہاں بہت انار تھے۔ میرے نفس نے انار کی خواہش کی' میں نے ایک دانہ لے کر منہ میں ڈالا' ترش معلوم ہوا۔ میں نے تھوک دیا۔ آگے بڑھا تو ایک آدمی کو دیکھا' بہت سی بھڑیں اس کو لپٹی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے میرا نام لے کر سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا' آپ نے مجھے کیونکر پہچانا؟ وہ بولے' جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا' اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ میں نے کہا' آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مصیبت میں گرفتار ہیں' کیوں اس سے رحمت طلب نہیں کرتے تاکہ یہ بھڑیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دور ہو جائیں۔ بولے' اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! تجھے بھی اللہ کا قرب حاصل ہے' تم نے کیوں نہ نفس سے بچاؤ کی درخواست کی تاکہ انار کی خواہش دور ہو جاتی۔

لوگ درویش اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو' حالانکہ درویش وہ ہے جس کے پاس سب کچھ ہو۔

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کا ایک درویش کے پاس سے گذر ہوا۔ درویش پاؤں پھیلائے گدڑی سی رہا تھا' اس نے بادشاہ کی طرف نہ آنکھ اٹھا کر دیکھا اور نہ تعظیماً" پاؤں ہی سکیڑے۔ جب بادشاہ نے بہت اصرار کیا' اور بے اعتنائی کا سبب پوچھا تو بولے۔ بادشاہ! جس نے خلقت سے ہاتھ سکیڑ لئے ہیں اسے پاؤں سکیڑنے

کی حاجت نہیں رہتی۔



پرہیز

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بہت سخت بیمار ہو گئے۔ ایک حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا' یا حضرت! پرہیز فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں کس چیز سے پرہیز کروں' اس سے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روزی میں مقدر فرما دیا ہے یا اس سے جو میرے مقدر میں نہیں ہے؟ اگر تم اس سے پرہیز کرانا چاہتے ہو جو میری قسمت میں لکھا جا چکا ہے تو اس سے پرہیز کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اور اگر اس سے پرہیز کرانا چاہتے ہو جو میرے لئے روزی میں مقسوم ہی نہیں تو وہ مجھے پہلے ہی نہیں مل سکتی۔ حکیم صاحب نے حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب سنا تو خاموش ہو کر چلا گیا۔



دوستوں سے محبت

ایک درویش کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو اسحٰق خواص رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرما لیا اور کہا کہ ہم دونوں میں ایک امیر ہونا چاہئے تاکہ تمام کام اچھی طرح سر انجام پائیں۔ میں نے کہا' پھر آپ ہی حاکم بن جایئے۔ آپ نے فرمایا' اب تم مطیع بنو۔ جب ہم ایک منزل پر پہنچے تو آپ نے مجھ سے بیٹھنے کو کہا اور خود پانی لائے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے آپ نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی۔ پھر راہ میں جو کام بھی ہوتا آپ خود اسے کر لیتے اور مجھے کرنے کی اجازت نہ دیتے اور فرمایا شرط یہ ہے کہ میں امیر رہوں اور تم مطیع رہو۔ راستہ میں نہایت زبردست بارش

ہوئی تو آپ نے لبادہ اتار کر مجھ پر ڈال دیا' اور تمام رات لبادہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھ پر سایہ کئے رہے۔ تاکہ میں بارش سے محفوظ رہوں۔ میں یہ دیکھ کر نہایت شرمسار ہوا لیکن ازروئے شرط کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ آج میں امیر بنوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو آپ نے پھر تمام خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ میں نے کہا کہ امیر کے فرمان کے خلاف کیوں عمل کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا' نافرمانی وہ ہوتی ہے کہ امیر کو اپنی خدمت کے لئے کہا جائے۔ آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ کے حسن سلوک سے شرمندہ ہو کر میں بھاگ گیا۔ آپ نے مجھ کو مقام منیٰ میں دیکھا تو فرمایا۔ بیٹا دوستوں سے اس طرح محبت رکھنی چاہئے جس طرح میں نے تم سے رکھی۔



خلق خدا کی خدمت کرو

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ برس تک بلاناغہ ایک قرآن روزانہ ختم فرماتے تھے۔ ایک روز ایک شخص ایک غزل خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس غزل کو سنتے ہی بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے اور مثل بسمل کے تڑپنے لگے' استغراق کی کیفیت کا عالم یہ تھا کہ نماز کے وقت خادم آکر جب اللہ اکبر کہتا تو ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ اس کو تجلی ذات باری کا بے حد اشتیاق تھا۔ اس شوق میں برسوں مجاہدہ اور ریاضت کی۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اسی وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کی دلی کیفیت جان کر اس پر ایک نظر خاص ڈالی۔ تجلی ذات باری اس پر ظاہر ہوئی' مگر وہ اس تجلی کی تاب نہ لا سکا اور اسی وقت مرگیا۔

اقبال نامہ جہانگیری سے روایت ہے کہ جلال الدین اکبر اعظم جب پنجاب پر لشکر کشی کے ارادے سے نکلا تو اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کی ٹھانی۔ چنانچہ تھانیسر پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچا۔ بادشاہ اکبر نے مسئلہ توحید پیش کیا تو حضرت

رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بہت عمدگی سے سمجھایا اور پھر اسے نصیحت فرمائی۔ یہ سن کر اکبر بادشاہ رونے لگا اور عرض کیا کہ بندہ کو بھی فقیر کیجئے۔ میں اس سلطنت سے باز آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے جانشین مقرر کرو۔ اس کے بعد ترک دنیا کا خیال کرنا۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ اکبر کو سمجھایا کہ عبادت اور فقیری سے بہتر ہے کہ تم عدل و انصاف کے ساتھ خلق خدا کی خدمت کرو تاکہ یاد خدا بھی ہو اور سلطنت کے امور بھی انجام پاسکیں۔



مصائب دنیا

ایک طالب علم کسی مسجد میں بڑی بے قدری کے ساتھ رہتا تھا۔ نہ لنگر کی روٹیوں میں سے اس کو حصہ ملتا نہ دعوت میں اس کو کوئی ساتھ لے جاتا۔ نہ کسی جگہ اس کا کھانا مقرر تھا۔ ایک روز کوئی امیر آدمی مرا اور جنازہ کی نماز کے واسطے مسجد میں لائے۔ اس طالب علم نے دور سے دیکھ کر پہلے تو جانا کہ روٹیوں کا خوان آیا۔ حصہ لینے کی امید سے دوڑا۔ حوض کے پاس جاکر معلوم ہوا کہ جنازہ ہے۔ بے چارہ ناامید ہو کر پوچھنے لگا۔ کیوں جی کون مرگیا۔ لوگوں نے کہا فلاں سوداگر مر گیا۔ طالب علم نے پوچھا کیا کچھ بیمار تھے۔ لوگوں نے کہا کل تک تو بھلے چنگے تھے۔ رات اسی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی۔ گھر پہنچتے پہنچتے تخمہ کیا۔ طالب علم نے پوچھا کہ تخمہ کیا ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا بدہضمی کا ہیضہ جو بہت کھانا کھا جانے سے ہو جاتا ہے۔ طالب علم نے کہا' خدایا! یہ مرض مبارک ہم کو کبھی نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ دنیا کی تکلیفیں آدمی کو موت پر دلیر کرتی ہیں۔



بادشاہ کی خلعت

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں علاقہ نہاوند کے امیر یعنی حاکم تھے۔ ایک دفعہ دربار خلافت سے تمام امراء کے نام حاضری کے پروانے جاری ہوئے۔ آپ بھی بہ حیثیت امیر ہونے کے دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے تمام امراء کو خلعت عطا کی۔ اس اثناء میں ایک امیر کو چھینک آگئی اس نے خلعت سے اپنے منہ اور ناک کو صاف کر لیا۔ لوگوں نے یہ بات خلیفہ سے کہی کہ فلاں شخص نے ایسا کیا ہے۔ خلیفہ نے اس سے خلعت چھین لینے کا حکم دیا اور امارت سے بھی معزول کر دیا۔ آپ جب اس حال سے آگاہ ہوئے تو آپ نے سوچا کہ جو شخص مخلوق کے دیئے ہوئے خلعت کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے وہ اس کی خلعت و مرتبہ چھین لیا جاتا ہے۔ پس وہ شخص جو بادشاہ عالم کے ساتھ بے ادبی کرے خدا جانے اس کی کیا حالت ہو گی۔ آپ اسی وقت خلیفہ کی خدمت میں واپس آئے اور کہا' اے خلیفہ! تم جو کہ مخلوق ہو اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ تمہاری خلعت کے ساتھ بے ادبی کریں۔ معلوم ہے کہ تمہاری خلعت کی قدر و قیمت کیا ہے۔ بادشاہ عالم نے مجھے اپنی دوستی و معرفت کا خلعت دیا ہے۔ کیا وہ اس بلت کو پسند کرے گا کہ میں اس کی دی ہوئی خلعت کو مخلوق کی خلعت سے ناپاک کروں۔ پس آپ خلعت واپس کر کے باہر آگئے۔ اور حضرت خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہو کر توبہ کی۔



اجتماعی قوت

ایک مرتبہ چند جانور کسی کے جال میں آپھنسے۔ سب کو فکر ہوئی کہ کیا کرنا چاہئے۔ اور کونسا حیلہ کرنے کے بعد ہم سب کے سب شکاری کے ہاتھ سے بچ جائیں گے۔ الگ الگ ہر ایک ان میں سے بھاگنے کی غرض سے اڑتا مگر کامیابی نہ ہوتی تھی۔ سب نے یہ مشورہ کیا کہ سب کو متفق ہو کر اڑنا چاہئے۔ شاید اجتماعی

قوت سے جال ہلکا ہو جائے۔ یہاں تک کہ سب کے سب، ایک ہی ساتھ اڑے اور سب کی اجتماعی قوت سے جال ہلکا ہو گیا اور سب کے سب اڑ گئے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ حاصل یہ کہ اتفاق ایک ایسی زبردست چیز ہے جس سے بڑے سے بڑا کام آسان ہو جاتا ہے۔



پہلا لڑکا

حضرت شیخ حاجی گکن رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر کبار رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سات حج کئے۔ چہرہ پر ہمیشہ نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کسی نامحرم پر نہ پڑ جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جذبہ حق سے سرشار ہونا چاہتے تھے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کامیاب نہ ہوئے۔ ساتویں مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے' وہاں جا کر خانہ کعبہ کے روبرو بہت گریہ و زاری کی۔ غیب سے ندا آئی' تو شیخ عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا' وہاں تیری مراد پوری ہو گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے اور شیخ عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ مشرب ملامتیہ رکھتے تھے۔ اکثر شراب پیا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد جاتا رہا۔ اور ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ شیخ عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ نے نور باطن سے معلوم کر کے بلند آواز سے کہا۔ تو جس کے پاس گیا ناکام لوٹا' آخر کعبہ سے معمور ہو کر میرے پاس آیا۔ اور ملاقات ہونے سے پہلے ہی گھبرا گیا۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بصدق اعتقاد سر اپنا شیخ عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر رکھا اور بیٹھے رہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو اٹھا کر میرے پاس لا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قدر تامل کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خود اٹھ کر بوتل اٹھائی اور تمام شراب ان کے حلق میں ڈال دی۔ اس وقت یہ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش آیا۔ ظاہری لباس اتار کر لباس محبت پہن لیا۔ دنیا اور اہل دنیا سے کم التفات کرتے تھے۔ ہر وقت آگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو روشن رہتی تھی' جو کچھ نذرانہ آتا اس کو آگ میں ڈال دیتے۔ ایک افغان

بے اولاد آیا اور دعا چاہی کہ میرے گھر اولاد ہو۔ فرمایا کہ پہلا لڑکا مجھ کو دے تو تیرے بہت سی اولاد ہو گی۔ میں دعا کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا افغان نے اس لڑکے کو لا کر شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی نذر کیا۔ شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے بچے کو لے کر آگ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر افغان بہت گھبرایا اور کہا میں نے اس کو آگ میں ڈالنے کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش نہیں کیا تھا۔ آگ میں سے نکال کر مجھے دیجئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تیرے لڑکے کو جلایا نہیں۔ اپنے گھر جا' اس کو گھوارے میں پائے گا۔ جب وہ شخص گھر پہنچا تو بچے کو گھوراے میں کھیلتا پایا۔



زوال نعمت

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ صبرو برداشت کے مقام میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔ کئی برسوں تک آپ نے صرف روکھی سوکھی روٹی کھانے پر ہی گزارا کیا اور اپنے نفس کے تقاضے کے باوجود کبھی میٹھی یا نمکین یا ترش کوئی بھی غذا نہ کھائی۔ ہر روز اپنا پیٹ روکھی روٹی اور پانی کے ساتھ کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار ہو گئے اس دوران آپ کے دل میں گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ نے صبرو برداشت سے کام لیا مگر اس خواہش میں بیحد شدت پیدا ہو گئی۔ اور نفس کا تقاضا حد سے گزر گیا جب آپ کے نفس نے بہت ہی زیادہ تنگ کیا تو آپ اپنی جائے قیام سے نکلے اور سیدھے ایک قصائی کی دکان پر پہنچے۔ قصائی سے گوشت کا ایک ٹکڑا خریدا اور اپنی آستین میں چھپا کر ایک طرف کو چلے گئے۔

قصاب آپ کو جانتا تھا اس نے اپنا ایک ملازم آپ کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ معلوم کرے کہ گوشت کو آپ کیا کریں گے۔ وہ ملازم تھوڑی دیر کے بعد واپس آگیا اور اس نے آکر بتایا کہ میں حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کے تعاقب میں گیا۔ آپ چلتے ہوئے ایک ویران مقام پر جا پہنچے اور وہاں پہنچ کر آپ نے گوشت کا ٹکڑا اپنی آستین سے باہر نکال کر اسے تین مرتبہ سونگھا۔ سامنے سے ایک فقیر آرہا

تھا آپ نے وہ گوشت اس فقیر کو دے دیا۔ پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے 'اے جسم ناتواں! یہ تکلیف جو میں تجھے دیتا ہوں یہ خیال نہ کر کہ یہ کسی دشمنی کی وجہ سے ہے۔ تو تھوڑے دن اور صبر کر لے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ محنت ختم ہو جائے اور پھر ایسی نعمت حاصل ہو جائے کہ جسے کبھی بھی زوال نہ ہو گا۔



کل کی روٹی

حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیٹی تھی۔ شاہ کرمان نے اپنے بیٹے کے لئے اس کے ساتھ عقد کی درخواست کی۔ آپ نے تین روز کی مہلت طلب کی اور ان تین دنوں میں آپ مسجدوں کا چکر لگاتے رہے۔ آخری روز آپ نے ایک مسجد میں ایک درویش کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ درویش نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس سے شادی کی نسبت سوال کیا۔ درویش نے جواب میں کہا۔ مجھ جیسے مفلس کی شادی کہاں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی بیٹی تیرے عقد میں دیتا ہوں۔ اگر تین درہم تیرے پاس ہیں تو ایک درہم خوشبو میں صرف کرنا۔ ایک درہم کی شرینی اور ایک درہم مہر کے لئے۔ غرضیکہ آپ کی بیٹی اس درویش کی جھونپڑی میں داخل ہوئی تو اس نے وہاں ایک خشک روٹی کو ایک پیالے میں پڑا دیکھ کر پوچھا کہ یہ روٹی کیسی ہے۔ درویش یعنی شوہر نے جواب دیا کہ یہ روٹی کل کی بچی ہوئی ہے۔ اور آج رات کے لئے رکھی ہے۔ نئی نویلی دلہن یہ حالت دیکھ کر گھبرائی اور اپنے باپ کے گھر آنا چاہا۔ پھر درویش نے دلہن سے کہا میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی لڑکی مجھ جیسے بے نوا کے شریک حال نہ ہو گی۔ لیکن دلہن نیک اختر نے جواب دیا۔ اے میرے سرتاج! میں آپ کی مفلسی سے گھبرا کر اپنے باپ کے گھر نہیں جاتی بلکہ آپ کے ضعف ایمان اور یقین کی کمزوری کے باعث جاتی ہوں۔ کیونکہ آپ نے کل کی روٹی آج کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ مجھے اپنے بزرگ باپ پر تعجب آتا ہے کہ بیس سال کی عمر تک میری شادی اس لئے نہیں کی کہ میں کسی پرہیز گار شخص کے ساتھ

منسوب ہوں گی۔ لیکن جب میری شادی ہوئی بھی تو آپ جیسے شخص کے ساتھ جو اس رزاق پر اپنے رزق کا بھی اعتماد نہیں رکھتا۔ درویش آپ کی متوکلہ اور صابرہ بیٹی کی یہ بات سن کر ششدر ہو گیا۔ اور اس نے پوچھا کہ اب اس گناہ کا کفارہ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کی صابرہ بیٹی نے کہا کہ یا تو مجھے رکھئے یا اس خشک روٹی کو۔ چنانچہ وہ درویش ہمیشہ کے لئے اس معاملہ میں اس کا ہم خیال ہو گیا۔



اب سزا بھگتو

حضرت سید غوث علی شاہ قلندری قادری رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ غوثیہ میں رقم طراز ہیں کہ ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا۔ فقیر نے اس شخص کو چار ٹکے دے کر کہا کہ آج شب کسی عورت کے پاس رہو پھر آؤ گے تو مرید کر لیں گے۔ وہ شخص چونکہ متشرع تھا' لاحول پڑھ کر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی۔ اتفاقاً" وہ شخص اپنی اہلیہ سے شب باش ہوا۔ نو ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی اور سن بلوغ کو پہنچ کر فاحشہ ہو گئی اور بازار میں جا بیٹھی۔ لڑکی کی اس حرکت سے اس شخص کی اس قدر بدنامی ہوئی کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر پھر اسی فقیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا درد دل بیان کیا۔ فقیر نے کہا اس روز چار ٹکے اسی لئے تو دیئے تھے کہ یہ بلا تمہارے گلے نہ پڑے' رنڈیوں میں پیدا ہوتی رنڈی بنتی' تمہارا نام بدنام نہ ہوتا۔ اب جب تم نے ہماری بات نہ مانی تو اپنے کئے کو بھگتو۔



سچائی

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب آپ کی عمر مبارک چودہ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم حاصل

کرنے کی غرض سے بغداد جانے والے قافلے کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ روانگی سے قبل آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی گدڑی میں چالیس اشرفیاں رکھ کر سی دیں تاکہ حفاظت سے رہیں اور بوقت ضرورت ان کو استعمال کر سکیں۔

ہوا یہ کہ اثنائے راہ میں ڈاکوؤں نے اس قافلے پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ ڈاکوؤں نے پورے قافلے کو انتہائی بے دردی سے لوٹا۔ لوٹ مار کرتے ہوئے چند ڈاکو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آئے اور پوچھا تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں۔ ڈاکوؤں نے سمجھا کہ بچہ ہے شاید مذاق کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کو اپنے سردار احمد الفی کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ سردار نے بھی آپ سے یہی سوال کیا آپ نے اس کو بھی یہی بتایا کہ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں۔ سردار نے کہا اگر اشرفیاں ہیں تو پھر دکھاؤ تاکہ میں بھی تو دیکھوں کہ اشرفیاں کہاں ہیں۔ آپ نے اسی وقت اپنی گدڑی کو ادھیڑا اور تمام اشرفیاں نکال کر ڈاکوؤں کے سامنے رکھ دیں۔ یہ دیکھ کر تمام ڈاکو حیران رہ گئے۔ سردار کہنے لگا' اے لڑکے! ہم نے تیری تلاشی لی تو ہمیں تمہاری جیبوں سے کچھ نہ ملا۔ ہمارے گمان میں بھی نہ تھا کہ تیرے پاس اس قدر اشرفیاں ہوں گی۔ اگر تو ظاہر نہ کرتا تو اپنی اشرفیوں کو ہم سے بچا سکتا تھا۔ لیکن تو نے ایسا کیوں کیا کہ ہم سے پوشیدہ اشرفیوں کو ہمارے سامنے رکھ دیا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے ارادے سے بغداد جا رہا ہوں۔ بوقت روانگی میری والدہ نے یہ اشرفیاں سفر خرچ کے طور پر میری گدڑی میں سی دی تھیں۔ رخصت کرتے وقت میری ماں نے مجھے بڑی شدت سے اس بات کی تاکید کی تھی کہ بیٹا! چاہے کچھ بھی ہو ہمیشہ سچ بولنا اور سچ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

ڈاکوؤں نے جب یہ بات سنی تو ان کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان پر اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی وقت برے کاموں سے توبہ کر کے اچھائی کا راستہ اپنا لیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راہ راست پر آ گئے۔



ماں کی دعائیں

خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ دولت ایمانی کہاں سے حاصل کی؟ فرمایا' بچپن کا ذکر ہے' جب میں سات برس کی عمر میں قرآن پڑھنے جاتا تھا۔ میں نے اس آیت کا سبق پڑھا وبالوالدین احسانا استاد سے اس آیت کے معنی پوچھے' استاد نے کہا کہ اس آیت میں حکم ہے کہ ماں باپ کی تابعداری کرو جس قدر کہ تابعداری کا حق ہے اور اس طرح ان کی اطاعت کرو جس طرح میری اطاعت کرتے ہو۔ دیکھو! میں تمہارا استاد ہوں' جس وقت میں نے یہ بات استاد سے سنی بستہ باندھ کر ماں کی خدمت میں آیا۔ سر ان کے قدموں پر رکھ کر عرض کیا۔ اے ماں! میں نے سنا ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں ماں باپ کی اطاعت کے لئے اس طرح فرماتا ہے' آپ خدا سے دعا کیجئے کہ جو حق آپ کی خدمت کا ہے میں اسے ادا کروں' جب میں نے اپنے ماں باپ کے سامنے یہ باتیں عرض کیں' انہوں نے میرے لئے دو رکعت نماز ادا کی' میرا ہاتھ پکڑا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا اے خدا! میں نے اپنے بچے کو تیرے سپرد کیا۔ یہ دولت جو مجھے حاصل ہوئی میری ماں ہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔



شفا مل گئی

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرد صالح تھا اس کے لڑکے نے شرب پی لی۔ باپ نے بیٹے کو ڈانٹا۔ بیٹے نے اپنے باپ کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ طمانچہ اتنا زور سے مارا کہ آنکھ نکل پڑی۔ جب لڑکے کو نشہ سے ہوش آیا تو اپنی مذکورہ بالا ذلیل حرکت پر سخت شرمندگی ہوئی۔ لڑکے کو نہ صرف ندامت ہوئی بلکہ اس نے اپنا دایاں ہاتھ ہی کاٹ ڈالا۔ باپ نے جب بیٹے کا کٹا ہوا ہاتھ اور اس کی

تکلیف دیکھی تو بے چین ہو گیا۔ رونے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میری ہزار آنکھیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے نکل پڑتیں تو اچھا تھا لیکن تو اپنا ہاتھ نہ کاٹتا۔ اس کے بعد وہ دونوں باپ بیٹا حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور قصہ کہہ سنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی آنکھ اس کی جگہ رکھ دی اور لڑکے کا ہاتھ اپنی جگہ لگا دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! والد کی حرمت اور اولاد کی شفقت کی بدولت ان دونوں کو شفا عنایت فرما کر میری عزت رکھ لے۔ چنانچہ فوراً اللہ تعالیٰ نے دونوں کو شفا عنایت فرما دی۔



ایک غلام کی دعوت

حضرت ابو جعفر قاری کہتے ہیں کہ مجھ کو میرے آقا نے حکم دیا کہ تم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ نکلو اور ان کی خدمت کرو۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ جس پانی کے کنارے حضرت ابن عمرؓ اترتے وہاں کے رہنے والوں کو بلاتے اور ان کو ساتھ کھانا کھلاتے اور ان کے بڑے بڑے لڑکے بھی داخل ہوتے اور ساتھ کھاتے۔ کسی آدمی کے پلہ دو لقمہ اور کسی کے پلہ تین لقمہ پڑتا۔ چنانچہ آپ جحفہ میں اترے۔ لوگ جمع ہوئے' ایک حبشی غلام ننگا آیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو بھی بلایا۔ اس غلام نے کہا مجھے کوئی جگہ نہیں ملتی' لوگ تو بہت بھر کر جمع ہوئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹے اور اس غلام کو اپنے سینے سے لگا لیا۔



گناہ کی تلافی

کریال نام ایک راجہ بڑا عادل تھا۔ ایک روز ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی سیر کرنے نکلا۔ ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا۔ کہیں ایک حسین عورت پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریفتہ ہو گیا۔ ہاتھی کو اسی طرف ہولا چاہتا تھا تاکہ اپنی خواہش کو پوری کرے۔ لیکن پاسبان عقل نے منع کیا۔ آخر وہاں سے پھر کر محل میں داخل ہوا۔ اور دوسرے روز سارے اہلکار جمع کر کے بولا۔ میں چاہتا ہوں جیتے جی اپنے تئیں آگ میں گرا کر جلا ڈالوں۔ سب نے پوچھا' کیا سبب ہے۔ وہ بولا کل مجھ سے ایسی حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی عورت پر میرا دل بگڑا۔ پنڈت یہ سن کر بولے کہ تم راجہ ہو کر ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ رکھو تو ہمیں بھی تمہارا جینا نہیں بھاتا۔ اب یہ بہتر ہے کہ ایسی بے دھرم زندگی سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناؤ۔

آخر کار چتا چنی گئی اور آگ بھڑک اٹھی۔ تب راجہ نے ارادہ کیا کہ اس میں کود پڑے۔ برہمنوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ بس تدارک ہو چکا۔ کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر نہ تھی۔ یہ سب ضمیر کا گناہ تھا۔ سو اس کو کافی سزا مل گئی جو اتنی دیر اس کو کوفت رہی۔ تب راجہ نے جان کے عوض بہت سا روپیہ خیرات کیا۔



ہزار درہم

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عیالدار تنگ دست شخص سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا۔ اس شخص کا حال آپ رحمۃ اللہ علیہ کیا پوچھتے ہیں جس کے ذمے پانچ سو درہم قرض ہوں اور عیالدار بھی ہو۔ یہ سن کر حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ گھر میں گئے اور ہزار درہم لا کر اس شخص سے فرمایا۔ پانچ سو سے قرض ادا کرو اور پانچ سو سے اپنے عیال کی خبر گیری کرو۔ اس رقم کے علاوہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا' اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عہد کیا کہ اب کسی کا حال نہیں

پوچھیں گے، کیونکہ اگر اس کی امداد مقصود نہیں ہے تو حال پوچھنا اس کی غربت کا مذاق اڑانا ہے۔



حفظ مراتب

ایک گرو مع اپنے چیلہ کے شہر بیداد نگری میں پہنچے وہاں تمام اشیائے خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا۔ گرو نے چیلے سے کہا کہ اس شہر سے جلد بھاگ چلو۔ کیونکہ یہاں حفظ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں۔ چیلہ بولا۔ حضور یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں بڑے چین سے بسر ہو گی۔ گرو نے کہا خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے۔

چیلے کو جو ٹکے سیر حلوا پوری ملا چند روز میں کھا پی کے خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ اتفاقاً" ایک چور زیور چرانے کے جرم میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ چور نے کہا حضور میں قصور وار نہیں۔ اگر صاحب زیور ایسی عمدہ چیز کو اپنے گھر میں نہ رکھتا تو مجھے کیا پڑی تھی کہ نقب لگا کر اسے چرانے کی جرات کرتا۔ چور بری ہو گیا اور زیور والا مجرموں کی طرح عدالت میں حاضر کیا گیا۔ اس نے عدالت کا یہ رنگ اور چور کے بیانات کا نرالا ڈھنگ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور اگر سنارا ایسا اچھا زیور نہ بناتا تو مجھے اس کے خریدنے کی زحمت ہی گوارا کیوں ہوتی۔ چنانچہ زیور والا بری کر دیا گیا اور سنار کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ سنار نے بھی اسی طرح کا استدلال پیش کر کے برات حاصل کر لی۔ اسی طرح متعدد ملزموں کی پیشی کے بعد پھانسی کی سزا کا قرعہ فال ایک ایسے شخص کے نام پر پڑا جو کوئی دلیل نہ دے سکتا تھا۔ اسے تختہ دار کے قریب لایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اتنا لاغر ہے کہ پھانسی کا پھندا اس کی گردن کو پکڑ نہیں سکتا اس کی جگہ ایک ایسا موٹا تازہ سادھو پھانسی چڑھانے کے لئے لایا گیا۔ چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا کیا قصور ہے۔ راجہ نے کہا قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے اس وقت گرو پہنچا اور چیلے سے کہا کہ اور کھا لے ٹکے سیر کا حلوہ پوری۔ اب تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ شہر بیداد نگری ہے۔ یہاں سے بھاگ مگر تو

نے نہ مانا۔ اب تو اپنے کئے کو بھگت۔ چیلہ نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے۔ کبھی خلاف مرضی بات نہ کروں گا۔ گرو نے کہا کہ خیر اب میں یہ کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دے دو۔ تو کہنا کہ نہیں پہلے مجھ کو دے دو۔ دونوں نے مشورہ کر کے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لئے ظاہر کیا۔ راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تم دونوں اس کی تمنا ایک دوسرے سے زیادہ ظاہر کرتے ہو۔ گرو جی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائے گا۔ سیدھا بیکنٹھ یعنی بہشت کو چلا جائے گا۔ راجہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ بات ہے تو پہلے ہم کو ہی پھانسی دے دو۔ چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور یہ دونوں بھاگ نکلے۔ نتیجہ یہ کہ حفظ مراتب کو چھوڑنا اور آزادی و بیداری کے ترلقوں سے خواہشوں کو تر و تازہ رکھنا موجب ہلاکت ہے۔ پس ہمیشہ بزرگوں کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کار بند ہونا چاہئے۔



آدمی کی کھوپڑی

حضرت بایزید بتک زئی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ وقت تھے۔ ایک دن دوران سماع حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو خدا سے ملنا چاہتا ہے تو میرے روبرو آئے۔ تین مرید اٹھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کرتے ہی واصل حق ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر دوران سماع میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے تو میرے روبرو آئے۔ ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اور اپنے درمیان آگ کی دیوار کھڑی دیکھ کر مصافحہ نہ کر سکا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نماز فجر کے وقت دیکھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کبھی ضعیف کی شکل میں نظر آتے' کبھی بالکل جوان دکھائی دیتے۔ کبھی شیر کے روپ میں غراتے نظر آتے۔ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شیر کے روپ میں دیکھ کر ڈری۔ مجھے ڈرتا دیکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اصلی حالت میں جلوہ گر

ہوئے اور فرمایا مت ڈرو۔ شیران حق کے گھر جنگلی شیر نہیں آتے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے۔ راستے میں ایک آدمی کی کھوپڑی پڑی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے باتیں کرنے لگے۔ اس کی حالت دریافت فرما کر اس کے واسطے دعا کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔



والدہ کی برکت

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے۔ سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے۔ ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً" پانی نہیں تھا۔ چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر سے پانی لایا مگر آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آگئی اور میں رات بھر پانی لئے کھڑا رہا۔ حتیٰ کے شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی آبخورے میں منجمد ہو گیا۔ اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے پانی رکھ دیا ہوتا' اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پئیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے دعائیں دیں۔ اسی طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اسی پریشانی میں کھڑا رہا کہ نہ معلوم داہنا پٹ کھولوں یا بایاں۔ کیونکہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدولی میں شمار ہو گا۔ چنانچہ ان ہی خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھے حاصل ہوئے۔



حقیقی رازق

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ میں کسی مومنہ کو فریب دینا نہیں چاہتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' جب میں اس سے شادی کروں گا اس کا کھانا کپڑا اپنے ذمہ لوں گا اور یہ صریح فریب ہو گا' کیونکہ سب کا رازق و کفیل حق تعالیٰ ہی ہے۔



اعتقاد کی بات

حضرت شیخ ابو طاہر حرمی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولیوں میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر بازار میں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کے مریدوں نے اس گدھے کی باگ تھامی ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں وہاں سے ایک شخص گزرا۔ اس نے جب شیخ کو دیکھا تو آواز کستے ہوئے کہا کہ زندیق آرہا ہے۔ ایک مرید نے یہ آواز سنی تو اس کو بہت غصہ آیا اور وہ اس آواز کسنے والے شخص کو مارنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس سے پہلے کہ معاملہ بگڑتا اور بات بڑھتی' حضرت ابو طاہر حرمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تو اس وقت خاموشی اختیار کر لے تو ہم تجھے ایسی چیز بتائیں گے کہ جس سے تیرا سب رنج و غم جاتا رہے گا۔ چنانچہ مرید خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد جب آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے تو اس مرید سے فرمایا کہ وہ سامنے پڑا ہوا صندوق اٹھا کر لاؤ۔ مرید نے حکم کی تعمیل کی اور صندوق اٹھا لایا۔ آپ نے صندوق کھولا۔ اس میں بہت سے خطوط بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے چند خطوط نکال کر اس کے آگے رکھ دیئے اور فرمایا' یہ دیکھ یہ متعدد لوگوں کے خطوط ہیں۔ ان میں ہر ایک نے میرے لئے الگ الگ نام رکھے ہیں۔ کسی نے مجھے شیخ

الحرمین لکھا ہے اور کوئی مجھے شیخ الاسلام لکھ رہا ہے اور کوئی شیخ زکی لیکن میں جو کچھ ہوں وہ کبھی بھی کسی نے نہیں لکھا۔ میرا اصلی نام کسی بھی خط میں نہیں ہے۔ ہر ایک عقیدت مند نے اپنے اپنے اعتقاد کے موافق مجھے ایک لقب دے دیا ہے۔ اسی طرح اگر اس شخص نے بھی کوئی لقب مجھے دے دیا تھا تو اس پر تو اتنا غصے کیوں ہوا تھا۔



سب تائب ہو گئے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ایک مرید سے بے انتہا محبت تھی۔ چنانچہ دوسرے مرید اسے حسد و رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے سبھی مریدوں کو ایک ایک پھل دے کر کہا یہ پھل کھاؤ لیکن ایسی جگہ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ مرید پھل لے کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ان کی واپسی ہوئی تو سبھی خالی ہاتھ واپس لوٹے۔ صرف وہی مرید پھل لئے واپس آگیا جس سے آپ بے انتہا محبت کرتے تھے۔ اس نے آتے ہی اپنے مرشد سے کہا' حضرت میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی جگہ چھپ کر یہ پھل کھا لوں اور آپ کے حکم کی تعمیل ہو لیکن میں جس جگہ جاتا وہاں خدا کی نظریں پہنچ رہی ہوتی تھیں۔ مجھے بہت تلاش کے باوجود بھی ایسی کوئی جگہ نہ ملی جہاں میں بیٹھ کر پھل کھا لیتا اس یقین کے ساتھ کہ یہاں خدا موجود نہیں۔ یہ بات سن کر تمام مریدوں کے سر شرم سے جھک گئے اور حسد سے تائب ہو گئے۔



حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تدبر

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عیسائی مذہب رکھنے والے عالموں نے یہ اعلان کیا کہ اگر مسلمان ہمارے ان تین سوالوں کا ٹھیک جواب دیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔

۱۔ اللہ پاک اس وقت کیا کر رہا ہے؟

۲۔ اللہ پاک سے پہلے کیا تھا؟

۳۔ اللہ پاک کی شکل صورت کیسی ہے؟

یہ واقعہ بیان کرنے والوں کا کہنا ہے' اس وقت کے بہت سے عالموں نے غور کیا لیکن ان سوالوں کا ٹھیک جواب نہ دے سکے اور مزے کی بات یہ ہوئی کہ جن عیسائی عالموں نے یہ سوال کئے تھے خود انہیں بھی ان کے جواب نہ آئے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ نے منادی کرا دی کہ جو کوئی ان سوالوں کا ٹھیک جواب دے گا اسے بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔

جس زمانے کی یہ بات ہے اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ آپ نے منادی سنی تو سیدھے بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے اور وہاں جا کر کہا' میں ان سوالون کے بالکل ٹھیک جواب دے سکتا ہوں۔

بادشاہ آپ کی یہ بات سن کر بہت حیران ہوا خیال کیا کہ بھلا ایک بچہ ایسے مشکل سوالوں کا کیا جواب دے سکتا ہے۔ لیکن ٹال بھی نہ سکتا تھا لہٰذا کہا' تو پھر جواب دو۔

آپ نے فرمایا' جواب دینے سے پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سوال کرنے والا کون ہے؟

بادشاہ نے کہا' یہ سوال ہم کر رہے ہیں۔

امام صاحب بولے' تو پھر یہ ضروری بات ہے کہ آپ اس جگہ آ کر سوال کریں جس جگہ دوسرے لوگ کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں اور میں اس جگہ بیٹھ کر جواب دوں گا جس جگہ آپ بیٹھ کر انصاف کرتے ہیں۔

بات تو بہت سخت تھی لیکن ان مشکل سوالوں کے جواب سننے کے شوق میں بادشاہ فورا" اپنے تخت سے اتر آیا اور آپ کو اپنی جگہ بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

جس وقت امام صاحب تخت پر بیٹھ گئے اور وہ ایک عام آدمی کی طرح آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو آپ نے کہا' ہاں اب اپنا سوال پیش کرو۔

بادشاہ نے کہا' میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اس وقت اللہ پاک کیا کر رہا ہے؟

امام صاحب نے فرمایا' اے بادشاہ! اگر تو ذرا بھی غور کرتا تو اس سوال کا جواب خود ہی معلوم کر لیتا۔ غور کر کیا یہ خدا ہی کا کام نہیں ہے کہ ایک کم عمر لڑکے کو تیری جگہ حکومت کے تخت پر بٹھا دیا اور تجھے معمولی آدمی کی جگہ کھڑا کر دیا۔ بس اسی کو خدا کا اس وقت کا کام سمجھو۔

عقل مندی کا یہ جواب سن کر بادشاہ کو اطمینان ہو گیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا' اچھا اب یہ بتاؤ' اللہ پاک سے پہلے کیا تھا؟

امام صاحب بولے اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے آپ دس تک گنتی گنئے۔

بادشاہ نے فورا" دس تک ہندسے گن دیے۔ جب بادشاہ دس کے ہندسے تک پہنچا تو آپ نے کہا' اب یوں کیجئے کہ الٹی گنتی گننی شروع کیجئے یعنی دس کے بعد نو' نو کے بعد آٹھ' آٹھ کے بعد سات لیکن شرط یہ ہے کہ جب تک میں رکنے کو نہ کہوں' برابر گنتے رہئے۔

بادشاہ کو یہ کام بھی بالکل آسان معلوم ہوا اس نے فر فر الٹی گنتی گن دی لیکن جب ایک پر پہنچا تو مجبورا" رکنا پڑا اور جب بادشاہ رکا تو آپ نے کہا میں نے تو یہ شرط لگائی تھی کہ جب تک میں منع نہ کروں برابر گنتے رہے

بادشاہ نے جواب دیا۔ لیکن ایک سے پہلے تو کوئی ہندسہ ہی نہیں ہوتا۔ یہ بات سن کر آپ نے کہا۔ اور اے بادشاہ یہی تیرے دوسرے سوال کا جواب ہے جس طرح ایک سے پہلے کوئی ہندسہ نہیں ہوتا اسی طرح اللہ پاک کی ذات سے پہلے کچھ نہیں ہے۔

بادشاہ کو یہ جواب بھی پسند آیا اس نے تعریف کی اور تیسرا سوال پوچھا' اچھا

تو اب یہ بتاؤ اللہ کی صورت و شکل کیسی ہے؟

کہتے ہیں جس وقت یہ سوال جواب ہو رہے تھے بادشاہ کے دربار میں قندیلیں روشن تھیں امام صاحب نے ایک قندیل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' جس طرح اس گول قندیل کے بارے میں کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کی دائیں طرف کون سی ہے اور بائیں طرف کون سی؟ کیونکہ یہ چاروں طرف سے بالکل ایک ہی صورت رکھتی ہے اسی طرح اللہ پاک کی صورت کے بارے میں کسی طرح کا اندازہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ بس ہمیں تو یہی ایمان رکھنا چاہئے کہ اس کی ذات ہے اور جس طرح قندیل کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہے اسی طرح اس کے نور سے ہر شے منور ہے۔

بادشاہ کو آپ کا یہ جواب بھی بالکل ٹھیک معلوم ہوا۔ عیسائی عالم بھی آپ کی قابلیت کو مان گئے اور سب نے آپ کی تعریف کی۔



نیکی

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے۔ اور آپ کا صبر قرار جاتا رہا تھا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ نیشاپور میں ایک یہودی جادوگر ہے وہ' آپ کے کام کی تدبیر کر سکتا ہے۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور اپنا حال بیان کیا۔ یہودی نے کہا' آپ کو چالیس روز عبادت نہ کرنی چاہئے اور نہ ہی نیک خیالات رکھنے چاہئیں تاکہ میں عمل کروں اور جادو سے آپ کو مقصود تک پہنچاؤں آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب چالیس دن گزر گئے تو یہودی کے پاس آئے۔ یہودی نے طلسم کیا تھا وہ بالکل غیر موثر ثابت ہوا۔ یہودی نے ان چالیس دنوں میں ضرور کوئی نہ کوئی نیکی آپ نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا ان چالیس دنوں میں ظاہرا" نیکی تو مجھ سے کوئی بھی عمل میں نہیں آئی ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا ہے کہ میں راستہ میں جا رہا تھا۔ تو میں نے راہ سے ایک پتھر اٹھا کر کنارہ پر رکھ دیا تھا کہ کسی کو ٹھوکر

نہ لگے۔ یہودی نے کہا اس خداوند کو آزردہ نہ کر کہ جس کی نافرمانی تو چالیس دن تک کرے اور وہ اپنی مہربانی سے تیرے پتھر اٹھانے کی ادنیٰ سی تکلیف بھی ضائع نہ کرے۔ اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی اور آپ نے یہودی کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنا آہنگری کا کام کرنے لگے اور اپنا قصہ پوشیدہ رکھا۔ آپ ہر روز ایک دینار کماتے تھے اور رات کو مستحق فقراء کو تقسیم کر دیتے تھے اور بیوہ عورتوں کے گھر میں پھینک آتے تھے اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہ ہوتی۔

آپ عشاء کی نماز کے وقت دریوزہ گری کرتے اور اس سے روزہ افطار فرماتے اور کبھی کبھی ترکاری دھونے والے حوض کی طرف جاتے اور جو کچھ سبزی فروشوں کا اس میں بچا کھچا ہوتا وہ نکال لیتے اور دھو کر اپنے لئے پکاتے اور اسی کو اپنی روٹی کا سالن بناتے۔



ظرافت طبع

سلیمان واہب کے ایام وزارت میں جو حاکم زیادہ خراج دینے کا وعدہ کرتا پہلے کو موقوف کر کے اس کو اس جگہ مقرر کر دیتا۔ ایک شخص جو کہ اپنی لطف طبع کے باعث مشہور تھا اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی ملازمت چاہی وزیر نے اس کو ایک علاقہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ جس وقت کہ وزیر اس کو وداع کر رہا تھا تو اس نے عرض کیا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن پوشیدہ کہوں گا۔ فرمایا کہ کہو۔ اس نے وزیر کے کان میں کہا کہ گھوڑا صرف جانے کے واسطے کرایہ کروں یا کہ آنے کے واسطے بھی۔ وزیر بے ساختہ ہنس پڑا اور یہ بات سننے کے بعد پھر کسی کو معزول نہ کیا۔



کائنات کا مالک

حضرت ابو علی شفیق رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے مشہور ولی اللہ تھے۔ آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ ایک مرتبہ بلخ میں شدید قحط پڑ گیا۔ یہ قحط اس قدر شدید تھا کہ دور دور تک لوگوں کو کھانے کے لئے کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ اس صورت حال سے تمام مسلمان پریشان تھے۔ بازاروں میں لوگ اکٹھے ہو کر قحط کی شدت سے غمناک ہو کر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ حضرت ابو علی شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا گزر بلخ کے ایک بازار سے ہوا۔ آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو انتہائی بے فکری سے کھڑا لوگوں سے ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ لوگوں نے اس بے فکرے غلام سے کہا کہ تم اس قدر بے فکر ہو کر ہنستے پھرتے ہو، تمہیں شرم آنی چاہئے۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں تو سخت بے چینی، پریشانی اور غم پھیلا ہوا ہے اور تم خوشیاں منا رہے ہو اور اٹھکیلیاں کر رہے ہو۔

لوگوں کی بات سن کر غلام نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ مجھے کسی قسم کا کوئی غم اور فکر نہیں ہے۔ کیونکہ میں جس شخص کا غلام ہوں، وہ جاگیردار ہے اور اس کے گاؤں کی پیداوار بہت زیادہ ہے۔ اس کے ہاتھ کی فراخی نے مجھے بے غم کر رکھا ہے۔ حضرت ابو علی شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے اس غلام کا یہ جواب سنا تو آپ کو بڑی عبرت حاصل ہوئی اور دل میں کہا کہ اس غلام کو ایک جاگیردار کے استغناء کی وجہ سے بے فکری حاصل ہے اور میں جس کا بندہ ہوں وہ تو کل کائنات کا مالک ہے اور رب ہے۔ ہر ایک کا روزی رساں ہے اور سب کو بغیر معاوضہ کے روزی بہم پہنچاتا ہے۔ پھر ہمیں کسی غم اور فکر میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سوچ کر آپ نے سب دنیاداری کے دھندے چھوڑ دیئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا اور روزی کے غم سے آزاد ہو گئے۔



ماں کی خدمت

حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بھائی دونوں باری باری ایک رات والدہ کی خدمت کرتے اور ایک رات عبادت کرتے۔ ایک رات آپ کے بھائی کی والدہ کی خدمت کے لئے باری تھی مگر انہوں نے آپ سے گزارش کی کہ آج رات آپ میری جگہ والدہ کی خدمت کر لیں اور میں عبادت کر لوں۔ آپ راضی ہو گئے۔ رات کو آپ کا بھائی عبادت میں مشغول تھا کہ اس کو کہا گیا' والدہ کی خدمت عبادات سے افضل تھی جو تو نے ضائع کر دی مگر پھر بھی تمہیں ابوالحسن کے صدقے بخش دیا گیا ہے اور ابوالحسن کو والدہ کی خدمت کے اجر کے ساتھ عبادات کا ثواب بھی دے دیا گیا ہے۔



کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا

خلیفہ بغداد ہارون الرشید نے ایک دن مشہور حافظ حدیث عبداللہ بن ادریس کو دربار شاہی میں طلب کیا اور کہا کہ میں آپ کو عہدہ قضا (جج کا عہدہ) سونپتا ہوں۔ آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ بادشاہ کی اس فرمائش کو ٹھکرا دیا اور اس عہدہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ خلیفہ نے انتہائی غیظ و غضب میں آ کر یہ کہا کہ "کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔" عبداللہ بن ادریس نے بھی نہایت ہی متانت کے ساتھ یہ جواب دیا کہ کاش میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا۔ یہ فرمایا اور دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔



یہ بات قبول ہوئی

ایک نہایت عابد اور زاہد بزرگ بیمار ہو گئے۔ بیماری کے ایام میں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی موت واقع ہو گئی اور ان کی روح کو فرشتے آسمان پر لے گئے۔ غیب سے ندا آئی' ہمارے واسطے دنیا سے کیا لایا ہے۔ عرض کیا کہ الٰہی دنیا قید خانہ ہے' قید خانے سے قیدی کچھ کھو کر آتا ہے لے کر نہیں آتا۔ حکم ہوا کہ تمہاری ایک عبادت بھی قبول نہیں ہوئی مگر یہ بات قبول ہو گئی' جاؤ ہم نے تم کو بخش دیا۔



اللہ کے نام کی تعظیم

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع الی اللہ ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جوانی کے ایام میں آزاد خیال آدمی تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ جوانی کے خمار میں مست چلے جا رہے تھے کہ راہ میں آپ کو کاغذ کا ایک ٹکڑا زمین پر پڑا دکھائی دیا آپ نے اسے انتہائی ادب اور تعظیم کے ساتھ اٹھا لیا۔ اس کو پڑھا تو اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو عطر لگایا اور پھر اسے ایک پاکیزہ جگہ پر رکھ دیا۔

اسی رات جب کہ آپ سوئے ہوئے تھے ایک غیبی ندا آپ کو سنائی دی کہ اے بشر! تو نے میرے نام کو معطر کیا' مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ میں تیرے نام کی خوشبو کو دنیا و آخرت میں پھیلاؤں گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی تجھے نہ بھی جانتا ہو گا مگر اسے تیرا نام سن کر بھی راحت حاصل ہو گی۔

جب آپ سو کر اٹھے تو آپ کے دل کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ آپ نے اسی وقت اپنی آزاد روش سے توبہ کی اور فقیری اور درویشی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے

اس درجہ ولایت پر پہنچے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھتے اور پھر عالم استغراق میں ڈوب کر وہ وقت بھی آیا کہ آپ نے پاؤں میں جوتی پہننا ترک کر دیا جس کی وجہ سے آپ کا نام حافی پڑ گیا۔ (حافی ننگے پاؤں والے کو کہتے ہیں) کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے جوتی پہننا کیوں چھوڑ دیا ہے اور ہر وقت ننگے پاؤں کیوں رہنے لگے ہیں؟ ارشاد فرمایا' زمین تو میرے محبوب کا بنایا ہوا فرش ہے اور میں اس بات کو روا نہیں سمجھتا کہ محبوب کے بچھائے ہوئے فرش سے اپنے پاؤں کو دور رکھوں اور اپنے پیر اور اس کے فرش کے مابین کوئی واسطہ رکھوں۔



دو ہزار درہم کم نہ ہوئے

حضرت عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو بہت فتوحات حاصل ہوئی تھیں جن میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھا کرتے تھے بلکہ خلق اللہ پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اسی سخاوت نفس اور دریا دلی کی بدولت خدا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کرامت عطا فرمائی تھی کہ روزانہ علی الصباح آپ رحمۃ اللہ علیہ دو ہزار درہم ایک بکس میں ساتھ لے کر مکان سے باہر تشریف لاتے تھے اور جو بھی فقیر و مسکین اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں سے مٹھی بھر کر اسے دیتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا' یہاں تک کہ پورے شہر کا چکر لگا کر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر واپس تشریف لاتے تو وہ بکس بدستور دو ہزار درہموں سے بھرا رہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اپنے مصلیٰ پر پہنچ کر دو نفل پڑھتے۔ خدا کا شکر ادا کرتے اور اس بکس کو ایک کونے میں رکھنے کی ہدایت فرما دیتے۔ بخشش و عطا کا یہ سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھر چلتا رہا۔ لیکن اس بکس کے دو ہزار درہموں میں سے کبھی بھی ایک درہم کم نہیں ہوا۔



چراغ بجھا دیا

حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ اس قدر تھا کہ آپ ایک رات ایک دوست کے سرہانے بیٹھے تھے اور دوست نزع کی حالت میں تھا۔ جب آپ کا دوست وفات پا چکا تو آپ نے چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تک تو ہمارے دوست کا مال تھا لیکن اب یتیموں کا مال ہے۔



معیار جہالت

ایک شخص نے افلاطون سے کہا کہ آج فلاں آدمی تیری بہت تعریف کرتا تھا حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچا کر لیا اور نہایت متفکر ہوا۔ تب اس نے کہا' اے حکیم تجھے کیا اندیشہ ہوا میں نے تو کچھ بری بات نہیں کی۔ جواب دیا' تیری بات کی مجھے کچھ فکر نہیں لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بے وقوفی ہوئی جو اس جاہل کو پسند آئی کیونکہ جب تک نادانی نہ ہووے نادان پسند نہیں کرتا۔



مخلوق کا خون

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ بغداد مستنجد باللہ' حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اشرفیوں سے بھری ہو تھیلیاں آپ کو پیش کیں۔ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔ جب خلیفہ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی کو دائیں ہاتھ میں اور ایک کو بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا

اور پھر ان کو زور سے دبایا تو ان تھیلیوں میں سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا' اے خلیفہ! تجھے اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آتی کہ خدا کی مخلوق کا خون چوستے ہو اور اس کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہو اور پھر میرے پاس آئے ہو۔

خلیفہ مستنجد باللہ نے جب یہ دیکھا تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! اگر اس کو حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت نہ ہوتی تو میں ان تھیلیوں کو اس قدر نچوڑتا کہ یہ خون بہہ کر اس کے محل تک چلا جاتا۔



دنیا سے نفرت

حضرت محبوب الٰہی مولانا شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تربیت یافتہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے اس درجہ نفرت تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کا نذرانہ وغیرہ از قسم نقد و جنس قبول نہ کرتے تھے اور مال دار لوگوں سے ملنے جلنے کو بھی کراہت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بے ہوشی کی حالت میں اگر کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چادر میں درہم یا دینار باندھ جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دماغ میں فوراً" بوئے نجاست دنیا آ جاتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہوشیار ہو جاتے اور اسی وقت دریا پر جا کر اس درہم و دینار کو اس احتیاط کے ساتھ دریا میں ڈال دیتے کہ ان کے دست مبارک سے لمس کی نوبت نہ آتی۔



تھوڑی قیمت

حضرت یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ نے حذیفہ مرعشی کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے دین کو دو حبہ کے عوض فروخت کر ڈالا ہے۔ وہ اس طرح کہ تم

بازار میں ایک چیز خریدنے کے لئے گئے۔ اس چیز کے مالک نے تم سے دو وانگ قیمت طلب کی اور تم اس کی تہائی دینے پر رضامند تھے۔ چونکہ وہ تم کو پہچانتا تھا اس لئے تمہاری نیکوکاری کی وجہ سے وہ بول نہ سکا اور تم کو وہ شے اس نے تھوڑی قیمت پر ہی دے دی۔



اللہ کی خاطر

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص کا سبق ایک حجام سے سیکھا تھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ جب میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک حجام کی دکان پر اپنے بال کٹوانے کی غرض سے گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم میرے بھی بال اللہ کے لئے کاٹ دو گے۔ اس نے جواب دیا ہاں! میں نے اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ جس شخص کی حجامت وہ بنا رہا تھا ابھی پوری طرح اس کی حجامت نہیں بنی تھی کہ حجام اس سے کہنے لگا۔ مہربانی کر کے اب آپ یہاں سے اٹھ جائیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا نام درمیان میں آ گیا تو مجھے سب کچھ مل گیا۔

اس کے بعد حجام نے مجھے بٹھایا۔ میرے سر کو بڑے پیار سے بوسہ دیا اور میرے بال کاٹ دیئے۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک کاغذ دیا جس میں تھوڑی سی ریزگاری لپیٹی ہوئی تھی، کہنے لگا اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کر لینا مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا خیال آیا کہ کس قدر نیک انسان ہے۔ میں نے اسی وقت اس بات کی نیت کی کہ اس وقت کے بعد مجھے جو کچھ نصیب ہو گا میں سب سے پہلے اس حجام کے ساتھ مروت کروں گا۔

چند دن ہی گزرے تھے کہ کچھ عقیدت مندوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیج دی۔ میں وہ تھیلی لے کر اسی وقت اس حجام کے پاس گیا اور اس کو وہ تھیلی پیش کی۔ اس نے تھیلی کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

میں نے جواب دیا کہ جب تم نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا تو میں نے اس وقت یہ نیت کی تھی جو کچھ مجھے اول نصیب ہو گا' وہ میں تمہاری خدمت میں پیش کروں گا۔

میری بات سن کر حجام کہنے لگا کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کیا تجھے اللہ تعالٰی سے شرم نہیں آتی' تم نے تو مجھے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالٰی کے لئے میری حجامت بنا دو اور اب یہ کیا لے کر آ گئے ہو؟ کیا یہ اس کا معاوضہ ہے؟ تم نے بھلا یہ کہیں دیکھا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی کے لئے کام کرے اور پھر اس کا معاوضہ طلب کرے۔ میں نے حجام کی یہ بات سنی تو اس کی عظمت کا دل سے قائل ہو گیا۔



تماشائے عالم

تواریخ ہنود میں مذکور ہے کہ سکھدیو جی نے اپنے باپ بیدبیاس جی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جائے اور جیون مکت کا مرتبہ میسر ہو۔ باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ۔ چونکہ طالب صادق تھا منازل کر کے راجہ کے دروازہ پر پہنچا اور دربانوں سے کہا کہ راجہ صاحب کو میرے آنے کی اطلاع کر دو۔ چنانچہ اطلاع ہوئی کہ سکھ دیو جی بیدبیاس جی کا پتر آیا ہے۔ راجہ نے کہا کہ اچھا کھڑا رہنے دو۔ سات روز کے بعد پھر اطلاع کی تو کہا اچھا دوسرے دروازہ پر لاؤ وہاں بھی سات روز کھڑا رہا۔ تیسری بار کہا کہ آنے دو۔

ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوا۔ ایک دوست اس کی عیادت کو آیا جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا دوست مصروف عیادت ہو گیا اور بچہ ادھر ادھر پھرنے لگ گیا۔ ناگاہ بچے کی نظر تختہ پر پڑی جس کو اس نے اپنے معصومانہ انداز اور بلند آواز کے ساتھ اس طرح پڑھا (GOD IS NOW HERE) یعنی خدا اب یہاں ہے۔ امیر کے کانوں میں جس وقت یہ الفاظ اصل عبارت سے خفیف اور نامعلوم تغیر کے ساتھ سنے گئے تو ان کے حقیقی مفہوم سے متاثر ہو کر فوراً" اپنی اس بدعقیدگی سے تائب

ہو گیا اور خدا نے بھی اسے صحت عاجلہ عطا فرمائی۔ انگریزی ناخواندہ اصحاب کو معلوم ہو کہ انگریزی عبارت میں نشان زدہ حروف کو اگر دائیں لگا دیا جائے تو اس کا مطلب خدا کی ہستی سے انکار اور اگر بائیں طرف لگا دیا جائے تو اس کا مفہوم خدا کی ہستی کا اقرار ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسا لطیف اور غیر محسوس فرق عبارت ہے کہ جس میں ایک حرف کی کمی بیشی کے بغیر نفی کا مطلب اثبات میں بدل جاتا ہے۔ جس کا زیادہ لطف انگریزی خواں اصحاب ہی اٹھا سکتے ہیں۔



مزدور اور بزرگ

حضرت ابراہم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عظیم سلطنت کو ٹھکرا کر درویشی اور حق شناسی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سادہ لباس پہن کر محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔

تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عراق کے ایک قصبے میں ایک باغبان کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ باغ کے مالک کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ اس باغ کے پاسبان حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس نے حضرت کے قدموں کو بوسہ دیا اور حضرت کی مزدوری میں اضافہ کر دیا۔ اس راز کے بے نقاب ہونے سے حضرت کا دل پریشان ہو گیا۔ حضرت نے باغ کی چابی مالک کے حوالے کر دی اور رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ باغ کے مالک نے کہا' میں ہر طرح آپ کو آرام پہنچاؤں گا۔ آپ تشریف نہ لے جائیے۔ حضرت نے فرمایا پہلے ہم مزدور تھے اور اب ایک بزرگ ہیں' ہم تقویٰ' طہارت اور بزرگی کو بیچنا نہیں چاہتے۔ یہ کہہ کر حضرت دمشق کی طرف چلے گئے۔



دعا کی قبولیت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہماری دعائیں اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا؟ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہو لیکن ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن پاک پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ رب تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس بات کو بخوبی جانتے ہو کہ جنت اطاعت گزاروں کا انعام ہے لیکن اس کی طلب نہیں کرتے۔ یہ جانتے ہو کہ جہنم گنہگاروں کے لئے ہے مگر پھر بھی اس سے نہیں ڈرتے۔ شیطان لعین کو دشمن جانتے ہو لیکن اس سے بھاگتے نہیں بلکہ اس کے ساتھ دوستی کرتے ہو۔ اپنے عزیز و اقارب کو اپنے ہاتھوں سے زمین میں دفن کرتے ہو لیکن پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ موت کو برحق سمجھتے ہو لیکن آخرت کے لئے کوئی زاد راہ اکٹھا نہیں کرتے بلکہ دنیا کا سامان جمع کرتے ہو۔ اپنی برائیوں کو تو چھوڑتے نہیں مگر دوسروں کے عیب نکالتے رہتے ہو۔ تو ایسے شخص کی دعا بھلا کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔



دنیا سے نجات پالی

حضرت خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت تقریباً" نماز مغرب کا تھا۔ حضرت عزرائیل آئے تو آپ نے تکیہ سے سر اٹھایا اور فرمایا' عفاک اللہ کچھ ذرا صبر کرو اور پھر اپنا کام کرو۔ میں اور آپ دونوں اس کے تابعدار بندے ہیں۔ تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کی جان نکال لو اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھ لو۔ جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ فوت نہ ہو گا اور جو کچھ مجھے حکم دیا گیا ہے وہ فوت ہوا جاتا ہے۔ ذرا توقف کرو تاکہ میں وضو کر لوں۔ پس آپ نے وضو کر

کے نماز ادا کی اور جان حق تعالیٰ کے سپرد کر دی۔ کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے یہ نہ پوچھو لیکن نجس دنیا سے نجات پا گیا ہوں۔



اپنے وطن لوٹ آیا

شیخ مغاوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا۔ اور چند سال سیر و سیاحت میں گزارے۔ بعض کاموں کے سلسلے میں حکماء کفار کے شہروں میں داخل ہوا۔ کفار کی نظروں سے غائب ہو جانا میرے اختیار میں تھا۔ اگر میں چاہتا تو وہ مجھے دیکھ سکتے تھے اور اگر میں نہیں چاہتا تو وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ میں ان کے ملک میں جاؤں اور ایک صدیق سے ملاقات کروں۔ چنانچہ جب میں ان کے ملک میں پہنچا اور ان لوگوں نے مجھے دیکھا تو مجھے گرفتار کر لیا۔ مجھے گرفتار کرنے والا بہت خوش ہوا اور میری مشکیں باندھ کر بازار میں لے آیا تاکہ مجھے بیچے۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ مجھے ایک معتبر آدمی نے خریدا اور مجھے گرجے کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ میں ایک مدت تک گرجے کی خدمت کرتا رہا۔ ایک دن گرجے میں ان لوگوں نے بہت قیمتی فرش بچھائے اور خوشبو جلائی گئی۔ میں نے دریافت کیا' کیا بات ہے' ان لوگوں نے کہا بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجے میں آتا ہے اور تنہا ہی گرجے میں عبادت کرتا ہے' جب بادشاہ آیا اور ان لوگوں نے گرجے کو خالی کر کے گرجے کے دروازے بند کر دیئے تو میں ان لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ جب بادشاہ نے اطمینان کر لیا تو قربان گاہ میں پہنچا' جو گرجے میں تھی اور قبلے کی جانب منہ کر کے تکبیر کہی۔ اس وقت مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمہیں ملانا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں ظاہر ہو کر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا' انہوں نے میری طرف دیکھا تو کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمہیں

یہاں کون سی چیز لے آئی ہے۔ میں نے کہا مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور آپ سے ملاقات کا یہی طریقہ میری سمجھ میں آیا۔ مجھ سے مل کر وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے ان کا حال کشف سے معلوم کیا۔ انہوں نے میرا حال دیکھا۔ میں نے انہیں صدیقین میں پایا۔ میں نے ان سے دریافت کیا' آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہو گی۔ فرمایا اے ابوالحجاج! مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ویسے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ میں نے دریافت کیا وہ کیا فوائد ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔ حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں۔ انہیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں' کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کے درمیان قتل و فساد ایسے ایسے کراتا ہوں کہ میں اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو بھی نہ کر سکتا۔ انشاء اللہ میں عنقریب اپنے تصرفات تمہیں دکھاؤں گا۔ پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور بادشاہ نکل کر گرجے کے دروازے پر جا بیٹھے اور کہا گرجے کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو۔ چنانچہ لوگ پیش کئے گئے اور کہا گیا' یہ عالم ہیں' یہ محافظ ہیں' یہ راہب ہیں۔ بادشاہ نے دریافت فرمایا' گرجے کی خدمت کون کرتا ہے۔ وزیر نے اس شخص کو پیش کیا' جس نے مجھے خرید کر اس گرجے کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ بادشاہ اس پر سخت ناراض ہوا اور کہا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے منکر ہو گئے ہو اور ایک ایسے شخص کو اس خدمت کے لئے مقرر کیا ہے جو غیر مذہب کا ہے۔ تم نے خدا کے گھر کو ناپاک کر دیا۔

یہ کہہ کر بادشاہ نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے وزیر کو مخاطب کر کے کہا کہ باوجود اس کے کہ یہ شخص غیر مذہب کا تھا لیکن اس نے اس طرح گرجے کی خدمت کی ہے کہ یہ عزت کا مستحق ہے۔ اس کو خلعت اور سواری دے کر وطن روانہ کیا جائے۔ چنانچہ میں اپنے وطن لوٹ آیا۔



اللہ کی رحمت

حضرت ابو علی الدقائق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک جنازہ دیکھا۔ جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ جس طرف سے اس عورت نے اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے اٹھا لیا یہاں تک کہ ہم قبرستان میں پہنچ گئے اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کو دفن کر دیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے کوئی ہمسایہ وغیرہ نہ تھے۔ جو تمہاری مدد کرتے۔ انہوں نے کہا یہ میت مخنث کی تھی اور وہ اس کو حقیر جانتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے ان کی حالت دیکھ کر رحم آ گیا۔ میں نے کچھ گندم اور چند درہم ان کو دیئے۔ اسی شب میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا چہرہ منور اور نہایت قیمتی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے تبسم کیا اور کہا کہ میں وہی مخنث ہوں اور اس کے سبب سے کہ لوگ مجھ کو حقیر جانتے تھے۔ حق تعالیٰ نے مجھ پر رحمت کی۔



ضرورت نکاح

عظیم آباد میں ایک عورت بہت چھوٹی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ اس نے ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہر وقت عبادت کرنا اپنا معمول قرار دے لیا۔ گویا حقیقی معنوں میں صائم النہار اور قائم الیل بن گئی۔ روزہ افطار کرنے کے وقت شام کو سوکھی روٹی یا گیہوں کا چوکر بھگو کر کھانا اختیار کیا اور شب و روز تلاوت قرآن میں مشغول رہتی اسی حالت میں وہ بوڑھی ہو گئی۔ سینکڑوں عورتیں اس کی نامکن العمل اور سچی پارسائی کو دیکھ کر مرید ہو گئیں۔ مرتے وقت اس نے سب کو بلا کر پوچھا کہ میں نے کیسی پاکدامنی' پارسائی اور عزت و حرمت سے اپنی کاٹی۔ سب نے کہا ایسا ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ کبھی کسی مرد کا منہ تک نہ دیکھا ساری عمر روزہ رکھا۔ سوکھی روٹی کھائی یا چوکر پی کر گزارہ کیا اور شب و روز مصروف تلاوت و مشغول

عبادت رہی۔ وہ بولی' اب میرے دل کا حال سنو کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی تو دل یہی چاہتا کہ کسی طرح اس کے پاس چلی جاؤں لیکن خدا کے خوف اور دنیا کی شرم سے بچتی رہی۔ اب میرا آخری وقت ہے میں سب کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان عورت بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کیسی ہی نیک بخت' پرہیزگار ہو اور کیسا ہی روکھا سوکھا کھانا کھائے لیکن بتقضائے فطرت مرد کی خواہش اس کے دل میں ضرور ہوتی ہے۔



سستا سودا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک تنگدست سائل حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یاحضرت! میں بہت غریب اور مسکین ہوں۔ کھانے پینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس وقت محتاج ہوں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سائل کا سوال سن کر اٹھے اور اپنی جوتیاں اٹھا کر اسے دے دیں۔ وہ سائل ان جوتوں کو بغل میں دبا کر چلا گیا۔

اتفاق سے ایک سرائے میں حضرت امیر خسرو اپنے خادموں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ سائل بھی پھرتا پھراتا ادھر جا پہنچا۔ حضرت امیر خسرو نے اپنے خادموں سے کہا' معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر شیخ کے قدموں کی بو محسوس ہوتی ہے۔ آپ کے فرمان پر خادموں نے اسی وقت سرائے میں بھاگ دوڑ شروع کر دی اور ان کو صرف اس قدر پتہ چل سکا کہ اس سرائے میں ایک سائل ٹھہرا ہوا ہے جو کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ہو کر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت امیر خسرو نے اس سائل کو اپنے پاس بلوایا اور اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں کافی دیر تک بیٹھا رہا مگر مجھے ان دو جوتیوں کے سوا وہاں سے اور کچھ نہیں ملا۔ حضرت امیر خسرو

نے اس سے کہا کہ تم یہ جوتیاں مجھے دے دو اور اس کے بدلے میں میرا تمام مال و دولت اور سارے خادم لے لو۔ سائل کہنے لگا۔ جناب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ تو میرے ساتھ مذاق فرما رہے ہیں۔ حضرت امیر خسرو نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا۔ بلکہ تم سے بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ غرضیکہ حضرت امیر خسرو نے اس سے وہ جوتیاں لے لیں اور پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہنس دیے اور فرمایا اے خسرو! تم نے یہ جوتیاں بہت ہی سستی خریدی ہیں۔



ملاقات کی تمنا

شیخ ابو محمد ابن کبش رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت خضرؑ سے ملاقات کرتے تھے۔ ایک دن ان کے ایک امیر مصاحب نے کہا' آپؒ اکثر حضرت خضرؑ سے ملاقات کرتے ہیں۔ حضرت خضرؑ سے فرمائی کہ ایک دن ہمیں بھی زیارت کا شرف بخشیں۔ شیخ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ان سے کہوں گا۔ جب حضرت خضرؑ سے شیخ کی ملاقات ہوئی تو شیخ نے کہا میرے ایک مصاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا' تمہارا مصاحب مجھ سے ملنا نہیں چاہتا۔ یوں ہی اس نے کہہ دیا ہے' اچھا اس سے کہہ دو کہ میں جمعہ کے روز اس سے ملوں گا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو اس شخص نے حضرت خضرؑ کی ملاقات کے شوق میں خیرات کی اور پھر وضو کیا اور دروازہ بند کر کے جانماز پر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو ہو گیا۔ اور حضرت خضرؑ کی آمد کا منتظر رہا' اتنے میں ایک شخص نے دروازے پر دستک دی۔ مصاحب نے اپنی لونڈی سے کہا' دیکھو دروازے پر کون ہے۔ لونڈی نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک شخص چادر اوڑھے کھڑے ہیں۔ اس شخص نے کہا' اپنے آقا سے جا کر کہہ کہ ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ لونڈی نے جا کر اپنے مالک سے کہا۔ مصاحب نے پوچھا کیسا آدمی ہے۔ لونڈی نے کہا ایک شخص چادر اوڑھے کھڑا ہے۔ مصاحب نے کہا کوئی فقیر ہو گا۔

خیرات کی خبر سن کر آیا ہے اس سے کہہ دو کہ نماز پڑھ کر آئیں گے۔ اس نے باہر آ کر کہہ دیا کہ مالک نماز پڑھنے میں مشغول ہیں' نماز سے فارغ ہو کر آئیں گے۔ وہ شخص چلے گئے۔ جب نماز ہو چکی تو مصاحب ابن کبش رحمتہ اللہ علیہ سے ملا اور کہا کہ میں حضرت خضرؑ کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئے اور میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ ابن کبش نے فرمایا۔ اے بدنصیب! وہی تو حضرتؑ تھے جنہیں تم نے لوٹا دیا کہ میں نماز پڑھ کر آؤں گا۔ حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنا بھی کرتے ہو اور دروازے پر پہرہ لگا دیتے ہو۔ یہ سن کر مصاحب بہت پشیمان ہوا۔ اسی دن اس نے تمام لونڈیوں کو آزاد کر دیا۔ جب بھی کوئی دروازے پر دستک دیتا خود باہر نکل آتا۔



برا آدمی

حضرت محمد اسلم رحمتہ اللہ علیہ کو خراسان کا کوتوال کہتے تھے۔ ان کے وعظ سے پچاس ہزار آدمی راہ راست پر آئے۔ پھر بھی معتزلہ نے ان کو دو سال قید میں رکھا۔ والی نیشاپور نیا مقرر ہوا تو لوگ اس کی تعظیم کے لئے گئے۔ مگر ان سے ملنے وہ خود آیا۔ جب پروا نہیں کی تو والی نے کہا کہ الٰہی میں البتہ برا آدمی ہوں جو یہ مجھے پسند نہیں کرتے اور چونکہ یہ اچھے آدمی ہیں اس لئے میں انہیں اچھا سمجھتا ہوں۔ لہٰذا تو اپنے فضل سے میرے برے کاموں کو اچھا کر دے۔



تین دن سجدہ

حکایت ہے کہ ایک سال بغداد میں بارش نہیں ہوئی اور لوگ انتہائی پریشان و نیم جان ہو گئے۔ اہل بغداد پاک و صاف ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے تاکہ

بارگاہ خداوند میں دعا کریں کہ انہیں بارش سے نوازے۔ لیکن اس کے باوجود بارش نہیں ہوئی۔ اسی وقت ایک شخص جنگل سے نکلا۔ اس کے بال پریشان اور گرد آلود تھے۔ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ تین کنواری لڑکیاں تھیں جو نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل تھیں۔ وہ شخص آکر لوگوں کے سامنے کھڑا ہوا اور سلام کیا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ اس شخص نے پوچھا' اے لوگو! کیا بات ہے تم سب کیوں جمع ہوئے ہو۔ لوگوں نے کہا' اے شیخ! ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ ہم پر بارش برسا دے۔ لیکن بارش نہیں ہوئی۔ شیخ نے کہا' اے لوگو! کیا اللہ تعالیٰ شہر سے غائب ہے جو تم لوگ جنگل میں آئے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر نہیں ہے۔ کیا حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے' جہاں کہیں تم ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھتا ہے۔ ہارون الرشید کو اس کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ یہ کلام ایسے شخص کا ہے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی راز ہے۔ پھر کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب لوگ اسے لے کر آئے تو ہارون الرشید نے شیخ سے مصافحہ کیا اور اپنے آگے بٹھایا اور کہا' اے شیخ! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہم پر اپنا کرم فرمائے۔ شاید آپ کا اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ رتبہ ہو۔ یہ سن کر شیخ نے کہا تو سب لوگ ہمارے ساتھ آؤ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔ لوگ شیخ کے ہمراہ محل سے باہر آئے۔ سب نے توبہ کی اور پھر اللہ کی طرف رجوع کیا' پھر شیخ نے دو رکعت نماز خفیف پڑھائی اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا اور ہاتھ پھیلائے اور آنسو جاری کئے۔ ابھی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ آسمان پر ابر گھر آیا اور بادل گرجنے لگے۔ بجلی چمکنے لگی اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام رعایا خوش ہو گئی۔ ارکان دولت ہارون الرشید کی خدمت میں پہنچ کر مبارک باد دینے لگے۔ ہارون الرشید نے کہا' اس شیخ صالح کو میرے پاس لے آؤ' جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا ہے۔ شیخ کو ڈھونڈا تو وہ اسی مقام پر کیچڑ میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں پڑے تھے۔ لوگوں نے لڑکیوں سے پوچھا کہ تمہارے والد کو کیا ہوا ہے کہ وہ سجدے سے سر نہیں اٹھاتے۔ تو لڑکیوں نے کہا ان کی یہی عادت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو تین دن تک سجدے سے سر نہیں

اٹھاتے۔ اس واقعہ کی ہارون الرشید کو خبر دی گئی۔ یہ سن کر ہارون الرشید بہت روئے اور کہا اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تجھے صالحین کا واسطہ دیتے ہیں کہ تو ہمیں صالحین عطا کر اور ان کی برکتیں اپنے فضل سے ہم پر برسا۔



حق گوئی

یہ واقعہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی کے بارے میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی ملاقات حج کے ایام میں خلیفہ مہدی سے ہوئی۔ اس وقت اس کے گرد لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا تھا اور سب لوگ اس کی خوشامد اور تعریف میں لگے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے اس کی طرح طرح خوبیاں بیان کر رہے تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ مہدی سے فرمایا' اے خلیفہ! جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو صرف سترہ دینار خرچ کئے اور تو نے حج کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ سارا بیت المال ہی اپنے حج کرنے پر صرف کر دیا ہے۔

خلیفہ مہدی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر بہت ہی ناراض ہوا اور پھر اس کے بعد خلیفہ مہدی نے آپ کو ہر ممکن طریقے سے بے انتہا تنگ کیا اور پھر خلیفہ کی سختیاں اس حد تک پہنچیں کہ آپ کو جلا وطنی اختیار کرنا پڑی اور تنگی و عسرت کی حالت میں ہی وصال فرما گئے۔



بیوی کی بدولت

شائستہ زمانہ میں ایک صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے۔ نان نفقہ کے لئے بیوی کو نقد روپیہ دے گئے اور چھوٹے بھائی کو کہہ گئے کہ خبر گیری کرتے رہنا۔ بھائی

گھر میں آتا رہا اور بھاوج کے حسن و جمال پر نظر ڈالتا رہا۔ شامت کے ماروں میں پردہ نہ تھا۔ حدیث میں آیا ہے النظر سھم من سھام ابلیس (نظر ایک تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے) نیت میں فتور آیا۔ ان الشیطن للانسان علو مبین۔ (کیونکہ شیطان انسان کا ظاہر دشمن ہے) ہر طرح سے شیطان نے وسوسے ڈالے۔ آخر اس نے بے حیائی سے ایک دن پیغام وصل دیا تو اس باحیا بھاوج نے بہت آڑے ہاتھ لیا اور برا بھلا کہا۔ اس شہوت کے مارے نے کہا زندگی چاہتی ہے تو میرے حکم کی تعمیل کر۔ ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ بھاوج نے کہا کہ عزت پر جان نثار ہے۔ جب اس باعفت پر قابو نہ چلا تو چند اوباشوں کو بلایا اور زنا کی تہمت لگائی۔ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا۔ قاضی نے گواہی لینے کے بعد رجم کا حکم دیا۔ نابکاروں نے سنگسار کرنا شروع کیا۔ یہ بیچاری سہارتی رہی۔ آخر بے ہوش ہو گئی اور ان شامت کے ماروں نے جانا کہ مر گئی اور یہ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی اسے ہوش آیا اور بہت ہائے واویلا کرنے لگی۔ اتفاق سے وہاں ایک اعرابی آیا اور اس کو اپنے گھر لے گیا اور علاج معالجہ کے بعد وہ تندرست ہو گئی۔ چونکہ صاحب جمال تھی' اعرابی مذکور نے بھی اس پر ڈورے ڈالے۔ اس نے کہا' ایسا مت سوچو۔ صاحب مذکور نے کہا کہ مجھ سے نکاح کر لے۔ عورت نے کہا میرا نکاح ہو چکا ہے۔ اعرابی خاموش رہا اور کہا معاف فرماؤ مجھے معلوم نہ تھا۔ اس اعرابی کا ایک غلام بھی تھا۔ وہ گھر میں آتا تھا۔ اس کی رال ٹپکی اور اس نے عورت کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ یہ باخدا عورت تھی' بے لاگ سنائیں۔ غلام نے بہت طیش کھایا اور کہا' تم یہاں نہ رہنے پاؤ گی۔ صاحب غرض مجنون ہوتا ہے یا یوں کہو کہ شیطان غلام کے سر پر سوار تھا' عقل و حواس باختہ ہو رہے تھے' اپنے آقا کے شیر خوار بچے کو' جو اپنی ماں کے پاس سو رہا تھا' قتل کر کے خون آلود چھری اس پاکدامن بیوی کے بستر کے تلے رکھ دی۔ آقا جب صبح کو بیدار ہوا تو لڑکے کو ذبح شدہ پا کر غصہ سے لال ہوا۔ غلام بولا کہ قاتل کو میں تلاش کر کے رہوں گا۔ اس گھر میں سوائے گھر والوں کے کوئی اور نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اس دیندار عورت کے بستر سے چھری نکال لایا اور کہا کہ یہ اسی عورت کا کام ہے۔ اعرابی نے عورت

سے کہا، نیکی کا بدلہ یہی ہے؟ عورت نے کہا مجھے بچے کے قتل سے کیا ہاتھ آتا جو میں قتل کرتی۔ میں اس سے بری ہوں اور میں یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ کس کا کام ہے۔ اب جو آپ کے مزاج میں آئے کیجئے۔ اعرابی نے بہت غور کیا اور سمجھا کہ اس عورت سے غلام دشمنی رکھتا ہو گا اور اس کے نکالنے کے لئے یہ حرکت کر بیٹھا ہو گا، بچہ کے قتل پر صبر کیا اور اس عفت پناہ بی بی کو تین سو درہم دے کر کہا کہ جاؤ تمہارا ہمارے یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ یہ عورت یہاں سے چل پڑی۔ کچھ دور جا کر اس نے دیکھا کہ آدمی جمع ہیں اور ایک آدمی کو پکڑ رکھا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یا تو تین سو درہم باجگزاری کے دے دو، ورنہ تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ وہ غریب منت ساجت کرتا ہے مگر وہاں کوئی نہیں سنتا۔ اس عورت کی حمیت نے نہ چاہا کہ درہموں کو اپنے پاس رکھے۔ فوراً اس امیر کو جس کا وہ باجگزار تھا تین سو درہم دے کر اس کو اللہ کے واسطے چھڑا دیا۔ جس نے سنا مرحبا کہا اور اس عورت نے اپنا راستہ لیا۔ یہ آدمی امیر کے چنگل سے چھٹ کر اپنی محسنہ کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور ہرچند کہ وہ کہتی رہی کہ مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں ہے مگر اس کا حسن دیکھ کر لٹو ہو گیا اور پیغام وصل دے ڈالا۔ جب اس نے دھمکایا اور کہا کہ مجھ سے یہ کلام نہ کر، تو اس نے کہا کہ اچھا اب نہیں کروں گا۔ مگر اس کے ساتھ مثل سایہ کے رہا۔ چلتے چلتے ایک سمندر کے کنارے پہنچے۔ وہاں ایک جہاز سوداگروں کا لنگر ڈالے ہوئے تھا۔ اس بیہودہ مرد نے ان سوداگروں سے کہا کہ میری ایک لونڈی ہے میں اسے بیچنا چاہتا ہوں تم خرید لو۔ جو کچھ دے دو گے لے لوں گا۔ ایک سوداگر نے سو درہم کی خرید لی۔ ہرچند کہ عورت نے کہا کہ میں کسی کی کنیز نہیں ہوں بلکہ اس کے امیر کو تین سو درہم میں نے دیئے تھے جو اس کے قتل پر آمادہ تھا۔ میں نے اسے تین سو درہم دے کر چھڑایا ہے۔ یہ مثال اس پر صادق آتی ہے "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" حسن انسان کا دشمن ہے۔ وہ اس کو خوبصورت پا کر جہاز پر لے گئے اور جہاز کا لنگر اٹھا دیا اور چاہا کہ اس سے وہ حرکت کریں جس کی وہ ہرگز خواہاں نہ تھی، بیتاب ہو کر دل پر سوز سے دعا کی کہ یاالٰہی! مجھے موت آئے یا میری آبروریزی کرنے والوں کو۔ وہاں کیا دیر تھی، دعا قبول ہوئی۔ ایک شعلہ آگ کا آیا اور سب جہاز والوں کو

جلا کر راکھ کر گیا اور ان کا مال اسباب بچ گیا۔ یہ جہاز بغیر ناخدا کے ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں کے قلی اور حمال وغیرہ کشتیاں لے کر دوڑے۔ جب جہاز کے پاس گئے تو اس عورت نے یہ دیکھ کر کہ میرا حسن و جمال ہر جگہ رنگ لاتا ہے اپنا لباس مردانہ کر لیا تھا۔ مزدوروں نے کہا کہ صاحب تن تنہا کہاں سے آئے ہیں' کسی کو ساتھ کیوں نہیں لائے ہیں؟ اس نے کہا کہ میری حکایت عبرت ناک ہے تم سے ہرگز نہ کہوں گا۔ ہاں اگر یہاں کا بادشاہ آئے اور میرا حال پوچھے تو کہوں گا۔ رفتہ رفتہ یہ بات بادشاہ کے کان تک پہنچی اور وہ معہ اراکین سلطنت آیا اور دریافت کیا۔ اس نے عرض حال کہہ سنایا۔ میں چونکہ حسن کی دولت سے مالا مال ہوں' یہ سوداگر حریص و نالائق و نافہم تھے وہ مجھے شکیل پا کر برے فعل پر آمادہ ہوئے تو میں نے بارگاہ قاضی الحاجات میں بددعا کی۔ وہ قبولیت کو پہنچی' شعلہ سوزاں آگ کا آیا اور سب کو جلا گیا۔ اب دنیا کی بے ثباتی دیکھ کر میرا دل دنیا سے ہٹ گیا ہے۔ میرے لئے ایک معبد خانہ بنا دیجئے اور یہ مال و متاع آپ لے لیجئے۔ بادشاہ نے بموجب اس کے کہنے کے ایک عبادت خانہ بنوایا اور یہ کھانے کا انتظام کرا دیا۔ یہ عبادت خانہ میں رہتی اور رات دن اللہ اللہ کرتی تھی۔ اتفاق سے بادشاہ سخت بیمار ہوا اور کسی علاج سے اس کو افاقہ نہ ہوا اور اپنی زندگی سے مایوس ہوا تو اس نے یہ وصیت کی کہ میرے بعد اس عابدہ کو تخت پر بٹھانا اور سلطنت کی باگ دوڑ اس کے ہاتھ میں دینا۔ الغرض وہ بادشاہ اس دار فانی سے رحلت کر گیا۔ جب امیر و وزیر اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو فقیر کی طرف مائل ہوئے۔ فقیر نے ہرچند کہا کہ میں تارک الدنیا ہوں مجھے سلطنت سے کیا کام؟ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ فقیر نے حیران ہو کر کہا کہ میں مجرد آدمی ہوں مجھے ایک لونڈی چاہئے۔ وزیروں اور امیروں نے کہا کہ ہماری بیٹیاں حاضر ہیں۔ کہا اچھا تم سب اپنی اپنی صاحبزادیاں مع ان کی ماؤں کے بھیج دو۔

غرض وہ سب حاضر ہوئیں اس نے اپنی سرگزشت ان سے بیان کی۔ انہوں نے جا کر اپنے اپنے خاوندوں سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے ایک آدمی کو منتخب کر کے اپنا بادشاہ بنا لیا اور یہ عورت اسی طرح معبد خانہ میں عبادت کرتی رہی۔ جو کوئی

اپنی حاجت لے کر جاتا اس کی دعا کی برکت سے اپنا مدعا پاتا۔ اس کا ذکر آہستہ آہستہ شہرۂ آفاق ہوا۔ دور و نزدیک سے آدمی آتے اور اپنا مدعا پاتے۔ اس کا شوہر بھی حج سے واپس آیا اور اس نے بھی یہ شہرہ سنا۔ گھر پر اپنے بھائی کو نابینا پایا اور بیوی کا حال دریافت کیا تو بھائی نے بتایا کہ اس نے زنا کیا تھا۔ قاضی نے اس کو رجم کرایا۔ وہ مر گئی۔ حاجی صاحب کو دو رنج لاحق ہوئے۔ ایک بیوی کا گو وہ بظاہر لاعلاج تھا اور دوسرا بھائی کے نابینا ہونے کا۔ حاجی صاحب نے کہا کہ میں سنتا آیا ہوں ایک عابدہ ہے یہاں سے دور کے فاصلہ پر کہ اس کی دعا کی برکت سے مایوس بیمار شفا پاتے ہیں۔ تم میرے ہمراہ چلو۔ غرض کہ روانہ ہو کر اس قریہ میں پہنچے جہاں اس اعرابی کا مکان تھا جو کہ رجم کے میدان سے اس عورت کو لے گیا تھا۔ اس کے حبشی غلام کو جذام ہو گیا تھا۔ حاجی صاحب سے اس اعرابی نے پوچھا کہ آپ کدھر تشریف لے جائیں گے۔ حاجی صاحب نے اس عابدہ کا حال بیان کیا۔ اعرابی بھی اپنے حبشی غلام کو ساتھ لے کر چلا۔ چلتے چلتے سب کے سب اس دہقان کے گھر پہنچے جس کو اس باعصمت بی بی نے تین سو درہم دے کر چھڑایا تھا۔ یہ لنجہ معذور ہو گیا تھا اس کی ماں بڑھیا تھی۔ اس نے حاجی صاحب سے اس عابدہ کا حال سنا تو اس ضعیفہ نے بھی اپنے بیٹے کو ہمراہ لیا اور یہ سب عابدہ کے دروازے پر پہنچے۔ عابدہ نے سب مریضوں کو دیکھا اور پہچان لیا اور کہا کہ تم سب صاف صاف اپنے جرم کا اقرار کرو اور اگر تم نے بتانے میں قصور کیا تو ان مرضوں کا دور ہونا مشکل ہے۔ حاجی صاحب نے بھائی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تجھ سے جو کچھ خطا ہوئی ہے اس کو صاف صاف بیان کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے یونہی رہنے دیجئے۔ مجھ سے صاف صاف انکار نہ کرائیے۔ حاجی صاحب نے گرم ہو کر کہا کہ سچ بولنے میں کیا شرم کی بات ہے۔ آخر نیچی نگاہ کر کے اپنی عفت پناہ بھاوج کا سب ماجرا کہہ سنایا کہ وہ زنا سے پاک تھی۔ میں نے تہمت لگا کر مجرم بنایا تھا۔ یہ سن کر حاجی صاحب کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ آخر طیش کھا کر چپ ہو گئے منہ سے کچھ نہ بولے۔ عابدہ نے خلوص کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً" قبول ہوئی۔ دفعتہ" وہ بینا ہو گیا۔ بعد میں حبشی جذامی سے کہا کہ تو بھی اپنا ماجرا سچ سنا دے۔ اس نے جواب دیا کہ اپنا

پردہ میں خود فاش نہ کروں گا۔ اس کے مالک نے کہا کہ اگر تو نے جرم کیا ہے تو میں نے تجھے معاف کیا تجھ سے انتقام نہ لوں گا۔ تب وعدۂ معافی پاکر اس نے کہا کہ اے مالک! تمہارا وہ چھوٹا بچہ مجھ نالائق کے ہاتھ سے ناحق قتل ہوا۔ میں نے قتل کرکے چھری عورت کے بستر کے نیچے رکھ دی تھی۔ پھر وہاں سے نکال کر اسی معصوم عورت کو ملزم بنایا تھا۔ عابدہ نے یہ سن کر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ فضل الٰہی سے وہ تندرست ہو گیا۔ پھر بڑھیا کے بیٹے کی باری آئی۔ اس نے دیکھا کہ دو کو شفا ہو چکی ہے تو اپنا حال اس طرح بیان کرنے لگا کہ مجھ پر ایک امیر کا تین سو درہم قرض تھا جو مجھ سے ادا نہیں ہو رہا تھا اور وہ میری سزا دہی کے سخت درپے تھا۔ ایک عورت فرشتہ رحمت کی طرح ظاہر ہوئی اور اس نے وہ تین سو درہم ادا کر دیے۔ میں امیر سے چھوٹ کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور بدکام کا ارادہ کیا۔ اس پاک دامن نے نامنظور کیا اور مجھ کو جھڑک دیا۔ چلتے چلتے سمندر کے کنارے پہنچے۔ ایک جہاز لنگر انداز تھا۔ میں غصہ میں بھرا ہوا تو تھا ہی' اس عورت کو اپنی لونڈی ظاہر کرکے اہل جہاز کے ہاتھ بیچ دیا۔ اسی روز سے بیمار ہوں' زیست سے بیزار ہوں۔ عابدہ نے سچا واقعہ سن کر بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کی۔ اس نے بھی مرض مہلک سے نجات پائی۔ جب یہ تینوں تندرست ہو گئے تو عابدہ نے ان تینوں کو باہر جانے کا حکم دیا اور اپنے شوہر کو رہنے دیا۔ جب یہ تینوں باہر ہوئے تو عابدہ نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دی۔ شوہر اس کو دیکھ کر فرط مسرت سے آنسو بھر لایا۔ عورت نے کہا کیوں روتے ہو اپنی جان کھوتے ہو' کہا تم کو دیکھ کر مجھ کو اپنی پاکدامن بیوی یاد آئی ہے اس کی بھی شکل و شباہت ایسی ہی تھی۔ اگر قاضی نے اس کو سنگسار نہ کر دیا ہوتا تو میں جانتا کہ تم وہی ہو۔ عورت نے اب زیادہ دیر تک اپنے خاوند کو مایوس رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ فوراً بول اٹھی کہ میں تمہاری زوجہ ہوں۔ پھر اپنی ساری سرگزشت سنائی۔ وہ یہ ماجرا سن کر بہت متحیر ہوا۔ حق شناس بندوں کی طرح شکر بجا لایا۔ اور لوگوں نے بھی سنا' سب اس کی سلامتی پر خوش ہوئے اور تینوں مجرموں نے بھی اسے پہچانا۔ اپنے افعال گزشتہ پر نادم اور تائب ہوئے اور اس کے پاؤں پر گر پڑے اور اس کی پارسائی کو مان گئے۔ معذرت کرکے عفو کے خواہاں ہوئے۔

اس نے عالی حوصلگی سے کام لے کر سب کی خطا کو معاف کیا اور ان کو مال و دولت دے کر رخصت کیا۔ اس شہر کے لوگوں کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے خاوند کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور اعرابی کو اس کا وزیر بنایا۔ اس طرح وہ نیک نامی اور شان و شوکت سے رہنے لگے اور حق تعالیٰ کی عبادت اور خلق اللہ کی خدمت کرنے لگے' سبحان اللہ! اطاعت اور بندگی اور پارسائی بھی کیا اچھی چیز ہے۔ یہ بادشاہت جو اس کے خاوند کو ملی یہ ہرگز اس کے حج کے باعث نہ تھی بلکہ اس کی باعفت و عصمت بیوی کی پاکدامنی کا سبب تھا۔



خاکساری

ایک مجمع میں کسی بزرگ کا تذکرہ تھا۔ بعض تو کہتے تھے کہ سبحان اللہ! قطب وقت ہیں۔ ایسا باخدا آدمی اس زمانہ میں کہاں ہے۔ بعض کہتے تھے بھائی ہم تو معتقد نہیں۔ سامان دنیا وہ کیا نہیں رکھتے۔ بی بی' بچے' مکان' کھانا پینا' سبھی کچھ ہے۔ نماز' روزہ کون نہیں کرتا۔ بزرگی کا اور ہی مرتبہ ہے۔ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ امتحان لیں۔ یہ سوچ کر ان بزرگ سے کہا کہ آج بندے کے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ گرمی کے دن ہیں ایسا کیجئے کہ نماز مغرب وہیں پڑھیے۔ غریب خانے کے قریب مسجد بھی ہے۔ بڑی بھاری جماعت ہو جاتی ہے۔ ان بزرگ نے دعوت کو بے تامل قبول کیا اور نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جا حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد وظیفہ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ پھر میزبان کے دروازے پر آئے تو کچھ فرش نہ تخت نہ مونڈھا نہ کرسی نہ کوئی آدمی۔ آواز دی تو جواب ندارد۔ بے تکلف زمین پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے عشاء کا وقت ہو گیا اور یہاں میزبان نے گھر سے نکل کر صورت تک نہ دکھائی۔ میزبان صاحب منتظر تھے کہ مہمان صاحب دق ہو کر خود متقاضی ہوں گے۔ یہاں تقاضے کا کیا ذکر۔ جب نماز عشاء کا وقت ہوا تو دروازے پر ایک مہترانی رہتی تھی یہ بزرگ اس سے کہہ گئے کہ نیک بخت میں نماز کو جاتا ہوں۔ اگر میزبان

صاحب پوچھیں تو مہربانی کر کے کہہ دینا کہ وہ شخص نماز کو گیا ہے۔ ان بزرگ نے نماز تو مسجد میں پڑھی اور سلام پھیرتے ہی پھر چلے آئے اور جو کچھ پڑھنے کو باقی تھا۔ میزبان کے دروازہ پر آ کر پڑھا۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہونے آئی۔ تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکھا تو موجود۔ دیکھتے ہی بولا۔ آہا آپ آئے اور مجھ شامت زدہ کو دعوت کا خیال بھی نہ رہا۔ اب اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔ مہمان نے کہا' کیا مضائقہ معمولی بات ہے۔ یہ کہہ کر بہت ادب سے رخصت طلب کی۔ میزبان نے کہا اچھا تو ٹھہریئے میں جا کر دیکھوں۔ کچھ بچا بچایا ہو تو لے آؤں۔ گھر میں گیا تو پھر گھنٹوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا تو پھر کہا کچھ موجود نہیں ہے۔ معاف کیجئے۔ مہمان بشاش بشاش رخصت ہونے لگا۔ تو پھر اس نے کہا آپ جاتے ہیں تو میرا جی نہیں چاہتا کہ آپ بھوکے چلے جائیں۔ ذرا صبر کیجئے تو کچھ تدبیر کروں۔ بزرگ نے فرمایا کہ کیوں تکلیف کرتے ہو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ میں چلا جاتا ہوں۔ میزبان نے کہا ذرا ٹھہریئے۔ یہ کہہ کر پھر گھر میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اندر ہی سے کہا شاہ صاحب تشریف لے جایئے شاہ صاحب نے پکار کر سلام کیا اور چلنے لگے۔ گلی کے باہر ہو گئے تھے کہ پھر اس شخص نے پکارا تو شاہ صاحب پھر آ گئے۔ اس شخص نے کہا اور تو کچھ نہیں ہو سکتا یہ ایک پیسہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی خوشی سے لے لیا اور خوش و خرم پھر چلے۔ پھر اس شخص نے بلایا اور کہا کہ میاں فقیر تو بڑا طماع و حریص ہے۔ ایک وقت کے کھانے کے واسطے تو نے میری تمام رات ضائع کی۔ شاہ صاحب رونے لگے اور ہاتھ جوڑے کہ بھائی خدا کے لئے میری خطا معاف کرو۔ واقعی میرے سبب سے تم کو بھی تکلیف ہوئی۔ وہ شخص بولا جی چاہتا ہے کہ اس قصور کے لئے تیرے سب کپڑے اتروا لوں۔ پھر صاحب کے قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ واقعی آپ بڑے بزرگ آدمی ہیں اور اس امتحان لینے میں مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ للہ معاف فرمایئے۔ شاہ صاحب نے اس کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور کہا میاں یہ تمہارا خیال ہے۔ کیسی بزرگی اور کہاں کی خدا پرستی میں تو پیٹ کا کتا ہوں۔ سب کتے ایسا ہی کرتے ہیں۔ جو میں نے کیا۔ ٹکڑا دکھلاؤ یا بلاؤ تو دوڑا آئے ذرا دھمکا دو تو قدم دو قدم پیچھے ہٹ جائے۔ یاد رکھو کہ خاکساری خدا رسیدہ ہونے کی سب سے

بڑی دلیل ہے جس شخص میں یہ نہیں۔ وہ کتنا ہی عالم و فاضل عابد و زاہد کیوں نہ ہو اور متقی و پارسا ہو وہ ہیچ ہے۔



نماز کا چور

مشہور ظالم حجاج بن یوسف ثقفی ایک مرتبہ حج کے لئے آیا اور اتفاق سے عالم مدینہ حضرت سعید بن مسیب تابعی کے برابر نماز کے لئے کھڑا ہوا اور امام سے پہلے رکوع و سجدہ کرنے لگا۔ حضرت سعید بن مسیب نے نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنا جوتا اٹھا کر فرمایا کہ اے چور! اے خائن! تو اس طرح نماز پڑھتا ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ یہی جوتا تیرے منہ پر دے ماروں۔ اس کے بعد حجاج دمشق گیا تو حجاز کا گورنر بن کر مدینہ منورہ آیا اور فوراً ہی مسجد نبوی میں حضرت سعید بن مسیب کی درسگاہ میں پہنچا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہی حج کے موقع پر جوتا اٹھا کر مجھ کو نماز کا چور اور خائن کہا تھا؟ سعید بن مسیب نے نہایت جرات و استقلال کے ساتھ فرمایا کہ ہاں میں نے ہی کہا تھا اور بالکل حق کہا تھا۔ حجاج آپ کا عالمانہ تیور دیکھ کر آپ کی روحانی طاقت سے اس قدر مرعوب ہوا کہ بالکل ہی سہم گیا اور کہنے لگا کہ خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے مجھے بڑی اچھی تعلیم دی تھی۔ اب میرا یہ حال ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو آپ کا جوتا میری نظروں کے سامنے ہو جاتا ہے اور آپ کے کلمات مجھے یاد آ جاتے ہیں۔ تو میں بہت سنبھال سنبھال کر نماز پڑھتا ہوں۔



نگاہ ولی

حضرت بندگی شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ ابو سعید چشتی صابری گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سہارن پور کے ایک بازار سے گزر رہے تھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ایک مہاجن پر پڑی۔ اس نے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور مسلمان ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ جگن ناتھ کے بازار کی سیر کر رہے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ایک بت پر پڑی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ہندو اس کی پوجا میں مصروف ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی محو تماشا ہو گئے۔ بت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہم کلام ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی' یہ کشف دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔



صبر و برداشت

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکان کرائے پر لے رکھا تھا۔ آپ کا ہمسایہ ایک یہودی تھا جس نے آپ کا رہنا دوبھر کر رکھا تھا۔ آپ کے مکان کی محراب اس یہودی کے مکان کے دروازے پر تھی۔ یہودی نے اس جگہ پر ہی پاخانہ بنا لیا اور جو گندگی ہوتی وہ آپ کے گھر میں پھینک دیتا۔ اس سے پلیدی پھیل جاتی۔

کافی عرصہ تک وہ یہودی اسی طرح ہی کرتا رہا لیکن آپ نے کسی سے بھی اس بات کا تذکرہ نہ کیا اور نہ ہی کبھی اس یہودی سے کوئی شکایت کی۔ ایک دن وہ یہودی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے مالک! میرے اس پاخانے کی وجہ سے تجھے کوئی تکلیف تو نہیں؟

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' تکلیف تو ضرور ہے مگر میں نے ایک تغار اور جھاڑو بنا لی ہے اس سے صفائی کر کے جگہ کو دھو لیا کرتا ہوں۔ یہودی نے حیرت زدہ ہو کر کہا' اے مالک! آپ کس لئے اس قدر تکلیف برداشت کرتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا' رب تعالیٰ کا ایسا ہی حکم ہے۔ یہودی یہ سن کر کہنے لگا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ رب تعالیٰ کا دوست' دشمن کا رنج اٹھائے اور فریاد بھی بالکل نہ کرے اور اس حد تک برداشت سے کام لے کہ احتجاج ہی نہ کرے۔ یہ کہہ کر اس یہودی نے اسی وقت کلمہ اسلام پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔



تعظیم حدیث

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھاتے وقت باوضو اور کمال ہیبت و وقار سے بیٹھا کرتے اور فرماتے' میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم کرو۔ حدیث پڑھاتے وقت ایک زانوں ہی بیٹھے رہتے تھے' جب تک درس ختم نہ ہوتا' ہرگز زانوں نہ بدلتے۔ ایک بار درس حدیث کے وقت دس گیارہ بچھوؤں نے نیش مارے اور شدت تکلیف سے رنگ مبارک متغیر ہو کر پیشانی پر پسینہ آ گیا' مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زانو نہ بدلا۔ درس کے بعد لوگوں نے تغیر رنگ اور پسینہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بچھوؤں کی نیش زنی کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ یہ بات صرف تعظیم حدیث کی وجہ سے تھی۔



پانچواں باب

حکایات شیخ سعدیؒ و رومیؒ

ماں کی گالی

ایک دفعہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔ ہارون الرشید نے ارکان دولت سے پوچھا کہ ایسے آدمی کو کیا سزا دینی چاہئے۔ ایک نے زبان کاٹنے کی رائے دی اور ایک دوسرے نے جائیداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی اور ایک نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔ ہارون الرشید نے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے بیٹے! اگر تو اسے معاف کر دے تو تیری مہربانی ہے اور اگر نہیں کر سکتا تو تو بھی اس کو ماں کی گالی دے لے۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہو گا اور دوسرے کی طرف سے دعویٰ۔

عقل مند کے نزدیک مرد وہ نہیں ہے جو مست ہاتھی سے لڑے۔ ہاں تحقیق کی رو سے مرد وہ ہے کہ جب اس کو غصہ آئے تو واہی تباہی نہ بکے۔



درد سر

ایک بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہو۔ تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا جائے۔ دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص شہر میں داخل ہوا وہ ایک خستہ حال بھکاری تھا جس کی ساری عمر بھیک مانگتے اور پیوند لگے کپڑے پہنتے گزری تھی۔ امرائے حکومت نے مرحوم بادشاہ کی وصیت کے مطابق اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اور قلعوں اور خزانوں کی چابیاں اس کے سپرد کر دیں۔ کچھ عرصہ تو نظام حکومت ٹھیک ٹھاک چلتا رہا۔ پھر بعض امیروں کی سرکشی کی وجہ سے اس میں خلل پڑنا شروع ہو گیا اور ملک کا ایک حصہ اس کے قبضہ سے نکل گیا۔ انہی دنوں اس کا ایک پرانا ساتھی سفر سے واپس آیا۔ اپنے دوست کا شاہانہ کروفر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کو مبارک باد دیتے

ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بخت نے تیری یاوری کی ہے۔ اقبال و دولت نے تیری رہبری کی۔ یہاں تک کہ تیرا پھول کانٹے سے اور کانٹا تیرے پیر سے نکل گیا۔ بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

بادشاہ نے کہا' اے عزیز! یہ مبارک باد دینے کا نہیں بلکہ ماتم پرسی کا موقع ہے۔ جب میں تیرا ساتھی تھا۔ اس وقت مجھے صرف ایک روٹی کی فکر ہوتی تھی اور رات کو چین سے سوتا تھا اب ایک جہان کی فکر ہے اور نہ دن کو چین ہے اور نہ رات کو۔



کڑوا شہد

ایک ہنس مکھ اور خوش اخلاق آدمی شہد کا کاروبار کرتا تھا۔ لوگ اس کی خوش مزاجی اور میٹھی باتوں پر ایسے فریفتہ تھے کہ اس کا شہد ہاتھوں ہاتھ بک جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر وہ زہر بھی اٹھالاتا تو لوگ اس کو شہد سمجھ کر کھا جاتے۔

ایک بدمزاج آدمی اس کے کاروبار کی ترقی دیکھ کر جلتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کے شہد میں کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے چلو ہم بھی یہی دھندہ شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بھی شہد کا کاروبار شروع کر دیا۔ لیکن اس کی ترش روی کو دیکھ کر لوگ نزدیک بھی نہ پھٹکتے تھے۔ سارا دن گلی کوچوں میں ہانک لگاتا رہا لیکن ایک گاہک بھی نہ آیا۔ رات کو تھک ہار کر خالی ہاتھ گھر گیا اور بیوی سے کہنے لگا کہ میرے شہد میں معلوم نہیں کیا خرابی ہے کہ کوئی خریدتا ہی نہیں۔ بیوی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

تلخ مزاج آدمی کا شہد بھی تلخ ہوتا ہے۔



درویش

ملک شام کے ایک غار میں ایک درویش ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ اس کا نام خدادوست تھا۔ وہ فی الواقع اسم بامسمی تھا۔ دنیا کے جھگڑوں جھمیلوں سے اسے کوئی سروکار نہ تھا اور اس کی قناعت اور بے نیازی کو دیکھ کر سبھی لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور عقیدت کے پھول اس کے قدموں پر نچھاور کرتے تھے۔ اس علاقے کا حاکم بڑا ظالم اور مردم آزار تھا اور لوگ اس سے بڑی نفرت کرتے تھے۔ یہ حاکم بھی کبھی کبھی خدادوست کی زیارت کے لئے جاتا لیکن وہ مرد خدا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ ایک دن حاکم نے شکایتاً" کہا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ میں حاضر ہوتا ہوں۔ لیکن آپ نفرت سے میری طرف سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ مانا کہ میں تمام ملک کا بادشاہ نہیں ہوں لیکن عزت میں کسی درویش سے تو کم نہیں ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھ سے کوئی امتیازی سلوک کریں تاہم اتنی توقع ضرور رکھتا ہوں کہ آپ عام لوگوں جیسا سلوک ہی میرے ساتھ کریں۔

خدادوست نے جواب دیا کہ اے حاکم! کان کھول کر سن لے کہ اللہ کی مخلوق تیرے ظلم سے نالاں ہے۔ اگر تو اللہ کے بندوں کا دشمن ہے تو میں تیرا دوست کیسے بن سکتا ہوں اور اگر میری تیری دوستی کی کوئی راہ نکل بھی آئے تو اس کا کیا علاج کہ خدا تجھے دشمن سمجھتا ہے۔ خدا سے دوستی رکھنے والے کی اگر کھال بھی ادھیڑ دی جائے تو وہ دوست کے دشمن کا دوست نہیں ہو سکتا۔ یہاں سے چلا جا اور احسان اور رحم پر کمر باندھ تاکہ خلق خدا تیرے حق میں دعا کرے۔

اے بڑے! چھوٹوں پر زور نہ دکھا کیوں کہ زمانہ ایک حالت میں نہیں رہے گا۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ لوگوں کو نہ ستا کہ اگر تو گر پڑا تو لاچار ہو جائے گا۔



اللہ پر بھروسہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں ایک سفر میں ایک بوڑھا درویش میرا ساتھی تھا۔ ہم دونوں سفر کرتے کرتے ایک دریا پر پہنچے۔ ہمیں پار جانا تھا اور کشتی بان معاوضہ لئے بغیر کسی کو کشتی پر سوار نہ کرتے تھے۔ میرے پاس ایک درہم تھا۔ چنانچہ مجھے تو انہوں نے بٹھا لیا۔ لیکن بوڑھا درویش خالی ہاتھ تھا۔ اسے کشتی میں بٹھانے سے انکار کر دیا اور کشتی کو تیزی سے چلا دیا۔ مجھے اپنے ساتھی کی بے کسی پر رونا آ گیا۔ مجھے اس قدر ملول دیکھ کر بوڑھا درویش قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا کہ اے عقلمند! میرے حال پر غم نہ کھا۔ مجھے وہی ذات دریا پار کرائے گی جو کشتی لے جا رہی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھایا اور اس پر بیٹھ کر آناً فاناً دریا کے پار اتر گیا۔ میں سمجھا کہ میرا وہم ہے یا خواب ہے۔ فرط تحیر سے میں بے ہوش ہو گیا اور ساری رات کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح کو ہوش آیا تو اس درویش نے آواز دی کہ اے مبارک خیال دوست! تو تعجب میں کیوں پڑ گیا۔ تجھے کشتی نے کنارے پر پہنچایا اور مجھے خدا نے۔



جہنم کا راستہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ نظامیہ میں علم حاصل کرتا تھا۔ میرا وظیفہ مقرر تھا اور لکھنا پڑھنا ہی میرا اوڑھنا بچھونا تھا۔ میرا ایک ساتھی مجھ سے بہت جلتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اپنے استاد کے پاس اس کی شکایت کی اور کہا کہ اے استاد محترم! جب میں کسی حدیث کی تشریح اور اس کے نکات و رموز بیان کرتا ہوں تو میرا یہ خبیث دوست مارے حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگتا ہے۔ اس پیشوائے عالی مقام (استاد) نے بگڑ کر فرمایا۔

دوست کا حسد کرنا تو تجھے پسند نہ آیا۔ نہ معلوم تجھے کس نے بتایا ہے کہ

غیبت اچھی چیز ہے۔ اگر اس نے کمینہ پن کی وجہ سے دوزخ کا راستہ اختیار کیا ہے تو اسی قسم کے دوسرے راستے سے تو بھی دوزخ میں پہنچے گا۔

☆☆☆

دو فقیر

دو خراسانی فقیر اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک تو بوڑھا تھا جو دوسرے دن کھاتا اور دوسرا موٹا کڑیل جوان' جو دن میں تین بار کھاتا۔

یہ دونوں اتفاقاً" کسی شہر میں جاسوسی کے الزام میں پکڑے گئے اور حاکم کے حکم سے ان کو کوٹھڑی میں بند کر کے دروازے کو اینٹوں سے بند کرا دیا گیا۔ دو ہفتے بعد معلوم ہوا کہ دونوں بے گناہ تے۔ اس پر حاکم نے دروازہ تڑوا دیا مگر دیوار کھلنے پر لوگوں کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ موٹا جوان تو مرا پڑا تھا اور ضعیف بوڑھا ابھی تک زندہ و سلامت تھا۔

اتفاق سے ایک حکیم کا بھی ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے لوگوں کو تعجب میں دیکھ کر کہا' عزیزو! تعجب تو جب ہوتا کہ بوڑھا مرجاتا اور جوان بچ رہتا۔ جوان بہت کھانے والا تھا۔ بھوک پیاس کیسے سہار سکتا۔ لاچار مرگیا اور بوڑھا کم خور تھا۔ اس نے اپنی عادت کے موافق صبر کیا۔ جس سے اس کی جان بچ گئی۔

☆☆☆

رسوائی

ایک شخص حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں صوفی کو دیکھ کر آ رہا ہوں کہ شراب پی کر مدہوش پڑا ہے۔ اس کی پگڑی اور جسم کے کپڑے قے سے لتھڑے ہوئے ہیں اور کتے اس کے گرد جمع ہیں۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اس کی باتیں سن کر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بھائی سچا دوست آج ہی کے دن کام آتا ہے۔ جا اور اس صوفی کو وہاں سے لے آ۔ اس نے بہت برا کام کیا ہے اور صوفیوں کے نام کو بٹہ لگایا ہے۔

حضرتؒ کا ارشاد سن کر وہ شخص مخمصے میں پڑ گیا اور پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس کو غلاظت سے لتھڑے ہوئے صوفی کو ہاتھ لگانے سے کراہت آتی تھی لیکن حضرت داؤد طائیؒ کا ارشاد بھی نہ ٹال سکتا تھا۔ آخر طوعاً" و کرہاً" جا کر اس مدہوش صوفی کو کندھے پر لاد لیا۔ جب بازار سے گزرا تو سارا شہر اس پر امڈ پڑا۔ لوگ طرح طرح کے طعنے دیتے تھے۔ کوئی کہتا ذرا اس درویش کو دیکھو اس کے تقویٰ' پارسائی اور دینداری کے کیا کہنے۔ کوئی کہتا تھا کہ آج کل کے صوفیوں کو دیکھو کہ شراب پئے ہوئے ہیں۔ ایک مدہوش ہے اور دوسرا نیم بے ہوش۔ تف ہے ان کی اوقات پر۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ وہ شخص لوگوں کے طعنے سنتا تھا اور خون کے گھونٹ پیتا تھا۔ خدا خدا کر کے اس صوفی کی قیام گاہ پر پہنچا۔ اسے وہاں چھوڑا اور خود لوگوں سے منہ چھپائے اپنے گھر گیا۔ آج اس کو جو خفت اٹھانی پڑی تھی رات بھر اس کے تصور سے کروٹیں بدلتا رہا۔ دوسرے دن حضرت داؤد طائیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو انہوں نے ہنس کر فرمایا۔

گلی کوچہ میں بھائی کی آبرو ریزی نہ کر۔ ورنہ زمانہ شہر میں تیری آبرو ریزی کرے گا۔



زوال کا خدشہ

کہتے ہیں کہ ایران کا بادشاہ دارا ایک دفعہ شکار کھیلتے ہوئے اپنے لشکر سے بچھڑ گیا۔ اس اثناء میں اس نے دیکھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے۔ دارا سمجھا کہ یہ کوئی دشمن ہے۔ اس نے فوراً" تیر کمان میں جوڑ کر اس کا نشانہ باندھ لیا۔ وہ شخص خوف زدہ ہو کر چلایا کہ جہاں پناہ میں دشمن نہیں ہوں بلکہ

آپ کا چرواہا ہوں اور یہاں آپ کے گھوڑے چرا رہا ہوں۔ بادشاہ نے کمان ہاتھ سے رکھ دی اور ہنس کر کہنے لگا کہ اے بیوقوف! اگر آج فرشتہ غیب تیری مدد نہ کرتا تو تیری موت میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ چرواہے نے ہاتھ جوڑ کر کہا' بادشاہ سلامت! اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ دارا نے کہا' کہو کیا کہتے ہو؟

چرواہے نے کہا' حضور ساری رعیت کے رکھوالے ہیں۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آپ دوست اور دشمن میں تمیز نہ کر سکے۔ آپ نے مجھے بارہا دربار میں دیکھا ہے اور مجھ سے گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات دریافت کئے ہیں۔ اس وقت حضور کی پابوسی کے لئے آپ کی طرف بڑھا تو آپ نے مجھے دشمن سمجھ لیا۔ حالانکہ مجھ جیسا غریب چرواہا اپنے گلے کے بے شمار گھوڑوں میں سے ایک ایک کو پہچانتا ہے۔ آپ جس گھوڑے کو پیش کرنے کا حکم دیں اسے پل بھر میں لا کر حاضر کر دوں گا۔ عالم پناہ! جہاں بانی کی شرط تو یہ ہے کہ آپ اپنے ہر ماتحت کو پہچانیں کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے۔ میں گھوڑوں کا رکھوالا ہوں اور آپ رعیت کے رکھوالے۔ جس طرح میں فہم و فراست سے اپنے ریوڑ کو قائم رکھتا ہوں اسی طرح آپ بھی اپنے گلے کو قائم رکھئے۔ اس سلطنت کے زوال کا خدشہ ہے جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو۔



مضبوط قلعہ

سلطان قزل ارسلان سلجوقی کے پاس ایک زبردست قلعہ تھا۔ جو پہاڑوں کے بیچوں بیچ ایسے محفوظ مقام پر تھا کہ خواہ کیسا ہی دشمن حملہ کرے اس کو سر نہ کر سکتا تھا۔ اس قلعہ کے اندر پانی کے چشمے جاری تھے اور سرسبز باغ لہلہاتے تھے۔ اس میں مقیم لشکر سال ہا سال تک اپنی ضرورتیں خود پوری کر سکتا تھا اور باہر سے کسی امداد کا محتاج نہ تھا۔ سلطان کو اس قلعہ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن سلطان کے

دربار میں لوگ اس قلعہ کی تعریفیں کر رہے تھے کہ ایک صاحب دل وہاں آ گیا۔ اس نے لوگوں کی باتیں سنیں تو ہنس کر کہا' بادشاہ سلامت! یہ قلعہ مبارک ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا مضبوط ہے کہ آپ کی حفاظت کر سکے۔ اس قلعہ میں آپ جیسے بہت سے آئے اور چند دن ٹھہر کر رخصت ہو گئے۔ اس قلعہ پر بھروسا کرنے کی بجائے خدا کے کرم پر بھروسا کیجئے۔ اینٹ اور پتھر کا قلعہ ایک دن فنا ہو جائے گا۔ ہاں اگر کچھ باقی رہ جائے گا تو وہ آپ کا نیک نام ہو گا۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کیجئے اور یاد رکھئے کہ نیک نام ایسا مضبوط قلعہ ہے جو ہمیشہ آپ کے کام آئے گا۔ ہوشیار انسان کے نزدیک دنیا تنکا ہے کہ ہر زمانہ میں دوسرے کی جگہ ہے۔



تلاش

ایک بادشاہ کو ایک مہم پیش آ گئی۔ اس نے منت مانی کہ اگر میں اس مہم میں کامیاب ہو گیا تو اس قدر درہم زاہدوں کو دوں گا۔ اللہ نے اس کی مراد پوری کر دی تو اس نے منت کی رقم ایک خاص غلام کو دی اور حکم دیا کہ اسے زاہدوں میں بانٹ دو۔ یہ غلام بڑا عقل مند اور ہوشیار تھا۔ تمام دن گھومتا پھرا اور شام کو واپس آ کر تمام رقم پوری کی پوری بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ جہاں پناہ میں نے ہرچند ڈھونڈا لیکن مجھے کوئی زاہد نہیں ملا۔ بادشاہ نے کہا تو کیا بکتا ہے۔ میرے علم کے مطابق تو اس ملک میں چار سو سے کم زاہد نہ ہوں گے۔ غلام نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ عالم پناہ جو زاہد ہے وہ تو لیتا نہیں اور جو لیتا ہے وہ زاہد نہیں۔ بادشاہ اس کا مطلب سمجھ گیا اور ہنس کر مصاحبوں سے کہنے لگا کہ مجھے درویشوں اور خدا پرستوں سے جس قدرت عقیدت ہے اس مردود کو ان سے اتنا ہی بیر ہے لیکن کہتا سچ ہے۔ جو زاہد درہم اور دینار لے لے اس سے بڑھ کر کوئی زاہد تلاش کر۔



مرد حق اور بادشاہ وقت

ایک مرد باخدا جنگل کے ایک گوشہ میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا تھا اور اس نے بادشاہ کی طرف دھیان نہ کیا۔ بادشاہ اس کی بے نیازی پر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ یہ گدڑی پوش جانور ہوتے ہیں ان کو انسانیت چھو کر بھی نہیں گئی۔ بادشاہ کے تیور دیکھ کر وزیر اس فقیر کے پاس گیا اور کہا کہ اے مرد خدا' ایک جلیل القدر بادشاہ تیرے پاس سے گزرا لیکن تو نے کوئی خدمت نہ کی اور نہ آداب بجالایا۔ اس نے کہا' بادشاہ سے کہہ دو کہ خدمت کی توقع اس سے رکھے جو اس سے انعام کی توقع رکھتا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ بادشاہ رعیت کی نگہبانی کے لئے ہیں نہ کہ رعیت بادشاہوں کی اطاعت کے لئے۔ بادشاہ کو فقیر کی باتیں بھلی معلوم ہوئیں اس نے فقیر سے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگ۔ فقیر نے کہا میں یہ مانگتا ہوں کہ آپ یہاں دوبارہ تشریف لا کر مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔

بادشاہ نے کہا تو پھر مجھے کوئی نصیحت کر۔

فقیر نے کہا۔ ابھی وقت ہے کہ کچھ کر لے کیونکہ نعمت اب تیرے ہاتھ میں ہے۔ اچھی طرح جان لے۔ یہ دولت اور ملک ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے۔



تندرستی کا راز

کسی بادشاہ نے آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں ایک طبیب بھیجا کہ ضرورت کے وقت آپ کی جماعت کا علاج معالجہ کیا کرے۔ طبیب مدتوں مدینے میں حاضر رہا مگر کسی شخص نے اس سے علاج کے لئے رجوع نہ کیا۔ حکیم نے یہ مسلسل بیکاری دیکھ کر آخر ایک دن آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ﷺ جانتے ہیں خاکسار اتنی مدت سے صرف آپ ﷺ کے جان نثاروں کی

خدمت کے لئے حاضر ہے مگر اس عرصے میں میری طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا' ان لوگوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک بھوک غالب نہ ہو' کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ابھی پیٹ نہیں بھرتا کہ ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ اس لئے آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کا موقع کم ملتا ہے۔ حکیم نے کہا' بے شک! تندرسی کا یہی اصلی راز ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے میری حاضری بیکار ہے۔ اس کے بعد حکیم نے آداب بجالا کر وطن کی راہ لی۔



ایک پارسا

ایک پارسا کو سونے کی اینٹ کہیں سے مل گئی۔ دنیا کی اس دولت نے اس سے نور باطن کی دولت چھین لی اور وہ ساری رات یہی سوچتا رہا کہ اب میں سنگ مرمر کی ایک عالی شان حویلی بنواؤں گا۔ بہت سے نوکر چاکر رکھوں گا۔ عمدہ عمدہ کھانے کھاؤں گا اور اعلیٰ درجے کی پوشاک سلواؤں گا۔ غرض امارت کے خیال نے اسے دیوانہ بنا دیا۔ نہ کھانا پینا یاد رہا اور نہ ذکر حق۔ صبح کو اسی خیال میں مست جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص ایک قبر پر مٹی گوندھ رہا ہے تاکہ اس سے اینٹیں بنائے۔ یہ نظارہ دیکھ کر پارسا کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کو خیال آیا کہ مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی سے بھی لوگ اینٹیں بنائیں گے۔ عالی شان مکان' اعلیٰ لباس اور عمدہ کھانے سب یہیں دھرے رہ جائیں گے اس لئے سونے کی اینٹ سے دل لگانا بے کار ہے۔ ہاں دل لگانا ہے تو اپنے خالق سے لگا۔ یہ سوچ کر اس نے سونے کی اینٹ کہیں پھینک دی اور پھر پہلے کی طرح زہد و قناعت کی زندگی بسر کرنے لگا۔



ظالم بادشاہ

عجم کا ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا۔ رعیت پر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا اور بے شمار لوگوں کو قید میں ڈال رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے بدن پر ایک موذی پھوڑا نکل آیا جو کسی طرح ٹھیک ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اس کی تکلیف سے بادشاہ سوکھ کر کانٹا بن گیا۔ ایک درباری نے اس کو بتایا کہ جہاں پناہ اس شہر میں ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں ان کی دعا سے بگڑے کام بن جاتے ہیں۔ اگر آپ ان سے دعا کرائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔ بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ انہوں نے بادشاہ کو خشمناک ہو کر کہا کہ اے بادشاہ میری دعا تیرے لئے کب مفید ہو گی۔ جب کہ بے گناہ لوگ تیرے ہاتھوں قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور ان کی بددعائیں تیرا پیچھا کر رہی ہیں۔ جب تک تو ان مظلوموں پر رحم نہیں کرے گا خدا تجھ پر رحم نہیں کرے گا۔ بادشاہ پر بزرگ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا اور اس نے حکم دیا کہ سب قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ جب سب لوگ رہا ہو گئے تو اللہ کے اس نیک بندے نے بارگاہ الٰہی میں نہایت عاجزی سے دعا کی کہ الٰہی تو نے اس کو نافرمانی میں پکڑا اب اس نے اطاعت اختیار کی ہے تو تو بھی اس پر رحم فرما۔ ابھی ان کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو شفا دے دی۔ اس نے حکم دیا کہ ان کے سر پر زر و جواہر نچھاور کئے جائیں۔ بزرگ نے زر و جواہر پر ٹھوکر مار کر کہا کہ اے بادشاہ مجھے ان کی حاجت نہیں ہے ہاں تو پھر ایسے کام نہ کرنا کہ یہ بیماری عود کر آئے۔ جب تو ایک بار گرا ہے تو اب قدم جما کر رکھ کہ دوبارہ نہ پھسلے۔ سعدی سے سن لے یہ سچی بات ہے کہ کوئی گر کر ہر مرتبہ نہیں اٹھتا ہے۔



زبان دراز بیوی

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ میرا قیام دمشق میں رہا۔ ایک دفعہ میں اہل دمشق سے بیزار ہو کر شہر سے نکل گیا اور فلسطین کے جنگلوں (بیابان قدس) میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ وہاں کے عیسائیوں نے مجھے پکڑ کر قید کر لیا اور پھر یہودی قیدیوں کے ساتھ مجھے طرابلس میں خندق کھودنے کے کام پر لگا دیا۔ مدت کے بعد حلب کا ایک رئیس جس سے میری جان پہچان تھی وہاں سے گزرا۔ اس نے مجھے پہچان لیا اور پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے میں نے کہا کیا بتاؤں میں آدمیوں سے پہاڑ اور جنگل کی طرف بھاگتا تھا۔ کہ خدا کی عبادت کے لئے یکسوئی میسر ہو۔ لیکن اس وقت میری حالت کا اندازہ کر لو کہ یکسوئی چاہتے چاہتے جانوروں کے اصطبل میں آ پھنسا ہوں' سچ پوچھو تو یگانوں کے سامنے قیدی بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ بیگانوں کے ساتھ باغ میں رہے۔

رئیس کو میری حالت پر رحم آ گیا اور اس نے دس دینار دے کر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑا لیا۔ پھر مجھے اپنے ساتھ حلب لے گیا۔ اس کی ایک بیٹی نا کتخدا تھی۔ اس نے سو دینار مہر پر میری شادی اس لڑکی سے کر دی۔ کچھ مدت وہاں گزری تھی کہ بیوی نے بدمزاجی اور زبان درازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ میرا جینا دوبھر کر دیا۔ ایک بار اس نے مجھے طعنہ دیا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جس کو میرے باپ نے دس دینار دے کر فرنگیوں کی قید سے چھڑایا تھا۔

میں نے کہا ہاں بے شک میں وہی ہوں۔ دس دینار دے کر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑایا اور سو دینار کے عوض تیرے ہاتھ گرفتار کرا دیا۔



☆☆☆

حاسد کا منہ کالا

ایک بادشاہ کا وزیر بڑا نیک سیرت تھا اور بادشاہ کا انتہائی وفادار اور خیرخواہ

تھا۔ وہ ہر کام میں پہلے رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتا تھا اور پھر بادشاہ کے حکم کی تعمیل کو ہر چیز پر مقدم رکھتا تھا۔ بادشاہ اس کی خوبیوں کا دل سے قدردان تھا اور یہ بات وزیر کے دشمنوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسے موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ نیک سیرت وزیر کو بادشاہ کی نظروں سے گرا سکیں۔ ایک دفعہ ان حاسدوں کو یہ خبر ملی کہ وزیر نے کئی لوگوں کو اس شرط پر روپے قرض دے رکھے ہیں کہ جب بادشاہ مرجائے گا تو یہ قرض ان سے وصول کرلیا جائے گا۔

ایک حاسد، بادشاہ کے پاس گیا اور کہا کہ جہاں پناہ یہ وزیر آپ کا خیرخواہ نہیں ہے اس نے لوگوں کو اس شرط پر قرض دے رکھا ہے کہ آپ کے وفات پانے پر ان سے واپس لیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی موت کا خواہاں ہے۔ تاکہ آپ کے بعد لوگوں سے روپیہ واپس لے کر مزے اڑائے۔ بادشاہ نے وزیر کو طلب کیا اور پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ وزیر نے دست بستہ عرض کی کہ عالم پناہ یہ سچ ہے کہ میں نے اس شرط پر لوگوں کو روپے دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں نے یہ بات خیر خواہی سے کی ہے بدخواہی سے نہیں۔ میری غرض تو یہ ہے کہ بیچارے مقروض ہمیشہ آپ کی زندگی اور سلامتی کے لئے دعا کرتے رہیں تاکہ انہیں قرض واپس کرنے کی نوبت نہ آئے۔



تحمل اور درگزر

کچھ عابد و زاہد مسجد میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے کہ اچانک ملک کا شہزادہ وہاں آگیا۔ وہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا۔ اس نے آتے ہی عبادت گزاروں کو برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ اور ہر شخص کی توہین کی۔

شہزادہ وہاں سے چلا گیا تو ایک شخص نے اپنے مرشد سے کہا، یہ بدکردار شخص تو اس قابل ہے کہ آپ اسے بددعا دیں۔ جس طرح اس نے آج خانہ خدا اور ہماری توہین کی ہے۔ خدا جانے اس طرح اور کتنے لوگوں سے کیا ہوگا۔

مرید کی یہ بات سن کر مرشد نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگنے لگے۔ اے اللہ! یہ شہزادہ تو بہت اچھا ہے اسے ہمیشہ آسودہ اور خوش رکھنا۔ مرشد کی زبان سے یہ دعا سنی تو مرید بہت حیران ہوا۔ اس نے کہا' حضرت یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ آپ ایک فاسق و فاجر شخص کے حق میں آسودگی اور راحت کی دعا کر رہے ہیں۔ مرشد نے جواب دیا۔ خاموش رہ۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں تو نہیں جانتا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ مرشد کی یہ باتیں کسی طرح شہزادے کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں اور اس پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت مے نوشی سے توبہ کر لی اور اپنے ایک معتمد کو یہ پیغام دے کر مرشد کی خدمت میں بھیجا کہ اگر جناب تشریف لانے کی زحمت گوارا کریں تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔

مرشد نے دعوت قبول کر لی اور شہزادے کا دل نصیحت قبول کرنے پر آمادہ تھا۔ اس نے اسی وقت شراب نوشی اور گانے بجانے کے ساز توڑ دیئے اور نیک کاروں کے طور طریقے اختیار کر لئے۔ اب وہ اپنا سارا وقت عبادت میں گزارتا تھا۔ پہلی زندگی سے اس کا کچھ تعلق ہی نہ رہا۔

☆☆☆

نصیحت

ایک فقیہ نے اپنے والد سے کہا کہ ان واعظوں کی دلاویز باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ جو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔

باپ نے کہا بیٹا محض اس خیال باطل کی وجہ سے نصیحت کرنے والوں کی طرف سے منہ پھیرنا مناسب نہیں ہے۔ علماء کو گمراہ سمجھنا اور معصوم عالم کی تلاش میں علم سے محروم رہنا اس اندھے کی طرح ہے جو ایک رات کیچڑ میں پھنس گیا تھا اور کہہ رہا تھا' اے مسلمانو! میرے راستہ میں چراغ رکھ دو۔ ایک خوش طبع عورت نے اس کی بات سن کر کہا کہ جب تجھے چراغ ہی نظر نہیں آتا تو اس کی روشنی میں راستہ کیسے تلاش کرے گا۔ اسی طرح وعظ کی مجلس بزاز کی دکان کی

طرح ہے وہاں جب تک نقد نہ دو گے سامان حاصل نہ کر سکو گے۔ مجلس وعظ میں جب تک عقیدت سے نہ آؤ گے سعادت نہیں پاؤ گے۔ علم کی بات دل سے سنو اگرچہ اس پر عمل اس کے قول کی مانند نہ ہو انسان کو چاہئے کہ نصیحت کان میں ڈال لے (قبول کر لے) خواہ وہ دیوار پر لکھی ہو۔



پچاس دینار

ایک شخص نہایت رغبت کے ساتھ مسجد میں اذان دیا کرتا تھا۔ لیکن اس کی آواز ایسی بری تھی کہ سننے والے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیتے تھے۔ اس مسجد کا متولی ایک نیک طینت امیر تھا وہ اس مؤذن کو پسند تو نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کا دل بھی آزردہ نہ کرنا چاہتا تھا۔ آخر ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آئی۔ اس نے اس مؤذن سے کہا کہ بھائی اس مسجد کا قدیمی مؤذن واپس آ گیا ہے اس کی ماہانہ تنخواہ پانچ دینار مقرر ہے۔ تمہاری خدمت کی اب ضرورت نہیں رہی پھر بھی میری طرف سے دس دینار حاضر ہیں انہیں لے لو اور کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ مؤذن بہت خوش ہوا کہ مفت میں دس دینار مل گئے ہیں۔ شاداں و فرحاں وہاں سے رخصت ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آ گیا اور امیر سے کہنے لگا کہ اے صاحب آپ نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ صرف دس دینار دے کر یہاں سے نکال دیا اب میں جس جگہ گیا ہوں وہاں کے لوگ مجھے بیس دینار دے کر رخصت کرنا چاہتے ہیں لیکن میں قبول نہیں کرتا۔

امیر ہنس کر بولا' خبردار بیس دینار پر ہرگز راضی نہ ہونا۔ بہت جلد وہ پچاس دینار دے کر تجھے راضی کریں گے۔



امیر کا جواب

ایک شخص ایک امیر کے پاس گیا۔ جو بڑا نیک دل تھا۔ اس شخص نے نیک دل امیر سے کہا۔

میں ان دنوں بڑا پریشان ہوں۔ سوالی بن کر آیا ہوں۔ میں نے ایک شخص کا قرض بھی دینا ہے۔ اپنی رقم کا تقاضا کرتا ہے۔ اس نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہو رہی ہے۔ خدارا! میری مدد فرمائیں۔

نیک دل امیر کو اس شخص پر بڑا ترس آیا۔ اس نے اسے چند اشرفیاں دیں کہ جاؤ ان سے گزارا کرو۔ اس شخص نے اشرفیاں لے کر شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔ ایک شخص یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے فیاض امیر سے کہا۔

جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ اس چرب زبان شخص کی باتوں میں آ گئے۔ وہ تو چھلیا ہے آپ کو چھل گیا۔ اس کا تو پیشہ ہی یہی ہے کہ لوگوں کے پاس جاتا ہے اور جھوٹے سچے قصے بنا کر ان کو لوٹ لیتا ہے۔

امیر نے اس شخص کی باتیں سن کر جواب دیا۔

تم شاید ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میں نے جو کچھ کیا ہے مجھے یہی کرنا چاہئے تھا۔ وہ شخص اگر مقروض ہے تو میں نے اسے بے آبرو ہونے سے بچالیا۔ اور اگر چھلیا ہے تو معمولی رقم دے کر میں نے اس سے اپنی جان چھڑا لی۔ مال تو دراصل اسی لئے ہے کہ اسے بھلائی کے کاموں پر لگایا جائے۔



قبر کی مٹی

جزیرہ کیش میں مجھے ایک سوداگر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے چالیس کارندے تھے اور ڈیڑھ سو اونٹوں پر مال تجارت لدا تھا۔

وہ ایک رات مجھے اپنی آرامگاہ میں لے گیا مگر خیالی پلاؤ پکانے میں نہ تو

رات بھر مجھے سونے دیا اور نہ خود سویا۔ کبھی کہتا کہ میرا فلاں مال ترکستان میں پڑا ہے اور فلاں شے ہندوستان میں رکھی ہے۔ کبھی سناتا کہ اسکندریہ چلیں کہ وہاں کی آب و ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ پھر خود ہی کہہ دیتا جائیں کیسے؟ راستے میں دریائے مغرب بڑا خطرناک ہے۔ کبھی یوں کہتا کہ جس سفر کا میں نے ارادہ کر رکھا ہے اگر وہ پورا ہو جائے تو پھر عمر بھر ایک جگہ گوشہ عافیت میں بیٹھ کر قناعت سے بسر کروں۔

میں نے پوچھا' بتایئے تو وہ کون سا سفر ہے؟ کہا فارس سے چین میں گندھک لے جاؤں گا۔ سنا ہے وہاں اس کی بڑی قدر و قیمت ہے اور چین سے پیالیاں خرید کر روم بھیجوں گا اور وہاں سے ان کے عوض رومی کپڑا ہندوستان لے جاؤں گا۔ پھر ہندوستان سے ہندوستانی فولاد حلب میں پہنچاؤں گا اور اس کے بدلے آئینے خرید کر یمن میں لے جاؤں گا اور پھر یمنی چادریں اپنے وطن (فارس) میں لا کر مزے سے ایک دکان کھول کر بیٹھ جاؤں گا اور سفر کو خیرباد کہہ دوں گا۔

ذرا اس جنون کو تو ملاحظہ فرمایئے۔ بس اسی طرح بولتے بولتے اس نے رات گزار دی اور اتنی بکواس کی کہ اور بولنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا' شیخ صاحب! آپ نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ اپنے دیکھے سنے سے کچھ ہمیں بھی تو مشرف فرمایئے؟ میں نے کہا' قبر ہی مٹی کی انسان کا پیٹ بھر سکتی ہے۔



میٹھا پھل

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بزرگوں کے ایک گروہ کے ساتھ میں کشتی میں بیٹھا تھا۔ ہمارے پیچھے ایک چھوٹی کشتی ڈوب گئی اور اس میں سوار دو بھائی ایک بھنور میں پھنس گئے۔ میرے ساتھی بزرگوں میں سے ایک نے ملاح سے کہا کہ جلد دونوں بھائیوں کو بچا۔ تجھے ہر ایک کے عوض پچاس دینار دوں گا۔ ملاح پانی میں کود پڑا اور ایک بھائی کو بھنور سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن دوسرا

ہلاک ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اس کی زندگی باقی نہ رہی تھی اس لئے تو نے اس کے پکڑنے میں سستی کی اور دوسرے کے پکڑنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ ملاح ہنس پڑا اور کہا جو کچھ تو نے کہا ہے درست ہے لیکن ایک دوسرا سبب بھی ہے۔ میں نے کہا' وہ کیا؟ کہنے لگا کہ اس کو بچانے کی خواہش میرے دل میں زیادہ تھی کیونکہ ایک دفعہ میں جنگل میں سخت تھک گیا تھا اس نے مجھے اپنے اونٹ پر بیٹھا لیا اور دوسرے کے ہاتھ سے میں نے لڑکپن میں ایک کوڑا کھایا تھا۔

میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لئے فائدہ مند ہے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کی برائی بھی اسی پر ہے۔



چپ رہو

میں ہندوستان کے ایک دور دراز علاقے میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لمبا تڑنگا حبشی جو کالا بھجنگ تھا ایک چاند جیسی لڑکی کو آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ حبشی نے لڑکی کو ایسے ڈھانپ رکھا تھا جیسے رات نے دن کو چھپایا ہوتا ہے۔ مجھے اتنی غیرت آئی کہ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں نے امربالمعروف کرنا ضروری سمجھا۔ میں نے ادھر ادھر سے پتھر جمع کر کے اسے مارے اور دھمکایا کہ بے شرم' بے حیا ڈرا دھمکا کے میں نے اسے بھگا دیا۔ سیاہ حبشی یعنی رات کی سیاہی کو سفید لڑکی سے صبح کی طرح جدا کر دیا۔ وہ انڈے جیسی لڑکی حبشی کے نیچے سے نکل آئی۔ میرے لاحول پڑھنے سے وہ حبشی تو بھاگ گیا پر لڑکی نے میرا دامن پکڑ لیا۔ کہنے لگی' او مکار نمازی اور مکار صوفی' سیہ کار' دین بیچ کر دنیا خریدنے والے' میں ایک عرصے سے اس حبشی پر مرتی تھی اور اس کے وصال کی خواہاں رہتی تھی۔ آج خدا خدا کر کے اس کا وصل نصیب ہوا تھا تو تو نے وہ وصال کا لقمہ میرے منہ سے نکال لیا۔ تجھے ذرا ترس نہ آیا۔ اس طرح وہ میرے ظلم کی شکایت اور فریاد کرنے

لگی کہ شفقت ختم ہو گئی اور رحم کا نام جاتا رہا۔ کوئی نوجوان میری دستگیری نہیں کر سکتا کہ اس بوڑھے سے میرا بدلہ لے جسے بڑھاپے کے باوجود میری عزت پر ہاتھ ڈالتے شرم نہ آئی۔ گویا اس بے حیائی کو میری طرف منسوب کر کے مجھ سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ وہ میرے دامن کو مضبوطی سے پکڑے یہ چیخ و پکار کر رہی تھی اور میں شرم کی وجہ سے زمین گڑا جا رہا تھا۔ آخر میں دامن چھڑا کر بھاگنے لگا تو میرا کرتہ پھٹ کر لڑکی کے ہاتھ میں رہ گیا اور میں لہسن کی چھیلی ہوئی بوتھی کی طرح وہاں سے ننگا بھاگا۔ میں نے عزت بچانے کے لئے ننگے بھاگ جانا ہی غنیمت سمجھا کیونکہ ننگے پن میں وہ بے عزتی نہیں تھی جو لڑکی کے ساتھ پکڑے جانے کی صورت میں ہو سکتی تھی۔ کافی عرصے کے بعد وہ لڑکی میرے قریب سے گزری تو مجھے کہنے لگی صاحب مجھے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ خدا بچائے تو بھی کوئی بھولنے والی چیز ہے میں نے تیرے ہی ہاتھ پر اس بات سے توبہ کی تھی کہ دوبارہ بے کار کام میں کبھی ہاتھ نہ ڈالوں گا۔

انسانوں کو چاہئے کہ پرائے معاملات میں خواہ مخواہ دخل کر آ بیل مجھے مار نہ کہے بلکہ جب تک ضروری نہ ہو جائے بالکل چپ رہے تاکہ آفتوں سے بچا رہے۔



موتی اور چنے

ایک عرب نے بصرے کے جوہریوں کو اپنی سرگزشت سنائی کہ 'ایک بار میں جنگل میں ایسے وقت بھٹک گیا کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا اور سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ اتنے میں ایک تھیلی پر نظر پڑی۔ میں اس خوشی کو نہیں بھول سکتا جو اسے دیکھ کر مجھے حاصل ہوئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ تھیلی میں بھنے ہوئے چنے ہیں لیکن جب کھول کر دیکھا تو اس میں چنوں کی جگہ موتی تھے۔ اس وقت مجھے جو رنج ہوا وہ زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔



دو بھائی

مصر میں کسی جگہ دو بھائی رہتے تھے۔ ایک نے علم پڑھا اور دوسرا مال جمع کرتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پڑھنے والا تو علامہ ہو گیا اور روپیہ جمع کرنے والا شاہی خزانچی بن گیا۔

ایک بار دولت مند نے عالم بھائی کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہا' ہم تو خزانے کے مالک ہو گئے' مگر تم مفلس ہی رہے۔

عالم بھائی نے کہا' بھائی جان! میں تو اس حال پر خدا کا شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھے پیغمبروں کی میراث (علم) عطا فرمائی ہے۔ مگر آپ ہیں کہ فرعون کی وراثت پر اترا رہے ہیں۔



دو بھائیوں کی سرگزشت

ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ اس نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کی۔ یہاں تک کہ دونوں ہر قسم کے علوم و فنون میں طاق ہو گئے۔ بادشاہ کا جی دونوں بیٹوں کی طرف سے ٹھنڈا تھا۔ جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے ملک کو دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دیا اور وصیت کی کہ میرے بچو! میرے بعد اتفاق سے رہنا۔ میں نے فساد کی جڑ کاٹ دی ہے۔ دونوں بھائیوں نے اپنا اپنا علاقہ سنبھال لیا اور حکومت کرنے لگے۔ ایک بھائی نہایت عقل مند' سخی اور منصف مزاج تھا۔ اس نے محتاجوں کے لئے لنگر جاری کیے۔ مسافر خانے بنوائے۔ سرکاری محاصل میں رعایت کی اور رفاہ عام کے بے شمار کام کیے۔ یہاں تک کہ رعایا نہایت آسودہ حال ہو گئی۔ اپنی خوش تدبیری اور حسن اخلاق کی بدولت وہ ایسا نیک نام اور ہر دل عزیز ہوا کہ نہ صرف اپنی رعایا اور فوج اس پر جان چھڑکتی تھی

بلکہ اردگرد کے ممالک کے لوگ بھی اس کی سلطنت میں شامل ہونے کی آرزو کرتے تھے۔ دوسرا بھائی لالچی اور ظالم نکلا۔ اس نے کاشتکاروں پر لگان بڑھا دیا۔ سامان تجارت پر طرح طرح کے محصول لگا دیئے اور روپیہ جمع کرنے کی دھن میں رعایا کو ستانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ تھوڑی ہی مدت میں لوگ اس سے تنگ آ گئے اور ملک سے بھاگنے لگے۔ نہ تجارت کی گرم بازاری رہی اور نہ کھیتوں میں سبزہ۔ ملک کی ویرانی کے ساتھ بادشاہ کا خزانہ بھی خالی ہو گیا اور نظام حکومت بگڑ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر دشمن اس پر چڑھ دوڑے اس کی فوج پہلے ہی بددل تھی مقابلہ کیا کرتی۔ دشمن نے "آنا" فانا" اسے مغلوب کر لیا اور اس طرح وہ اپنی بدتدبیری اور عاقبت نااندیشی کی بدولت ملک اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھا۔

☆☆☆

سزا

ایک بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کی گردن کو ایسا جھٹکا پہنچا کہ اپنا سر ادھر ادھر نہیں گھما سکتا تھا۔ طبیبوں نے بہت زور مارا لیکن اس عجیب بیماری کا علاج کرنے میں ناکام رہے۔ اتفاق سے ایک یونانی طبیب وہاں آ گیا۔ اس نے بادشاہ کا علاج کیا اور اسے صحت ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ طبیب دوبارہ بادشاہ سے ملنے کو آیا۔ احسان فراموش بادشاہ نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کیا۔ طبیب وہاں سے رنجیدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے روز بادشاہ کو کسی بوٹی کا بیج بھیجا کہ انگیٹھی پر ڈال کر اس کی دھونی لو تاکہ بیماری عود نہ کر آئے۔ بادشاہ نے اس کی دھونی لی تو اس کو ایک چھینک آئی اور اس کی گردن جیسی چوٹ لگنے پر ہو گئی تھی ویسی ہی پھر ہو گئی۔ بادشاہ اب سخت پشیمان ہوا اور اس نے ہر طرف آدمی دوڑائے کہ طبیب کو ڈھونڈ کر لائیں تاکہ وہ اس سے معافی مانگے۔ لیکن سب تلاش کرنے والے تھک ہار کر واپس آ گئے۔ کسی کو طبیب کا سراغ نہ ملا۔ بدبخت بادشاہ اب دن رات اپنے آپ کو کوستا تھا۔ لیکن اس سے کیا ہوتا تھا۔

☆☆☆

حاکم کا ایک عیب

ایک عالم و فاضل استاد سے ایک شہزادہ بھی تعلیم پاتا تھا۔ استاد دوسرے طلبہ کی نسبت شہزادے پر بہت سختی کرتا تھا۔ ایک دن شہزادے نے تنگ آ کر باپ کے پاس شکایت کی اور جسم سے لباس اتار کر استاد کی مار کے نشانات دکھائے۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے استاد کو بلا کر پوچھا کہ تو دوسرے شاگردوں پر اتنی سختی کیوں نہیں کرتا جتنی میرے فرزند پر۔ استاد نے جواب دیا کہ شہزادے نے بڑے ہو کر بہت بڑی ذمہ داری سنبھالنی ہے اس لئے اسے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ عاقل اور قابل ہونا چاہئے۔ بادشاہ کے ہاتھ اور زبان سے جو حرکت ہوتی ہے اس پر دنیا کی نظر ہوتی ہے اور عوام میں اس کا چرچا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عام لوگوں کے قول اور فعل کی زیادہ اہمیت نہیں ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ میں شہزادے کو تعلیم دینے اور اس کے اخلاق سنوارنے میں دوسروں سے امتیازی سلوک کرتا ہوں۔

اگر ایک درویش میں سو عیب ہوں' اس کے ساتھی سو میں سے ایک کو بھی نہیں جانتے لیکن اگر بادشاہ سے ایک ناپسندیدہ فعل بھی سرزد ہو تو اس کا چرچا ایک ملک سے دوسرے ملک تک ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کو استاد کا جواب پسند آیا۔ اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور اس کا منصب بڑھا دیا۔



تربیت

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اولاد کی تربیت کیسے کرنی چاہئے؟ انہوں نے فرمایا۔

۱۔ جب بچے کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جائے تو اس کو نامحرموں اور اریوں

غیروں میں نہ بیٹھنے دو۔
۲۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام باقی رہے تو اولاد کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے۔
۳۔ اگر تجھے بچے سے محبت ہے تو اس سے زیادہ لاڈ پیار نہ کر۔
۴۔ بچے کو استاد کا ادب سکھاؤ اور اس کو استاد کی سختی سہنے کی عادت ڈالو۔
۵۔ بچے کی تمام ضرورتیں خود پوری کرو اور اس کو اتنے عمدہ طریقے سے رکھو کہ وہ دوسروں کی طرف نہ دیکھے۔
۶۔ شروع شروع میں پڑھاتے وقت بچے کی تعریف اور شاباش سے اس کی حوصلہ افزائی کرو۔ جب وہ اس طرف راغب ہو جائے تو اس کو اچھے اور برے کی تمیز سکھانے کی کوشش کرو اور ضرورت پڑے تو سختی بھی کرو۔
۷۔ بچے کو دستکاری (ہنر) سکھاؤ۔ اگر وہ ہنرمند ہو گا تو برے دنوں میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اپنے ہنر سے کام لے سکے گا۔
۸۔ بچوں پر کڑی نگرانی رکھو تاکہ وہ بروں کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔



اپنا بھید

ایک بادشاہ (تکش) نے اپنے غلاموں سے ایک راز کی بات کہی اور انہیں منع کیا کہ اس بات کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرنا۔

ایک سال تک تو خیریت رہی پھر ان غلاموں میں سے ایک نے اپنے کسی دوست کے سامنے یہ بھید ظاہر کر دیا اور اسے تاکید کی کہ یہ کسی دوسرے کو نہ بتانا۔ اس کے دوست نے اسی طرح کسی دوسرے کو یہ بات بتا دی۔ حتیٰ کہ یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔ بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ ان غلاموں کے سر قلم کر دو۔ ان میں سے ایک نے امان چاہی اور عرض کی کہ اے بادشاہ! اپنے غلاموں کو قتل نہ کر کہ اس خطا کی ابتداء تجھی سے ہوئی ہے۔ تو نے شروع ہی میں چشمے کا منہ کیوں بند نہ کیا۔ جب وہ سیلاب بن گیا تو اس کے آگے بند باندھنے

سے کیا فائدہ۔

تو نے جب تک بات منہ سے نہیں نکالی تیرا اس پر قابو ہے جب منہ سے نکال دی تو وہ تیرے اوپر قابو پالے گی۔



چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ

ایک پارسا کے لڑکے کو اپنے چچا کے مرنے پر بہت سا مال و دولت ترکے میں ملا۔

مال مفت دل بے رحم

اس نے دونوں ہاتھوں سے یہ مال عیاشی و بدکاری میں اڑانا شروع کر دیا۔ میں نے ایک بار اسے نصیحت کی کہ اے بیٹے! آمدنی سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوتا ہے۔

اس نوجوان نے میری نصیحت کو دیوانے کی بڑ سمجھا اور کہا کہ آج کی راحت کو چھوڑ کر کل کے غم میں دبلا ہونا محض حماقت ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ بے وقوف آدمی پر کلام نرم و نازک بے اثر ہے۔ چنانچہ اس سے کنارہ کشی کر لی۔

کچھ عرصہ بعد وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ نوجوان نے تمام جائیداد عیاشی اور فضول خرچی میں برباد کر ڈالی اور ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج ہو گیا۔ میں نے اسے پیوند لگے کپڑے پہنے بھیک مانگتے دیکھا تو سخت غصہ آیا اور جی میں آیا کہ اس سے کہوں کہ کیوں میں تجھے اس دن سے ڈراتا نہ تھا؟ پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ اس حالت میں میری بات اس کے زخموں پر نمک چھڑکے گی اور اس کے دکھ میں اضافہ ہو گا۔



صرف ایک داؤ

ایک شخص کشتی لڑنے کے فن میں مشہور تھا۔ وہ تین سو ساٹھ داؤ پیچ جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک داؤ کے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔ ایک شاگرد پر وہ بہت مہربان تھا۔ اس کو تین سو انسٹھ داؤ سکھا دیئے اور صرف ایک داؤ اپنے پاس رکھا۔ وہ نوجوان کچھ عرصہ میں زبردست پہلوان بن گیا اور دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی۔ ملک بھر میں کسی پہلوان کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اس نوجوان نے اپنی طاقت کے زعم میں بادشاہ وقت سے کہا کہ استاد کو مجھ پر جو فوقیت حاصل ہے وہ اس کی بزرگی اور تربیت کے حق کی وجہ سے ہے ورنہ میں قوت اور فن میں اس سے کم نہیں ہوں۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے استاد اور شاگرد میں کشتی کرانے کا حکم دیا۔ مقررہ دن کو اس دنگل کے لئے شاہانہ انتظامات کئے گئے اور اسے دیکھنے کے لئے خود بادشاہ' حکومت کے عہدیدار' دربار کے افسر اور ملک بھر کے پہلوان جمع ہوئے۔ نوجوان مست ہاتھی کی طرح دنگل میں آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہاڑ کو بھی اکھاڑ سکتا ہے۔ بوڑھا استاد سمجھ گیا کہ نوجوان شاگرد قوت میں اس سے بڑھ چکا ہے۔ تاہم وہ اس داؤ سے جو کہ اس نے اپنے پاس رکھا تھا نوجوان کے ساتھ بھڑ گیا۔ وہ اس داؤ کا توڑ نہیں جانتا تھا۔ استاد نے اس کو دونوں ہاتھوں سے سر پر اٹھا لیا اور پھر زمین پر پٹخ دیا۔ ہر طرف واہ واہ کا شور مچ گیا۔ بادشاہ نے استاد کو خلعت اور بیش بہا انعام سے سرفراز کیا اور نوجوان کو ملامت کی کہ تو نے اپنے محسن استاد سے مقابلہ کیا اور ذلیل ہوا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ استاد اپنی طاقت کی وجہ سے مجھ پر غالب نہیں آیا بلکہ اس نے مجھ سے کشتی کا ایک داؤ چھپا رکھا تھا اور اسی داؤ کی وجہ سے جیت گیا۔



گٹھا میرے سر پر رکھ دو

ایک بوڑھے شخص کا دنیا میں کوئی سہارا نہ تھا۔ بڑھاپے میں وہ اس طرح گزارا کرتا کہ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے چلا جاتا۔ سارا دن لکڑیاں کاٹنے اور چننے میں گزر جاتا۔ شام ہونے سے پہلے لکڑیاں بیچنے کا چارہ کرتا اور انہیں بیچ کر روٹی کھاتا۔

ایک دن اس کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ اتنی کمزوری محسوس کر رہا تھا کہ اس سے چلا نہ جاتا تھا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ لکڑیاں جنگل سے نہ لاتا تو روٹی کہاں سے کھاتا۔

لکڑہارا گرتا پڑتا جنگل میں پہنچا۔ بڑی مشکل سے لکڑیاں کاٹیں۔ اس کے بعد ذرا سانس لیا۔ پھر گٹھا جو اٹھایا تو سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ بڑی مشکل سے گٹھا اٹھایا۔ کمزوری تو پہلے ہی سے تھی۔ گٹھا اٹھا کر ابھی سینے تک لایا تھا کہ بازو جواب دے گئے۔ گٹھا زمین پر آ رہا۔ تھوڑی دیر پھر سانس لیا۔ گٹھا اٹھایا جو پھر گر کر زمین پر آ رہا۔ لکڑہارا سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا اور درد کی شدت سے ہانپتے ہوئے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر کہنے لگا۔

خدایا! بڑھاپے میں کس طرح یہ مشقت کروں۔ مجھ سے تو اپنا آپ نہیں اٹھایا جاتا اتنا بھاری گٹھا کیسے اٹھاؤں؟

میری قسمت کا ستارہ کب تک گردش میں رہے گا۔ اس جینے سے تو موت بہتر ہے۔ اے موت! مجھے اس دنیا سے اٹھا لے۔

یہ سنتے ہی اچانک موت ایک طرف سے نمودار ہوئی اور بولی۔

مجھے کس لئے جنگل میں پکارا ہے؟

موت کو دیکھتے ہی بوڑھے پر دہشت طاری ہو گئی۔ تھر تھر کانپنے لگا اور رک رک کر کہا۔

میں نے تمہیں اس واسطے جنگل میں پکارا ہے کہ اس جنگل میں دور اور نزدیک کوئی نظر نہیں آ رہا۔ یہ گٹھا اٹھا کر میرے سر پر ٹکا دو۔



آقا کو نہیں بھولے

افغانستان کے علاقہ ہرات کا نواب عماد الملک سخاوت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اس کی رعایا اس سے بڑی خوش تھی۔ اس کے پانچ سو غلام تھے اور نواب ان کو اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا اور وہ نواب سے بڑے خوش تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نواب کے اس قدر وفادار تھے کہ نواب پر جان نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ نواب نے اپنے غلاموں کی گردنوں میں سونے کی تاروں سے بنے ہوئے طوق بنا کر ڈالے ہوئے تھے۔ ان غلاموں کے سروں پر ہر وقت انتہائی قیمتی ٹوپیاں رہتی تھیں۔ ان کا لباس اتنا نفیس اور خوب صورت ہوتا کہ اطلس و کمخواب سے تیار کیا گیا ہوتا تھا۔ ان غلاموں کے کمر بند بھی سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تھے غرضیکہ ان غلاموں کی ایک علیحدہ ہی شان اور ٹھاٹھ باٹھ تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ غلام اپنی اسی شان و شوکت کے ساتھ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک ننگ دھڑنگ شخص جس نے صرف بدن پر لنگوٹی باندھی ہوئی تھی ان کو دیکھا تو اس کے دل میں بڑا خیال گزرا۔ یہ شخص تھا بڑا بے باک۔ بات کرنے سے ڈرتا نہ تھا۔ اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ نواب عماد الملک کے غلام اس قدر ٹھاٹھ باٹھ سے جا رہے ہیں کہ جسموں پر انتہائی قیمتی لباس ہے اور ایک میں ہوں کہ پہننے کو کوئی کپڑا نہیں ہے نہ پاؤں میں جوتی ہے اور نہ سر پر ٹوپی ہے۔ اپنا اور غلاموں کا موزانہ کرتے ہوئے اس شخص نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور شکوہ کرتے ہوئے بولا 'اے اللہ! میرے جسم پر تو کپڑا نہیں' کھانے کو کچھ ملتا نہیں' عجب تنگی کے دن گزر رہے ہیں تو میرا پروردگار ہے ذرا عماد الملک سے بندہ پروری سیکھ۔ اس بات کو ایک مدت گزر گئی۔ اتفاق سے عماد الملک کا زوال شروع ہو گیا۔ بادشاہ نے کسی بات سے ناراض ہو کر عماد الملک کو جیل میں ڈال دیا اور اس کے غلاموں کو بھی قیدی بنا لیا۔ بادشاہ دراصل عماد الملک کے اس خزانے کا پتہ چلانا چاہتا تھا جو کہ بادشاہ کی دانست میں عماد الملک نے کہیں چھپا رکھا تھا۔ بادشاہ نے عماد الملک کے سب غلاموں سے اس بارے میں معلومات کیں مگر کسی نے بھی

بادشاہ کو اس بھید سے آگاہی نہ دی۔ بادشاہ نے ان غلاموں کو بے انتہا اذیت ناک سزائیں دیں لیکن پھر بھی ان پانچ سو میں سے ایک بھی اپنے آقا سے بے وفائی کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ حالانکہ عمادالملک کے خزانے کا راز سب کو معلوم تھا۔ ان سب نے اذیت ناک سزائیں برداشت کرلیں مگر اپنے آقا کا بھید بادشاہ کے سامنے ظاہر نہ کیا۔ اس بے باک آدمی نے غلاموں کے ساتھ کیا جانے والا یہ سلوک دیکھا تو اسے غیب سے ندا آئی کہ دیکھ تو بھی ان غلاموں سے بندہ بننا سیکھ کہ بے انتہا تکلیف برداشت کرکے بھی ثابت قدم ہیں اور اپنے آقا کو نہیں بھولے اور ایک تم ہو کہ معمولی سی تکلیف آ جانے پر اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت شروع کردیتے ہو۔ اگر اس کے نام پر کوئی مصیبت آ پہنچے تو اس سے بے وفائی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہو اور اس قدر بے باکی سے یہ بات کہہ دیتے ہو کہ اے اللہ! عمادالملک سے بندہ پروری سیکھ لیکن اے انسان! پہلے تو عمادالملک کے غلاموں سے بندہ بننا سیکھ۔



سوئی اور مچھلیاں

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ دریا کے کنارے پر بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ چونکہ آپ ایک سلطنت کے بادشاہ تھے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر درویشانہ زندگی گزار رہے تھے۔ اچانک وہاں سے ایک وزیر کا گزر ہوا۔ اس نے جو حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھا تو دل میں بڑی حیرت کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ کس قدر عظیم سلطنت کے مالک ہیں اور فقیری کو اختیار کر رکھا ہے۔ بادشاہ ہو کر فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں جب کہ ادھر ان کے نہ ہونے سے سلطنت برباد ہوئی جا رہی ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے کشف کے ذریعے سے اس کے دل کی بات معلوم کرلی اور اس کو اپنے قریب بلایا۔ وہ وزیر آپ کے قریب آیا تو آپ نے اس سے فرمایا' تو نے اپنی سمجھ کے مطابق بات کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی

اور پھر بلند آواز سے پکارا کہ میری سوئی مجھے دو۔ اچانک دریا کے اندر سے ہزاروں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے پانی سے باہر نکلیں۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے پھر آواز دی' اے اللہ! مجھے صرف میری سوئی چاہئے۔ چنانچہ اسی وقت ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی جس کے منہ میں حضرت ابراہیم ادھمؒ کی سوئی تھی۔ آپ نے سوئی اس مچھلی سے لے لی۔

اس کے بعد آپ نے اس وزیر کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت کی بادشاہی۔ پھر خود فرمایا' یقیناً یہ بادشاہی حقیقی بادشاہی ہے اور سب سے اچھی ہے۔ یہ سن کر اور دیکھ کر وزیر نے معذرت کی اور اپنی راہ پر چل دیا۔



آزادی کی نعمت

ایک شکاری نے ایک ہرن کو قیدی بنا لیا اور اس کو گدھوں کے اصطبل میں بند کر دیا۔ ہرن چونکہ آزادی کا مزہ چکھے ہوا تھا اور جنگل میں آزادانہ گھومنے پھرنے کا عادی تھا اس لئے اسے اس قید سے بڑی پریشانی ہوئی۔ وہ اس اصطبل میں وحشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگتا مگر رہائی کے لئے کوئی راستہ نہ نظر آتا تھا۔ اس شکاری نے رات کے وقت گدھوں کے سامنے گھاس ڈالی۔ گدھے خوشی خوشی گھاس کھانے لگے مگر ہرن کو چین نہیں تھا وہ کبھی ادھر دوڑتا کبھی ادھر دوڑتا۔ گدھوں کی خوراک کی طرف اس نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس سزا کو اس نے اپنی موت خیال کیا۔

ہرن بہت دن تک گدھوں کے اصطبل میں قید رہا۔ جانکنی میں اس طرح بے چین تھا جیسے مچھلی خشکی پر بے چین ہوتی ہے۔ اس کی حالت اس مشک کی طرح تھی جس کو مینگنی کے ساتھ رکھ دیا گیا ہو۔ ایک گدھے نے ہرن کی یہ حالت دیکھی تو اس سے کہنے لگا' اے ہرن! تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے مگر تو بالکل خاموش ہے۔

اپنے منہ سے کوئی بات نہیں کرتا' آخر کیا وجہ ہے؟ دوسرا گدھا ہرن کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا' اس کی بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ ایک اور گدھے نے لقمہ دیتے ہوئے کہا' اے ہرن! اگر تجھ میں اتنی ہی نازک مزاجی ہے تو تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ ایک اور گدھا جس کو بدہضمی کی شکایت ہو گئی تھی اور وہ اپنے حصے کی گھاس نہ کھا سکا تھا اس نے ہرن کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

ہرن نے انکار میں سر ہلا دیا' وہ گدھا کہنے لگا' مجھے معلوم ہے کہ تو یہ انکار نخرے سے کر رہا ہے یا پھر غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ ہرن نے کہا' اے گدھے! تو ہی یہ خوراک کھا کیونکہ اس سے تیرے اعضاء تازہ اور زندہ ہیں۔ میں تو جنگل کی زندگی سے مانوس تھا میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے اگرچہ میں تقدیر خداوندی سے عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن اس آزادانہ مزاج کو نہ بدلنا تو میرے اختیار میں ہے۔ اگر میں اس وقت مصیبت میں گرفتار ہوں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اپنا آزادانہ مزاج ہی بدل ڈالوں۔ گدھا کہنے لگا' ہمیں کیا پتہ کہ تو جنگل میں کیا کرتا تھا۔ دوسرا گدھا بولا' یہ ہرن تو ایسے ہی لاف زنی کر رہا ہے پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں اس لئے شیخی بگھارنے اور گپیں مارنے کا موقع ہوتا ہے۔ ہرن نے کہا' میری بات پر یقین کرو۔ میرا نافہ میرا سب سے بڑا گواہ ہے جو کہ عود و عنبر سے بھی بڑھ کر خوشبودار ہے۔ لیکن اس نافہ کی خوشبو تو صرف وہی سونگھ سکتا ہے جو صاحب دماغ ہو۔ گوبر سونگھنے والا گدھا اس کو کیسے سونگھ سکتا ہے۔

اس حکایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آزادی کی نعمت کی قدر وہی جان سکتا ہے جو اس نعمت سے بہرہ مند ہو چکا ہو۔



مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شام کے وقت حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اچانک چند کافر وہاں پر آ گئے اور کہنے لگے' اے محمد (ﷺ) ہم بے سروسامان ہیں اور بہت دور سے آئے ہیں۔ ایک رات کے لئے ہمیں اپنے پاس مہمان بنا کر رکھ لیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' اے میرے صحابہؓ! ان مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ چنانچہ ہر ایک صحابی نے ایک مہمان منتخب کر لیا۔ ان مہمانوں میں سے ایک بہت پیٹو اور بسیار خور تھا۔ چونکہ یہ جسامت میں بھی بہت موٹا تھا اس لئے اس کو کوئی اپنے گھر نہ لے کر گیا۔ وہ اکیلا مسجد نبوی میں رہ گیا۔ جب کسی نے بھی اس کو قبول نہ کیا تو حضور نبی کریم ﷺ اس کو اپنے ساتھ مہمان بنا کر لے گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے گلے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں یہ دودھ دینے والی بکریاں جنگل میں نہ جاتی تھیں تاکہ ضرورت کے وقت ان کا دودھ دھوہ کر استعمال کر لیا جائے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے مہمان کے لئے دسترخوان بچھایا اور گھر میں جو روٹی اور سالن پکا ہوا تھا اس کے سامنے لا رکھا۔ وہ مہمان جس کا نام عوج بن عنق تھا وہ سب کچھ کھا گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے ساتوں بکریوں کا دودھ بھی پی گیا۔ حتیٰ کہ اس بسیار خور نے گھر والوں کے کھانے کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی لونڈی کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ جب وہ مہمان سونے کے لئے حجرے میں گیا تو لونڈی جو کہ غصے میں بھری ہوئی تھی اس نے باہر سے دروازے کی کنڈی لگا دی۔

جب آدھی رات ہوئی تو اس کافر کو بدہضمی کی وجہ سے قضائے حاجت کی ضرورت درپیش ہوئی اور پیٹ میں درد شروع ہوا۔ وہ اپنے بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا لیکن جب دروازے پر ہاتھ رکھا تو اس کو بند پایا۔ اس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں مگر دروازہ نہ کھلا۔ اس پر وہ بڑا پریشان ہوا قضائے حاجت کی شکایت بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر کار اس نے قضائے حاجت کو

دبانے کی یہ تدبیر کی کہ بستر پر لیٹ کر سو گیا۔ نیند کی حالت میں اسے ایک خواب دکھائی دیا اور اس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا۔ جب اس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا تو چونکہ اسے ایسے ہی ویرانے کی ضرورت تھی اس لئے نیند کی حالت میں ہی اس نے بستر پر پاخانہ کر دیا۔ ابھی وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کی نیند بھی کھل گئی اس نے بستر کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہ نجاست سے بھرا ہوا تھا۔ اب تو وہ بہت پریشان ہوا اس کے دل میں نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہو گئیں۔ وہ اپنی رسوائی کے ڈر سے کانپ اٹھا۔ دل میں کہا کہ میرا سونا میری بیداری سے بھی بدتر ہے یعنی جاگتے میں زیادہ کھا لیا اور سوتے میں بستر پر پاخانہ کر دیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ اب وہ اس بات کا منتظر تھا کہ یہ رات کب ختم ہو گی تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے اور وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح یہاں سے بھاگ اٹھے تاکہ کوئی اس کو اس حالت میں نہ دیکھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو پردہ غیب نے مہمان کی یہ حرکت معلوم ہو چکی تھی چنانچہ صبح کے وقت آپ خود تشریف لائے اور دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو اور وہ باہر نکل کر بلا دھڑک چلا جائے۔ جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا تو خاموشی سے باہر نکل کر بھاگ اٹھا۔ اسی اثناء میں ایک صحابی وہاں پر آئے اور حجرے میں داخل ہوئے اور بستر اٹھا کر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے لے آئے اور کہا' یارسول اللہ ﷺ! آپ کے مہمان نے یہ کیا کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسکرا دیے اور فرمایا' ایک لوٹا پانی کا بھر کر لے آؤ تاکہ میں اس نجاست کو اپنے ہاتھوں سے دھو دوں۔ تھوڑی دیر میں وہاں پر اور صحابہ کرامؓ بھی تشریف لے آئے سب اس کام کے لئے آگے بڑھے کہ اس گندگی کو ہم دھو دیتے ہیں۔ آپ ﷺ رہنے دیں مگر حضور ﷺ نے فرمایا' یہ نجاست میں خود اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گا۔ ادھر وہ مہمان جب بھاگ کر بہت دور چلا گیا تو اسے یاد آیا کہ اس کے پاس ایک نہایت یادگار قسم کی مورتی تھی جو اب نہیں ہے اس نے خیال کیا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات کو قیام کیا تھا لاعلمی اور عجلت میں مورتی اس جگہ چھوڑ آیا ہوں

اگرچہ وہ اپنے فعل سے شرمندہ تھا مگر مورتی کی حرص نے اس کی شرمندگی ختم کر دی اور اس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ مورتی کے لئے واپس آیا تو اس نے دیکھا حضور سرور کائنات ﷺ اپنے دست مبارک سے اس کی نجاست دھو رہے تھے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ جب اس کے سر سے خون بہا تو حضور ﷺ کو اس پر رحم آنا شروع ہو گیا۔ وہ مہمان نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا' اے لوگو! حضور ﷺ کی مخالفت سے ڈرو۔ پھر وہ اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ حضور ﷺ کے روبرو ہوں۔ حضور ﷺ اس کی یہ بے قراری دیکھ کر اٹھے اور اسے اپنے سینہ اقدس سے لگا لیا۔ پھر اس کو اطمینان دلایا اور تسلی دیتے ہوئے نور ایمان عطا فرمایا۔

اس کے بعد حضور سرور کائنات ﷺ نے اس پر ایمان پیش فرمایا۔ اس نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ۔ اس نے کہا' یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم! میں تو ہمیشہ کے لئے آپ کا مہمان ہوں اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے دستر خوان کا خوشہ چین ہوں آپ نے مجھے حیات ابدی عنایت فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ عربی اس رات پھر حضور نبی کریم ﷺ کا مہمان ہو گیا اور بسیار خور جو اب مسلمان ہوا تو ایک بکری کے آدھے دودھ سے ہی سیر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے مزید کھانے پر اصرار فرمایا کہ دودھ اور روٹی کھا لے مگر اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں ایمانداری سے کہہ رہا ہوں کہ میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ سب گھر والے حیران تھے کہ آج یہ مہمان تھوڑی سی غذا سے ہی سیر ہو گیا۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر بڑے بڑے کفار نے بھی اسلام قبول کر لیا۔



مجھے مکان چاہئے

ایک امیر آدمی ایک شہر میں وارد ہوا۔ وہ ایسے گھر کی تلاش میں تھا۔ جو ہر طرح آرام دہ ہو۔ اسے کشادہ، ہوادار، اونچی چھتوں والے، سایہ دار درختوں سے آراستہ، حوض سے پیراستہ مکان کی ضرورت تھی۔ وہ ایسا گھر لینا چاہتا تھا جس میں نوکروں کے کمرے بھی ہوں۔ دیوان خانہ اور اصطبل بھی ہو۔ اس نے سارا شہر چھان مارا۔ مگر کوئی مطلب کا گھر نہ ملا۔

اتفاقاً" ایک کوچے میں کھڑا تھا کہ اسے ایک پرانا ہم جماعت دوست مل گیا۔ دونوں بڑے تپاک سے گلے ملے اور ایک دوسرے سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ دوست نے پوچھا۔ بھائی مجھے کوئی خدمت بتاؤ۔ اس نے کہا کہ فی الحال مجھے ایسے مکان کی تلاش ہے جو میری تمام ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ دوست نے کہا، یہ کونسا بڑا کام ہے میرے ہمسایہ میں ہی ایک ایسا مکان ہے جس کی تمہیں تلاش ہے اگر وہ ویران اور خراب نہ ہو گیا ہوتا تو وہ اپنی نظیر آپ تھا۔ شہر بھر میں اس جیسا لمبا چوڑا، آرام بخش مکان نہ تھا۔ اگر اس کے بڑے والان پر چھت ہوتی، اگر اس کا باورچی خانہ اور دہلیزیں سالم ہوتیں۔ اگر اس کا مردانہ ثابت اور زنانہ قائم ہوتا۔ اگر اس کا تہہ خانہ گر نہ پڑتا۔ اگر اس کی پچھلی دیوار منہدم نہ ہو جاتی۔ اگر اس کا چمن اور لہلہاتے ہوئے پھول مردہ نہ ہو گئے ہوتے تو اس سے بہتر مکان ملنا دشوار تھا۔

دوست کی یہ بات سن کر اس متلاشی مکان نے جواب دیا، بھائی میں آپ کی مہربانی کا ممنون ہوں۔ مگر مجھے تو مکان چاہئے اگر مگر سے میری ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ آپ نے خوب میری مدد کی۔



عقل کی باتیں

ترکوں کی ایک قوم غزان قتل و غارتگری میں بڑی مشہور تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اس قوم نے ایک گاؤں پر حملہ کیا اور لوٹ مار کرتے ہوئے اس گاؤں کے دو بڑوں کو گرفتار کر لیا۔ ان دونوں میں سے ایک کے انہوں نے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیے تاکہ اس کو قتل کر دیں۔ ابھی انہوں نے اس کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ وہ بول اٹھا' اے اللہ کے بندو! مجھے کیوں قتل کرنے لگے ہو' کیوں میرے خون سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہو؟ میں تو مفلس اور غریب آدمی ہوں' آخر مجھے بتاؤ تو سہی کہ میرے قتل کر دینے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

ترک کہنے لگے' ہم تجھے اس لئے قتل کرنا چاہتے ہیں تاکہ تیرے دوسرے ساتھی پر اس بات کی ہیبت طاری ہو جائے اور وہ خوف کے مارے تمام چھپی ہوئی دولت کا راز ظاہر کر دے۔ وہ شخص ہنسا اور بولا' اے اللہ کے بندو! وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین اور غریب ہے۔ ترک کہنے لگے کہ ہمیں شک ہے کہ اس نے قصداً" اپنے آپ کو مسکین صورت بنا رکھا ہے جب کہ وہ مالدار ہے۔ اس شخص نے کہا' یہ تو پھر وہم اور شک کی بات ہوئی اور اس معاملے میں ہم دونوں یکساں ہیں اس لئے پہلے اس کو قتل کرو تاکہ میں ڈروں اور اس سے عبرت حاصل کروں۔ اس شخص کی ان دانائی کی باتوں سے متاثر ہو کر ترکوں نے قتل کا ارادہ ختم کر دیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ دونوں بڑے مفلس اور مسکین ہیں اور لوگوں نے ان کی دانائی کی وجہ سے ان کو بڑا رتبہ دے کر عزت بخشی ہوئی ہے جبکہ مال و دولت کے معاملے میں یہ واقعی مسکین ہیں۔



شکایت نہ کرو

لقمان کو گردش زمانہ سے غلام بننا پڑا۔ مگر آقا آپ کی دانائی دیکھ کر آپ کا

غلام بن گیا۔ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا جب تک کہ آپ اسے نہ دیتے۔ پھر جب کھانے لگتا پہلے لقمان کو کھلاتا۔ وہ فخرا" کہا کرتا تھا کہ میں لقمان کا الش خورد (جھوٹا کھانے والا) ہوں۔ ایک دن کوئی شخص لقمان کے آقا کے پاس ایک خربوزہ بطور سوغات لایا۔ لقمان پاس نہ تھے۔ نوکر سے کہا کہ انہیں بلا لا۔ جب وہ آئے تو آقا نے ایک قاش (پھانک) کاٹ کر انہیں دی۔ لقمان نے جو اس کے کھانے میں رغبت ظاہر کی۔ آقا نے خوشی سے سارا خربوزہ چیر کر انہیں کھلا دیا۔ صرف آخری ایک قاش اپنے منہ میں ڈالی۔ مگر چکھتے ہی اسے اگل دیا۔ کیونکہ وہ بڑی تلخ اور تند تھی۔ اس سے اس کی زبان میں آبلہ پڑ گیا۔

آقا نے لقمان سے کہا کہ میں بڑا حیران ہوں کہ تم اتنا کڑوا زہر کھاتے رہے اور نہ کہا کہ یہ کھانے کے قابل نہیں میں نہیں کھاتا۔ لقمان بولے آقا! آپ مجھے خوشی سے کھلا رہے تھے مجھے شرم آئی کہ میں آپ کی مسرت کو روکوں۔ علاوہ ازیں میں نے آپ کے ہاتھ سے ہزاروں نعمتیں لے کر کھائی ہیں۔ میں نے ایک تلخ چیز چکھ کر یہ کہنا مناسب نہ سمجھا کہ آقا میں اسے نہیں کھا سکتا۔ یہ کھانے کے لائق نہیں۔

انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہزاروں نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی تلخی کی شکایت کرے تو اس کے سر پر خاک۔



چوری سے توبہ

سلطان محمود غزنوی اپنی رعایا کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ راتوں کو بھیس بدل کر شہر کی گلیوں میں پھرتا رہتا اور جائزہ لیتا کہ رعایا کس حال میں ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سلطان اپنے معمول کے مطابق بھیس بدل کر شہر میں پھر رہا تھا کہ اسے ایک جگہ پر چند افراد اکٹھے جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ سلطان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے نزدیک گیا تو اسے محسوس ہوا کہ یہ

چور ہیں جو کسی جگہ پر چوری کرنے کی نیت سے جا رہے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر چور خوف زدہ ہو گئے کہ یہ آدمی رات کے وقت کون اس طرف آ رہا ہے۔ چونکہ انہوں نے سلطان کو بالکل نہیں پہچانا تھا اس لئے کہنے لگے' تم کون ہو؟ سلطان نے کہا میں بھی تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں۔ چوروں نے سمجھا کہ شاید یہ بھی ہماری طرح کا کوئی چور ہی ہے جو آدمی رات کے بعد چوری کی نیت سے نکلا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

سلطان محمود غزنوی نے ان سے کہا کہ اتنی رات گئے تم کس ارادے سے پھر رہے ہو؟ وہ کہنے لگے' اسی ارادے سے جس ارادے سے تم پھر رہے ہو' یعنی چوری کی نیت سے۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا' اگر چوری ہی کرنی ہے تو پھر کسی ایسی جگہ کرو جہاں سے اس قدر دولت تو ہاتھ لگ جائے جو ساری عمر کے لئے ہمیں کافی ہو اور پھر کبھی چوری کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ شاہی محل کو لوٹتے ہیں جہاں سے ہمیں بہت بڑا خزانہ ہاتھ آ سکتا ہے۔

چوروں نے یہ سنا تو بڑے خوش ہوئے اور سلطان محمود غزنوی کی ہمت اور بہادری پر عش عش کر اٹھے اور کہا' واہ بھئی واہ! تم تو بڑے بہادر اور جرات مند چور ہو کیونکہ شاہی محل میں چوری کرنا بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے اور تم اس بات کے کرنے میں ذرا بھی نہیں گھبرائے۔ ہم تمہیں آج سے اپنا سردار مانتے ہیں تم جو حکم دو گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ لیکن یہ جو کام تم نے شاہی محل والا بتایا ہے وہ بڑا مشکل ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا' میرے ہوتے ہوئے تمہیں ذرا بھی خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری موجودگی میں تم ہر مشکل کو آسان سمجھو اور بالکل نہ گھبراؤ۔ اب تیاری پکڑو کیونکہ شاہی خزانے پر آج ہی ہاتھ صاف کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے پہلے ہم ایک منصوبہ بنا لیتے ہیں تاکہ آسانی رہے ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا کمال بیان کرے کہ وہ کس خصوصی صفت کا مالک ہے۔

ان سب نے باری باری اپنا اپنا کمال بتانا شروع کیا۔ ایک چور نے کہا میں یہ کمال رکھتا ہوں کہ جس جگہ پر خزانہ رکھا گیا ہو مجھے اس جگہ کی مٹی سے خزانے کی خوشبو آ جاتی ہے۔ دوسرا چور کہنے لگا' مجھے یہ کمال حاصل ہے کہ اگر سخت اندھیری رات میں بھی کسی کو ایک مرتبہ دیکھ لوں تو پھر اس کی شکل کبھی نہیں بھولتا اور دن کی روشنی میں بغیر کسی مشکل کے اسے شناخت کر لیتا ہوں۔ تیسرے چور نے کہا میں یہ خصوصی کمال رکھتا ہوں کہ مجھے کتے کی بولی آتی ہے۔ کتا جو کچھ کہہ رہا ہو مجھے سمجھ آ جاتی ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ چوتھا چور بولا' میں اس کام میں خصوصی کمال رکھتا ہوں کہ چاہیے محل کی دیوار جتنی بھی بلند ہو اگر میں کمند پھینکوں تو وہ فوراً" دیوار کے اوپر جا کر فٹ ہو جاتی ہے۔ جس کے باعث ہم تمام آسانی کے ساتھ محل کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔

جب چاروں چوروں نے اپنا اپنا کمال بیان کر دیا تو سلطان محمود غزنوی سے کہنے لگے' اے ہمارے سردار! ہم سب نے تو اپنا اپنا کمال بیان کر دیا ہے اب تم بھی بتاؤ کہ تم کیا خصوصی کمال رکھتے ہو؟ سلطان محمود غزنوی نے کہا' جو میں کمال رکھتا ہوں وہ سب سے اعلیٰ ہے مجھ میں خصوصیت ہے کہ اگر مجرم گرفتار ہوں اور ان کو موت کی سزا کا حکم ہو پھر جلاد ان کی گردنیں اتارنے کے لئے انہیں تختہ دار پر بھی لے آئے تو عین اس موقع پر اگر میں اپنی داڑھی ہلا دوں تو سب مجرم اسی وقت قید سے چھوٹ جائیں اور ان کی جان بخشی ہو جائے۔ سب چور یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور کہا واقعی یہ بہت بڑا کمال ہے اس کمال کے ہوتے ہوئے تو ہمیں ذرا بھی ڈر محسوس نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد وہ سب شاہی محل کی طرف چوری کے ارادے سے چل پڑے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ راستے میں ایک کتا ان کی طرف دیکھ کر بھونکا۔ جو چور کتے کی زبان سمجھتا تھا سب چور اس سے پوچھنے لگے کہ بتاؤ یہ کتا کیا کہہ رہا ہے؟ وہ بولا ساتھیو! کتے نے جو کچھ کہا ہے اسے سن کر تو میں بڑا حیران ہو رہا ہوں اگر تم سنو تو تمہیں یقین نہ آئے کہ واقعی ٹھیک کہہ رہا ہے یا غلط۔ لیکن کتا جو کہہ رہا ہے میں حرف بحرف اسے سمجھ رہا ہوں۔ باقی چوروں کو

بھی تجسس ہوا اور کہنے لگے کہ بتاؤ تو سہی کتا کہہ کیا رہا ہے؟ وہ بولا کتا کہہ رہا ہے کہ تم میں سے ایک بادشاہ ہے۔ وہ کہنے لگا، تم بیشک اس بات پر ہنسو لیکن میں ٹھیک کہتا ہوں کہ کتا یہی کہہ رہا ہے کہ ہم پانچوں میں ایک بادشاہ بھی ہے۔ ان سب چوروں نے اپنے دل کو تسلی دینے اور بات کو اپنے مطلب کے مطابق سمجھتے ہوئے کہا، ہو سکتا ہے کہ کتے کے کہنے کا مقصد ہو کہ یہ پانچوں شاہی خزانہ لوٹنے جا رہے ہیں۔ پانچوں میں ایک کیا ہم تو کل پانچوں بادشاہ ہوں گے۔ وہ کہنے لگا، تم کتے کی بات کا جو بھی مطلب سمجھو لیکن بخدا جو میں نے تمہیں بتایا ہے کتا وہی بات کہہ رہا ہے۔

یہی باتیں کرتے کرتے پانچوں شاہی محل کے پاس پہنچ گئے اور دیوار کے نزدیک کھڑے ہو کر کمند پھینکنے والے چور سے کہنے لگے کہ اب تم اپنا کمال دکھاؤ۔ اس ایک ہی بار میں جو کمند پھینکی تو وہ محل کی دیوار کے اوپر کنگرے سے لگ گئی۔ اس کے بعد یہ سب باری باری دیوار پار کر گئے اور محل میں داخل ہو گئے۔ اب اس چور کے کمال دکھانے کی باری تھی جو سونگھ کر چھپے ہوئے خزانہ کی جگہ بتا دیتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے خصوصی کمال سے کام لے کر جس قدر شاہی خزانہ چھپایا ہوا تھا۔ وہ سب بتا دیا اور ان سب نے مل کر وہاں سے خزانہ نکال لیا اور جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے خزانہ لے کر باہر نکل آئے۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی اور رات کا اندھیرا باقی تھا۔ وہ فوراً شہر کی حدود سے باہر نکلے اور ایک جنگل میں بیٹھ کر خزانے کی تقسیم کا پروگرام بنانے لگے۔

سلطان محمود غزنوی نے ان سے کہا کہ چونکہ میں تمہارا سردار ہوں۔ اس لئے میرا حکم ماننا تم پر لازم ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم اس وقت خزانے کو تقسیم نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم خزانہ تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ اپنے گھروں کو لے گئے اور چونکہ یہ چوری بادشاہ کے محل میں ہوئی ہے اس لئے جب بادشاہ کو اس چوری کے بارے میں علم ہو گا تو وہ پورے شہر میں اس طرح کا انتظام کرے گا کہ ہر ممکن طریقہ سے چور کو پکڑا جا سکے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گھر گھر تلاشی کے لئے اپنے سپاہیوں کی ڈیوٹی لگا دے تاکہ جس گھر سے بھی خزانہ برآمد ہو چوروں

کا پتہ چل جائے۔ اگر ہم خزانے کا حصہ اپنے اپنے گھروں میں لے گئے تو ہم فوراً پکڑے جائیں گے اس لئے کچھ دنوں کے لئے خزانے کی تقسیم کے کام کو ملتوی کر دیتے ہیں اور اس جنگل میں زمین کھود کر خزانہ یہاں پر دفن دیتے ہیں۔ بادشاہ کے کارندے جب خزانے کی تلاش میں ہر ممکن حربہ استعمال کرنے کے بعد مایوس ہو جائیں گے تو پھر ہم تسلی کے ساتھ یہاں آ کر خزانہ نکال لیں گے اور آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ سلطان کی اس تجویز کو سب نے قبول کر لیا اور کہنے لگے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ یہ بڑی اچھی رائے ہے۔ ہم سردار کے حکم کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔

اس بات پر جب اتفاق رائے ہو گیا اور سب نے زمین کھود کر خزانہ دفن کر دیا اور اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے لگے تو سلطان محمود غزنوی نے ان لوگوں سے کہا کہ میں تم لوگوں میں نیا نیا شامل ہوا ہوں اور میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کس جگہ پر رہتے ہو۔ چونکہ تم نے مجھے اپنا سردار تسلیم کیا ہوا ہے اس لئے تم سب مجھے اپنے اپنے گھروں کے ایڈریس بتا دو تاکہ مجھے پتہ چلے کہ تم کہاں رہتے ہو۔ چنانچہ چاروں چوروں نے اپنے گھر کے پتے سلطان کو بتا دیے اس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیے اور سلطان محمود غزنوی واپس محل میں آ گیا۔ جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو یکدم شاہی محل کے ایک کونے سے سرکاری کارندوں کا شور بلند ہوا کہ شاہی خزانہ کوئی لوٹ کر لے گیا ہے فوری طور پر پولیس کے سپاہی چوروں کی تلاش میں شہر کی طرف بھاگے۔

سلطان محمود غزنوی نے پولیس کے سربراہ کو ان چاروں کے نام اور ایڈریس بتائے اور حکم دیا کہ ان چاروں کو گرفتار کر لیا جائے کیونکہ شاہی خزانے کی چوری انہوں نے ہی کی ہے۔ چنانچہ بادشاہ کے سپاہی کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر چوروں کو گرفتار کر کے لے آئے وہ چاروں چور اپنے پکڑے جانے پر سخت حیرت زدہ تھے کہ آخر یہ ماجرہ کیا ہے؟ وہ سوچ رہے تھے کہ اتنی جلدی شاہی سپاہیوں نے ان کو پکڑ کیسے لیا۔ کون ہے کہ جس نے ہماری مخبری کی ہے اس کے

ساتھ ہی انہیں یہ خیال بھی آیا کہ ہم چاروں کو تو گرفتار کر لیا گیا ہے مگر ہمارا سردار نہیں پکڑا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اسی سوچ وبچار کے عالم میں ان چاروں کو عدالت میں پیش کر دیا گیا اور قاضی نے شاہی خزانے کی چوری کے جرم میں ان کو موت کی سزا کا حکم سنا دیا۔ یہ حکم سن کر تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس وقت ہمارا سردار ہوتا تو اپنا کمال دکھاتا لیکن افسوس کہ وہ ہمارے ساتھ پکڑا نہیں گیا اب تو وہ خود ہی اکیلا خزانے پر قبضہ جما لے گا۔ جب ان چوروں کو جلاد تختہ دار کی طرف لے جا رہا تھا تو عین اس وقت سلطان محمود غزنوی کا حکم ملا کہ شاہی خزانے کی چوری کے مجرموں کو اس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اگر یہ کوئی اپنی آخری خواہش رکھتے ہوں تو مرنے سے پہلے وہ پوری کی جا سکے۔

سلطان کے حکم کے مطابق چاروں چوروں کو سلطان کے حضور پیش کر دیا گیا۔ چاروں چور نظریں جھکائے شاہی دربار میں کھڑے تھے اور سلطان محمود غزنوی شاہی لباس زیب تن کئے شان وشوکت کے ساتھ تخت پر جلوہ افروز تھا۔ اچانک اس چور کی نظر سلطان پر پڑی جو اندھیری رات میں ایک بار کی دیکھی ہوئی شکل کبھی نہیں بھولتا تھا اور دن میں شناخت کرنا اس کے لئے بالکل دشوار نہ ہوتا تھا اس نے پہچان لیا کہ تخت پر جو شخصیت جلوہ افروز ہے وہی رات کے وقت ہمارا ساتھی تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنے ساتھی چور کے کان میں کہا۔

اے دوست! رات کو کتے کی کہی ہوئی بات کی سمجھ اب آئی ہے۔ کتا ٹھیک ہی کہہ رہا تھا کہ ان پانچوں میں ایک بادشاہ بھی ہے۔ یہ جو تخت پر بیٹھا ہے رات کو یہی ہمارا پانچواں ساتھی تھا۔ دوسرا چور اس کی بات سن کر کہنے لگا' ارے احمق! کیا بکواس کرتے ہو۔ رات کو تم نے ایک کتے کی بات کا یقین کر کے چور کو بادشاہ بنا دیا اور اب تم بادشاہ کو چور کہہ رہے ہو۔ لگتا ہے تمہاری عقل ماری گئی ہے اور تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔

سلطان غزنوی ان کی آپس میں کھسر پھسر سن رہا تھا بولا' یہ تم لوگوں نے کیا کھسر پھسر لگا رکھی ہے۔ جس چور نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا وہ فوراً چند قدم

آگے بڑھا اور اپنے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا' اے ہمارے سردار! ہم سب نے تو اپنا اپنا کمال دکھا دیا۔ اب آپ اپنی داڑھی کب ہلائیں گے۔ اس وقت ہلائیں گے جب ہم موت کے منہ میں چلے جائیں گے؟ سلطان محمود غزنوی اس چور کی بات سن کر ہنس پڑا اور کہا' واہ بھئی واہ' تم نے مجھے پہچان لیا اور اپنا کمال دکھا دیا۔ لو پھر میں اب اپنا کمال دکھاتا ہوں اور اپنی داڑھی کو ہلاتا ہوں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ چوروں نے جو اپنی رہائی کا حکم سنا تو بڑے متاثر ہوئے اور اسی وقت سلطان کے قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے اور آئندہ کے لئے چوری کے کاموں سے توبہ کی اور ہمیشہ کے لئے نیکی کا راستہ اختیار کرنے کا وعدہ کر کے شاہی دربار سے رخصت ہوئے۔



مذہبی، علمی، ادبی حلقوں اور طلباء و طالبات
کے لیے انمول تحفہ

لفظ لفظ روشنی
سطر سطر زندگی

ہماری مقبول عام کتاب
(سدا بہار اقوال کا مجموعہ)

اقوالِ زریں کا انسائیکلوپیڈیا

مرتبہ: نذیر انبالوی

اقوالِ زریں کا انسائیکلوپیڈیا ان اقوال کا مجموعہ ہے جن کی حکمرانی دلوں اور دماغوں پر ہے، جن قوموں نے ان کی پیروی کی انہوں نے رفعتیں پائیں، فراموش کیا تو خود فراموش ہو گئیں۔ اس مجموعہ میں آفاقی، مستند اور مصدقہ اقوال شامل کیے گئے ہیں۔

اقوالِ زریں کا انسائیکلوپیڈیا میں ارشاد ربانی، احادیث نبویؐ، اقوالِ انبیاء، فرمودات صحابہؓ، اقوالِ اولیاء کرامؒ اور غیر مسلم مفکرین کے اقوال کے ساتھ ساتھ سو مختلف موضوعات کے تحت بہترین اقوال کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ اقوال کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے۔

خوبصورت دیدہ زیب سرورق، عمدہ کمپوزنگ و طباعت۔

صفحات 672

اخلاق کی پختگی و کردار سازی کے لیے
اس کتاب کا مطالعہ ضرور کیجئے

اخلاقیات کے موضوع پر جامع و مستند کتاب

جامع مخزنِ اخلاق

مرتبہ: نذیر انبالوی

دنیا کے تمام مذاہب میں اخلاق کو خاص اہمیت حاصل ہے' اسلام دنیا میں امن و سلامتی اور خوش اخلاقی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس کا داعی پیغمبر انسانیت ہونے کے ساتھ ساتھ پیغمبر اخلاق بھی ہے اور اس نے اپنی زندگی میں خوش اخلاقی کا عمدہ عملی نمونہ پیش کیا اور پیروکاروں کو اخلاق کی اعلیٰ تعلیم دی' گویا اسلام اور اخلاق لازم و ملزوم ہیں۔ مذہب کا مقصد ہی انسان کو خوش اخلاق بلند کردار' امن پسند اور انسان دوست بناتا ہے۔ جامع مخزنِ اخلاق میں قرآنی احکامات' احادیث نبویؐ' صحابہ کرامؓ' اولیاء اکرمؒ' بزرگانِ دین' مشاہیر عالم کے روشن سچے واقعات' حکایاتِ سعدیؒ و رومیؒ' تبرکاتِ اقبالؒ' اخلاقی لوک کہانیاں اور اخلاقی اشعار کو یکجا کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو آپ کو اخلاق کی روشن شاہراہ پر گامزن کرے گا۔

رنگین سرورق' عمدہ کمپوزنگ و طباعت

HIKAYAAT KA ENCYCLOPEDIA

Edited by

NAZEER AMBALVI (M.A)

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108, Gali Vakil, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 23216162,23214465 Fax : 0091-11-23211540
E-mail :info@ephbooks.com, ephdelhi@yahoo.com
Website: www.ephbooks.com

